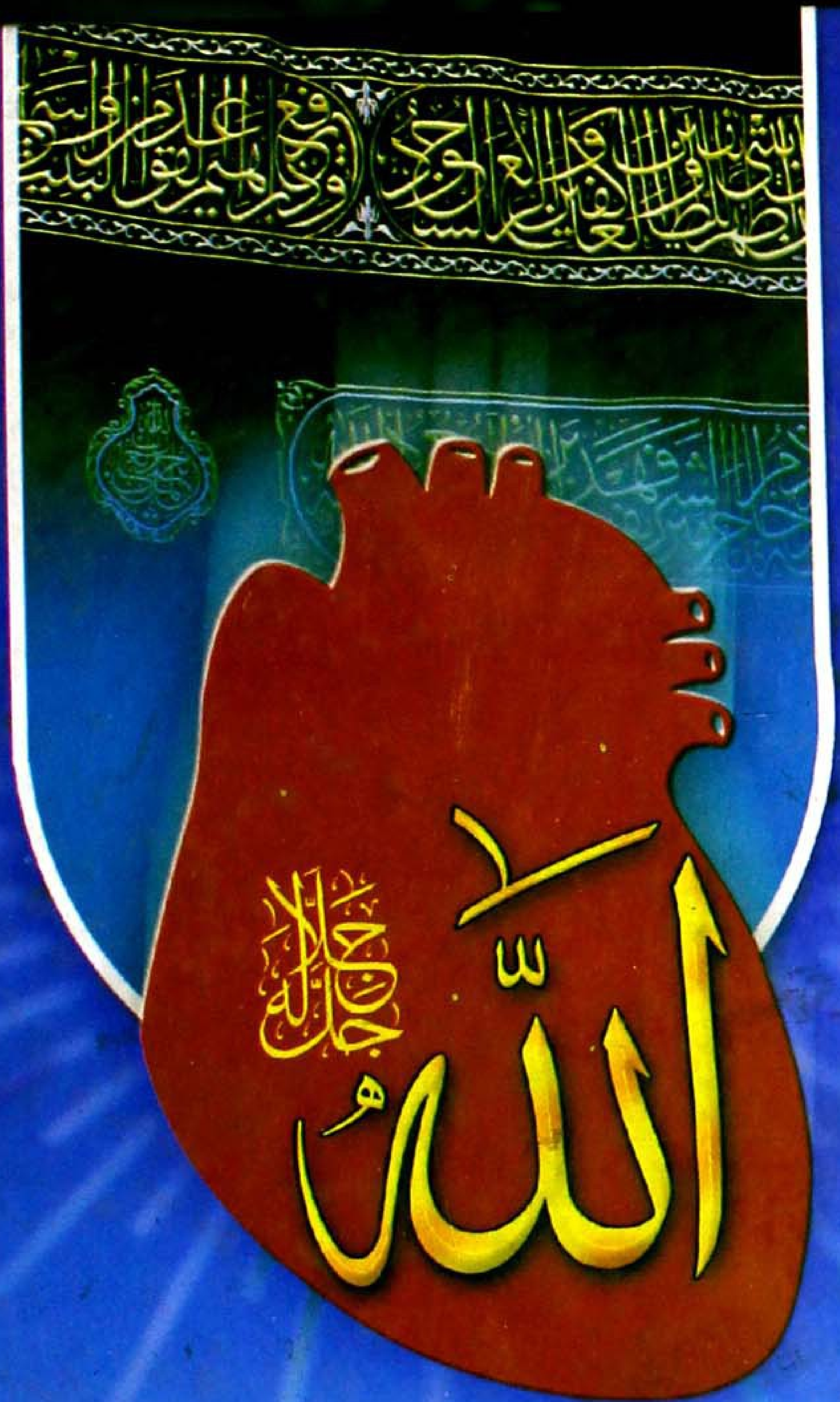

معرفتِ ذاتِ اقدس

تصنیف

پیر علاؤالدین خان
نقشبندی مجددی

Marfat.com

Marfat.com

نحن اقرب الیہ من حبل الورید

الله

جل جلالہ

معرفت ذات بلاواسطہ
معرفت ذات بالواسطہ
حقیقت معرفت صفات
حقیقت احمدی
حقیقت محمدی
حقیقت حیرت
حقیقت شہود
حقیقت دعوت
حقیقت صلوٰۃ
حقیقت قرآن
حقیقت کعبہ
سیر نفس
قلب بقاء
قلب فناء
سلطان الاذکار
لطیفہ اخفا
لطیفہ خفی
لطیفہ سری
لطیفہ روحی
لطیفہ قلب

دریائے وحدت
دریائے توحید ذات
یاھوت
ھاھوت
لاھوت
جبروت
ملکوت
ناسوت

صفات الاسماء

افعال

آثار دنیا اجساد

معرفتِ ذاتِ اقدس

تصنیف پیر علاؤالدین خان نقشبندی مجددی

آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ ربانیہ

سلیم سٹریٹ نمبر۲، بس سٹاپ فوجی گاڑیاں نزد فردوس فلور ملز، بند روڈ، لاہور، پاکستان

Marfat.com

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

98181

نام کتاب ________ معرفتِ ذاتِ اقدس
مصنف ________ پیر علاؤالدین خان نقشبندی، مجددی
ناشر ________ آستانہ عالیہ نقشبندیہ، مجددیہ، ربانیہ
پرنٹنگ و بائینڈنگ ________ شہباز رسول
کمپوزنگ ________ فیصل حبیب، ساجد نصیر
(حذیفہ کمپوزنگ سینٹر)
باراول ________ جنوری ۲۰۰۳ء
تعداد ________ ایک ہزار
پرنٹرز ________ زاہد بشیر پرنٹرز لاہور
قیمت ________ 300/- روپے

نوٹ:
کتاب ھذا میں اگر کوئی کتابت کی غلطی پائی جائے تو مصنف کو مطلع فرما کر اپنا دینی فرض پورا کریں تاکہ مصنف اگلے ایڈیشن میں اس غلطی کی تصحیح کر سکے۔

پیر علاؤالدین خان
مصنف کتاب ھذا

Marfat.com

انتساب

جن مشفقانِ ذی شان کی شفقت، محبت، اخلاق، اخلاص اور تبلیغ سے راقم الحروف نے میدانِ تصوف میں قدم رکھا ان میں سے ایک نام میرے بڑے بھائی ضیاء الدین خان مدظلہ العالی کا ہے جنہوں نے مجھے رموزِ تصوف سے روشناس فرماتے ہوئے والد ماجد حاجی محمد خانؒ کی اجازت سے چکوال ضلع جہلم کے حضرت مولانا محمد سلیمانؒ کے سامنے لے جا کر بٹھا دیا۔ حضرت مولاناؒ نے آنکھ اٹھا کر دیکھا اور ایک ہی نگاہ سے اپنا گرویدہ کر لیا۔ کچھ عرصہ بعد آپؒ نے مجھے اپنے پیر و مرشد جامع شریعت و طریقت حضرت مولانا غلام ربانیؒ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ مولانا محمد سلیمانؒ کے وصال کے بعد میری باقی تربیت حضرت مولانا غلام ربانیؒ نے فرمائی اور مجھے خلافت سے نوازا۔ آپؒ کے وصال کے بعد آپؒ کے جگر گوشہ اور جانشین حضرت ابوذر غفاری مدظلہ العالی کے ارشادات کے مطابق سلسلہ کی خدمت کر رہا ہوں۔ بندہ کی تصنیف معرفتِ ذاتِ اقدس انہی ہستیوں کے نام ہے۔

احقر الانام

پیر علاؤالدین خان

نقشبندی، مجددی

Marfat.com

Marfat.com

فہرست

نمبر شمار	فہرست	صفحہ نمبر
۱	تلخیص معرفتِ ذاتِ اقدس	15
۲	معرفتِ تصوف	31
۳	معرفتِ توبۃ النصوح	52
۴	معرفتِ صورتِ آدم	58
۵	معرفتِ انسان	63
۶	معرفتِ صفاتِ ذاتِ اقدس	74
۷	معرفتِ امہات الصفات ذاتِ اقدس	84
۸	معرفتِ مقاماتِ قربِ ذاتِ اقدس	87
۹	معرفتِ وصلِ ذاتِ اقدس	94
۱۰	معرفتِ اسرارِ ذاتِ اقدس	99
۱۱	معرفتِ توحیدِ ذاتِ اقدس	108
۱۲	معرفتِ ذاتِ اقدس	125
۱۳	معرفتِ نفس	135
۱۴	معرفتِ شجرِ طیبہ	146
۱۵	معرفتِ مومن ومنافق	152
۱۶	معرفتِ ابواب جہنم	154
۱۷	معرفتِ ارتباطِ شیطان، وسوسہ، نفس، گناہ	156
۱۸	معرفتِ مراتبِ اولیاء اللہ	158
۱۹	معرفتِ بیعت	163

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۲۰	معرفتِ لطائفِ عالمِ امر و عالمِ خلق	172
۲۱	معرفتِ مراقباتِ نقشبندیہ ٔمجددیہ	177
۲۲	معرفتِ روحانی پرواز	196
۲۳	معرفتِ درود شریف	204
۲۴	معرفتِ صلوٰۃ	209
۲۵	معرفتِ صوم	230
۲۶	معرفتِ حج	239
۲۷	معرفتِ زکوٰۃ	250
۲۸	معرفتِ دعا	253
	تذکرہ مشائخ سلسلہ نقشبندیہ ٔمجددیہ ٔربانیہ	258
۲۹	حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم	259
۳۰	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	303
۳۱	حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ	306
۳۲	حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ	308
۳۳	حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ	309
۳۴	حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ	312
۳۵	عاشق یزدانی حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ	318
۳۶	حضرت شیخ بوعلی فارمدی طوسی رحمۃ اللہ علیہ	325
۳۷	حضرت خواجہ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ	329
۳۸	حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ	332

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۳۹	حضرت خواجہ عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہ	339
۴۰	حضرت خواجہ محمود الخیر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ	340
۴۱	حضرت خواجہ علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ	341
۴۲	حضرت خواجہ محمد بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ	346
۴۳	حضرت خواجہ شمس الدین سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ	349
۴۴	حضرت خواجہ سید بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ	356
۴۵	حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ	370
۴۶	حضرت خواجہ محمد یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ	374
۴۷	حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ	379
۴۸	حضرت خواجہ محمد زاہد وخشی رحمۃ اللہ علیہ	384
۴۹	حضرت خواجہ درویش محمد رحمۃ اللہ علیہ	385
۵۰	حضرت خواجہ خواجگی املنگی رحمۃ اللہ علیہ	388
۵۱	حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ	391
۵۲	حضرت مجدد الف ثانی خواجہ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ	398
۵۳	حضرت شیخ آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ	434
۵۴	حضرت شیخ سعدی بخاری لاہوری رحمۃ اللہ علیہ	439
۵۵	حضرت خواجہ محمد یحیٰ رحمۃ اللہ علیہ	447
۵۶	حضرت خواجہ عبد الشکور رحمۃ اللہ علیہ	447
۵۷	حضرت خواجہ عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ	447
۵۸	حضرت خواجہ محمد صفا رحمۃ اللہ علیہ	447

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۵۹	حضرت خواجہ فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ	448
۶۰	حضرت خواجہ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ	448
۶۱	جامع شریعت و طریقت حضرت مولانا غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ	449
۶۲	پیر علاؤالدین خان نقشبندی، مجددی	456
۶۳	اوراد و وظائف سلسلہ نقشبندیہ، مجددیہ	460
۶۴	معرفتِ عملیات	462
۶۵	شجرہ شریف سلسلہ نقشبندیہ، مجددیہ (بزبانِ اردو)	478
۶۶	شجرہ شریف سلسلہ نقشبندیہ، مجددیہ (بزبان فارسی)	481
۶۷	فہرست خلفاءِ مجاز پیر علاؤالدین خان نقشبندی، مجددی	482
۶۸	تعارف مریدین خاص	482

Marfat.com

فہرست ماخذ کتب

نام کتاب	نام مصنف
قرآن مجید	ترجمہ سید محمد نعیم الدین مرادآبادیؒ
تفسیر ابن کثیر	حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ
تفسیر روح البیان	علامہ محمد اسمٰعیل حقیؒ
بخاری شریف	محمد بن اسماعیل البخاریؒ
مسلم شریف	مسلم بن الحجاج قشیریؒ
مشکوٰۃ شریف	الشیخ ولی الدین محمد بن عبداللہؒ
قول جمیل	شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ
لسان العرب	ابن منظورؒ
صراطِ مستقیم	شاہ اسمٰعیل دہلویؒ
کتاب الضعفا	ابن حبانؒ
مسند الفردوس	دیلمیؒ
جامع صغیر	امام جلال الدین سیوطیؒ
میزان الشریعۃ الکبریٰ	سید عبدالوہاب شعرانیؒ
راحت القلوب	خواجہ نظام الدین اولیاءؒ
مکاشفۃ القلوب	امام غزالیؒ
مکتوباتِ امام ربانی	مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ ترجمہ: مولانا محمد سعیدؒ
اسم ذاتِ اقدس	مرشدم حضرت مولانا غلام ربانیؒ ککڑشنگ ضلع ہزارہ
عرفان ربانی	مرشدم حضرت مولانا غلام ربانیؒ ککڑشنگ ضلع ہزارہ
رموز تصوف	مرشدم حضرت مولانا غلام ربانیؒ ککڑشنگ ضلع ہزارہ

Marfat.com

نام کتاب	نام مصنف
صبغۃ اللہ	مرشدم حضرت مولانا غلام ربانیؒ گکڑشنگ ضلع ہزارہ
تمنائے حج	مرشدم حضرت مولانا غلام ربانیؒ گکڑشنگ ضلع ہزارہ
مکتوباتِ غلام	مکتوب مرشدم مرتبہ: میجر (ریٹائرڈ) محمد شریف مدظلہ العالی
مکتوبات شریف	مکتوب مرشدم مرتبہ: میجر (ریٹائرڈ) محمد شریف مدظلہ العالی
منہاج السنہ	علامہ ابن تیمیہؒ
تحفۃ الواعظین	محمد منور حسین مجددی
عوارف المعارف	شیخ شہاب الدین سہروردیؒ
رسالہ قشیریہ	امام ابوالقاسم قشیریؒ
رسالہ جنید	حضرت جنید بغدادیؒ
بیعت وخلافت	حضرت احمد رضا خان بریلویؒ
تاریخ تصوف	پروفیسر یوسف سلیم چشتیؒ
فصوص الحکم	محی الدین محمد بن علی الہاتمی ترجمہ: مولانا عبدالقدیر صدیقیؒ
کشف المحجوب	حضرت سید علی بن عثمان ہجویریؒ
دلائل السلوک	حضرت مولانا اللہ یار خان
رسالہ خدام الاولیاء	فقیر محمد ارشد پناہویؒ
فضائلِ درود شریف	امام یوسف بن محمد اسمٰعیل نبہانیؒ
نماز کا منظر	خواجہ محمد اسلامؒ
رکن دین	مولوی رکن الدینؒ
حج وعمرہ	محمد سلیم حبیب اللہ دہلویؒ
اسرار التصوف	حکیم احمد علیؒ

Marfat.com

نام کتاب	نام مصنف
حقائقِ قرآنی	صاحبزادہ محمد عمرؒ
تذکرہ مشائخ نقشبندیہ	علامہ محمد نور بخش توکلیؒ
مشائخ نقشبندیہ	مولوی محمد حسنؒ ضلع بجنور
خزینہ معرفت	صوفی محمد ابراہیم قصوریؒ
جواہرِ نقشبندیہ	محمد یوسف نقشبندیؒ
روضۃ القیومیہ	حضرت خواجہ کمال الدین محمد احسانؒ
انوارِ مرتضوی	حضرت خواجہ غلام مرتضیٰ بیر بلویؒ
البیان	حضرت علامہ محمد سعید احمد مجددی
تحقیقاتِ چشتی	علامہ مولوی نور احمد چشتیؒ
کتاب اللمع	حضرت ابونصر سراجؒ
تصوف کے روشن حقائق	حضرت شیخ عبدالقادر عیسیٰ شاذلی
تذکرۃ الاولیاء	وارثی میرٹھی
حدیقۃ الاولیاء	حضرت مفتی غلام سرور لاہوری مدظلہ العالی تالیف و تحقیق: محمد اقبال مجددی
مدینۃ الاولیاء	محمد دین کلیم
شمع شبستان رضا	ناشر حاجی محمد یعقوب قادری رضوی

Marfat.com

Marfat.com

بیاں میں نکتۂ توحید آ تو سکتا ہے
تیرے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیے
مقام فقر ہے کتنا بلند شاہی سے
روش کسی کی گدایانہ ہو تو کیا کہیے

Marfat.com

Marfat.com

تلخیص معرفت ذاتِ اقدس

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے (بقول شاعر)

توحید ذات باری تعالیٰ کو حضرت جنید بغدادیؒ کی تعلیمات میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ لوگ انہیں ''اصحاب التوحید'' کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ آپ نے رسالہ قشیریہ میں فرمایا کہ توحید کے معنی میں مکمل علم پوشیدہ ہے۔ توحید کا علم سرحدِ ادراک سے باہر ہے۔ اس میں تمام آثار و علائم محو ہو جاتے ہیں اور صرف اللہ تعالیٰ باقی رہ جاتا ہے۔ اس لئے توحید کی منطقی تعریف نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ لوگوں کے اسرار پر آپ نے توحید کی تعریف یوں کی کہ ''اَلتَّوحِیدُ اَفرَادُ القَدِیمِ عَنِ المُحدَثِ'' یعنی توحید یہ ہے کہ قدیم (واجب الوجود ہستی) کو محدث (ممکن الوجود ہستی) سے جدا کر دیا جائے۔ مطلب یہ کہ قدیم کبھی حادث نہیں بن سکتا اور حادث کبھی قدیم نہیں بن سکتا۔ علامہ ابن خلدون نے فرمایا کہ ''کسی زبان میں ایسے الفاظ موجود نہیں ہیں جو توحید کے مفہوم کو واضح کر سکیں۔ حقیقت یہ کہ کوئی زبان حقائق مجردہ کا بیان کماحقہٗ نہیں کر سکتی''۔ حضرت ابونصر سراجؒ حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخشؒ، حضرت امام قشیریؒ، حضرت اشرف علی تھانویؒ اور حضرت ابن تیمیہؒ نے اپنی اپنی تصانیف میں حضرت جنید بغدادیؒ کی توحید کی تعریف کو پسند کیا ہے۔

بقول اقبالؒ

کبریائی تو فقط اُس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آزری

توحید سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے۔ وہ ہمہ وقت ہر جگہ موجود ہے۔ اس کا علم ذاتی اور لامتناہی ہے۔ وہ قدرتِ کاملہ، غلبۂ تامہ اور قوت مطلقہ کا مالک قدیم

Marfat.com

بذاتِ اقدس موجود اور واجب الوجود ہے۔ وہ اپنی ذات وصفات اور امور و افعال میں یکتا و یگانہ، بے مثل و بے کیف، بے چوں و بے گوں اور بے ابتدا و بے انتہا ہے۔ وہ طول و عرض، قد و قامت، رنگ و بو، نقص و حدوث سے پاک، لم یزل و لایزال اور لاریب و لامحدود ذاتی صفاتِ کاملہ سے متصف ہونے کے باعث حاکمیت، احدیت، الوہیت، ربوبیت اور معبودیت کے لائق ہے۔ جہاں تک باقی کائنات، تمام مخلوق اور تمام اشیاء کا تعلق ہے وہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق سے عدم سے معرضِ وجود میں آئی ہیں۔ سب مخلوقات کا علم عطائی اور متناہی ہے۔ سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں لیکن وہ کسی کا محتاج نہیں۔ تمام امور میں وہ مختارِ کل اور قادر مطلق ہے۔ اُس کے کسی فعل میں کوئی اس کا وزیر، مشیر، معاون، پشت پناہ یا راہ نما نہیں۔ سلطنتِ خدا کی، شہنشاہی خدا کی، حاکمیت خدا کی اور حکم صرف خدا کا چلتا ہے۔ نفع و نقصان پہنچانے والا صرف وہی ہے۔ وہ کسی چیز سے مرکب نہیں۔ وہ جمیع نقصانات سے مبرا و منزہ ہے۔ اس کی ذات وصفات میں تغیر و تبدل نہیں ہے۔ وہ سننے والا، دیکھنے والا، کلام کرنے والا، ازلی و ابدی ہے۔ وہ علیم ہے لیکن اُس کا علم اس میں حلول نہیں کرتا۔ اُس کے کلام میں تجدید نہیں ہے۔ معلومات اس کے علم سے باہر نہیں ہیں۔ موجودات کو اس کا ارادہ ضروری ہے۔ وہ وہی کرتا ہے جو اس کے ارادہ میں ہو۔ باقی سب مخلوقات اس کے حکم کے پابند، ملتجی اور دعا گو ہیں۔ خالق اور مخلوق کبھی ایک نہیں ہو سکتے۔ عاجز، مختار کا۔ محکوم، حاکم کا۔ محدود، لامحدود کا۔ مغلوب، غالب کا۔ مرزوق، رازق کا۔ ساجد، مسجود کا۔ عابد، معبود کا۔ ممکن الوجود، واجب الوجود کا اور فانی مخلوق لافانی خدا کا عین کبھی نہیں بن سکتی۔ اللہ تعالیٰ کسی میں اور کوئی اللہ تعالیٰ میں حلول نہیں کرتا۔ نیز جذب و مستی، جنوں و وارفتگی، حیرت و محویت، عالمِ مدہوشی اور حالتِ سکر میں کسی کے منہ سے نکلی ہوئی بات دوسرے کے لئے ہرگز حجت نہیں ہوتی۔

Marfat.com

بقول اقبالؒ

بیاں میں نکتۂ توحید آ تو سکتا ہے
تیرے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیے
مقام فقر ہے کتنا بلند شاہی سے
روش کسی کی گدایانہ ہو تو کیا کہیے

اللہ سے مراد معبودِ برحق اور الٰہ کا مطلب لائق بندگی ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات، عبادات، تحیات، صلوٰۃ اور طیبات کے لائق ہے۔ صفاتِ حمیدیہ، صفات جلالیہ، صفاتِ جمالیہ، صفاتِ کمالیہ، صفات نوالیہ شایانِ ذاتِ خداوندی ہیں۔ رب کا معنی پالنے والا یعنی عطائے منفعت اور دفع مضرت بلا اُجرت ہے۔ ممکنات میں جو ایک دوسرے سے فائدہ پہنچتا ہے وہ سب اسباب سے ہے۔ اسباب کا دارومدار اذنِ الٰہی پر ہے۔ اگر اذنِ الٰہی نہ ہوتا تو اسباب بھی نہ ہوتے اور ایک دوسرے کو فائدہ بھی نہ پہنچتا۔ ایمان کی شان یہ ہے کہ سب حرکات وسکنات میں جانب اللہ جانے، حکم خداوندی اس میں شامل جانے اور اذن اس پر موثر جانے کیونکہ بغیر اذنِ خداوندی کے ایک ذرہ بھی حرکت نہیں کرسکتا، ایک پتا بھی نہیں ہل سکتا۔ نہ کوئی پیدا ہوتا ہے، نہ کوئی مرتا ہے، نہ کوئی بیمار ہوتا ہے، نہ کوئی غنی ہوتا ہے اور نہ کوئی مفلس ہوتا ہے۔ یہ سب مشیتِ خداوندی پر موقوف ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنہ کے تحت نظام عالم چلتا ہے اگر اندھیری رات میں کالی چیونٹیاں کالے پتھر پر چلیں تو اللہ تعالیٰ ان کو دیکھتا اور ان کے پاؤں کی آہٹ سنتا ہے یعنی کہ عالمِ امکانی میں کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ واحد، یکتا ویگانہ ہے۔ لفظ واحد سے اگر دو کا نصف مراد لی جائے تو اس طرح اللہ تعالیٰ واحد نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کو واحد اس معنی کے اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ ذات وصفات میں اس کا کوئی شریک نہیں، اس کی کوئی نظیر نہیں اور اس کی کوئی مثل

Marfat.com

نہیں۔ وہ احد ہے لیکن صمد سے ہے احتیاج سے نہیں ہے۔ کیونکہ نہ اس نے کسی کو جنا، نہ وہ کسی سے جنا گیا اور نہ اس کا کوئی ہمسر ہے اس لئے وہ احد ہے۔ یہ اس کی شانِ بے نیازی ہے کہ وہ آنکھ، کان، زبان یعنی آلات کا محتاج نہیں ہے۔ اللہ اس ذاتِ اقدس کا نام ہے جو واجب الوجود ہے۔ واجب الوجود اس ہستی کو کہتے ہیں جس کا وجود واجب یعنی ضروری ہو اور اس کی نیستی محال ہو۔ واجب الوجود ہمیشہ سے ہوگا اور ہمیشہ رہے گا کیونکہ جو چیز کسی دوسرے کے پیدا کرنے سے پیدا ہو کر وجود میں آئے وہ واجب الوجود نہیں ہو سکتی۔ پس اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی واجب الوجود نہیں ہے۔ ہم جو کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں اس کے دو جزو ہیں۔ پہلا جزو لا الہ الا اللہ ہے یعنی اقرارِ الوہیت ہے اور دوسرا جزو محمد رسول اللہ ہے یعنی اقرارِ رسالت نے ہے، یعنی تمام معبودانِ باطلہ کی نفی اور ذاتِ حق کا ثبات ہے تاکہ یہ عقیدہ پختہ رہے کہ اللہ رب العزت ہی معبود برحق ہے، اس کے سوا کوئی لائق بندگی نہیں اور حضرت محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ کلمہ تہلیل بھی ہے اور احدیت بھی، کلمہ الوہیت بھی ہے اور حقیقت بھی، کلمہ اخلاص بھی ہے اور شہادت بھی، کلمہ تقویٰ بھی ہے اور اصالت بھی، کلمہ طیبہ بھی ہے اور طہارت بھی، کلمہ توحید بھی ہے اور رسالت بھی، کلمہ شانِ ذات بھی ہے اور جانِ صفات بھی، کلمہ اقرارِ حیات بھی ہے اور مدارِ نجات بھی، کلمہ مطلع عرفان بھی ہے اور منبع ایمان بھی، کلمہ وجہ ایقان بھی ہے اور ثمرہ احسان بھی، کلمہ اظہارِ شریعت بھی ہے اور رازِ طریقت بھی، کلمہ رمزِ حقیقت بھی ہے اور سرِ وحدت بھی۔

بقول مرشدمؒ

اول از امکاں و آخر از مکان
ذاتِ پا کش پاک از سود و زیاں

Marfat.com

بقول رومیؒ

اے بر تر از قیاس و گمان و خیال و وہم
وز ہر چہ گفتہ ایم و شنیدیم و خواندہ ایم

بقول شاعر

ہے پرے سرحدِ ادراک سے اپنا مسجود
قبلے کو اہل نظر، قبلہ نما کہتے ہیں

بقول شاعر

طیبہ سے منگائی جاتی ہے سینوں میں چھپائی جاتی ہے
توحید کی مے ساغر سے نہیں نظروں سے پلائی جاتی ہے

اہل مذہب دو گروہوں میں منقسم ہو گئے ہیں۔ جن لوگوں پر عقل کا غلبہ ہے انہوں نے اطاعت شریعت کو کافی سمجھا ہے اور حصول جنت کو مقصود بنا لیا ہے لیکن جن لوگوں پر عشق کا غلبہ ہے انہوں نے اطاعت شریعت کے ساتھ ساتھ محبت الٰہی کو بھی ضروری سمجھا اور وصالِ ذات کو اپنا مقصود حیات بنا لیا ہے۔ اس طبقہ کے افراد کو عرف عام میں صوفی کہتے ہیں۔

بقول مرشدمؒ

دل درونِ سینہ خود بیدار کن
از تصور دیدنِ دلدار کن

واعظ اپنے وعظ پر اکتفا کرتا ہے یعنی وہ کہتا ہے کہ خدا نے تزکیہ نفس کا حکم دیا ہے۔ لیکن وہ نہ کسی کو اس کا طریقہ بتاتا ہے نہ عملاً کسی کا تزکیہ نفس کرتا ہے۔ لیکن صوفی سالک کو نہ صرف تزکیہ نفس کی تلقین کرتا ہے بلکہ اسے اپنی صحبت میں بٹھا کر تزکیہ نفس کا طریقہ سکھاتا ہے۔ وہ اس کا تزکیہ نفس کرتا ہے اور زندگی کے ہر شعبہ میں قرآن

Marfat.com

وحدیث پر عمل کروا کر اسے اللہ کے رنگ میں رنگ دیتا ہے۔ وہ اسے بتاتا ہے کہ عرفانِ الٰہی حاصل کرنے کے لیے سالک کی سب سے پہلی رکاوٹ نفسِ امارہ ہے جو شہوت، غضب، حرص، طمع اور تکبر کے مجموعے کا نام ہے۔ نفس امارہ کو مغلوب کرنے کی بنیادی شرائط نگہبانی نفس، ایثار، شفقت، ذکر، مجاہدہ اور مراقبہ ہیں۔ تزکیہ نفس کے بغیر نفس مغلوب نہیں ہوسکتا اور جب تک نفس مغلوب نہ ہو کوئی مسلمان جہاد فی سبیل اللہ نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنا مال میری راہ میں خرچ کرو لیکن نفس انسان سے کہتا ہے کہ اس طرح تم مفلس ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم میری راہ میں جہاد (قتال) کرو لیکن نفس کہتا ہے کہ غالب گمان یہی ہے کہ تو مارا جائے گا۔ پس معلوم ہوا کہ جب تک نفس مغلوب نہ ہو جائے کوئی مسلمان سربکف ہو کر میدانِ جہاد میں نہیں آسکتا۔

بقول اکبر الہ آبادی

خدا کے کام دیکھو بعد کیا ہے اور کیا پہلے
نظر آتا ہے مجھ کو بدر سے غارِ حرا پہلے

جب طالب حق کے دل میں طلبِ حق کا الہام ہو تو اسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعلیمات کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ آپؑ نے جب ستارہ، چاند اور سورج کو یکے بعد دیگرے زوال آشنا ہوتے دیکھا تو انہیں معبودیت سے خارج کرتے ہوئے اپنے استدلال اور تحقیق سے ثابت کیا کہ جو زوال آشنا ہو وہ ہرگز معبودِ حقیقی نہیں ہوسکتا۔ یہ توحیدِ تحقیقی ہے۔ صوفی، سالک کو تصوف کی بنیادی اصطلاحات یعنی ہوش دردم، نظر بر قدم، سفر در وطن، خلوت در انجمن، یاد کرد، بازگشت، نگہداشت، یاداشت، وقوفِ عددی، وقوفِ زمانی اور وقوفِ قلبی میں فرق سمجھاتا ہے اور بتاتا ہے کہ حواس اور عقل حقیقت رسی سے قاصر ہیں۔ عرفانِ الٰہی نہ کتابوں سے حاصل ہوتا ہے، نہ استدلال

Marfat.com

سے، نہ گفتگو سے، نہ مناظرہ سے، یہ نعمت صرف وجدان اور عشق سے حاصل ہوتی ہے۔ وہ مزید وضاحت کرتا ہے کہ شریعت ضابطہ ہے اور طریقت رابطہ ہے، شریعت دستور ہے اور طریقت منشور ہے۔ شریعت نور ہے اور طریقت حضور ہے، شریعت جسم ہے اور طریقت روح ہے۔ شریعت پھول ہے اور طریقت خوشبو ہے، شریعت دعویٰ ہے اور طریقت دلیل ہے۔ شریعت مقدمہ ہے اور طریقت وکیل ہے، شریعت مرشد ہے اور طریقت ارشاد ہے۔ شریعت کتاب ہے اور طریقت استاد ہے، شریعت متن ہے اور طریقت تشریح ہے۔ شریعت کنایہ ہے اور طریقت تصریح ہے، شریعت اجمال ہے اور طریقت تفصیل ہے۔ شریعت تعلیم ہے اور طریقت تعمیل ہے، شریعت ایمان ہے اور طریقت احسان ہے۔ شریعت اقوالِ مصطفیٰ ﷺ کا نام ہے اور طریقت احوالِ مصطفیٰ ﷺ کا نام ہے۔

بقول اکبرالہ آبادی

قرآن رہے پیشِ نظر یہ ہے شریعت
اللہ رہے پیشِ نظر یہ ہے طریقت

صوفی، سالک کو سمجھاتا ہے کہ کائنات مظہر اسماء وصفاتِ الٰہیہ ہے۔ ہر چیز سے انوار منعکس ہو رہے ہیں یا یوں کہئے کہ کائنات اللہ تعالیٰ کی جلوہ گاہ ہے اس لئے ہر شے سے خدا کا جلوہ ظاہر ہو رہا ہے۔ پس صنعت سے صانع کی، قدرت سے قادر کی رزق سے رازق کی اور تخلیق سے خالق کی معرفت حاصل کرنی چاہیے۔ چنانچہ سالک ہر دلکش اور حسین چیز کو دیکھ کر تعریف کرتا ہے تو اللہ کی، خیال کرتا ہے تو اللہ کا، قیاس کرتا ہے تو اللہ کا، تدبر کرتا ہے تو اللہ کا، تفکر کرتا ہے تو اللہ کا، دھیان کرتا ہے تو اللہ کا، گیان کرتا ہے تو اللہ کا، مراقبہ کرتا ہے تو اللہ کا، مکاشفہ کرتا ہے تو اللہ کا، معائنہ کرتا ہے تو اللہ کا، مشاہدہ کرتا ہے تو اللہ کا، ذکر کرتا ہے تو اللہ کا، حمد کرتا ہے تو اللہ کی، ثناء کرتا ہے تو اللہ کی،

Marfat.com

گن گاتا ہے تو اللہ کے اور سرگوشیاں کرتا ہے تو اللہ سے۔ پس افق کی سفیدی میں، شفق کی سرخی میں، قوس قزح کے رنگوں میں، پھولوں کی مہک میں، بلبل کی چہک میں، تاروں کی چمک میں، صحرا کی وسعت میں، پہاڑ کی رفعت میں، بچے کی معصومیت میں، جوانمرد کی قوت میں، عورت کی نزاکت میں، محبوب کے ناز میں، محبّ کے نیاز میں، کوئل کی کوک میں، عاشق کی ہوک میں، دریا کی روانی میں، باغ کی شادابی میں غرضیکہ تمام مظاہر فطرت اور مناظر قدرت میں اسے خدا کا جلوہ نظر آتا ہے۔

بقول شاعر

ہر جا تیری قدرت کے ہیں لاکھوں جلوے
حیران ہوں دو آنکھ سے کیا کیا دیکھوں

بقول شاعر

تجلی تری ذات کا سوبہ سو ہے
جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے

بقول ظفر علی خان

ہر اک ذرہ فضا کا داستاں اس کی سناتا ہے
ہر اک جھونکا ہوا کا آکے دیتا ہے پیام اس کا

بقول اقبالؒ

چمک اس کی بجلی میں تارے میں ہے
یہ چاندی میں سونے میں پارے میں ہے

بقول اقبالؒ

98181

یہ وحدت ہے کثرت میں ہر دم اسیر
مگر ہر کہیں بے چگوں، بے نظیر

Marfat.com

بقول مرشدمؒ

ذات خالق واصلِ مخلوق نیست
ذات خالق فاصلِ مخلوق نیست

سالک خلوص و وفا کا دامن تھام کر توکل کی قبا زیب تن کر لیتا ہے۔ وہ خونِ جگر جلا کر اپنے قلب کے طاق میں عشق کا چراغ روشن کرتا ہے وہ ابلیس کے خلاف نقارہ جنگی پر چوٹ لگا کر میدان عمل میں اتر آتا ہے۔ وہ دنیا کو تین طلاقیں دے کر، اپنے نفس کو ریاضت کی بھٹی میں ڈال کر، مجاہدہ کی آگ سے گرم کرتے ہوئے، نفی ، اثبات کے ہتھوڑے سے ضربیں لگاتا ہے۔ وہ غیر اللہ سے تعلق توڑ کر ظاہری طور پر شریعت کی نہر میں غوطہ زن ہوتا ہے مگر باطنی طور پر عشق کے سمندر میں غرقاب ہو جاتا ہے۔ وہ فقرِ محمدی ﷺ کی ردا اوڑھ کر مصائب و آلام اور آفات و بلیات کا مقابلہ کرنے کے لئے سینہ سپر ہو جاتا ہے۔ وہ وصل کی شراب سے مخمور ہو کر غیریت کے جنازہ کو کندھا دیتا ہے۔ وہ احدیت کا عمامہ باندھ کر یکتائی کا ڈھنڈورا پیٹتا ہے۔ وہ عالم حیرت میں نعرۂ حق بلند کرتے ہوئے سولی پر چڑھنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ وہ حضوریِ قلب سے رضائے ذات، استحضارِ ذات، معائنۂ ذات، مکاشفۂ ذات اور مکاشفۂ اسرارِ ذات میں منہمک ہوتے ہوئے استغراقِ تامہ، فناءِ کاملہ اور بقاءِ مطلقہ جیسے اوصافِ حمیدہ سے متصف ہو کر بحرِ وحدت کی تلاطم خیز موجوں کی نذر ہو جاتا ہے۔ اسے مرتبہ احدیت، مرتبہ وحدت، مرتبہ واحدیت، عالم امر یا عالم ارواح، عالمِ مثال، عالم اجساد یا عالم ناسوت، عالم ملکوت، عالم جبروت، عالم لاہوت، ھاھوت، یاھوت۔ غرضیکہ اسے تمام مراتب و عوالم کا فرق معلوم ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی معرفت عطا فرما دیتا ہے۔ وہ سمجھ جاتا ہے کہ اللہ وحدتِ محضہ ہے اور کائنات کثرت ہے، اللہ اضافت سے منزہ ہے اور کائنات سراسر اضافت ہے

Marfat.com

اللہ لامحدود ہے اور کائنات محدود ہے، اللہ زمان ومکاں سے بالاتر ہے اور کائنات مقید بالزماں و المکاں ہے۔ اللہ غیر متغیر ہے اور کائنات ہر لمحہ متغیر ہے، اللہ واجب الوجود ہے اور کائنات ممکن الوجود (بین الوجود والعدم) ہے اللہ موجود بالذات ہے اور کائنات معدوم بالذات ہے، اللہ بسیط ہے اور کائنات مرکب ہے۔ اللہ قدیم ہے، باقی ہے اور کائنات حادث ہے، فانی ہے۔ اللہ ہی مومن کا معبود، مطلوب، مقصود اور محبوب ہے۔ وہ کسی حال میں بھی خدا کی یاد سے غافل نہیں رہتا۔ وہ خیالاتِ فاسدہ کو اپنے من سے نکال کر ایماناً وایقاناً، عمداً وعزماً، تعظیماً وتکریماً، خوفاً ورجاً، ذکراً وفکراً، اقراراً وتصدیقاً، تسلیماً ورضاً اور محبتاً وعشقاً متوجہ الی اللہ رہتا ہے۔ محبت الٰہی ہی رازِ حیات ہے اور گرمیِ عشق ہی سے انسانی قلب قرارگاہ ذات اقدس بلا کیف ہے۔

بقول اکبرالہٰ بادی

؎ یہ سب کو ہے تسلیم کہ معبود وہی ہے
کم ہیں جو سمجھتے ہیں کہ مقصود وہی ہے

بقول حضرت سلطان باھوؒ

؎ یقین دانم دریں عالم کہ لا معبود الا ھو
ولا موجود فی الکونین ولا مطلوب الا ھو
بہ لا لا لا ہمہ لا کن، بگو الا باللہ جو
نظر خود سوئے وحدت کن کہ لا مقصود الا ھو

بقول شاعر

؎ اللہ کا اسم، اسم اعظم سمجھو
للہ کو بے الف مقدم سمجھو
اک لام گھٹایا تو لہٗ رہ گیا باقی
ثانی بھی گھٹا تو ھوٗ کا عالم سمجھو

Marfat.com

اللہ واحد اور لاشریک ہے۔اس ذات اقدس کا اسم (اللہ) بھی واحد اور لاشریک ہے۔ذات کے سارے اسماء اپنی صفات میں بے مثل ہیں۔سب اسماء میں جو صفات اور انوار و حقائق موجود ہیں وہ اکیلے اسم ذات میں موجود ہیں۔مثلاً العلیم میں جو صفت ہے وہ العزیز میں نہیں لیکن یہ دونوں صفات اسم ذات میں موجود ہیں۔اسی طرح باقی اسماء میں بھی اپنی اپنی جداگانہ تکمیل ہے لیکن اسم ذات میں سب اسماء کی تکمیل ہے یا یوں کہئے کہ اسم ذات کل ہے اور اسم صفت اس کا جزو ہے۔یہ ایسا فقید المثال نظام ہے جو مرکز کی قوت ارادی کے تحت برقرار ہے۔ذات اقدس اور اس کی تجلیات و شیونات ایک مرکزی نقطہ ہے۔اس کے گرد اسماء گرامی، ان کی تجلیات و انوار و اسرار احاطہ کیے ہوئے ہے اور پھر اسماء کے اردگرد صفات اور صفات کے اردگرد افعال و آثار کی شکل میں تمام کائنات ہے۔تجلیات و شیونات کے دائرے سالک کے قلب میں ایسی ہی صورت میں دکھائی دیتے ہیں جنہیں حقیقتِ قلب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

بقول راقم الحروف

منجدھارِ ضیاء بار ہیں اسماءِ الٰہی
اسرار ہی اسرار ہیں اسماءِ الٰہی
اسماء الٰہی تو ہیں لا عین ولا غیر
اک مجمعۂ انوار ہیں اسماءِ الٰہی
اسماءِ الٰہی پہ تجلیٔ خدا ہے
تقدیس کا اقرار ہیں اسماءِ الٰہی
اسماءِ الٰہی سے ہے مقصود الٰہی
مقصود کا اظہار ہیں اسماء الٰہی

Marfat.com

اسماء کی حقیقت ہے حقائق کی حقیقت
گنجینہ ءِ ابرار ہیں اسماءِ الٰہی
اسماء میں ہے ملحوظ فقط ذات الٰہی
لا ریب و طرحدار ہیں اسماءِ الٰہی

اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنہ پر غور وخوض کرنے سے انسان کا ایمان و یقین مضبوط ہوتا ہے۔ جس ذکر میں، جس فکر میں، جس نماز میں، جس نیاز میں، جس عبادت میں، جس تلاوت میں، جس ادا میں اور جس دعا میں یقین نہ ہو وہ ایسا جسم ہے جس میں روح نہیں، وہ ایسا پھول ہے جس میں خوشبو نہیں، وہ ایسا مکان ہے جس میں مکیں نہیں، وہ ایسی کشتی ہے جس میں ملاح نہیں اور وہ ایسی بارات ہے جس میں دولہا نہیں۔ جس طرح جسم بغیر روح کے، پھول بغیر خوشبو کے، مکان بغیر مکیں کے، کشتی بغیر ملاح کے اور بارات بغیر دولہا کے کسی کام اور سج دھج کی نہیں رہتی اسی طرح جب تک یقین نہ ہو عبادت میں حضور نہیں ملتا اور تلاوت میں سرور نہیں ملتا۔ یقین اللہ تعالیٰ کا ایسا انعام ہے جو ساز زندگی بھی ہے اور راز بندگی بھی۔ یقین معراج انسانی بھی ہے اور حقیقت ایمانی بھی، یقین مشاہدہ ربانی بھی ہے اور ذوق عرفانی بھی۔ یقین ہی بندے کو نادانی سے شعور تک، بے ذوقی سے سرور تک، ظلمت سے نور تک اور غیب سے حضور تک لے جاتا ہے اور یقین ہی قال سے حال تک، فراق سے وصال تک، حجاب سے جمال تک، ظلال سے صفات تک اور صفات سے ذات تک پہنچاتا ہے۔ انسانی ارادہ حقیقی ارادہ کا عکس ہے۔ ارادہ بے کیف ہے۔ اللہ بے کیف ہے۔ بے کیف، بے کیف میں سما سکتا ہے۔ یہی احدیت، معیت، اقربیت، اور معرفت ہے۔ عام طور پر انسان کا جسم اور روح دونوں بیک وقت یکجہت اور یکسو نہیں ہوتے۔ اگر یہ فرق مٹ جائے تو کائناتی حجابات اٹھ جاتے ہیں اور انسان کے آئینہء قلب میں ذات کا عکس

Marfat.com

سورج کی طرح جلوہ گر ہوتا ہے۔اس سے انسان ذات کی معرفت حاصل کرتا ہے پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا احاطہ کرنے پر انسان قادر نہیں البتہ صفات پر غور و خوض کرتے ہوئے ، اسماء حسنہ کو معنی کی پوری آگہی سے پیشِ نظر رکھتے ہوئے نہایت انہماک سے ارادہ و تصور کو جسے وسعتِ بلیغ حاصل ہے بروئے کار لاتے ہوئے استغراقِ تامہ سے ذاتِ بلا کیف ، بلا عین ، بلا چوں و بلا گوں کو قادر مطلق اور معبود حقیقی جانتے ہوئے حق الیقین سے ذاتِ اقدس پر محبتاً و عشقاً نگاہ رکھے تو مواحدین اسے مقامِ حضور، مقامِ مشاہدہ، مقامِ معائنہ اور توحیدِ ذاتی کہتے ہیں۔

بقول شاعر

ے ہر تمنا دل سے رخصت ہو گئی
اب تو آ جا اب تو خلوت ہو گئی

بقول مرشدمؒ

ے محشرِ در سینہ دارم، شور و غوغا کُو بکُو
منزلِ در سینہ دارم، سوز و سودا سُو بسُو
اسمِ ذات اندر درونم ، ذاتِ ذات اندر درونم
روئے ذات اندر درونم، خدوخالش گُو بگُو

بقول مرشدمؒ

ے بہ منجنیقِ خیال سنگِ حرف اللہٗ
بہ بامِ عرش زنم رنگِ حرف اللہٗ
تنم مکینِ زمین، دلم بر عرش بریں
منم بہ فرش نشیں، دلم بہ عرش دویں
ہدائے راہِ من است رنگ حرف اللہٗ

Marfat.com

حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ عوام کی توحید یوں ہے کہ وہ اللہ کو ایک جانتے ہیں اس کے سوا کسی کو خدا نہیں مانتے، کسی کو اس کا شریک یا ہمسر قرار نہیں دیتے مگر خدا کے علاوہ دوسروں سے امیدیں بھی رکھتے ہیں اور ڈرتے بھی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اُن کا عقیدہ توحید ناقص ہے۔ مگر علماء یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ اللہ کے سوا کائنات میں کوئی ہستی ایسی نہیں جو کسی دوسرے کو نفع یا نقصان پہنچا سکے۔ اس لئے وہ نہ کسی سے ڈرتے ہیں اور نہ امیدیں رکھتے ہیں۔ عرفاء طبقہ خواص احکاماتِ شریعت کی بجا آوری کے وقت ان کو یہ احساس ہوتا ہے کہ خدا ہمیں دیکھ رہا ہے اور ہم اس کے سامنے حاضر ہیں یعنی حضوری کا احساس ہوتا ہے۔ انہیں ابھی تک غیر اللہ کا شعور حاصل ہے خواہ غیر اللہ ان کی اپنی ذات ہی کیوں نہ ہو۔ مگر عرفاء طبقہ اخص الخواص میں سالک اپنی شخصیت کو تجلیات وشیونات ذاتِ اقدس میں محو، گم یا غائب کر دیتا ہے وہ بحرِ وحدت میں غرق ہو جاتا ہے۔ اس حالت میں سالک حقیقی معنی میں قرب واتصال کی لذت سے بہرہ ور ہو جاتا ہے۔ حقیقتِ توحید یہ ہے کہ بندہ تصرفِ تقدیرِ حق میں ہو اور قدرت اس پر ایسا تصرف کرے کہ وہ اپنے اختیار و ارادہ سے خالی ہو جائے اور بحرِ وحدت اسے فنائے نفس خود اور انقطاع دعوتِ خلق کر کے ارادہِ حق پر بے حس کر دے۔ اس مرتبے میں سالک خواہشاتِ نفسانی، لذاتِ جسمانی اور اپنی مرضی کو اللہ کی مرضی میں فنا کر دیتا ہے۔ اسے غیر اللہ سے کوئی دل بستگی باقی نہیں رہتی۔ وہ اللہ کا ہو جاتا ہے اور اللہ اس کا ہو جاتا ہے۔ اس مرتبہ میں اگرچہ مادی جسم باقی رہتا ہے اور بظاہر لوگوں کو وہ چلتا پھرتا نظر آتا ہے مگر درحقیقت اس کی ناسوتی صفت گویا فنا ہو چکی ہوتی ہے۔ اس مقام کو فناء فی اللہ کہتے ہیں یہ مقامِ ولایت صغریٰ ہے۔

Marfat.com

بقول مرشدمؒ

؎ غیر واجب پیشِ واجب کالعدم
عکس پیشِ اصل گردد منہدم

بقول رومیؒ

؎ تو مباش اصلاً کمال ایں است و بس
رو، در اُو گم شو، وصال ایں است و بس

بقول شاعر

؎ فناء فی اللہ کی تہہ میں بقاء کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا اُسے جینا نہیں آتا

فناء دوقسم کی ہوتی ہے۔ ایک فناءِ ناقص ہے۔ اس میں ذاکر اپنی فنا کو محسوس کرتا ہے اور دوسری فناءِ تامہ کہ ذاکر کو اپنی فناء کا احساس نہیں رہتا۔ اس کی مثال یوں ہے کہ انسان کو جب نیند آتی ہے تو آغاز میں اسے نیند کا احساس ہوتا ہے جب گہری نیند سو جائے تو احساس نہیں رہتا۔ اس کی ایک اور مثال ہے کہ جیسے بجلی کی تار کہ اصلاً تانبے کی تار ہے لیکن جب اس کو بجلی گھر سے جوڑ دیا جاتا ہے اور بجلی کی رو اس میں داخل ہو جاتی ہے تو یوں کہیے کہ بجلی گھر نے اس میں اپنا حال وارد کر دیا۔ اب یہ تار محض تانبہ کی تار نہیں بلکہ بجلی گھر کے حال کی مظہر بن گئی اور حال ایسا غالب ہوا کہ کرنٹ ہی بن گئی۔ اس کی ایک اور مثال یوں دی جاسکتی ہے کہ جس طرح آگ میں پڑ کر لوہا بھی آگ ہی ہو جاتا ہے اور عقل اس حالتِ منقلبہ کا ادراک نہیں کر سکتی۔ اسی طرح جب بحرِ وحدت کی قوتِ عظمت وجلالت ناسوتی قوت پر غالب آجائے تو ناسوت گویا نہ ہونے کے برابر رہ جاتا ہے اور ناسوتی صفت فنا ہو جاتی ہے یہی غلبۂ حال ہے۔ غلبۂ حال سے آگاہی فنائے ناقصہ کہلاتی ہے اور فنائے تامہ میں اس سے آگاہی نہیں رہتی۔

Marfat.com

اس مقام کو فناء الفنا کہتے ہیں۔ فناء کا مطلب اپنی مرضی کو اللہ کی مرضی میں فنا کر دینا اور اس کی کامل اطاعت کرنا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ سالک کو فناء سے نکال کر بقاء سے نوازے تو اپنے ذاتی نور سے اس کو باقی کر دیتا ہے۔ اس مقام کو بقاء باللہ کہتے ہیں۔ بقاء باللہ کا معنی مطلوب و مقصود کے پاس رہنا ہے اسے سیر مع اللہ بھی کہتے ہیں۔ وہ خدا کے ساتھ ابدی زندگی بسر کرتا ہے۔ حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخشؒ نے فرمایا کہ ''اس مقام پر آ جانے کے بعد بندہ کا آخر مثلِ اول ہوتا ہے اور وہ وہی ہوتا ہے جو اپنی ہستی سے پہلے تھا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ موحد حق تعالیٰ شانہٗ کی وحدانیت میں ایسا گم ہو جائے کہ اپنے آپ کو بھی نہ دیکھے اور محل قربت میں اس کا نفس فانی ہو جائے اور اس کی حس جاتی رہے اور ایسا ہو جائے جیسا ازل میں بحالتِ توحید تھا''۔ (کشف المحجوب)۔ اس کا اللہ تعالیٰ سے موہوبی، عشقی، ایقانی، وصلی اور مقصودی تعلق ہو جاتا ہے۔ فناء فی اللہ کا ثمرہ بقا باللہ ہے۔ یہ مقامِ ولایت کبریٰ ہے۔ یہ توحید کی آخری منزل ہے اس کو صوفیاء اس جملہ سے ادا کرتے ہیں۔

''سب سے توڑ، خدا سے جوڑ''

بقول امجد حیدر آبادی

؎ خوش ہم سے رہے جاناں ہم عید اسے کہتے ہیں
بس ایک کے ہو رہنا توحید اسے کہتے ہیں

بقول حضرت سلطان باہوؒ

؎ فقر را ختم است آخر . ایں مقام
ہر کہ ایں جا می رسد عارف تمام

Marfat.com

معرفتِ تصوف

''هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَکِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ'' (پ ۲۸ الجمعة ۲)

ترجمہ: وہی اللہ ہی تو ہے جس نے امیوں میں سے ایک رسول مبعوث کیا جو انہیں اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور اُن کے نفوس کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اور اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے مقاصد میں سے دوسرا مقصد تزکیۂ نفس ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے سرکار دو عالم ﷺ کو یہ حکم دیا کہ سب سے پہلے مسلمانوں کے نفوس کا تزکیہ کرو کیونکہ تزکیۂ نفس کے بغیر نفس مغلوب نہیں ہوسکتا۔ اور جب تک نفس مغلوب نہ ہو مسلمان میدانِ عمل میں نہیں اتر سکتا۔ اس کی زندگی اور موت خدا کے لیے نہیں ہوسکتی۔ تو گویا تزکیۂ نفس کا دوسرا نام تصوف ہے جس کا سرچشمہ قرآن مجید اور سنتِ نبی کریم ﷺ ہے قبر سے حشر تک اتباعِ کتاب وسنت کے متعلق ہی سوال ہوگا۔ اگر کوئی شخص ہوا میں اڑتا ہو مگر اس کی عملی زندگی کتاب وسنت کے خلاف ہو تو وہ ولی اللہ نہیں بلکہ جھوٹا اور شعبدہ باز ہے کیونکہ تعلق مع اللہ کے لئے کتاب وسنت پر عمل پیرا ہونا لازمی ہے۔ تصوف کا سرمایہ اتباعِ سنت ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی اتباع کی بدولت ہی تمام کمالات اور مناصب حاصل ہوتے ہیں۔

کتب احادیث میں حدیثِ جبرائیل کو اصول دین کے بیان میں بنیادی حیثیت حاصل ہے جس میں دین کو اسلام، ایمان اور احسان سے مرکب بیان فرمایا گیا ہے۔ احسان کی وضاحت یوں بیان کی گئی ہے ''جبرئیل نے کہا مجھے احسان کے متعلق بتایئے، رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا اللہ کی عبادت اس طرح کر گویا تو اُسے دیکھ رہا ہے۔ پس

Marfat.com

اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا ہے تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ پھر حضورؐ نے فرمایا، اے عمرؓ! کیا تم جانتے ہو سائل کون تھا۔ میں نے عرض کی۔ اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا، یہ جبرائیلؑ تھے تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے (مشکوٰۃ)۔ اس حدیث کی شرح میں شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ نے امام مالکؒ کا قول نقل فرمایا ہے۔ امام مالک نے فرمایا ''جس نے فقہ کے بغیر تصوف حاصل کیا وہ زندیق ہوا۔ اور جس نے تصوف سیکھے بغیر فقہ کا علم حاصل کیا وہ فاسق ہوا۔ اور جس نے دونوں کو جمع کیا وہ محقق ہوا''۔ دین کی بنیاد اور اس کی تکمیل کا انحصار فقہ، کلام اور تصوف پر ہے اور اس حدیث شریف میں اسلام سے مراد فقہ، ایمان سے مراد عقائد اور احسان سے مراد اصل تصوف ہے جو صدق دل سے متوجہ الی اللہ سے عبارت ہے۔

تصوف کے مادۂ اشتقاق میں بہت سے اقوال ہیں۔ اکثر صوفیہ کا اس قول پر اتفاق ہے کہ یہ لفظ ''صوف'' سے مشتق ہے۔ چونکہ اکثر صوفیہ، صوف (اون) کا لباس پہنتے تھے اس لئے لوگ انہیں صوفی کہنے لگے۔ شیخ ابونصر سراجؒ اپنی مشہور تصنیف ''کتاب اللمع'' میں لکھتے ہیں کہ ''صوفیہ کو ان کے لباس ظاہری کی بناء پر صوفی کے لقب سے نسبت دی گئی۔ وہ لوگ اون کا لباس اس لئے پہنتے تھے کہ صوف کا لباس پہننا، اکثر نبیوں، ولیوں اور برگزیدہ ہستیوں کا امتیازی نشان رہا ہے''۔ ایران میں صوفیوں کو پشمینہ پوش بھی کہتے تھے چنانچہ حافظ شیرازی کہتے ہیں

؎ سرمست در قبائے زر افشان چو بگذری
یک بوسہ نذرِ حافظِ پشمینہ پوش کُن

بعض لوگ اسے ''صفت'' سے مشتق کہتے ہیں۔ کیونکہ اوصاف مذمومہ کو ترک کرنے اور اوصاف محمودہ سے متصف ہو کر مظہرِ صفاتِ ذاتِ اقدس ہونے کو صوفی کہتے ہیں۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ ''صفہ'' سے مشتق ہے بعض کہتے ہیں کہ

Marfat.com

یہ ''صف'' سے ماخوذ ہے کیونکہ صوفی احکاماتِ الٰہیہ کی تعمیل میں صفِ اول میں ہوتا ہے۔ امام قیشریؒ نے فرمایا کہ یہ ''صفوتہ'' سے مشتق ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کے دور میں جس طرح دین کے دوسرے شعبوں یعنی تفسیر، اصول نحو، منطق، فقہ، کلام وغیرہ کے نام وضع نہ ہوئے تھے حالانکہ ان کے اصول اور کلیات موجود تھے اور ان عنوانات کے تحت ان شعبوں کی بعد میں تدوین ہوئی۔ اسی طرح تصوف کا شعبہ بھی موجود تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ کے فرائض میں شامل تھا۔ صحابہ کرام کی زندگیاں بھی اسی کا نمونہ تھیں لیکن اس کی تدوین بھی بعد میں ہوئی۔ صحابی کے لقب کی موجودگی میں کسی علیحدہ اصطلاح کی ضرورت نہیں تھی۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کے لئے مفسر، محدث، فقیہہ اور صوفی کے القاب استعمال نہیں کیئے گئے۔ ان کے بعد جن لوگوں نے اس شعبہ کی خدمت کی اور اس کے حامل قرار پائے وہ لوگوں میں صوفی کے لقب سے یاد کیئے گئے اور اس نسبت سے اس شعبہ دین کو تصوف کا نام دیا گیا۔ قرآن مجید میں اسے تقویٰ اور تزکیہ سے تعبیر کیا گیا ہے اور حدیث شریف میں اسے احسان سے موسوم کیا گیا ہے۔ جب صوفیاء کرام کسی شخص کو دعوت دیتے ہیں تو اس سے اُن کا مقصد تزکیہ نفوس، تصفیہ قلوب، اصلاح اخلاق اور مرتبہ احسان تک رسائی حاصل کرنا ہوتا ہے۔ اس کو اسلام کا روحانی، اخلاقی اور احسانی پہلو بھی کہا جا سکتا ہے۔ مگر علمائے امت کو سلف صالحین سے تصوف کا نام ہی ورثہ میں ملا ہے۔

دنیا کے ہر فرد میں ایک روح موجود ہے۔ اس روح کی آرزو یا اس کا ذاتی تقاضا ہے جو انسان کی باطنی زندگی میں رجحانِ طبع کی صورت میں پیدا ہوتا ہے۔ اس آرزو کی تکمیل کا نام تصوف ہے۔ تصوف کی ماہیت صرف اتنی ہے کہ خالق کائنات اللہ تعالیٰ کو اپنا محبوب قرار دیا جائے اور پھر من کی دنیا میں اسے ہی ملنے کا اشتیاق ہو اور دل ونگاہ میں اُسی کا ٹھکانہ ہو یعنی کہ من میں ساجن کا ڈیرہ ہو۔ کیونکہ مآلِ تصوف میں

Marfat.com

وحدانیت کارفرما ہے اس لئے ذاتِ اقدس کو محبوبِ حقیقی بنائے اور ہمہ وقت وحدت کی مے کے نشہ سے مست رہے کیونکہ محبتِ الٰہیہ ہی سدا سہاگن ہے۔

دستِ ساقی سے جسے جام پہ جام آتا ہے
ایسے انسان پہ رحمت کا پیام آتا ہے

(راقم الحروف)

تصوف کا سرچشمہ قرآنِ مجید اور احادیث مبارکہ ہیں۔ جن کی روشنی میں تزکیۂ نفس اور تصفیہ اخلاق ممکن ہے۔ حضرت شیخ الاسلام زکریا انصاریؒ نے فرمایا کہ ''تصوف وہ علم ہے جس کے ذریعہ نفس کو پاک کرنے اور اخلاق درست کرنے سے ظاہر و باطن کی صفائی کے احوال کا علم حاصل ہوتا ہے تاکہ سعادتِ ابدی حاصل ہو سکے''۔

حضرت علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخشؒ نے کشف المحجوب میں حضرت ابوحفص نیشاپوری کا ارشاد یوں تحریر فرمایا ہے کہ ''تصوف سارے کا سارا ادب ہے۔ ہر وقت، ہر مقام اور ہر حال میں ادب ہے۔ جس نے ادب کو لازم پکڑا تو وہ مردانِ خدا کے گروہ میں شامل ہوا۔ جس نے ادب کو ضائع کیا وہ مردود ہے گو کہ وہ اپنے آپ کو مقبول سمجھتا رہے''۔ حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ نے فرمایا کہ ''تصوف کی اساس خلوص فی العمل اور خلوص فی النیت پر ہے۔ اور جس کی غایت تعلق مع اللہ اور حصول رضائے الٰہی ہے''۔ آپؒ نے علمِ تصوف کی تعریف اور غایت دلائل السلوک میں یوں بیان فرمائی ہے کہ ''تصوف وہ علم ہے جس سے تزکیۂ نفوس اور تصفیہ اخلاق اور ظاہر و باطن کی تعمیر کے احوال پہچانے جاتے ہیں تاکہ سعادتِ ابدی حاصل ہو، نفس کی اصلاح ہو اور رب العالمین کی رضا اور اس کی معرفت حاصل ہو اور تصوف کا موضوع تزکیہ، تصفیہ اور تعمیر باطن ہے اور اس کا مقصد ابدی سعادت کا حصول ہے''۔

Marfat.com

بقول ٹی۔ڈبلیو ارنلڈ (T.W. ARNOLD) ''اسلام کے پاس محبت الٰہی، مکارم اخلاق اور خدمتِ خلق وہ تین تلواریں تھیں جن کے بل بوتے پر اس نے سسکتی تڑپتی دنیا کو امن و آشتی کا پیغام دیا اور انہی تین باتوں پر عمل پیرا ہو کر نامساعد حالات میں بھی صوفیائے اسلام نے اسلامی تحریک کو ختم ہونے سے بچایا اور فریضہ تبلیغ اسلام کو احسن طور پر سرانجام دیا''۔ انہی تین باتوں کو اسلامی تعلیمات کا خلاصہ اور تصوف کے اجزاءِ ثلاثہ کہتے ہیں۔ اسلام سراسر تسلیم و رضا کا نام ہے۔ مسلمانوں کی زندگی کا مرکز و محور محبت الٰہی ہے۔ اللہ ہی مومن کا معبود، مطلوب، مقصود اور محبوب ہے۔ وہ کسی حال میں بھی خدا کی یاد سے غافل نہیں ہوتا۔ وہ خیالاتِ فاسدہ کو اپنے من سے نکال کر ایماناً و ایقاناً، عمداً و عزماً، ذکراً و فکراً، اقراراً و تصدیقاً، تسلیماً و رضاً، خوفاً و رجاءً، تعظیماً و تکریماً اور محبتاً و عشقاً متوجہ الی اللہ رہتا ہے۔ محبت الٰہی ہی رازِ حیات ہے اور گرمئی عشق ہی سے انسانی قلب قرارگاہِ ذاتِ اقدس بلا کیف ہے۔

بقول اکبر الہ آبادی

؎ یہ سب کو ہے تسلیم کہ معبود وہی ہے
کم ہیں جو سمجھتے ہیں کہ مقصود وہی ہے

شیخ ابوالحسن نوریؒ کا قول ہے کہ ''تصوف علوم و رسوم کا نام نہیں بلکہ سراپا اخلاق ہے پس جس نے تیرے اخلاق میں اضافہ کیا اس نے تجھے تصوف پر عمل پیرا کر دیا (از کشف المحجوب) حضرت ابوالحسن شاذلیؒ فرماتے ہیں کہ ''تصوف نفس کو عبودیت کے سانچے میں ڈھالنے اور اسے احکامِ ربوبیت کی طرف لے جانے کا نام ہے''۔
ابن ذکوان نے فائدۃ التصوف میں فرمایا ہے کہ ''تصوف ایک ایسا علم ہے جس کے ذریعہ نفس کی مخفی اور پوشیدہ کدورتوں سے باطن کا تصفیہ ہوتا ہے''۔ حضرت شیخ بن قصابؒ فرمایا کرتے تھے کہ ''تصوف اس اخلاقِ کریمہ کو کہتے ہیں جو بہترین زمانہ میں

Marfat.com

بہتر شخص سے بہتر قوم کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے'' (از رسالہ قشیریہ)۔ تصوف کی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ اولیاء اللہ نے اپنی زندگیاں خدمتِ خلق کے لئے وقف کر دی تھیں کیونکہ ان کے نزدیک تصوف خدمتِ خلق کا دوسرا نام ہے۔

بقول شیخ سعدیؒ

؎ طریقت بجز خدمتِ خلق نیست
بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

تصوف اسلام کی روح ہے لیکن کچھ کم فہم لوگ تصوف کو اسلام کے سوا کچھ اور سمجھتے ہیں۔ اسلام جن حقائق کو دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ یہ حقائق قلوبِ انسانی میں روشن ہو کر دنیا کی فلاح و برکت کا باعث بنیں انہی حقائق کا اپنانے کا نام تصوف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو اپنے فضل و کرم سے ممتاز فرمایا اُن سے یہ خدمت پسند کی کہ وہ اسلام کے حقائق قرآنی اور افکارِ ربانی کا عملی نمونہ بن جائیں۔ یہی نمونہ اہلِ دل اور اہل تصوف کہلاتے ہیں۔ ان حقائق کو اپنانے کے لئے انہوں نے جو طور طریقے اختیار فرمائے ان طریقوں کا نام تصوف ہے۔ شیخ الاسلام حضرت زکریا انصاریؒ فرماتے ہیں ''تصوف وہ علم ہے جس کے ذریعہ ان احوال کو پہچانا جاتا ہے جو تزکیہ نفوس، تصفیہ اخلاق اور دائمی خوش بختی کے حصول کی خاطر ظاہر و باطن کی تعمیر کے متعلق ہوں''۔ ابن عجیبہ فرماتے ہیں کہ ''تصوف وہ علم ہے جس کے ذریعہ بارگاہِ خداوندی تک رسائی، باطن کی رذائل سے صفائی اور اس کو مختلف فضائل سے آراستہ کرنے کی کیفیت معلوم ہو۔ اس کی ابتداء علم، وسط عمل اور انتہاء عنایت خداوندی ہے''۔ مشہور فلسفی برٹرینڈ رسل (RUSSEL) کہتا ہے کہ ''دنیا میں جس قدر عظیم ترین فلسفی گزرے ہیں سب نے فلسفے کے ساتھ ساتھ تصوف کی ضرورت کا بھی اعتراف کیا ہے۔ دنیائے افکار میں انتہائی بلند مقام صرف سائنس اور تصوف کے اتحاد

Marfat.com

سے حاصل ہوسکتا ہے۔ بہترین انسانی خوبیوں کا اظہار صرف تصوف ہی کے ذریعے سے ممکن ہے''۔ شریعت ضابطہ ہے اور طریقت رابطہ ہے۔ شریعت دستور ہے اور طریقت منشور ہے۔ شریعت نور ہے اور طریقت حضور ہے۔ شریعت جسم ہے اور طریقت روح ہے۔ شریعت پھول ہے اور طریقت خوشبو ہے۔ شریعت دعویٰ ہے اور طریقت دلیل ہے۔ شریعت مقدمہ ہے اور طریقت وکیل ہے۔ شریعت مرشد ہے اور طریقت ارشاد ہے۔ شریعت کتاب ہے اور طریقت استاد ہے۔ شریعت متن ہے اور طریقت تشریح ہے۔ شریعت کنایہ ہے اور طریقت تصریح ہے۔ شریعت اجمال ہے اور طریقت تفصیل ہے۔ شریعت تعلیم ہے اور طریقت تعمیل ہے۔ شریعت ایمان ہے اور طریقت احسان ہے۔ شریعت اقوالِ مصطفیٰ کا نام ہے اور طریقت احوالِ مصطفیٰ کا نام ہے۔ شریعت وطریقت پر عمل پیرا ہونے سے یقین کامل میسر آتا ہے۔ جس ذکر میں، جس فکر میں، جس نماز میں، جس نیاز میں، جس تلاوت میں، جس عبادت میں، جس ادا میں اور جس دعا میں یقین نہ ہو وہ ایسا جسم ہے جس میں روح نہیں، وہ ایسا پھول ہے جس میں خوشبو نہیں، وہ ایسا مکان ہے جس میں مکین نہیں، وہ ایسی کشتی ہے جس میں ملاح نہیں اور وہ ایسی بارات ہے جس میں دولہا نہیں۔ جس طرح جسم بغیر روح کے، پھول بغیر خوشبو کے، مکان بغیر مکین کے، کشتی بغیر ملاح کے اور بارات بغیر دولہا کے کسی کام اور سج دھج کی نہیں رہتی اس طرح جب تک یقین نہ ہو تلاوت میں حضور نہیں ملتا اور عبادت میں سرور نہیں ملتا۔ یقین سازِ زندگی بھی ہے اور رازِ بندگی بھی۔ یقین معراجِ انسانی بھی ہے اور حقیقت ایمانی بھی۔ یقین مشاہدہ ربانی بھی ہے اور ذوقِ عرفانی بھی۔ یقین بندے کو نادانی سے شعور تک، بے ذوقی سے سرور تک، ظلمت سے نور تک، غیب سے حضور تک لے جاتا ہے۔ اور یقین ہی قال سے حال تک، فراق سے وصال تک، حجاب سے جمال تک، ظلال سے صفات تک اور صفات

Marfat.com

سے ذات تک پہنچاتا ہے۔

بقول اکبر الہ آبادی

قرآن رہے پیشِ نظر یہ ہے شریعت
اللہ رہے پیشِ نظر یہ ہے طریقت

اللہ تعالیٰ خالقِ کائنات ہے۔ انسان اس سے اپنا تعلق مضبوط کر سکتا ہے۔ اس تعلق کی بنیاد اس بات پر ہے کہ خدا خود فرماتا ہے کہ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ اگر تم میرے احکامات کے پابند رہو گے تو تمہیں اس کی جزا دوں گا یعنی جنت میں داخل کروں گا۔ اور اگر تم میری نافرمانی کرو گے تو سزا دوں گا یعنی دوزخ میں ڈال دوں گا۔ نیز اگر تم مجھ سے محبت کرو گے تو میں تم سے محبت کروں گا اور اس محبت کا ثمرہ یہ ملے گا کہ تمہاری شخصیت میں میری صفات منعکس ہو جائیں گی۔ اس طبقے کے افراد کو صوفی کہتے ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا ہے کہ ہر صوفی دراصل عاشق ہوتا ہے تو گویا عشق اور تصوف، مترادف الفاظ ہیں یا یوں کہیں کہ روحِ انسانی کا اپنی اصل (خدا) سے واصل ہو جانے کا اشتیاق ہی تصوف کہلاتا ہے۔ شیخ احمد زورقؒ فرماتے ہیں کہ ''تصوف وہ علم ہے جس کا مقصد دلوں کی اصلاح کرنا اور ان کو محض اللہ کے لیے خاص کر دینا ہے''۔ قلب کی نگہبانی کا نام تصوف ہے۔ اگر قلب میں ایمان و اخلاص، عجز و نیاز اور تسلیم و رضا کا کوئی عنصر موجود نہ ہو اور قلب متوجہ نہ ہو تو صرف زبان سے اللہ کا ذکر کرنا باعث قرب و وصال ذات اقدس نہیں ہو سکتا۔ پس معلوم ہوا کہ تصوف قلب کو صیقل کرتا ہے اور اس کی بدولت انسان اس خالق سے اپنا تعلق قائم کر سکتا ہے جسے وہ اپنا معبود و مسجود و مقصود و محبوب یقین کرتا ہے۔ بقول مرشدمؒ

۱۔ ''از تعلق ذاتِ معبود حاضر'' از تعلق ذاتِ معبود باصر''

۲۔ از تعلق عظمتِ معبودِ من از تعلق رویتِ مقصودِ من

۳۔ از تعلق عشق غوغا می شود از تعلق وصل پیدا می شود

۴۔ از تعلق در دِل شد روئے یار از تعلق ور دِل شد روئے یار

صاحبِ کشف الظنون فرماتے ہیں کہ "علم تصوف وہ علم ہے جسے عقلمند اور صاحبِ حال ہی جان سکتا ہے۔ اسے وہی شخص جان سکتا ہے جسے اس کا مشاہدہ حاصل ہو۔ کور چشم سورج کی روشنی کا کیسے مشاہدہ کر سکتا ہے"۔ بیسویں صدی کا سب سے بڑا فلسفی بریڈلے بھی کہتا ہے کہ "فکرِ انسانی حقیقت کو دریافت نہیں کر سکتی"۔ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ "تصوف یہ ہے کہ ہر اچھی عادت اور طریقہ کو اپنایا جائے اور ہر برے طریقہ اور عادت کو ترک کیا جائے"۔ تصوف اس ذوق و شوق کا نام ہے جو صوفی کے دل و دماغ میں موجزن ہوتا ہے۔ وہ اس کی عقلی اور جذباتی زندگی پر غالب آ جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ صوفی وصالِ ذات کو اپنا مقصودِ حیات بنا لیتا ہے۔ وہ خیال کرتا ہے تو اسی کا، یاد کرتا ہے تو اسی کو، حمد کرتا ہے تو اسی کی، گن گاتا ہے تو اُسی کے، شفق کی سرخی میں، قوسِ قزح کے رنگوں میں، پھولوں کی مہک میں، بلبل کی چہک میں، تاروں کی چمک میں، صحرا کی وسعت میں، پہاڑ کی رفعت میں، بچے کی معصومیت میں، جوانمرد کی قوت میں، عورت کی نزاکت میں، محبوب کے ناز میں، محبّ کے نیاز میں، کوئل کی کوک میں، عاشق کی ہوک میں، دریا کی روانی میں، باغ کی شادابی میں غرض کہ تمام مظاہرِ فطرت اور مناظرِ قدرت میں اسے خدا ہی کا جلوہ نظر آتا ہے کیونکہ کائنات مظہرِ اسماو صفاتِ ذاتِ اقدس ہے

بقول عطار

ے چشم بکشا کہ جلوۂ دلدار
متجلی است از در و دیوار

Marfat.com

بقول نیازؒ

معمور ہو رہا ہے عالم میں نور تیرا
از ماہ تا بماہی سب ہے ظہور تیرا

بقول اقبالؒ

چمک اس کی بجلی میں تارے میں ہے
یہ چاندی میں سونے میں پارے میں ہے
یہ وحدت ہے کثرت میں ہر دم اسیر
مگر ہر کہیں بے چگوں، بے نظیر

بقول مرشدؒ

ذاتِ خالق واصلِ مخلوق نیست
ذاتِ خالق فاصلِ مخلوق نیست

اہل مذہب دو گروہوں میں منقسم ہو گئے ہیں۔ جن لوگوں پر عقل کا غلبہ ہے انہوں نے اطاعتِ شریعت کو کافی سمجھا ہے اور حصول جنت کو مقصود بنا لیا ہے لیکن جن لوگوں پر عشق کا غلبہ ہے انہوں نے اطاعتِ شریعت کے ساتھ ساتھ محبت الٰہی کو بھی ضروری سمجھا ہے اور وصال ذات کو مقصودِ حیات بنا لیا ہے۔ دوسرے طبقے کے افراد کو عرفِ عام میں صوفی کہتے ہیں۔

بقول مرشدؒ

دل درونِ سینہ خود بیدار کن
از تصور دیدنِ دلدار کن

واعظ اپنے وعظ پر اکتفا کرتا ہے یعنی وہ کہتا ہے کہ خدا نے تزکیہ نفس کا حکم دیا ہے لیکن وہ نہ کسی کو اس کا طریقہ بتاتا ہے نہ عملاً کسی کا تزکیہ نفس کرتا ہے۔ لیکن صوفی (عارف) سالک کو نہ صرف تزکیہ نفس کی تلقین کرتا ہے بلکہ اسے اپنی صحبت میں بٹھا کر

Marfat.com

تزکیۂ نفس کا طریقہ سکھاتا ہے۔ وہ اس کا تزکیۂ نفس کرتا ہے اور زندگی کے ہر شعبہ میں قرآن و حدیث پر عمل کروا کر اُسے اللہ کے رنگ میں رنگ دیتا ہے۔ کائنات اللہ تعالیٰ کی جلوہ گاہ ہے اس لئے ہر شے سے خدا کا جلوہ ظاہر ہو رہا ہے۔ چنانچہ صوفی جملہ افرادِ انسانی کو مظاہرِ اسماء و صفات ذاتِ اقدس سمجھ کر سب سے یکساں محبت کرتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ جو مومن میں جلوہ نما ہے وہی کافر میں جلوہ گر ہے۔ صوفی وسیع النظر اور وسیع الظرف ہوتا ہے۔ اُس کے دل و دماغ سے تعصب، تنگ نظری، نفرت، حقارت، بربریت، امتیاز رنگ و نسل، اختلافاتِ عقائد و مذہب، فرقہ بندی، گروہ بندی، بے جا پاسداری اور باطل پرستی کے جذبات بالکل مٹ جاتے ہیں۔ وہ کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتا۔ وہ دوسروں کے دکھ درد کو اپنا دکھ درد سمجھتا ہے۔ وہ نہ صرف انسان بلکہ حیوان سے بھی شفقت و ہمدردی سے پیش آتا ہے۔ اگر کوئی صوفی کسی کافر کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے تو وہ صوفی نہیں بلکہ بندۂ نفس ہے۔ صوفی تصوف کے پہلے سبق کو یاد رکھتا ہے کہ سب انسان اللہ کے پیدا کئے ہوئے ہیں اس لئے مجازاً اللہ کا کنبہ ہیں اور ارشادِ نبوی ﷺ بھی یہی ہے "الخلق عیال اللہ"۔

بقول اقبالؒ

بندۂ عشق از خدا گیرد طریق
می شود بر کافر و مومن شفیق

بقول حالیؒ

یہ پہلا سبق تھا کتابِ ہدیٰ کا
کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا

تصوف کا مقصد عرفانِ الٰہی کا حصول ہے لیکن سالک کو اس مقصد کے حاصل کرنے میں سب سے پہلی رکاوٹ نفسِ امارہ ہے جو شہوت، غضب، حرص، طمع اور تکبر

Marfat.com

کے مجموعے کا نام ہے۔ سالک جب تک اس اندرونی دشمن کو مغلوب نہ کرلے اُسے عرفان الٰہی حاصل نہیں ہوسکتا۔ اگرچہ وہ علمی اعتبار سے جانتا ہو کہ نگہبانیٔ نفس، ایثار، شفقت، ذکر، مجاہدہ اور مراقبہ خدا کو پانے کی بنیادی شرائط ہیں۔ نیز اسے تصوف کی بنیادی اصطلاحات یعنی ہوش دردم، نظر برقدم، سفر در وطن، خلوت در انجمن، یادکرد، بازگشت، نگہداشت، یادداشت، وقوفِ زمانی، وقوف عددی اور وقوف قلبی کا علم ہو اور اُسے ان کے معانی و مطالب بھی معلوم ہوں چنانچہ اپنے مقصدِ حیات کو پانے کے لئے وہ عزم صمیم کے ساتھ علائق دنیوی سے قطع تعلق کرکے اپنی ہر سانس پر دھیان رکھتا ہے کہ کوئی سانس محبوب کی یاد سے غفلت میں نہ گزرے۔ وہ سراپا شفقت و ایثار کا مجسمہ بن جاتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ عرفانِ الٰہی نہ کتابوں سے حاصل ہوسکتا ہے نہ استدلال سے، نہ گفتگو سے، نہ مناظرہ سے، یہ نعمت تو صرف عشق سے حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے وہ اعمالِ حسنہ سے اپنے آپ کو سنوارتا ہے اور خونِ جگر جلا کر اپنے قلب کے طاق میں عشق کا چراغ روشن کرتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ حواس اور عقل حقیقت رسی سے قاصر ہیں اس لئے وہ وجدان کو بروئے کار لاتے ہوئے قائم اللیل و صائم النہار ہوکر ہمہ وقت ذکر و فکر، ریاضت و مجاہدہ اور محاسبہ و مراقبہ سے نفس امارہ کو مغلوب کرلیتا ہے تو محبوبِ حقیقی مہربان ہوکر متوجہ ہوتا ہے۔ سالک کو مشاہدہ کی نعمتِ عظمیٰ نصیب ہوجاتی ہے اور وہ عرفانِ الٰہی حاصل کرکے مقصدِ حیات پانے میں کامیاب ہوجاتا ہے۔ اُسے مرتبۂ احسان تک رسائی حاصل ہوجاتی ہے اور اس مقام پر سالک، عارف باللہ ہوجاتا ہے۔ اُس میں کامل اطمینانِ قلب، کامل ہمت، کامل طاعت، کامل توحید، کامل تقویٰ، کامل محبت الٰہی، مکارم اخلاق اور خدمتِ خلق جیسی صفاتِ حمیدہ پیدا ہوجاتی ہیں اور اُسے ابدی سرور حاصل ہوتا ہے۔ لہٰذا قدرتی بات ہے جو اُس ذات سے واصل ہوجاتا ہے اُس میں بھی اس کی صفات پیدا ہوجاتی ہیں۔

Marfat.com

پس عارف صفاتِ الٰہیہ سے متصف ہو کر تحتِ الہام الٰہی رہتا ہے۔

بقول اقبالؒ

اگر خواہی خدا را فاش بینی
خودی را فاش تر دیدن بیآموز

بقول سعدیؒ

اے برتر از قیاس و گمان و خیال و وہم
وزہر چہ گفتہ ایم و شنیدیم و خواندہ ایم

بقول رومیؒ

آدمی دید است باقی پوست است
دید آں باشد کہ دیدِ دوست است

بقول اقبالؒ

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن
من کی دنیا من کی دنیا سوز و مستی جذب و شوق
تن کی دنیا تن کی دنیا سود و سودا مکر و فن

تصوف کا دارومدار عشق پر ہے یعنی محبت ہی حصولِ مقصود کا واحد ذریعہ ہے۔
تصوف کے عناصرِ ترکیبی کامل توحید، کامل محبت اور کامل تقویٰ ہیں۔ تصوف کی اصل دیدارِ الٰہی کی آرزو ہے۔ تصوف نے انسان کو آگاہ کیا کہ محبوب ایسا بناؤ جو جمیل بھی ہو، غیر فانی بھی ہو اور تمہاری محبت کا جواب بھی دے سکے۔ چونکہ ایسی کامل ترین ہستی صرف اللہ ہے اس لئے تصوف کامل توحید کی تعلیم دیتا ہے۔ قرآن مجید توحید کی تعلیم

Marfat.com

سے معمور ہے چنانچہ سالک مجاہدات، ریاضات اور مراقبات کرتا ہے کہ وہ اپنے محبوب کا دیدار کر سکے کیونکہ وہ یقین رکھتا ہے کہ مقصدِ حیات دیدارِ الٰہی ہے۔ یہ اس آیت سے ماخوذ ہے۔

"فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْ الِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحاً وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَداً"۔

(پ ۱۶ سورۃ الکھف ۱۱۰)

ترجمہ:- تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اُسے چاہیے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔

تصوف کامل محبت کی تلقین بھی کرتا ہے۔ صوفی قربِ الٰہی کا خواہاں ہوتا ہے۔ تصوف رغبت الی اللہ کی تلقین کرتا ہے۔ صوفی اللہ کی طرف راغب رہتا ہے اور اللہ ہی کو اپنا مرغوب بنا لیتا ہے۔ صوفی کی زندگی کا آغاز اور انجام یعنی محور، محبت الٰہی ہے۔ اس کی نظر میں اللہ صرف معبود ہی نہیں بلکہ مطلوب بھی ہے، مقصود بھی ہے اور محبوب بھی ہے۔ وہ اللہ ہی کے لئے جیتا ہے اور اُسی کے لئے مرتا ہے۔ وہ اِن آیات کی زندہ تصویر بننا چاہتا ہے۔

"قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ"

(پ ۸ الانعام ۱۶۲)

ترجمہ:- اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرما دیجئے کہ میری نمازیں اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لئے ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ ؕ (پ ۲ البقرۃ ۱۶۵)

ترجمہ:- اور ایمان والوں کو اللہ کے برابر کسی کی محبت نہیں۔

Marfat.com

''قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَ اَبْنَاؤُکُمْ وَ اِخْوَانُکُمْ وَ اَزْوَاجُکُمْ وَ عَشِیْرَتُکُمْ وَ اَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَة'' تَخْشَوْنَ کَسَادَهَا وَ مَسٰکِنَ تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ط وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ۔''

(پارہ ۱۰، التوبہ ۲۴)

ترجمہ:- ''(اے رسول) تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کے مکان۔ یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کا راہ نہیں دیتا۔

قرآن مجید کامل تقویٰ سے بھرا پڑا ہے۔ متقی کو اللہ تعالیٰ کی معیت نصیب ہو جاتی ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے

اَنَّ اللّٰهُ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ O

(پ ۱۴، النحل ۱۲۸)

ترجمہ:- بے شک اللہ اُن کے ساتھ ہے جو متقی ہیں اور جو نیکیاں کرتے ہیں۔

کامل تقویٰ کا مطلب ہے یہ دیکھتے رہنا کہ ایسی کوئی بات سرزد نہ ہو جائے جس سے محبوب حقیقی ناراض ہو جائے۔ لغوی اعتبار سے تقویٰ کا مفہوم محبوب کی نافرمانی سے بچنا ہے کیونکہ نافرمانی سے محبوب ناراض ہو جاتا ہے۔ صوفی محبوب حقیقی سے محبت کرتا ہے اس لئے ہر وقت متوجہ رہتا ہے کہ کوئی قول یا فعل محبوب کی مرضی کے خلاف سرزد نہ ہو۔ اس کو تصوف کی اصطلاح میں محاسبہ کہتے ہیں۔ تصوف کا

Marfat.com

دستور العمل یا طریق جسے اصطلاح میں تزکیہ نفس کہتے ہیں قرآن مجید سے ماخوذ ہے۔
جب کوئی مسلمان دنیا سے لو لگانے اور دنیا کی محبت کو اپنے دل میں بسانے کی بجائے اس کی لذتوں اور اس کی محبت کو مکمل طور پر دل سے خارج کر دیتا ہے یعنی کہ وہ دنیا کو مقصود بنانے کی بجائے علائق دنیوی سے قطع تعلق کر لیتا ہے اور اللہ کو اپنا وکیل اور محبوب بنا لیتا ہے تو وہ شخص صوفی کہلاتا ہے۔ ذکر وفکر، مراقبہ، مجاہدہ، اوراد، اشغال اور جملہ لوازمِ سلوک سے مقصود صرف یہی ہے کہ نفس امارہ مغلوب ہو جائے۔ یہ مقصود سورۃ مزمل کی اس آیت سے ثابت ہے

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِىَ اَشَدُّ وَطْاً وَّ اَقْوَمُ قِيْلاً ○ (پ۲۹ المزمل ۶)

ترجمہ:۔ بیشک رات کا اٹھنا زیادہ دباؤ ڈالتا ہے اور بات خوب سیدھی نکلتی ہے۔
نفس کو کچلنے کیلئے رات کا اٹھنا بڑا موثر ہے۔ اس وقت ذکر الٰہی دل سے بطرز احسن نکلتا ہے۔ تزکیہ نفس کے بغیر نفس مغلوب نہیں ہو سکتا اور جب تک نفس مغلوب نہ ہو کوئی مسلمان جہاد فی سبیل اللہ نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنا مال میری راہ میں خرچ کرو لیکن نفس انسان سے کہتا ہے کہ اس طرح تم مفلس ہو جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری راہ میں جہاد (قتال) کرو لیکن نفس کہتا ہے کہ غالب گمان یہی ہے کہ تو مارا جائے گا۔ پس جب تک نفس مغلوب نہ ہو کوئی مسلمان سربکف ہو کر میدان جہاد میں نہیں آ سکتا۔ اس لئے معلوم ہوا کہ تصوف تزکیہ نفس کا دوسرا نام ہے۔
بقول اکبر الٰہ آبادی

خدا کے کام دیکھو بعد کیا ہے اور کیا پہلے
نظر آتا ہے مجھ کو بدر سے غار حرا پہلے

''پروفیسر گب اپنی کتاب ''محمڈن ازم'' میں صفحہ ۱۲۸ پر لکھتا ہے ''تصوف کی تحریک اس زہد و اتقاء کا نتیجہ ہے جو قرآن سے ماخوذ ہے اور پیغمبرِ اسلام کی سنت سے

Marfat.com

اس کی تائید ہوتی ہے''۔ ڈاکٹر تاراسنگھ اپنی تصنیف ''ہندی ثقافت پر اسلام کا اثر'' میں صفحہ ۶۳ پر لکھتا ہے کہ ''تصوف کا اصل ماخذ قرآن مجید اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی زندگی ہے۔ پروفیسر آربری اپنی تصنیف ''صوفزم'' (تصوف) میں صفحہ ۱۲ پر لکھتا ہے کہ ''قرآن مجید صوفیوں کے لئے وہ سند اعلیٰ ہے جس کی طرف وہ ہدایت حاصل کرنے کے لئے رجوع کرتے ہیں''۔ اسلامی تصوف اسلام کی روح اور ایمان کا جوہر ہے۔ اس کا سرچشمہ غیر اسلامی نہیں ہے۔ اسلامی تصوف بیان کرتا ہے کہ اللہ کی ذات حقیقت حقہ ہے اور کائنات نمود ہے یا ''نیست ہستی نما'' ہے یا فریب نظر ہے۔ اللہ وحدتِ محضہ ہے اور کائنات کثرت ہے۔ اللہ اضافت سے منزہ ہے اور کائنات سراسر اضافت ہے۔ اللہ لامحدود ہے اور کائنات محدود ہے۔ اللہ زمان و مکان سے بالاتر ہے اور کائنات مقید بالزمان والمکان ہے۔ اللہ غیر متغیر ہے اور کائنات ہر لمحہ متغیر ہے۔ اللہ واجب الوجود ہے اور کائنات ممکن الوجود (بین الوجود والعدم) ہے۔ اللہ موجود بالذات ہے اور کائنات معدوم بالذات ہے۔ اللہ بسیط ہے اور کائنات مرکب ہے۔ اللہ قدیم ہے، باقی ہے اور کائنات حادث ہے، فانی ہے''۔ (تاریخِ تصوف)

تصوف کا دارومدار ذوق وشوق، سوز وساز، پیچ وتاب، محبت ومودت، عشق ومستی اور وجدان وعرفان ہی پر ہے۔ اسلامی تصوف میں مراتب ستہ کی تشریح ملتی ہے۔ صوفی (عارف) سالک کو نہایت آسانی سے مرتبہ احدیت، مرتبہ وحدت، مرتبہ واحدیت، عالم امر یا عالم ارواح، عالم مثال اور عالم اجساد یا عالم ناسوت (ظہور) میں فرق سمجھاتا ہے۔ نیز وہ عالمِ اجساد یا عالمِ ناسوت سے سالک کو آگاہ کرتا ہے تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ یہ کائنات ''نمود یا نیست ہستی نما'' ہے۔ معدوم، حادث، فریبِ نظر، غیر حقیقی، متھ (موجود فی مرتبۃ الوہم) اور ممکن الوجود ہے۔ ممکن اسے کہتے ہیں جس میں ذات حق کے تصورات بالفعل ظاہر ہوں۔ یہ عالم مذبذب بین الوجود

Marfat.com

والعدم ہے یعنی ایک اعتبار سے موجود ہے دوسرے اعتبار سے معدوم ہے۔ یا اس بات کو یوں سمجھو کہ یہ عالم اپنی حقیقت کے اعتبار سے تو معدوم ہے لیکن اس اعتبار سے کہ ذاتِ اقدس کا مظہر ہے اسے موجود کہتے ہیں جو واجب الوجود ذاتِ قادرِ مطلق کی قدرتِ کاملہ کا کرشمہ ہے۔ اس کائنات کا وجود نہ تو خدا کے وجود کی طرح حقیقی ہے اور نہ عنقا یا پریوں کے وجود کی طرح غیر حقیقی بلکہ اسے وجودِ حسی حاصل ہو گیا ہے کہ دیکھو تو موجود ہے لیکن غور کرو تو اس کا کوئی وجود نہیں ہے۔ جس طرح لاٹھی کے ایک سرے پر آگ لگا کر اسے گھمانے سے جو دائرہ پیدا ہو جاتا ہے اس کا وجود محسوس، مشہود و موجود تو ہے مگر دراصل اس کی کوئی اصلیت یا حقیقت نہیں ہے یعنی کہ معدوم ہے کیونکہ اس کا وجود لاٹھی کو گھمانے والے پر موقوف ہے اگر وہ ہاتھ کی گردش کو ایک لمحہ کے لئے بھی روک لے تو دائرہ معاً معدوم ہو جائے گا۔ حضرت مجدد الف ثانی احمد فاروقی سرہندیؒ نے فرمایا کہ ''علماء اشیاء کو موجوداتِ خارجیہ کہتے ہیں انہیں خارج میں نفس امری وجود کے ساتھ موجود جانتے ہیں نیز احکام خارجی ابدی اس پر مرتب کرتے ہیں۔ لیکن صوفیہ اشیاء کو ظہورات قرار دینے کے باوجود معدوم خارجی جانتے ہیں لیکن خارج میں اس کا وہمی وجود ثابت کرتے ہیں اور اسے اراءۃِ خارجی کہتے ہیں اور وہمی خارجی کثرت کا انکار نہیں کرتے۔ اس کے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس وہمی وجود نے جو خارج میں نمود پیدا کیا ہے اس قسم کے وجوداتِ خارجیہ میں سے نہیں جو وہم کے زوال سے زائل ہو جائے اور قیام واستقرار نہ رکھے بلکہ یہ وہمی وجود اور یہ خیالی نمود چونکہ حق سبحانہ کے فعل اور اس بلند ذات کی قدرت کاملہ کے نقش ہائے رنگ رنگ سے ہے۔ اس لئے زوال اور خلل سے محفوظ ہے نیز اس جہان اور اس جہان کا معاملہ اس سے وابستہ ہے لہٰذا فریقین کے درمیان نزاعِ معنوی ثابت ہوگئی۔ چنانچہ اس کی صراحت کرتے ہوئے آپؒ نے فرمایا کہ وجود وہمی اور نمود خیالی، وہم وخیال کے زوال سے زائل نہیں ہوتا تو نفس امری ہو گیا اس لئے کہ اگر تمام وہم کرنے والوں کے وہم کا

Marfat.com

زوال فرض کرلیں تب بھی یہ وجود ثابت رہتا ہے۔ ان کے زوال سے ہر گز زائل نہیں ہوتا اور واقع اور نفس الامر کے یہی معنی ہیں۔ البتہ اس قدر ہے کہ جو نفس الامر ممکن کے وجود میں ثابت کیا جاتا ہے اس نفس الامر کے سامنے جو واجب تعالیٰ کے وجود میں ثابت ہے، لاشئی کا حکم رکھتا ہے اور نزدیک ہے کہ اسے موہومات اور متخیلات میں سے شمار کیا جائے۔ وحدتِ وجود مطلق نفس امری ہے اور تعدد وجود تو ہم و تخیل کے اعتبار سے نفس امری ہوا ہے پس وحدتِ وجود بھی نفس امری ہے اور تعدد وجود بھی نفس امری ہے۔ چنانچہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے جس کے سوا خارج اور نفس امر میں کوئی موجود نہیں ہے اپنی قدرت کاملہ سے اسمائی اور صفاتی کمالات کو ممکنات کی صورتوں کے پردے میں حِس و وہم کے مرتبے میں ظاہر کیا ہے اور وجود وہمی اور ثبوت خیالی سے ان کمالات کو اشیاء کے آئینوں میں جلوہ گر کیا ہے یعنی اشیاء کو ان کمالات کے مطابق مرتبۂ حِس و وہم میں ایجاد فرمایا تو انہوں نے نمود وہمی اور ثبوت خیالی پیدا کیا۔ لہٰذا اشیاء کی ہستی نمودِ خیالی کے اعتبار سے ہے۔ لیکن جب کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے اس نمود کو استقرار و ثبات عطا فرمایا ہے اور اشیاء کی آفرینش میں استحکام کی رعایت کی ہے اور معاملہ ابدی کو ان سے مربوط کیا ہے۔ اس بناء پر ناچار اشیاء کا وجود وہمی اور ثبوت خیالی نفس الامری ہو چکا ہے اور خلل سے محفوظ ہو گیا ہے''۔ (مکتوباتِ ربانی مکتوب ۴۴ دفتر دوم) پس معلوم ہوا کہ یہ کائنات اس اعتبار سے حقیقی (خارج میں موجود) ہے کہ مظہرِ ذاتِ حق ہے اور اس اعتبار سے غیر حقیقی ہے کہ بذاتِ خود موجود نہیں ہے۔ حق تعالیٰ کی حقیقت وجود ہے وہ بالذات موجود ہے یعنی واجب الوجود ہے اور یہ کائنات اس ذاتِ یکتا و یگانہ کا مظہر ہے۔ اس کے سوا کوئی شے حقیقی معنی میں موجود نہیں ہے۔ صوفی (عارف) سالک کو علائقِ دنیوی سے دل لگانے کی بجائے خالق کی محبت کو دل میں بسانے کا سبق دیتا ہے۔ وہ اسے بتاتا ہے کہ مخلوق سے دھیان ہٹا کر خالق کی طرف دھیان رکھنے سے خالق کا وصل نصیب ہو جاتا ہے۔ محبوب حقیقی کا قرب حاصل ہو جاتا

Marfat.com

ہے۔ جو خدا سے دل لگا تا ہے خدا اس کے دل میں سکونت اختیار کرتا ہے اور جو خدا کے سوا غیر سے دل لگا تا ہے وہ ابدی محرومی میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ چنانچہ مبارک ہے وہ جو جیتے جی عرفانِ الٰہی حاصل کرلے، جو ایسا نہ کر سکے اس سے بڑا بد بخت کوئی نہیں۔

بقول اکبر الہ آبادی

انکشاف رازِ ہستی عقل کی حد میں نہیں
فلسفی یاں کیا کرے اور سارا عالم کیا کرے

بقول اقبالؒ

اک تو ہے کہ حق ہے اس جہاں میں
باقی ہے نمودِ سیمیائی

بقول اقبالؒ

تری نگاہ میں ثابت نہیں خدا کا وجود
مری نگاہ میں ثابت نہیں وجود ترا

وجود کیا ہے؟ فقط جوہر خودی کی نمود
کر اپنی فکر کہ جوہر ہے بے نمود ترا

تصوف بنی آدم میں تعلق باللہ کا شعور پیدا کرتا ہے۔ تصوف اللہ کو راضی کرنے کے طریق کار (پروگرام) کا دوسرا نام ہے۔ جب ایک مسلمان اللہ تعالیٰ سے تعلق بنانا چاہتا ہے تو اُسے لامحالہ تصوف کے کوچہ میں آنا پڑے گا کیونکہ اللہ سے تعلق بنانے کے طور طریقوں کا نام طریقت ہے۔ تعلق باللہ کی کرشمہ سازیاں حیرت و استعجاب پیدا کرنے والی ہیں۔ تعلق سے اللہ کی معرفت پیدا ہوتی ہے اور نا آشنا آشنا جیسا بن جاتا ہے۔ تعلق سے پرانا وعدہ یاد آتا ہے کہ روحوں سے اللہ تعالیٰ نے دریافت کیا تھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں تو سب نے کہا تھا کہ ہاں یعنی تو بیشک ہمارا رب ہے۔ تعلق سے نازِ محبوب پیدا ہوتا ہے اور راز آشکارا ہو جاتا ہے۔ تعلق سے سینہ

Marfat.com

گلشن کی طرح شگفتہ اور شاداب ہو جاتا ہے۔ تعلق سے معبود کی عظمت معلوم ہوتی ہے اور موجود کا حقیقی مراقبہ کر کے اسے اپنے اندر ہی دیکھ لیتا ہے۔ تعلق سے ماسوا اللہ سب فانی ہو جاتا ہے۔ اور ذکر و فکر میں یکسوئی پیدا ہوتی ہے۔ تعلق سے یہ زندگی قدر والی بن جاتی ہے اور موت بے وقعت ہو جاتی ہے۔ تعلق سے ہر عمل آسانی سے کیا جاتا ہے اور اللہ پر یقین پختہ ہو جاتا ہے۔ تعلق سے دل کی آنکھ کھل جاتی ہے اور غیب کے نظارے ہونے لگتے ہیں۔ تعلق سے عشق میں دھوم دھام پیدا ہوتی ہے اور محبوب کا وصل میسر آتا ہے۔ تعلق سے نور ایمان میں کمال پیدا ہوتا ہے اور قلب میں اللہ تعالیٰ کا جمال نظر آتا ہے نیز تعلق سے دل محبوب کے حضور میں پہنچ جاتا ہے اور وجد و سرور کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے صوفی دل و دماغ میں ذاتِ باری تعالیٰ کو ہمیشہ ملحوظ رکھتا ہے اور یہی دین سمجھتا ہے۔ اسلامی تصوف میں جن جن باتوں کی تلقین کی جاتی ہے یا تعلیم دی جاتی ہے وہ سراسر قرآن و حدیث اور اسوۂ رسول اللہ ﷺ اور اسوۂ صحابہ کرامؓ سے اخذ کی گئی ہیں۔ بقولِ مرشدمؒ

نورِ قرآں می نماید سوئے یار
بوئے یار و کوئے یار و روئے یار
از تعلق وعدۂ پارینہ را
یاد آید ایں دل خارینہ را

بقولِ مرشدمؒ

دل بہ دلبر از تعلق شد حضور
از تعلق حال شد وجد و سرور
در دماغ و دردلش ذاتِ متین
دائماً ملحوظ دار ایں است دین

Marfat.com

معرفت توبۃ النصوح

اِلَّا مَنۡ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلاً صَالِحاً فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِہِمۡ حَسَنٰتٍ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ غَفُوۡراً رَّحِیۡماً ٥ وَ مَنۡ تَابَ وَ عَمِلَ صَالِحاً فَاِنَّہٗ یَتُوۡبُ اِلَی اللّٰہِ مَتَاباً ٥

(پ ۱۹، فرقان ۷۰، ۷۱)

ترجمہ:- مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور جو توبہ کرے اور اچھا کام کرے تو وہ اللہ کی طرف رجوع لایا جیسی چاہیے تھی۔

توبہ کے معنی لوٹنے اور رجوع کرنے کے ہیں لیکن شرعی اصطلاح میں توبہ کا مفہوم یہ ہے کہ انسان خائف و نادم ہو کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ترک کر کے اطاعت کی طرف لوٹے اور اطاعت یہ ہے کہ انسان اپنی عملی زندگی میں احکاماتِ الٰہیہ جو ہمارے سامنے شریعتِ اسلامیہ کی صورت میں موجود ہے اسکی تعمیل کرے اور نافرمانی کو ترک کردے۔

تعلق باللہ کی پہلی سیڑھی توبہ ہے اس کے بغیر منصب ولایت کو پانا ممکن نہیں۔ اولیاء اللہ کی زندگیاں اس امر کی دلیل ہیں کہ جب کسی کے دل میں اللہ کی لگن اور عشق پیدا ہوا تو اُس نے سب سے پہلے اللہ کے حضور اپنے سابقہ گناہوں پر توبہ کی اور پھر روحانی سلسلے کا آغاز کیا۔ توبہ سے منزل کا حصول قدرے آسان ہو جاتا ہے لیکن منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لئے کئی مقامات سے گزرنا پڑتا ہے جنہیں کیف یا حال کہتے ہیں۔ توبہ وہ ابتدا ہے جس سے روحانی مقامات کا آغاز ہوتا ہے اور اللہ کے خاص بندے ولایت اور روحانیت کے درجات طے کرتے ہوئے اعلیٰ سے اعلیٰ مدارج پاتے ہیں۔ توبہ سے پہلے ایمانِ کامل کا ہونا ازحد ضروری ہے۔ ایمان کامل انسانی ضمیر

Marfat.com

کو زندہ رکھتا ہے۔ انسان جب برائی کی طرف بڑھنے لگتا ہے تو سب سے پہلے اس کا ضمیر اس کو ملامت کرتا ہے۔ جب یہ کیفیت طاری ہوتی ہے تو طلبِ حق کا احساس بیدار ہوتا ہے اور انسان راہِ توبہ کے آغاز میں پہنچتا ہے۔ جب تک نفس کا محاسبہ نہ کیا جائے اُس وقت تک استقامتِ توبہ نصیب نہیں ہوتی۔ توبہ سے تزکیۂ نفس ہوتا ہے۔ اس میں نرمی اور عاجزی وانکساری پیدا ہو جاتی ہے۔ عاجزی وانکساری انسان کو رضا کے مقام تک لے جاتی ہے۔ رضائے الٰہی کا حصول ہی ولایت کی انتہا ہے اور یہی سچی توبہ کا پھل ہے۔ جب ہی تو اکابر صوفیاء کرام نے توبہ کو کامیابی کے خزینے کی کنجی قرار دیا ہے۔

حضرت کعبؓ سے ایک حدیث مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے توبۃ النصوح کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جب تم سے کوئی قصور ہو جائے تو اپنے گناہ پر نادم ہو پھر شرمندگی کے ساتھ اللہ سے استغفار کر اور آئندہ اس فعل کا کبھی ارتکاب نہ کر۔ حضرت عمرؓ نے توبۃ النصوح کے بارے میں یہ بیان کیا کہ توبہ کے بعد آدمی گناہ کا اعادہ تو درکنار بلکہ اس کے ارتکاب کا ارادہ بھی نہ کرے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک بدو کو جلدی جلدی توبہ استغفار کے الفاظ دہراتے دیکھا تو فرمایا کہ یہ جھوٹی توبہ ہے۔ اس نے پوچھا پھر سچی توبہ کیا ہے؟ تو آپؓ نے فرمایا ''جو کچھ ہو چکا اس پر نادم ہو اور جن فرائض سے غفلت برتی ہو ان کو کماحقہ ادا کرو۔ اس کے علاوہ جس کسی کا حق مارا ہو اُس کو دو، جس کسی کو تکلیف پہنچائی ہو اس سے معافی مانگو۔ مزید یہ کہ آئندہ غلطی نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرلو اور یہ کہ اپنے نفس کو اللہ کی اطاعت میں اتنا محو کر دو جس طرح کہ تم نے اب تک اسے معصیت کا خوگر بنائے رکھا ہے اور اس کو اطاعت کی تلخی کا مزہ چکھاؤ جس طرح اب تک تم اسے معصیتوں کی حلاوت کا مزہ چکھاتے رہے ہو''۔ سچی توبہ کا مطلب یہ ہے کہ انسان اللہ

Marfat.com

تعالیٰ سے گناہوں پر معافی طلب کر کے اپنے آپ کو گناہوں سے پاک کرے۔ سچی توبہ کی بنیاد پشیمانی ہے جو احکاماتِ الٰہیہ کے خلاف عمل کرنے پر ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پشیمانی اور ندامت توبہ ہے۔ معلوم ہوا کہ توبہ دراصل گناہ نہ کرنے کا ایک میثاق ہے جو انسان اللہ تعالیٰ کے ساتھ کرتا ہے۔ وہ سابقہ گناہوں کو چھوڑنے کا وعدہ کرتا ہے اور آئندہ ترکِ گناہ کا ارادہ کرتا ہے۔ پس گناہوں سے بچنے کے لئے انسان اللہ تعالیٰ سے جو وعدہ کرتا ہے وہ وعدہ توبہ کہلاتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بندہ جب گناہ کا اعتراف کر کے اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہے تو وہ اس کی توبہ کو قبول فرمالیتا ہے (بخاری)۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک جوان توبہ کرنے والے سے زیادہ محبوب کچھ نہیں۔ اور فرمایا گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے گویا اس کے ذمہ کوئی گناہ نہیں۔ حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سارے بنی آدم خطا کار ہیں اور خطا کاروں میں سے بہتر وہ ہیں جو توبہ کر لیتے ہیں (ترمذی، ابن ماجہ)۔ حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک مجلس میں ہم رسول اللہ ﷺ کے سامنے طلبِ مغفرت کے الفاظ کو سو مرتبہ تک شمار کر لیا کرتے تھے۔ آپؐ کہتے خداوند میری توبہ قبول فرما میری مغفرت فرما بیشک تو توبہ قبول فرمانے والا اور مغفرت فرمانے والا ہے (احمد۔ ترمذی۔ ابو داؤد۔ ابن ماجہ)۔ حضرت عزمزنیؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لوگو! اللہ تعالیٰ سے توبہ و مغفرت طلب کرو کیونکہ میں بھی روزانہ سو مرتبہ طلبِ مغفرت کرتا ہوں (مسلم)۔ حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رب کریم شب میں اپنا دستِ قدرت پھیلاتا ہے تاکہ دن میں گناہ کرنے والا توبہ کرے اور اسی طرح دن کو دستِ قدرت پھیلاتا ہے تاکہ رات میں گناہ کرنے والا توبہ کرے اور یہ سلسلہ مغرب سے سورج کے

Marfat.com

طلوع ہونے تک (تا قیام قیامت) جاری رہے گا (مسلم)۔ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی موت کی آرزو نہ کرے۔ اگر وہ نیکوکار ہے تو شاید وہ اپنی نیکیوں میں اضافہ کرلے اور اگر بدکار ہے تو شاید رضائے رب کے لئے توبہ کرلے (بخاری)۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اُس بندہ مومن کو بہت پسند کرتا ہے جو بہت سے گناہوں میں مبتلا ہوکر بہت زیادہ توبہ کرتا ہے (احمد)۔

حضرت خواجہ حسن بصریؒ نے فرمایا کہ توبہ کے چار ستون ہیں ۱۔زبان سے معافی کا طلبگار رہنا ۲۔دل سے پشیمان ہونا ۳۔اعضاء کو گناہ سے روکنا ۴۔یہ نیت رکھنا کہ آئندہ ایسا گناہ نہیں کروں گا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ توبۃ النصوح یہ ہے کہ توبہ کرے اور جس گناہ سے توبہ کی ہے اس کی طرف پھر نہ لوٹے۔ حضرت سید علی ہجویریؒ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پہچان انسان کے لئے بڑی مشکل ہے۔ اُس کی راہ پر چلنے والوں کا پہلا مقام توبہ ہے۔ مزید فرمایا کہ ارادۂ گناہ اور اسبابِ گناہ ہونے کے باوجود اگر گناہ سے پرہیز کیا جائے تو یہ بہت بڑی توبہ ہے۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کا قول ہے کہ مرنے سے پہلے توبہ کرلو پھر بعد میں افسوس کرنے کا کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کا ارشاد ہے کہ توبہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا لطف و کرم اپنے بندے پر کرے اور اُس کا دل اپنی طرف مائل کرے اُس وقت بندے کا دل اپنے خالق کی طرف کھنچ جاتا ہے۔ روح، قلب اور عقل اُس کے تابع ہو جاتی ہے۔ پھر وجود میں امرِ الٰہی کے سوا اور کچھ نہیں رہتا۔ یہی صحتِ توبہ کی دلیل ہے۔

خوف کی ندا استغفار کی شکل میں بلند ہوتی ہے اور درگاہِ رب العالمین میں سرگرٹی ہے۔ یعنی خوف عبدیت کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔ خوف اور توبہ صفت الھادی کی تجلی سے ہیں۔ صفت الھادی کا تعلق صفت الرحمٰن سے ہے کہ ذات رحم کرے تو ہدایت ہو۔

Marfat.com

ہدایت ہو تو خوف وشوق پیدا ہوں۔ خوف وشوق پیدا ہوں تو توبہ کی توفیق نصیب ہو۔ توبہ نصیب ہو تو شریعت نصیب ہو۔ شریعت میں تکمیل ہو تو عبدیت میں تکمیل ہو۔ عبدیت بہت بلند مقام ہے لیکن سب کچھ ذات کے رحم پر منحصر ہے کسی کا کچھ زور یا دعویٰ نہیں۔ ہر کسی کو اپنی بے بسی پیش کرنی چاہیے کہ ذات رحم میں آئے اور اُس پر رحمت ہو جائے۔

قلب کو ذات سے مناسبت ہے اس لئے اس میں خوف اور رحمت جمع ہوئے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ قلب سے ہی خوف کی ندا اٹھتی ہے اور پھر ذات کی طرف سے رحمت کا نزول بھی قلب میں ہی ہوتا ہے۔ رحمتِ خداوندی توبہ، عبادت اور استقامت کی شکل میں ظاہر ہوئی اور خوف کی بنیاد پر رحمتِ ایزدی تکمیلِ عبدیت میں معاون ہوئی۔ یعنی ایک طرف عبدیت کا عروج ہے اور دوسری طرف رحمت کا نزول ہے یا یوں کہیں کہ بندہ سے عبدیت پیش ہوئی ذات تک اور ذات سے رحمت نازل ہوئی بندہ تک۔ تو گویا یہ ایک نوری کرنٹ ہے جو عروج کرتے وقت عبدیت کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور نازل ہوتے وقت رحمت کی شکل میں نازل ہوتا ہے۔

شریعت کے پانچ ستون کلمہ طیبہ، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج ہیں۔ جنہیں بناءِ اسلام کہتے ہیں۔ انہی میں جمیع شرعی اوامر ونواہی داخل ہیں۔ ان کے علاوہ کچھ ایسے احکام ہیں جن کا ان کے ساتھ براہِ راست تعلق نہیں ہے لیکن ان سب کا مقصد شریعت کی تکمیل اور انسان کو تکمیل عبدیت حاصل کرنے کی طرف راغب کرنا ہے۔ یہ نورِ شریعت کے مظہر ہیں۔ جسم انسانی میں قلب اہم ترین حصہ ہے۔ جس میں نورِ شریعت، نورِ ہدایت، نورِ رحمت، نورِ تخلیق اور نورِ وحدت کو ذاتِ باری تعالیٰ نے جاگزیں ہونے کی اہلیت بخشی ہے۔ انسان کے علاوہ کسی اور مخلوق میں یہ صلاحیت نہیں ہے۔ جب ذاتِ باری تعالیٰ کی رحمت اور رضا شامل حال ہوتی ہے تو انسان کے قلب

Marfat.com

پر نورِ ہدایت کی تجلی پڑتی ہے۔قلب میں چونکہ پہلے ہی ذاتی انوار برداشت کرنے کی اہلیت اور گنجائش ہے لہٰذا کوئی وجہ نہیں کہ قلب نورِ ہدایت کو جذب نہ کرے۔قلب میں نورِ ہدایت کے ساتھ نورِ شریعت کی تجلی پڑتی ہے جس سے نورِ خوف، نورِ ہدایت، نورِ توبہ اور نورِ شریعت کا تاثر پیدا ہوتا ہے۔جب یہ چاروں انوار قلب پر نازل ہوتے ہیں تو قلب سے خوف کی ندا اٹھتی ہے۔کہ اے رب العالمین میں گمراہ ہوں، نافرمان ہوں، عاصی ہوں، مجھ پر رحم کر، میری توبہ میں معصیت سے باز آیا۔اس طرح یہ ندا دعا کی شکل میں تبدیل ہو کر مقامِ عبدیت میں پہنچتی ہے۔جب انسان پر خوف طاری ہو گیا اور اس نے توبہ کر لی تو عبدیت کے زمرہ میں شامل ہو گیا۔اب مقامِ عبدیت میں انسانی قلب کو نورِ ذات سے مدد ملتی ہے اور یہ نور دستگیری کرتے ہوئے ندائے خوف کو حضورِ خداوندی میں پیش کرتا ہے۔یہ ذات کے نور کی رحمت و ہدایت کا مظہر ہے جو خوف و شوق اور عبدیت کی صورت میں ذات کے سامنے پیش ہو رہا ہے۔ذات رحم میں آتی ہے اور خوف و شوق اور عبدیت کو قبولیت بخشتی ہے۔اس مقام تک نورِ ذات معاون رہتا ہے۔مقامِ قبولیت جو عروج کے وقت حقیقت میں خوف و شوق اور عبدیت تھا نزولِ رحمت کے ساتھ رحمت اور قبولیت کی صورت اختیار کر کے قلب میں سکینہ کی شکل میں نازل ہوتا ہے۔تو گویا یہ چکر ہے جو قلب سے چل کر ذات سے واصل ہوتا ہے اور پھر ذات سے قلب میں واپس آ جاتا ہے۔یہ خداوند تعالیٰ کی عنایت ہوتی ہے جس پر انسان کی زبان سے بے اختیار سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر نکلتا ہے۔

Marfat.com

معرفتِ صورتِ آدم

آدمیت لحم و شحم و پوست نیست
آدمیت جز رضائے دوست نیست

(بقول شاعر)

لفظ آدم میں "آ" کو آواز کے لحاظ سے تین الف کے برابر کہتے ہیں۔ توحید کے سمجھنے کے لئے بھی تین مراتب ہیں۔ خدا تھا مگر صفات اور مخلوق کا ظہور نہ تھا۔ خدا موجود اور صفات موجود لیکن پہچاننے والا نہ تھا۔ خدا موجود اور صفات موجود نیز پہچاننے والا بھی موجود تو اِن تین مراتب کو احدیت، وحدت اور واحدیت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ "آ" اِن تین مراتب کی طرف اشارہ ہے۔ عالم خلق میں ابتدائے انسانیت اور ابتدائے انبیاء آدم علیہ السلام سے ہوئی تو گویا انسان کی ابتدا "ا" سے انبیاء کی ابتدا "ا" سے اور احدیت کی ابتدا بھی "ا" سے ہے۔

لفظ آدم میں "د" سے مراد دین الٰہی ہے۔ آدمیت، انسانیت اور احدیت یعنی خدا کو خدا سمجھنے کا کمال "د" سے نکلے گا جو دینِ الٰہی ہے یعنی وہ دین جو خدا خود بنائے۔

آدمؑ عالمِ خلق میں پہلے نبی ہیں اور لفظ آدم میں "م" منتہائے نبی ہے۔ جو محمد رسول اللہ ﷺ کی منتہائے نبوت کی طرف اشارہ ہے۔ تو گویا آدمی بننے کے لئے توحید کا یقین کامل پیدا کرنا اور دین الٰہی کے تابع ہو کر محمد رسول اللہ ﷺ کی شریعت میں رہنا ضروری ہے کیونکہ آپ منتہائے نبی ہیں اور یہ امت منتہائے امت اس لئے مخلوق میں رہ کر محبت الٰہی میں مستغرق ہوتے ہوئے تحتِ امرِ الٰہی زندگی بسر کرنے والا شخص آدمی کہلانے کا حقدار ہے۔

Marfat.com

بقول شاعر

آدمیت سے ہے بالا آدمی کا مرتبہ

پست ہمت یہ نہ ہو گر پست قامت ہو تو ہو

اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ ؕ یعنی اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان ذات کا مظہر ہے، اس کا ظل ہے مگر اصل نہیں ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کی صورت انسان کی صورت میں کس طرح مفصلاً عیاں ہوئی اور ظاہری آنکھ جو اس دنیا کے علائق سے ملوث ہے اس کو کس طرح انسان کے وجود میں ذات اللہ منکشف ہوگی یا نظر آئے گی۔ اللہ کی صورت یا وجود سب باطن ہے اور انسان کی صورت یا وجود اس باطن کا ظہور ہے۔ پس تشریح کو سمجھنے کے لئے یہ جان لینا چاہیے کہ اللہ کی صورت نہیں ہے یہ باتیں صرف تشبیہاً و تمثیلاً کہی جاتی ہیں۔ اللہ بے کیف، بے صورت، بے مثل، بے چوں و بے گون ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا کہ ”انسان میں جس قدر کمالات ہیں یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں لیکن کمالات خدائے عزوجل کے مقابلہ میں کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتے۔ سوائے شرکتِ اسمی کے کوئی نسبت یا شراکت بندے کو خدا کے ساتھ نہیں ہے۔ بعض بے وقوفوں نے انسان کے قویٰ واعضاء کو حق تعالیٰ کے سے اعضاء جانے ہیں۔ یہ لوگ بھی گمراہ ہوئے اور اوروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں صورت وغیرہ کا اطلاق کرنا تشبیہہ و تمثیل کی قسم سے ہے لیکن تحقیق کے طور پر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ صورت سے پاک و برتر ہے پس آدم کا اُس کی صورت پر پیدا ہونا یوں ہو سکتا ہے کہ مرتبہ تنزیہ کی صورت، عالمِ مثال میں فرض کر لی جائے تو بے شک یہ صورت جامع ہوگی جس پر یہ انسان جامع موجود ہوا ہے۔ دوسری صورت کو یہ قابلیت نہیں کہ اس مرتبہ مقدسہ کی تمثال ہو سکے۔ یہی باعث ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

خلافت کے لائق ہوا ہے۔ کیونکہ خلیفہ جب تک شے کی صورت پر مخلوق نہ ہو اس شے کی خلافت کا مستحق نہیں ہوتا اس لئے کہ شے کا خلیفہ اس کا خلف اور قائم مقام ہوتا ہے''۔

مرشدم حضرت غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''انسان اللہ کی ذات کا صوری مجموعہ یعنی (صفت حیات، علم، قدرت، سمع، بصر، مشیت، ارادہ) ہے۔ نوٹ لفظ صوری کی حقیقت کو سمجھا جائے اور پھر صفات کے مجموعہ ہونے کا فکر اور تصور کیا جائے۔ انسان کا قد لا نافی ہے اس کو اثبات کرنے کے لئے لا مٹانا ہوگا۔ کائنات ذات کا ظل ہے۔ کائنات صفت خالق کا مظہر ہے عالمِ ناسوت سے عالمِ جبروت تک تو اس میں انسان عبد بھی شامل ہوا۔ ظاہر کو باطن سے تعلق ہے۔

بقول مرشدمؒ

اصل را با عکس باشد اتصال ‏ گرچہ عکس از اصل دارد انفصال
ایں تصرف از صفاتِ ذاتیات ‏ دائماً جاری ست اندر ممکنات

اوصاف را معیت با امر باشد۔ امر را معیت با ارادہ ۔۔ ارادہ را معیت بہ ذات جل شانہٗ۔ وامر بالذات باشد واثر امر با مخلوق۔ لہٰذا شمارِ عین وغیر پیدا شد''۔

انسان کا قد لا نافی ہے۔ لا سے مراد غیریت از حق ہے یعنی ذات کے علاوہ جو کچھ ہے وہ سب نافی ہے۔ کائنات ذات کا مظہر ہے اس میں انسان بھی شامل ہے۔ چونکہ کائنات غیریت میں ہے لہٰذا انسان بھی غیریت میں ہے یعنی کہ ذات عینیت کا مظہر غیریت یعنی کائنات وانسان ہے۔ جب غیریت ہے تو لا ہے۔ تمام کائنات میں ذات کا مظہر ہے یعنی کہ غیریت میں عینیت موجود ہے لہٰذا لا میں عینیت اور غیریت دونوں شامل ہوئے یعنی ذات کائنات نہیں ہے لیکن کائنات سے جدا بھی نہیں ہے۔

ناف سے اوپر کا حصہ علوی ہے اور نیچے کا حصہ سفلی ہے۔ علوی حصہ میں ذات موجود

Marfat.com

ہے اس لئے لا مکاں کہہ سکتے ہیں۔ نچلے حصہ میں مکاں ہے اور سفلی ہے۔ چونکہ لامکاں بھی مکاں میں موجود ہے اس لئے سفلی حصہ میں علوی حصہ بھی موجود ٹھہرا۔ سفلی حصہ پر غور کریں کہ انسان ناف سے نیچے دو ٹانگیں کھلی زمین پر کھڑی ہیں۔ یہ لا کی مثال ہیں اور اس زمین یعنی دنیا کو لا ثابت کر رہی ہیں کہ اے انسان جس دنیا کا تو عاشق ہے وہ تو لا ہے۔ لا نافی ہے اللہ کی غیریت کا، لہٰذا اللہ پر دال ہے۔ اگر انسان کا قد لا نافی ہے تو انسانی قد اور صورت اللہ پر دال ہے۔ ہر شے کی تخلیق لا یعنی نفی کے تحت ہو کر اثباتِ حق میں ظہور کرتی ہے اور پھر نفی میں غائب ہو جاتی ہے۔ لہٰذا انسان لا ہوتے ہوئے اپنے قد اور صورت سے لا کی نفی کرتا ہے۔ جس طرح کائنات میں ذات ہے اُسی طرح لا میں اللہ ہے۔ جسم انسانی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ناف کے اوپر لا کا گھیرا بنتا ہے اور اس سے انسان کے علوی حصہ اور سفلی حصہ یعنی دونوں طرف لا کی شاخیں جاتی ہیں۔ یہی شاخیں اور ناف کا گھیرا انسان کی بنیادی تشکیل ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح اوپر یعنی علوی حصہ لا ہے اسی طرح سفلی حصہ بھی لا ہے۔ اب غور کریں کہ انسان کے وجود کے چاروں انتہائی کونوں پر یعنی دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کی پانچ پانچ انگلیاں ہیں یہ اسم ذات کا ظاہر کرتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے لا نافی بدن کو ذات نے چاروں طرف سے محیط کیا ہوا ہے۔ انسانی علوی حصہ میں ذات نے امری لطائف ڈال دیئے ہیں اور اسی وجہ سے علوی کو سفلی پر فضیلت ہے۔ درمیان میں ریڑھ کی ہڈی ہے جس میں قدرت کا وسیع راز مضمر ہے۔

ذات باری تعالیٰ انسان کے وجود میں اُسی طرح ظاہر و باطن ہے جس طرح دوسری کائنات میں ظاہر و باطن ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ذات کی اصلی صوری شکل انسان کی طرح ہی ہے یا ذات انسان کی صورت میں ظاہر ہے یا ذات کی اسمی شکل یعنی

Marfat.com

اسم اللہ انسان کے وجود سے الگ حروف میں اسم اللہ کی طرح لکھی ہوئی ظاہر ہو یا نظر آئے۔ یہ گہرا راز ہے جو ذات ہی کو معلوم ہے۔

تصور اور تفکر سے معلوم ہوتا ہے کہ لا کا مطلب انسان کے وجود میں بطور شکل ظاہر کر دیا گیا ہے۔ اب الا کی شکل یوں بنتی ہے کہ ریڑھ کی ہڈی کو الف تصور کریں اور لا کو اس کے ساتھ شامل کریں تو اس طرح لا (لا) بنتا ہے۔ اب رہا سوال الا میں شد کا کہ شد کس طرح بنتی ہے وہ احقر کے نزدیک لطائف عالمِ امر کو ملانے سے بنتی ہے۔ اس کے علاوہ دونوں طرف سے جبڑہ کی ہڈی اور درمیان میں ناک ملانے سے بھی شد بنتی ہے اور شد پر کھڑا الف پیشانی پر نور کی شکل میں معلوم ہوتا ہے۔ اگر غور کریں کہ قد انسان صورت میں اسم اللہ کس طرح بنتا ہے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ الف اول ایک بازو الف دوم ایک ٹانگ الف سوم ریڑھ کی ہڈی الف چہارم دوسری ٹانگ اور الف پنجم دوسرا بازو تو گویا دو بازو اور دو ٹانگیں کل چار الف اور درمیان میں ریڑھ کی ہڈی ایک الف تو اس طرح مجموعہ پانچ الف ہے اور شد کی شکل اُسی طرح کہ اوپر الا میں بیان کر دی گئی ہے۔ نیز دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کی پانچ پانچ انگلیاں بھی پانچ الف ہیں۔ بقول مرشدم غلام ربانی "قد انسان اسم ذات ہے چنانچہ اسم ذات میں پانچ الف ہیں اور انسان کا قد پانچ الفوں کا مرکب ہے"۔ انسان جامع مخلوق ہے یہ قدرت کا سب سے بڑا سّر ہے۔ اس کے راز اور اسرار خاص الخاص اولیاء عظام پر منکشف ہوتے ہیں۔ پس اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے، سے مراد یہ ہے کہ انسانی شکل کے دو پہلو ہیں یعنی ظاہری پہلو جس میں انسان کی بناوٹ اسم ذات پر دال ہے اور ذات جو باطن ہے اس کے لئے انسان کے باطنی پہلو یعنی انسان کی حقیقت کو سمجھنا ضروری ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ۔ بقول سلطان باہوؒ

ے صورت از اسرارِ وحدت رازِ رب
از حضوری نور باشد با ادب

Marfat.com

معرفت انسان

الف اول الف ثانی مے نماید اسمِ ذات
ن اول ن ثانی مے سراید ممکنات
درمیان الف و نون س باشد سرِ ذات
ایں تعلق سرِ ذاتی قائم دارد سرِ ذات

حق تعالیٰ نے انسان میں جسمانی قوتوں کے ساتھ ساتھ روحانی ونفسانی قوتیں بھی پیدا کی ہیں۔ روحانی قوتوں میں ایک قوتِ توجہ یا قوتِ ارادی بھی ہے۔ یہ قوت اچھے یا برے سب انسانوں میں ہوتی ہے۔ مضبوط ارادہ رکھنے والے شخص کے متوجہ ہونے سے کمزور ارادہ والے شخص کے اعصاب مضمحل ہو جاتے ہیں اور وہ اس سے متاثر ہو کر نہ صرف مرعوب ومغلوب ہو جاتا ہے بلکہ بعض اوقات وہ بیہوش بھی ہو جاتا ہے۔ اس قوت کو ترقی دینے کے لئے خیال کی یکسوئی نہایت ضروری ہے۔ کسی کام کے کرنے کے لیے یکسو ہو کر بار بار ارادہ کرنا کہ فلاں کام ہو رہا ہے بلکہ ہو گیا ہے تو اس طرح ہو کام ہونے لگتا ہے۔ اس میں ضروریاتِ حیات کا ترک کرنا یا کم کرنا مفید ہوتا ہے۔ بعض دفعہ صورتِ خیالی یا صورتِ مثالی محسوس ہوتی ہے اور بعض دفعہ دوسروں کو بھی نظر آتی ہے۔ مقناطیسی قوت کو جمع کرنا، قوتِ ارادی کو کام میں لگانا، ایک نقطے پر خیال کا جمائے رکھنا، طہارتِ ظاہری و باطنی، کثرتِ اوراد، روشنی سے بچاؤ، حواس کا بند کرنا، شور وغل سے بچنا، شیخ کا توجہ کرنا اور اپنی قوتِ ارادی سے طالب کو قوت دینا، عالمِ مثال کے کھلنے میں مدد دیتے ہیں۔ جن لوگوں کی قوتِ تخیل مضبوط ہوتی ہے ان پر عالم مثال خوب کھلتا ہے اور جن کی قوتِ تعقل زیادہ ہوتی ہے ان پر معارف خوب نازل ہوتے ہیں۔ بعض لوگ ارواحِ طیبہ سے اور بعض ارواحِ خبیثہ سے مدد لیتے ہیں۔ جتنی بڑی ہستی سے اور جتنے مضبوط ارادہ ویقین کو بروئے کام لایا جائے

Marfat.com

گا کام اتنا ہی جلد ہو گا۔ ایسے اسماءِ الٰہیہ جو مقصود سے مناسبت رکھتے ہوں ان کے تکرار سے ہمت اور توجہ کو قوت ملتی ہے۔ انسان کا اللہ تعالیٰ سے تعلق جتنا مضبوط ہو گا اتنی ہی اس کی قوتِ ارادی مضبوط ہو گی اور اسی لحاظ سے اسے معرفتِ الٰہی نصیب ہو گی ۔فرائض اور نوافل کے ذریعے قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ کثرت نوافل ادا کرنے والے شخص کی قوت، ارادی مضبوط ہوتی ہے اس لئے وہ توجہ و ہمت سے زور لگا کر نیک کام کرتا ہے۔ لیکن نہایت اہتمام سے فرائض ادا کرنے والا شخص تحت امرِ الٰہی کام کرتا ہے۔ وہ توجہ و ہمت کو بروئے کار نہیں لاتا۔ وہ بے ارادہ رہ کر ہمیشہ ذمہ داری سے آزاد وسبکدوش رہتا ہے۔ کیونکہ وہ ہر شے میں ذات کا جلوہ پاتا ہے اس لئے تصرف کو خلافِ ادب سمجھتا ہے البتہ اگر امرِ الٰہی ہو تو تصرف کرتا ہے یعنی کہ نہ بالارادہ تصرف نہ بالارادہ عدم تصرف بلکہ حکم تصرف کے وقت تصرف اور پھر بے اختیاری کو اختیار کرتا ہے۔ یہ کمالِ معرفت ہے۔ عارفِ کامل اپنا عجز ظاہر کرتا ہے کیونکہ ہمت تو اس وقت کارگر ہوتی ہے جب پوری دلجمعی سے کسی کام کی طرف توجہ کرے اور غیرِ حق کی طرف توجہ کرنے سے تو استغراقِ تامہ میں خلل پڑتا ہے۔ یہ مقام ولایتِ کبریٰ ہے جو خواص کا مقام ہے۔ بقول شاعر

عجز کارِ انبیاء و اولیاء است
عاجزی مقبول درگاہِ خدا است

بقول حسرت

مقصد مرا وہی ہے جو مطلب ہے یار کا
میں اپنے اختیار میں بے اختیار ہوں

Marfat.com

بقول راقم الحروف

انساں کو سرِ ذات بنایا ہے ذات نے
اور وجہ کائنات بنایا ہے ذات نے
مونس بھی ہے، مہذب و مردمک بھی ہے
کیا فخرِ ممکنات بنایا ہے ذات نے

حیات، علم و قدرت کی اصل اور ان کا مرکز روح ہے۔ جسمِ انسانی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اعصاب میں حس و حرکت، دماغ سے اور حیات قلب سے پہنچتی ہے۔ قلب میں خون سے ایک لطیف بخار پیدا ہوتا ہے۔ جب تک وہ لطیف بخار جسم میں رہتا ہے حیات بھی ہوتی ہے اور حِس و حرکت بھی ہوتی ہے۔ جب وہ لطیف بخار ختم ہو جاتا ہے تو موت واقع ہو جاتی ہے۔ یہ بخار کتنا ہی لطیف ہو مگر پھر بھی مادہ ہوتا ہے۔ مادہ میں حِس، حرکت، ارادہ اور علم جیسی صفات نہیں ہوتیں۔ یعنی کہ جب تک کوئی خارجی قوت مادہ کو متحرک نہ کرے اس وقت تک نہ خود متحرک ہو سکتا ہے اور نہ ساکن ہو سکتا ہے نیز نہ ہی مادہ کا کوئی ارادہ ہوتا ہے اور نہ ہی اسے کسی بات کا علم ہوتا ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ جسم کو ارادے سے حرکت دینے والی قوت یقیناً غیر مادی ہے۔ روح کو سب غیر مادی کہتے ہیں۔ خواب میں ہم اپنے آپ کو دیکھتے ہیں اپنے دوستوں سے ملتے، چلتے پھرتے اور باتیں کرتے ہیں۔ یعنی خواب میں دیکھنا، چلنا پھرنا اور باتیں کرنا سب ہوتا ہے لیکن ہم نہ سورج کے نور سے دیکھ رہے ہوتے ہیں اور نہ کان کے پردے سے سن رہے ہوتے ہیں۔ ان سب باتوں کے پیشِ نظر کہنا پڑتا ہے کہ یہ غیر مادی عالم کا تماشا ہے۔ یہ عالمِ مثال ہے۔ اس کے احکام، عالمِ شہادت یعنی مادی دنیا کے احکام سے بالکل جدا ہیں۔ نیند میں بے اختیاری حالت میں آدمی خواب دیکھتا ہے لیکن اختیاری نیند سے کشف ہوتا ہے۔ عالمِ مثال سے اوپر ایسا عالم ہے جو اِس سے زیادہ لطیف ہے اسے عالمِ ارواح کہتے ہیں۔ وہاں کوئی شکل و صورت

Marfat.com

یا طول و عرض نہیں بلکہ ایک انانیت ،خودی اور کبر ہے ۔ یہاں مراتبِ خارجی اور مخلوقات کی سرحد ختم ہوتی ہے یہاں تک جتنے عوالم ہیں سب مرکب ، حادث ،موجود بالعرض اور تجلی شہودی یعنی فیض مقدس سے موجود ہیں ۔اس سے آگے مرتبہ داخلی ،محیط ، بسیط وقدیم ہے ۔ یہ کثرت کے بعد وحدت کا مقام ہے یعنی ایک ذات ہے جو موجود بالزات ہے اور اس کے اسماء وصفات ہیں ۔ذات کے علم کے ساتھ جو معلومات ہیں وہ علم میں موجود ہیں مگر خارج میں موجود نہیں ۔ یہ قبل کن ہیں انہیں اعیان ثابتہ یا حقیقت کونیہ کہتے ہیں ۔ ذات اقدس ارادۂ تخلیق کرتے ہوئے توجہ فرمائے یعنی کن کہے تو فیکون یعنی مخلوق کی تخلیق ہو جاتی ہے ۔ یہ تجلی وتوجہ ممکنات کی استعداد وفطرت کے مطابق ہوتی ہے ۔تجلیِ حیات علم ،قدرت اور دیگر تمام تجلیات صفاتِ ذاتِ اقدس ہیں اس لئے ذات کے ساتھ قدیم ہیں ۔لیکن ہماری حیات ،علم وقدرت نمایاں و پیدا ہے ۔ کیونکہ امرِ کلی و وجود خارجی دونوں ایک دوسرے پر محکوم بھی ہیں اور محکوم علیہ بھی ہیں اس لئے اضافت ونسبت کے باعث صفت حادث میں حادث ہے اور قدیم میں قدیم ہے۔

بقول اقبالؒ

عقل مدت سے ہے اس پیچاک میں الجھی ہوئی
روح کس جوہر سے خاکِ تیرہ کس جوہر سے ہے
ارتباطِ حرف و معنی ؟ اختلاطِ جان و تن ؟
جس طرح اخگر قبا پوش اپنی خاکستر سے ہے

بندہ خواہ کتنا ہی عظیم الشان ہو ،عالی مرتبہ ہو ، صاحبِ کمالات ہو اور مظہرِ اسماء وصفات ہو اللہ تعالیٰ کی دو صفتیں اس میں نہیں پائی جاتیں ۔ایک وجوب ذاتی یعنی موجود بالذات ہونا دوم استغنائے ذاتی یہ صفات خاصہ ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کا وجود

Marfat.com

بالذات ہے اور ممکن، بندہ کا وجود بالعرض ہے۔ بالعرض ہمیشہ بالذات کا محتاج رہے گا کیونکہ واجب بالذات، ممکن بالذات و ممتنع بالذات میں سے واجب کا وجود ضروری ہے۔ ممتنع کا وجود محال ہے اور ممکن بذاتہٖ معدوم ہے۔ لہٰذا واجب بالذات، نہ ممتنع اور نہ ہی ممکن بالذات ہوسکتا ہے اور نہ ہی ممتنع اور ممکن واجب ہوسکتا ہے ورنہ انقلابِ حقائق لازم آئے گا۔ پس ممکن اور بندے سے وجوب ذاتی و استغنائے ذاتی کبھی نمایاں نہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسَاهُمْ اَنْفُسَهُمْ یعنی اے لوگو! نہ ہو جاؤ مانند ان لوگوں کے جو خدا کو بھول گئے تو خدا نے ان سے خود ان کے نفسوں کو بھلا دیا۔ یعنی معرفتِ نفس سے محروم ہو گئے۔ چنانچہ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ یعنی خود شناسی میں خدا شناسی ہے پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اگر وجود ہمارا ذاتی ہوتا تو ہمیشہ ہم کو لازم رہتا کیونکہ ذات سے ذاتیات جدا نہیں ہو سکتے حالانکہ ہم بین العدمین ہیں یعنی کہ دو عدم کے درمیان ہیں پہلے بھی معدوم تھے اور کچھ عرصہ کے بعد پھر معدوم ہوں گے۔ جب وجود ہمارے لئے ذاتی نہیں ہے بلکہ بالعرض ہے تو کوئی بالذات موجود ہے۔ وہ موجود بالذات اللہ ہی ہے۔ ہمارے جسم کی طرف ایک روح مدبر ہے تو تمام عالم کی بھی صرف ایک ذات واجبہ مدبر ہے۔ بہرحال ہمارے عجز سے اس کی قدرت کا، ہمارے جہل سے اس کے علم کا، ہماری موت سے اسکی حیات کا، ہمارے عدم سے اس کے وجود کا پتا ملتا ہے کہ ایک ذات حقہ ہے، ایک واجب الوجود ہے مگر اس کے اسماء و صفات اور تفصیلات کا اس وقت تک علم نہیں ہوسکتا جب تک انسان خود پر غور نہ کرے۔

وَفِيْ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۝

Marfat.com

بقول حسرت

؎ خود فہمی ہے خدا فہمی
خود میں سرِّ حقیقت ہے

بقول اقبالؒ

؎ اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

انسان کو خلقتِ جامع ومظہرِ تام وخلیفہ کا نام دیا گیا ہے۔ انسان، مردمکِ چشم یعنی آنکھ کی پتلی، مونس اور مہذب کو کہتے ہیں۔ چونکہ انسان کی خلقت میں تمام تفصیلات شامل ہیں اس لئے وہ تمام حقائقِ عالم پر حاوی ہے۔ انسانِ کامل تجلی اعظم شانِ الوہیت ہے جس کے مظاہر دیگر انسان ہیں۔ ہر زمانے میں صرف ایک ہی مظہرِ تام ہوتا ہے جس کو غوث یا قطبِ زماں کہتے ہیں۔ انسان کی جامعیت ہی کی وجہ سے اس نے ملائکہ پر فضیلت پائی۔ آدمؑ ایسے اسماء سے واقف تھے جن کا ملائکہ کو علم تک نہ تھا۔ ملائکہ نے ان اسماء کے توسط سے تسبیح نہ کی جس طرح کہ آدمؑ نے کی تھی۔ انسان صفاتِ کمالیہ کا جامع ہے۔ اس میں امرِ ربی بھی ہے اور خلقتِ عنصری مادی۔ کے لوازم بھی شامل ہیں۔ انسانِ کامل کے مظہرِ تام ہونے کا ادراک صرف کشفِ الٰہی سے ہوتا ہے۔ عقل وفکر اس مرتبہ کو سمجھنے سے عاجز ہیں۔ الغرض انسانِ کامل واسطہءِ حق وخلق ہے۔ انہی وجوہ کے باعث وہ زمین پر اللہ کا خلیفہ ہوا ہے۔

بقول شاعر

؎ اُدھر اللہ سے واصل اِدھر بندوں میں بھی شامل
خواص اس برزخِ کبریٰ میں ہے حرفِ مشدّد کا

Marfat.com

بقول علوی

کیا ملک میری حقیقت کو سمجھتے علویؔ
ان کا استاد نہ سمجھا وہ معمّا ہوں میں

اولیاء میں سے بعض کی فطرت کسی خاص نبی کی فطرت سے مشابہ ہوتی ہے۔ ہر چند کہ اولیائے کرام کو انبیائے عظام کے کمالات کی سیر کرائی جاتی ہے اور اولیاء انبیاء کے رنگ میں رنگے جاتے ہیں۔ یا یوں کہو کہ انبیاء کے کمالات کا پرتو ان پر پڑتا ہے یعنی کہ انبیاء کی خاص صفات ان میں سے ظاہر ہوتی ہیں مگر سیر کے بعد ہر ایک اپنی فطری مناسبت کے اصل مقام پر رہتا ہے۔ مثلاً حمیتِ دین والا ولی، نوحیؑ المشرب یا تحت قدم نوحؑ یا مظہر نوحؑ کہلاتا ہے اور رضا و تسلیم والا ابراھیمیؑ المشرب اور عشق و محبت والا موسویؑ المشرب اور وحدت و فنائیت والا عیسویؑ المشرب اور عبدیت والا محمدیؐ المشرب کہلاتا ہے۔ ہر زمانے میں ایک شخص قدم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رہتا ہے۔ وہ اپنے زمانے کا عبداللہ ہوتا ہے۔ اس کو قطب الاقطاب اور غوث کہتے ہیں۔ وہ محمدی المشرب ہوتا ہے۔ وہ بالکل بے ارادہ اور تحت امرِ الٰہی رہتا ہے۔ الغرض نبی اصل اور ولی اس کی نقل ہوتا ہے۔ نیز انبیاء کی اصل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

بقول اقبالؒ

پابندی تقدیر کہ پابندی احکام
یہ مسئلہ مشکل نہیں اے مرد خرد مند
تقدیر کے پابند نباتات و جمادات
مومن فقط احکامِ الٰہی کا ہے پابند

انسان میں مختلف حقائق ہیں۔ روحانیت بھی ہے اور جسمانیت بھی ہے لیکن اس کی ذات بسیط اور احدی العین نہیں۔ صرف حق تعالیٰ کی ذات بسیط اور احدی العین

Marfat.com

ہے۔حق تعالیٰ اسماءِ الٰہیہ کے لحاظ سے کثیر ہے مگر انسان کثیر الاجزاء ہے۔انسان کے ایک جزو کے ذاکر ہونے سے دوسرے اجزاء کا ذاکر ہونا کوئی لازمی بات نہیں البتہ حق تعالیٰ ذاکر کا ہمنشیں ہے۔اللہ تعالیٰ حقیقتِ انسانی کو موت سے بھی فنا نہیں فرماتا بلکہ روح کو جسم خاکی سے جدا کر کے اپنی طرف کر لیتا ہے۔پس موت سے مراد عدم یا نیست کرنا نہیں بلکہ تفریقِ اجزاء کرنا ہے۔علمِ حقائق میں یہ بات درست ہے کہ حق تعالیٰ روح کو قبض کر کے جس عالم میں رکھتا ہے اس عالم میں اعتدال ہے اس لئے اسے دارالبقاء کہتے ہیں۔انسان اس میں کبھی موت کا ذائقہ نہیں چکھے گا۔
بقول شاعر

؎ زندگی کیا ہے عناصر میں ظہورِ ترتیب
موت کیا ہے انہی اجزاء کا پریشاں ہونا

انسان کا ابتدائی نقطہ جس میں وہ تحت عقل رہتا ہے سب سے بدتر ہے۔ جب انسان سالکِ راہِ خدا ہوتا ہے اور ترقی کرنا شروع کرتا ہے تو وہ تحتِ احکام الٰہی رہتا ہے اسے مرتبہ قربِ فرائض کہتے ہیں۔اس کی عقل جزوی طور پر کام کرتی ہے لیکن جب انسان مزید ترقی کرتا ہے تو اسکی عقل جزوی طور پر بھی کام نہیں کرتی۔اس مرتبہ میں سالک تحتِ الہام الٰہی ہوتا ہے اسے مرتبہ قربِ نوافل کہتے ہیں۔جب مزید عروج حاصل ہوتا ہے تو تمام قوائے طبعی یعنی ارادہ، قوت، سماعت اور بصارت وغیرہ کھو جاتے ہیں اور اس کا علائق بشریت سے انقطاع ہو جاتا ہے۔اس کے کمال پر فنا ہے۔فنا میں ماسوا اللہ کا علم ہی نہیں رہتا یہاں تک کہ بندہ کو اپنا علم بھی نہیں رہتا کہ وہ خدا کو یاد کر رہا ہے۔پس جب بندہ فنا کی حالت میں ہوتا ہے تو جہتِ عبد نابود و مضمحل ہو جاتی ہے۔ فنائے ناقص میں انسان اپنی فنا کو محسوس کرتا ہے لیکن فنائے تامہ میں انسان کو اپنی فنا کا بھی احساس تک نہیں رہتا۔اسے فناء الفناء کہتے ہیں۔اس کی مثال یوں ہے کہ آغازِ

Marfat.com

نیند میں انسان کو نیند کا احساس ہوتا ہے لیکن جب وہ گہری نیند سو جائے تو اسے نیند کا احساس تک نہیں رہتا۔ پس فنائے ناقصہ میں غلبہ حال سے آگاہی رہتی ہے لیکن فنائے تامہ میں اس سے آگاہی نہیں رہتی۔ یعنی کہ جب ملکوتی قوت ناسوتی قوت پر غالب آ جائے تو ناسوت گویا نہ ہونے کے برابر رہ جاتا ہے۔ ناسوتی صفت فنا ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد مقام بقا بعد الفناء میں وہ عبد کامل ہوتا ہے۔ (از کشف المحجوب) بقول حضرت علی ہجویریؒ "جس نے اپنی جان باقی کے سپرد فرما دی اس کی شان یہ ہے کہ اس کا نفس فانی فناء ہو جاتا ہے اور وہ ذات باقی کے ساتھ دوامی بقاء میں رہتا ہے"۔ بقا باللہ کو سیر مع اللہ کہتے ہیں۔ اس مقام پر کیا عبد و رب دونوں عین اور ایک ہیں؟ عین اور ایک ہیں تو ایک قدیم اور ایک حادث کیسا؟ اس حقیقت کا فہم کسی عارف کی صحبت سے ہی حاصل ہو سکتا ہے ورنہ حیرت ہی حیرت ہے۔

بقول شاعر

؎ تو ہم ہے تو ہم ہے نہ قلت ہے نہ کثرت ہے
نہ سمجھیں یہ تو حیرت ہے جو سمجھیں یہ تو حیرت ہے

بقول مرشدؒ

؎ غیر واجب پیشِ واجب کالعدم
عکس پیشِ اصل گردو منہدم

بقول شاعر

؎ فناء فی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

"عالم جوہر واحد ہے لیکن اعراض کے لحاظ سے مختلف ہے۔ یعنی کہ امرِ ذات واحد ہی صورتوں اور نسبتوں کے اختلاف کی وجہ سے مختلف و کثرت ہے تا کہ

Marfat.com

ممیز ہو جائے مگر باعتبارِ حقیقت یہ جوہر، اصل اور تجلی حق تعالیٰ کا راز وحکمت ہے۔ حق تعالیٰ کا کثرت سے نوافل ادا کرنے والے عبد کے متعلق حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں فرمان ہے کہ کُنتُ سَمعَہٗ میں اسکی سماعت ہو جاتا ہوں۔ سماعت تو بندہ کی قوتوں میں سے ایک قوت ہے و بصرہٗ اور اسکی بصارت ہو جاتا ہوں ۔ بصارت بھی بندہ کی قوتوں میں سے ایک قوت ہے ولِسَانَہٗ اور اسکی زبان ہو جاتا ہوں۔ زبان تو اعضائے عبد سے ایک عضو ہے جس سے وہ بولتا ہے۔ ورجُلَہ وَیَدَہ اور اس کے ہاتھ پاؤں ہو جاتا ہوں ۔ یہ بھی اعضائے عبد ہیں کہ پاؤں جن سے وہ چلتا ہے اور ہاتھ جن سے پکڑتا ہے تو گویا صرف قویٰ ہی کے بیان پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اعضاء کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ اب اگر عبد کا جائزہ لیا جائے تو یہی اعضاء وقویٰ ہی تو ہے۔ اس سے یوں ظاہر ہوتا ہے کہ ذاتِ عبد عینِ حق ہے ۔ مگر حقیقت میں عبد رب نہیں ہے اور ایسا ہونا ممکن بھی نہیں ہے۔ قویٰ ءِ عبد مظہرِ صفاتِ ذات اور اعضاءِ عبد مظہرِ قدرتِ ذات ہیں ۔ نیز نسبتوں کے حقائق متمیز ہیں ۔ چونکہ اضافت ونسبت کے باعث صفت حادث میں حادث ہوتی ہے اور قدیم میں قدیم ہوتی ہے اس لئے صفات کی نسبت عبد کی طرف حادث اور رب کی طرف قدیم بالذات ہیں ۔ نیز انسان جن سے افضل وقوی ہے۔ عفریت نے جو شاہِ جن تھا اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے عرض کی کہ تختِ بلقیس کو دربارِ سلیمانی برخاست ہونے سے پیشتر حاضر خدمت کرتا ہوں لیکن آصف بن برخیا جو انسان تھا بیک چشم زدن تخت بلقیس کو ملک سبا سے اڑا لایا۔ اگرچہ چشم زدن کا زمانہ مجلس برخاست ہونے کے زمانے سے بہت کم ہے لیکن بفضلِ حق تعالیٰ کتاب کا علم رکھنے کے باعث ایک مردِ کامل بیک نظر اعیانِ ثابتہ تک پہنچ جاتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ تجددِ امثال کو آصف بن برخیا سمجھتے تھے یعنی کہ بالذات سے بالعرض کو بالاستمرار امدادِ وجود جو ملتی رہتی ہے اس راز کو وہ جانتے تھے۔ مثلاً نورِ شمس

Marfat.com

بالذات ہے اور نورِ قمر بالارض ہے۔ اگر نورِ شمس کچھ وقت تک قمر پر نہ پڑے تو چاند کی وہی بے نوری ہو جائے جیسے کہ کسوفِ سورج گہن اور خسوف چاند گہن میں واقع ہے۔ بہر حال آصف بن برخیا ان اسرار کے بخوبی محرم تھے۔ اس لئے انہوں نے وہ تجلیءِ وجود جو ملک سبا میں تختِ بلقیس پر ہو رہی تھی اس کو دربارِ سلیمانی کی طرف متوجہ کر دیا اور تخت موجود ہو گیا۔ پس جب ذاتِ عبد میں صفاتِ ذاتِ اقدس اور قدرتِ ذاتِ اقدس کا ظہور ہوتا ہے تو ذاتِ عبد کے قویٰ و اعضاء تابع امرِ الٰہی ہو جاتے ہیں اور عبد تسلیم و رضا کو اختیار کرتے ہوئے قرب و وصال کے بامِ عروج کو چھو لیتا ہے۔ اس طرح تجلیاتِ الٰہیہ سے فیض یاب ہو کر ذاتِ عبد خلیفۃ الارض کے مرتبہء جلیلہ پر متمکن ہوتا ہے"۔ (فصوص الحکم)

بقول شاعر

کیا فرشتوں کو خبر تھی کہ یہ خاکی پتلا
جان پڑتے ہی طلسمات کا پتلا ہو گا

بقول راقم الحروف

اللہ کی تخلیق کا شہکار ہے انسان
لاریب کا مجموعہء اسرار ہے انسان
ادراک سے بالا ہے یہ اضداد کا پتلا
فی الارض خلافت کا سزاوار ہے انسان

Marfat.com

معرفتِ صفاتِ ذاتِ اقدس

منجھدار ضیاء بار ہیں اسماءِ الٰہی
اسرار ہی اسرار ہیں اسماءِ الٰہی
اسماءِ الٰہی تو ہیں لا عین و لا غیر
اک مجمعۂ انوار ہیں اسماءِ الٰہی

(راقم الحروف)

جامع شریعت وطریقت مرشدم حضرت غلام ربانی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب رموزِ تصوف میں حقیقتِ معرفتِ صفات پر ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ کے وہ مبارک نام جو قرآن مجید میں مختلف مقامات پر وارد ہوئے ہیں وہ اسماءِ عظیمہ ہیں جو مختلف زمانوں میں مختلف پیغمبروں کے مشاہدات کے نتیجہ کے طور پر ظہور میں آئے۔ ہوا یوں کہ مختلف پیغمبروں کو جب مختلف مشاہدات حاصل ہوئے تو انہوں نے اپنے ان ذاتی مشاہدات کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ کی ان صفات کی نمائندگی کے حامل اسماء بنائے۔ مثلاً حضرت آدم علیہ السلام نے جن اسرارِ الٰہیہ کا مشاہدہ کیا، اس کے مطابق اُن کی زبان پر اسم ''اللہ'' جاری ہوگیا۔ اسی طرح حضرت ادریس علیہ السلام کی زبان پر اُن کے ذاتی مشاہدات کے تحت علیم، قوی، عظیم، منان وغیرہ اسماءِ مبارک وضع ہوئے۔ یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ یہ صفاتی اسماءِ عظیمہ پیغمبروں کی مروجہ زبانوں میں وضع ہوئے تھے اور وہ اسماءِ الٰہیہ جو قرآن کریم میں وارد ہوئے ہیں وہ اُن کے ہم معنی تو کہے جاسکتے ہیں لیکن ہو بہو ہرگز نہیں کہے جاسکتے۔

حقیقت معرفتِ صفات پر آپؒ کے شیخِ کامل نے اسطرح ارشاد فرمایا:-

فکرِ عارف تا بہ صفات باری تعالیٰ می رسد، صفات مقامِ تعارف ہے جو لازم ذات ہے اور قدیم ہے۔ ان کے انوار و تجلیات تمام امکان کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں بلکہ

Marfat.com

نظامِ امکانی ان سے جاری ہے۔ ولی، اللہ تعالیٰ کے انہی صفاتی ناموں سے سیراب ہوتے رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ ولیِ کامل جب مقام غوثیت میں داخل ہوتا ہے تو وہ ننانوے صفاتی ناموں سے سیراب ہو کر اللہ تعالیٰ کے سویں (۱۰۰) نام تک آ جاتا ہے اسے ہی اسم اعظم کہتے ہیں۔ یہ زبان سے ادا نہیں ہوتا بلکہ ذات سے ادا ہوتا ہے۔ یہ اس قدر بھاری نام ہے کہ غوث جو نائبِ رسول ﷺ ہوتا ہے وہ بھی اسے دن میں دو مرتبہ سے زائد ادا نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ کے اسماءِ صفاتی مثلاً عزیز، غفّار، جبار، کریم، یہ سب مقام معرفت ہے۔ اور جب ان اسماءِ صفاتی کے ساتھ اس طرح نسبت پیدا ہو مثلاً عزیز الحق، عزیز الرحمٰن وغیرہ تو اسے مقامِ دعوت کہتے ہیں۔

بقول راقم الحروف

اسماءِ الٰہی پہ تجلیٔ خدا ہے
تقدیس کا اقرار ہیں اسماءِ الٰہی
اسماءِ الٰہی سے ہے مقصود الٰہی
مقصود کا اظہار ہیں اسماءِ الٰہی

اسماءِ الٰہیہ کی حقیقت خود ذات کو معلوم ہے۔ ان کا ظہور کائنات و امکان ہے جو ظاہر دنیا اور باطن عدم سے متعلق ہے۔ ظہورات میں سب اسماء کی صفات کے آثار شامل ہیں۔ یعنی نظامِ امکان و کائنات، نظام حیات و ممات، نظامِ تخلیق، نظامِ رزق، نظام ہدایت و رحمت، نظامِ نور اور اسی طرح کے دیگر لا متناہی نظام جو انسان کے وہم وگمان سے بعید ہیں یہ سب ظہورات میں شامل ہیں۔ حدیث قدسی ہے۔ کُنتُ کنزاً مخفیاً فاحببت اَنْ اُعْرَافَ فَخلَقْتُ الْخلقَ لِاُعْرَف یعنی کہ میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا۔ میں نے خواہش کی پہچانا جاؤں سو میں نے خلقت کو پیدا کیا۔ اُس وقت ہر سمت دھند ہی دھند تھی گویا بادل سا تیر رہا تھا۔ یعنی کہ نہ اسم تھا نہ رسم

Marfat.com

تھی، نہ شہود تھا نہ شہادت تھی، نہ راگ تھا نہ سُر تھی، نہ نالہ تھا نہ فریاد تھی، نہ جنوں تھا نہ مستی تھی، نہ آدم تھا نہ بستی تھی بلکہ ہر طرف گھٹا ٹوپ اندھیرا تھا۔ کوئی حرکت نہ تھی، سناٹا تھا، خاموشی تھی، سکوت تھا یا یوں کہیئے کہ ہر طرف ھُــــــو کا کیف اور لا ہی لا تھا۔ ذاتِ الہ، لا کے حجابات میں الا اللہ کا راز چھپائے ہوئے تھا یعنی کہ ذاتِ احد لا کے گھونگھٹ میں پوشیدہ تھا۔ جس کا ہونا ظاہر نہ تھا چنانچہ ظہور کی چاہت وارادہ نے مرکز کی ہلکی سی امری جنبش فرمائی تو کن سے فیکون یعنی کہ ہو جاتی ہے جس نے لا الہ کی خاموشی کو الا اللہ کے ہنگامہ سے بدل دیا۔ یہ صدا وحدت میں باطن تھی کثرت میں ظاہر ہوگئی یعنی کہ ذاتِ اقدس نے لا کے گھونگھٹ کو سرکایا اور نفی کے حجابات پھاڑ کر اپنا ظہور فرمایا۔ پس لا الہ کی نفی سے الا اللہ کا اثبات ہوگیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ پوشیدہ خزانہ تھا تو اس خزانہ کی ہئیت میں اللہ موجود تھا لیکن اس کو پہچاننے والا کوئی نہ تھا۔ اس حقیقت کی پہچان اور معرفت کے لئے خلقت (کائنات) پیدا ہوئی۔ چونکہ یہ اسماء اور انکی صفات کی برکات کے ظہور میں پیدا ہوئی تو اس طرح پوشیدہ خزانہ کی ہئیت وحقیقت ساری مخلوق میں ظاہر ہوگئی۔ جہاں تک صفات کا تعلق ہے وہ آپس میں متضاد بھی ہیں اور باہمی اتفاق بھی رکھتی ہیں۔ ایک صفت کا دوسری صفت سے تضاد متعلقہ افعال اور آثار میں بھی نمایاں رہتا ہے۔ مثلاً حیات کا موت سے تضاد اُن کے اسماء سے شروع ہو کر آثار تک نمایاں رہتا ہے۔ لیکن الرحمٰن اور الرحیم دونوں اسم رحمت سے مبالغہ کے لئے مشتق ہیں۔ اسی طرح ہر شعبہ (صفت اسم) اپنی اپنی خصوصیات کی بنا پر اپنے اپنے افعال و آثار میں مقید ہے۔ مثال یوں ہے کہ اسم العلیم کا ظہور صفت علم میں ہے۔ اور علم کے افعال اور آثار کا تعلق العلیم کے ساتھ ہے اور العلیم کا تعلق ذات کے ساتھ ہے اس لئے یہ سب آپس میں اسمی، صفاتی، افعالی اور آثاری قیود میں ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اسی طرح دیگر اسماء وصفات اور انکے افعال و آثار بھی

Marfat.com

آپس میں اور ذات کے ساتھ مقید ہیں۔ بعض اسماء اور انکی صفات کا ظہور دوسرے اسماء یا صفات پر منحصر ہوتا ہے مثلاً رزق کا مہیا ہونا مخلوق پر ہے یعنی کہ مخلوق ہونے سے رزق کی ضرورت سمجھی گئی۔ مخلوق کے ساتھ حیات، موت، روشنی، حفاظت، رحمت، ہدایت، علم، بصر، سمع غرضیکہ ساری کائنات کی تخلیق کی ضرورت محسوس ہوئی تو اس طرح سب اسماء، صفات، انکے افعال اور آثار باہمی طور پر ایک دوسرے کے ساتھ مقید معلوم ہوتے ہیں۔ اس میں قابل غور بات یہ ہے کہ ان جمیع اسماء وصفات کا باہمی طور پر مقید ہونا صرف آثاری صورت میں معلوم ہو رہا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ان کے بانی اسماء باہمی قید میں نہ ہوں۔ ان کی باہمی قید اسم ذات کے انوار کی قید میں ہے اور یہ سب ذاتِ اقدس کی قید (احاطہ) میں ہیں۔

بقول شاعر

حق کے مشاہدے میں کوئی واہمہ نہیں
میری نگاہ ہے مجھے حیراں کئے ہوئے
بقدر ظرف تماشا دکھائی دیتا ہے
کسے خبر کہ کسے کیا دکھائی دیتا ہے

یہ ایک ایسا باربط نظام ہے کہ جس کے جُدا ہونے کا امکان نہیں۔ مثلاً صفتِ حیات جو اسم الحیّ سے نصیب ہوتی ہے اس کے تحت شعبہ حیات قائم ہے جس کے افعال اور آثار میں جمیع عوالم کی مخلوق کی حیات برقرار ہے۔ اسی طرح صفتِ موت کے تحت شعبہ موت قائم ہے جس کے افعال اور آثار میں جمیع عوالم کا مسئلہ موت محفوظ ہے۔ حیات اور موت کا باہمی تعلق عیاں ہے کہ حیات کو موت ختم کر دیتی ہے۔ اب حیات کے لئے چند دوسرے شعبوں کو بھی دیکھیں کہ اس کے ساتھ شعبۂ رزق، شعبۂ ہدایت، شعبۂ قدرت، مشیت، ارادہ، شعبۂ الفت، غضب، قبض، بسط غرضیکہ یہ

Marfat.com

فقید المثال نظام ہے جو دائرے کی طرح اپنے مرکز کے گرد مرکز کی قوتِ ارادی کے تحت برقرار ہے۔ خدا کی خدائی صفات پر قائم ہے۔ ہر صفت کی اہمیت اس کے افعال اور آثار میں ہے کہ ان کے ظہور سے صفتِ خصوصی کا تعارف ہوتا ہے۔

بقول اقبالؒ

نظر حیات پہ رکھتا ہے مردِ دانش مند
حیات کیا ہے؟ حضور و سرور و نور و وجود
نگاہ موت پہ رکھتا ہے مردِ دانش مند
حیات ہے شبِ تاریک میں شرر کی نمود

ذات کے شیونات وتجلیات ظلی نہیں بلکہ ذاتی ہیں اور دائرۂ اصل میں ہیں۔ یعنی کہ ذات، شیونات وتجلیات اکٹھی ہیں۔ ان کا مشاہدہ بعید از قیاس وگمان ہے۔ مگر ان کے ظہور ظلّی طور پر ذات کے اسماء کی صفات، انکے افعال اور آثار میں واقع ہوتے ہیں۔ ان شیونات وتجلیات کے خزانہ سے ہر اسم کو اس کی صفت کی خصوصیت کے مطابق انوار عطا ہوتے ہیں جس کے نتیجے میں اُس مخصوص صفت کے تحت قائم شدہ شعبہ کا نظام چلتا ہے۔ یہ راز محسوس ہوتے ہیں لیکن بیاں نہیں ہو سکتے۔ ان کی حقیقت صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ وہ خود کسی پر عیاں کردے تو وہ بڑا افیاض ہے۔ الحاصل یہ کہ ظاہری نظام عالم (دنیا) اور نظام آخرت، ذات کی صفات کے تحت کمال حکمت سے چل رہا ہے۔ ہر شعبہ اپنی اپنی صفت سے ذاتی انوار کھینچتا اور ظہور میں آتا ہے۔ اس سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ذات کا ارادہ یہ ہے کہ مخلوق کو پیدا کر کے اس کے متعلقہ نظام کے اسرار ومعارف اس پر منکشف کردے تاکہ مخلوق انہیں سمجھ کر ذات کی معرفت حاصل کر سکے۔ اس پہچان کا آسان طریقہ صفات کے ذریعہ ہی معلوم ہوتا ہے ورنہ اگر صفات نہ ہوتیں اور ذات مخفی ہی رہتی تو معرفت کس طرح حاصل ہوتی، حق کا

Marfat.com

اثبات کس طرح ہوتا اور خالق کو خالق کس طرح سمجھا جاتا۔ پس ذات ظاہر نہیں لیکن وہ اپنی صفات سے ظاہر ہے۔ بقول شاعر

خاک کا ناچیز ذرہ بھی ہے اک سر بستہ راز
غور سے دیکھا تو اک دفتر نظر آنے لگا

اسم، صفت، افعال اور آثار کا ہر دوسرے اسم کی صفت، فعل و آثار میں جس طرح باہمی مناسبت ہے اسی طرح تضاد بھی ہے۔ حیات کو موت فنا کر دیتی ہے جس سے مخلوق ختم ہو جاتی ہے۔ کائنات کی دیگر مخلوقات کا بھی یہی حال ہے کہ کسی کو بقا نہیں۔ رزق کو مخلوق ختم کر دیتی ہے۔ عزت کو ذلت ختم کر دیتی ہے۔ علم کو جہالت محصور کر لیتی ہے۔ غضب پر رحم غالب آ جاتا ہے۔ بسط کو قبض لے لیتی ہے تو اس طرح تضاد کی حقیقت اور اس کا مقصود یہی معلوم ہوتا ہے کہ کائنات اور اس کے جملہ اجزاء پر اس کی فنائیت ثابت کر دی جائے۔ اسماء ذات کے ذاتی نام ہیں جو قرآن مجید میں ثابت ہیں۔ ان اسماء میں ذات ملحوظ ہوتی ہے۔ یہ سب باطنی اسماء ہیں جن کے اسرار و معارف و حقائق صرف ذاتِ باری تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں اور صرف ذات ہی سے وابستہ ہیں۔ ہر اسم اپنی اسمی صورت میں باطن ہے اور صفت کی صورت میں ظاہر ہے اس لئے کہ صفت کا خاصہ ظہور ہے اور اسم کا خاصہ باطن ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اسم کی اسمی صورت کا تعلق ذات سے ہے لیکن صفاتی صورت میں صفت کا تعلق مخلوق، کائنات یا امکان سے ہے۔ لہٰذا اسم از صفت میں یہی فرق معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً العلیم اسم ہے۔ علم اس کی صفت ہے۔ جب صفت علم اتنی وسیع ہے کہ انسان اس کا اندازہ، قیاس اور احاطہ کرنے سے عاجز ہے تو ذات العلیم کی کیا نوعیت اور علمیت ہوگی۔

Marfat.com

بقول راقم الحروف

؎ اسماء کی حقیقت ہے حقائق کی حقیقت
گنجینۂ ابرار ہیں اسماءِ الٰہی
اسماء میں ہے ملحوظ فقط ذاتِ الٰہی
لا ریب و طرحدار ہیں اسماءِ الٰہی

صفات میں ذات ملحوظ نہیں بلکہ ذات کی قدرت کارفرما ہے کہ وہ اسم کی حقیقت کو ظاہری صورت میں منکشف کرتی ہے تاکہ اس کے اسم کی حقیقت کی پہچان ہو سکے۔ جیسا کہ علم ظاہر ہے۔ اس کی حقیقت اسم العلیم ہے۔ اس حقیقت کے ظاہر ہو جانے سے مخلوق پر العلیم کی ذات کی پہچان ہوگئی۔ اس کی مزید وضاحت کچھ یوں ہے کہ ذات کی صفات ارادہ، مشیت اور قدرت کارفرما ہوئیں لہٰذا اسم العلیم سے صفت علم کے جزویات ظاہر نہیں ہوئے بلکہ صفت علم کا مجموعی ظہور ہوا جس سے مخلوق کو ذات سے سطحی تعارف ہوتا ہے۔ جزوی تعارف یعنی صفت علم کے ہر پہلو سے تعارف ہونے کے بعد ذات کا تعارف ہوتا ہے۔ جزوی تعارف یعنی صفت علم کے ہر پہلو سے تعارف ہونے کے بعد ذات کا تعارف ہوتا ہے۔ جزوی تعارف آثار کی شکل میں منکشف ہوتا ہے مثلاً العلیم سے علم ظاہر ہوا۔ علم بہت وسیع صفت ہے۔ اس پر قدرت کے افعال کے وقوع سے آثار یعنی علم کے مختلف شعبوں کا انکشاف ہوا۔ ذات کا کمال اسی میں ہے کہ ایک امری جنبش سے اسم سے صفت کا ظہور فرما دیا اور مخلوق کی سہولت کے لئے باطن کے پردے اٹھا دیئے تاکہ مخلوق کو صفت کے ذریعے یعنی علم کے ہر پہلو سے موصوف تک پہنچنے میں آسانی ہو اور ذات کی پہچان ہو سکے۔

Marfat.com

بقول راقم الحروف

صفتِ مخصوصہ مشیتِ ذات ہے
ظہورِ ذات ہی ارادتِ ذات ہے
اسماء سے بھی مربوط ہیں مخلوق سے مربوط
صفات میں ملحوظ قدرتِ ذات ہے

افعال ذات کا ایسا فعلی امر ہیں جس کے باعث صفات اپنی جلالی اور جمالی تجلیات ظلی پردوں سے از روئے رحمتِ ایزدی پھٹ کر امکان میں آثار کی شکل میں اپنی اپنی صفت کا عملی ظہور کرتی ہیں۔ پردوں کے پھٹنے کا فعلی امر۔ امرِ ربی ہے۔ جس کی امری اور فعلی نوعیت نامعلوم یعنی باطن ہے۔ ہر صفت ترتیب وار اور سلسلہ وار ازل سے ظہور میں آ رہی ہے اور ذات ہی کو معلوم ہے کہ یہ سلسلہ کب تک جاری رہے گا۔ امرِ ربی اپنی فعلی نوعیت میں اسم سے صفت کو انوکھے طریقے سے جدا کرتا ہے کہ صفت کا اسم سے تعلق قائم رہتا ہے اور ذات اپنی صفت میں بھی موجود رہتی ہے نیز صفت کے آثاری ظہور کے لئے متعلقہ اسم سے تجلیاتی انوار کے ذریعہ صفت کو آثار میں منتقل کرتا رہتا ہے۔ کسی مخصوص صفت کے آثاری ظہور کے لئے دیگر کئی صفات بیک وقت اسی طرح کے عمل میں متحرک رہتی ہیں یعنی کہ امر ربی کا یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ افعال کا تعلق دو طرح سے ہے ایک باطن اور دُوسرا ظاہری اور پھر اس پر کمال یہ ہے کہ یہ افعالی تعلق ہر صفت کے ساتھ جداگانہ نوعیت رکھتا ہے یعنی کہ اُس صفت کی خصوصیات اور صفات کے مطابق تعلق رکھتا ہے۔ نیز اس ایک تعلق کے ساتھ دیگر کئی صفات کے تعلق شامل حال رہتے ہیں۔ مثلاً رزق صفت ہے رزاق کی اور صفت رزاق کا اپنے ظاہری آثار (یعنی رزق کی اقسام مع لذات ونوعیات) پانی سے فعلی تعلق ہے۔ یعنی کہ پانی آسمان سے گرتا ہے اور بیج جو پہلے ہی سے زمین میں موجود ہے اُس کو اپنے تعلق سے

Marfat.com

گیلا کر دیتا ہے جس سے کچھ میعاد کے بعد بیج پھٹ کر پودے کی شکل میں اگتا ہے۔ یہ ایک تعلق تھا اب اس کے ساتھ دوسری صفات کا تعلق یوں شاملِ حال ہوتا ہے کہ صفت نور کی روشنی کا تعلق، صفت حیات کی حیات کا تعلق اور صفت تخلیق کا تخلیقی تعلق سب اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ پہلا تعلق پانی کا تھا جو ظاہر تھا اور جداگانہ حیثیت میں بیج کو دوسری صفات کے تعلق کو جذب کرنے کے لئے تیار کرتا ہے۔ دوسری صفات کے تعلق اپنے اپنے مقررہ وقت پر بیج میں سرایت کرتے ہیں۔ یہ سب کے سب باطنی تعلق ہیں لیکن پانی تو ظاہری تعلق ہے جس نے بیج کو دوسرے تعلق جذب کرنے کے لئے تیار کیا ہے لیکن پانی کس طرح بیج کو تیار کرتا ہے اور کن تاثرات سے تیار کرتا ہے۔ یہ سب باطنی تعلق ہے تو گویا خود پانی میں ظاہری اور باطنی تعلق ہے کہ اس میں جذبی اور سرایتی قوتیں موجود ہیں۔ پس اس کائنات کی کسی مثال پر بھی غور کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اگر ذات کا کوئی فعل ظاہر ہے تو اُسی ظاہر میں باطنی فعل بھی موجود ہے اور ان سب پر صفت الرحمٰن (یعنی رحمت کا تعلق) حاوی ہے کہ رحمت ہوگی تو صفات عمل میں آئیں گی لیکن کس طرح، کس مقدار میں، کن مواقع پر اور کس نوعیت سے رحمت نازل ہوتی ہے یہ سب کچھ باطنی ہے۔

بقول اقبالؒ

؎ حق بات کو لیکن میں چھپا کر نہیں رکھتا
تو ہے، تجھے جو کچھ نظر آتا ہے نہیں ہے

صفات کے آثاری ظہور کو جو فعلِ قدرت کے تحت ظہور میں آتی ہیں انہیں

امکان، کائنات یا آثار سے تعبیر کرتے ہیں۔ ہر صفت اپنے متعلقہ اسم میں ایک بند حقیقت ہوتی ہے جس کا تعارف صرف آثار کے ذریعے مختلف جزویات سے ہوتا ہے۔ یہ بند حقیقت فعلِ قدرت کے ماتحت پھٹ کر جزویات میں بٹ جاتی ہے اور پھر صورت اختیار کر لیتی ہے۔ سارا تعارف صرف صورت سے ہوتا ہے۔ ہر جزو اپنی

Marfat.com

اپنی نوعیت میں اتم اور اکمل ہونے کے باوجود دوسرے جزویات سے بھی اسی طرح وابستہ رہتا ہے جس طرح کہ اسماء ذات سے اور پھر ایک دوسرے کے ساتھ انوارِ بے کیفی کے ذریعے منسلک رہتے ہیں۔ یہ ایک بنیادی حقیقت ہے کہ جس طرح ذاتِ پاک کائنات کے ساتھ اپنے اسماء، صفات اور افعال کے ذریعے وابستہ ہے اسی طرح ہر صفت کے جزویات اپنی متعلقہ صفت کے ساتھ وابستہ رہتے ہیں۔ پس آثار سے صفات کا، صفات سے اسم کا اور اسم سے ذات کا تعارف ہوتا ہے۔ آثار افعال صفات اور اسماء میں ذات موجود نہیں لیکن ذات سے خالی بھی نہیں، ان سب میں ذات کا موجود ہونا تعلقاتی، تجلیاتی وظلی ہے لیکن ذاتی نہیں ہے۔ جب ایک صفت کا ظہور آثار کی شکل میں لاتعداد جزویات میں ہوتا ہے جو ہمیں حیران کئے ہوئے ہے تو جہاں کائنات میں سب صفات کا ظہور ہو رہا ہو اور اُن کے ساتھ مختلف افعال کارفرما ہوں تو ایسے میں اس مجمع آثار (کائنات) کا ادراک کرنا کتنا مشکل ہے۔ جب کائنات ہماری عقل و سمجھ کے احاطہ سے باہر ہے تو ذات تو خود بخود ہمارے فہم و فکر سے کہیں زیادہ بعید اور وہم و گمان سے ماورا ہے۔ ذات کے ذاتی لامتناہی شیونات و تجلیات میں ذات موجود و قائم بالذات ہے۔ پس آثار سے صفت کو، صفت سے اسم کو اور اسم سے ذات کو جاننا اور پہچاننا معرفت ذات ہے اور حصولِ معرفت ہی انسان و جن کی پیدائش کا مقصدِ حقیقی ہے۔ بقول راقم الحروف

اسماءِ حُسنہ از تجلیاتِ ذات ہیں
صفات وجہ ممکناتِ ذات ہیں
افعال اوصافِ صفاتِ ذات ہیں
آثارِ فعل کائناتِ ذات ہیں
آثار سے ہے ذات تک کو جاننا
فانی سے باقی کو ہے پہچاننا

Marfat.com

معرفتِ امہات الصفاتِ ذاتِ اقدس

اسماءِ الٰہیہ میں ذات ملحوظ ہے لیکن صفات اپنے اپنے اسماء سے متعلق ہیں لہٰذا صفات کا تعلق ذات سے ظاہر ہے۔ ہر اسم کا ایک ظاہری پہلو ہے اور دوسرا اس کا باطن ہے۔ ظاہر اس اسم کی صفت ہے اور باطن اس کی حقیقت ہے۔ جیسا کہ اسم العلیم کی صفت علم ہے۔ اس میں علم ظاہر اور العلیم اس کا باطن ہے۔ اسی طرح دوسرے اسماء کی حقیقت ہے۔ ذات کی معرفت حاصل کرنے کے لئے انسان کو ذات کی طرف سے جن خصوصی صفات کا حصہ بہ اعتدال بخشا گیا ہے وہ حیات، علم، سمع، بصر، مشیت، ارادہ اور قدرت ہیں۔

اسم الحیّ کی صفت حیات ہے۔ اسم باطن ہے لیکن صفتِ حیات ہم میں ظاہر ہے جس کے باعث ہم زندہ ہیں۔ ہماری زندگی کا راز سانس میں رکھا گیا ہے۔ سانس کا باہر جانا صفتِ موت کے تحت ہے اور سانس کا اندر آنا صفتِ حیات کے تحت ہے۔ ایک ہی سانس میں دو صفات کام کر رہی ہیں۔ صفت بذاتِ خود ایسی حقیقت ہے جو اپنے اسم سے انوار حاصل کر کے آثار میں ظہور کرتی ہے۔ اسم کا اپنی صفت پر قابض ہونا اسی طرح ہے جس طرح کہ قلب دماغ پر قابض و حاکم ہے۔ اس کے علاوہ دیگر صفات بھی حیات میں کارفرما ہیں مثلاً رحمت، نور اور قریب وغیرہ۔ جس طرح ہمیں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ صفتِ حیات کے طفیل ہمارا وجود قائم ہے اسی طرح یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ اسم الحیّ کی برکات اس کا باعث ہیں۔ اسم حیّ تو ذاتِ وحدہٗ لاشریک لہٗ کا ایک اسم ہے۔ لہٰذا ذات ثابت ہوگئی اور یہی ذات کی پہچان ہے۔ اسی طرح ساری کائنات پر یہ مثال عائد ہو سکتی ہے۔

اسم العلیم کی صفت علم ہے۔ العلیم باطن ہے اور علم ظاہر ہے۔ ہمارے علم کی حقیقت ذات کے علم سے مختلف ہے۔ ذات کا علم ہر چیز پر محیط ہے لیکن ہمارا علم صرف

Marfat.com

ہمارے اپنے اعمال و کردار کے وقتی نتائج پر محیط ہے۔ اعمال اور کردار کے آئندہ کے نتائج پر ہمارا کوئی بس نہیں کیونکہ کسی کام کے کرنے کی تجویز ہمارے اختیار میں ہے اس کے نتائج اپنی اپنی خواہش کے مطابق واقع ہونے کی توقع رکھتے ہیں لیکن قابو اور قدرت نہیں رکھتے۔ ہمارا علم ہمارے ارادہ کی قدرت کے مطابق ہے۔ چونکہ ہمارے ارادہ کی قدرت محدود ہے لہٰذا علم بھی محدود ہے۔ ہم تو اپنے جسم کی حقیقت کو بھی سمجھنے سے قاصر ہیں۔ انسان علم کے باعث کائنات کے علوم و اسرار کو منکشف کرنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔ علم الارض ہو یا علم الافلاک، علم الاعداد ہو یا علم الابدان، علم الاوزان ہو یا علم الادیان گویا تمام علوم اسم العلیم کا ظہور ہیں اور العلیم ذات اقدس وحدہٗ لاشریک ہے۔ ذات کی معرفت سے مراد اس کے اسرار معلوم کرنا نہیں بلکہ اس کی پہچان کرنا ہے کہ ذات موجود ہے اس کی احدیت، قدسیت اور قدرت کا اعتراف کرنا ہے اسے معرفت بالغیب سے موسوم کرتے ہیں۔

اسم السمیع کی صفت سمع ہے۔ السمیع باطن ہے اور سمع ظاہر ہے۔ سمع تو صفت ہے جو اپنی حقیقت میں باطن ہے کہ ہمیں معلوم نہیں کہ اس کی نوعیت کیا ہے اور کس طرح ہوتی ہے۔ چنانچہ سمع کا آثار میں ظہور یوں ہوا کہ انسان کو اس قوت کو جذب کرنے کے لئے کان عطا کر دیئے لہٰذا صفت سمع کا آثار آلہ ء کان ہے جو ظاہر ہے اور جذب کرنے کی قوت اور صلاحیت باطن ہے۔ یہ قوت دماغ میں پہنچنے تک باطن ہی رہتی ہے۔ دماغ اس کی جانچ پڑتال کرنے کا دوسرا آلہ ہے تو گویا دماغ بھی سمع کا آثار ہے جو ظاہر ہے لیکن اس کا طریقِ کار باطن ہے۔ پس جس طرح کان اور دماغ سے ہمیں صفت سمع کا یقین ہوتا ہے اسی طرح سمع سے السمیع کی ذات کا یقین ہو جاتا ہے۔

اسم البصیر کی صفت بصر ہے۔ البصیر اسم باطن ہے۔ اس صفت کی بھی وہی

Marfat.com

حقیقت اور ہیئت ہے جو حیات و سمع کی ہے۔ اس میں ایک زائد حقیقت یوں معلوم ہوتی ہے کہ صفتِ حیات کے تحت ہمیں زندگی ملی۔ صفت علم کے تحت علم عطا ہوا کہ دینی زندگی کا علم حاصل کریں۔ صفت سمع سے اپنی زندگی کی نوعیت اور حقیقت سمجھیں اور پھر صفت بصر سے ان سب کی ہیئت اور حقیقت کا مشاہدہ کرتے ہوئے ذات کی ذاتیت کی تصدیق کریں۔

قلب کی بنیادی صفات مشیت، ارادہ اور قدرت ہیں۔ ان ہی سے قلب کی بنیادی تشکیل ثابت ہوتی ہے۔ مشیت منشا سے، ارادہ اختیار سے اور قدرت امر سے تعلق رکھتی ہے۔ اب مثال یوں ہے کہ صفت حیات، سمع، بصر اور علم کے آثار سے دماغ نے ذات کے واحد ہونے کا تصور پایا۔ اب دماغ اس تصور کو قلب تک پہنچاتا ہے۔ چنانچہ قلب مشیت کے تحت غور کرنے کے لئے منظور کر لیتا ہے تو ارادہ کا عمل شروع ہو جاتا ہے اس کے تحت قلب کو اختیار ہے کہ منظور کرے یا نہ کرے۔ اس کے بعد قدرت کا عمل (امر) شروع ہو جاتا ہے۔ اگر منظور کرے تو قدرت کا عمل تصدیق کی صورت میں پیدا ہوتا ہے اور اگر نا منظور کرے تو انکار کی صورت اختیار کرتا ہے۔ یہ دونوں حالتیں باطنی ہیں ان کے ظاہر کرنے کے لئے ذات نے زبان عطا کر دی ہے۔ اس مقام پر اسم الکلیم باطن ہے اور کلام ظاہر ہے۔ قلب باطنی طور پر ذات کی تصدیق کرتا ہے اور زبان بلند آواز سے کلام کر کے اثر اظہار کرتی ہے۔ اسے اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب کہتے ہیں۔

Marfat.com

معرفتِ مقاماتِ قربِ ذاتِ اقدس

ذاتِ اقدس ہے تجلیات میں
ذاتِ اکمل ہے شیونات میں
مظہرِ اسماء ہے صفات میں
افعال ارادہ ہے ممکنات میں
آثار مظہرِ ارادۂ ذات ہے
اس میں شامل ساری کائنات ہے
(راقم الحروف)

درجات اور قرب کی بنا پر اللہ کے بندوں کو بھی دو گروہوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ایک عام اولیاءِ کرام اور دوسرے خاص الخاص مقربین اولیاءِ عظام ہیں۔ عام اولیاء کرام مقامِ آثار سے ذات کی تجلیات تک آناً فاناً مشرف ہو کر پھر نزولی صورت اختیار کر کے اسماء اور صفات کے مقامات میں منتقل ہوتے ہیں۔ اسی طرح کبھی مقام اسماء اور صفات سے تجلیاتِ ذات میں مستغرق ہوتے ہیں۔ مختصر یہ کہ وہ شیوناتِ ذات اور تجلیاتِ ذات میں قیام پذیر نہیں ہوتے۔ لیکن خاص الخاص مقربین اولیاء عظام کا یہ حال ہوتا ہے کہ وہ شیوناتِ ذات اور تجلیاتِ ذات میں دائمی قیام پذیر ہو جاتے ہیں اور نزول نہیں کرتے۔ وہ ہمیشہ حیرت میں رہتے ہیں اور یہی ان کی معرفت اور قرب کی انتہا ہوتی ہے۔ یہ لوگ عارف باللہ ہیں۔ عام اولیاء کرام مقام آثار سے شروع کر کے اسماءِ ذات تک کی معرفت اور اسرار و رموزِ کیفیات حاصل کرتے ہیں۔ کچھ تو ان کیفیات کو اپنا مقصود سمجھ کر ان میں ہی پھنس کر رہ جاتے ہیں لیکن بہت تھوڑے ایسے ہوتے ہیں کہ جن کو ذات اور اوپر کھینچتی ہے کہ جو کچھ تم نے دیکھا یا سنا ہے اس سے بہت کچھ اوپر اور آگے بھی ہے۔ لہٰذا ان کو ذاتِ باری تعالیٰ مقامِ صفات ذات کے مزید

Marfat.com

پراسرار عجوبات سے نوازتی ہے۔ وہ جو کچھ عام اولیاء کرام کی حیثیت سے صفات اور اسماء کے راز دیکھتے ہیں ان سے بڑھ کر مقامِ صفاتِ ذات میں ذات کی صفات کے راز وسرور سے مشرف ہوتے ہیں۔ گویا ان کی ابتدا مقام صفاتِ ذات سے شروع ہوتی ہے۔ یہ مقربین کا خاصہ ہے۔

مقامِ آثار تو مظہر ارادہ ذات ہے یعنی کہ ذات نے ارادہ کیا اور کُن فیکون کی تعبیر سے یہ سب کائنات ارادۂ ذات کا مظہری پہلو ہوا۔ اس میں جمیع عوالم شامل ہیں یعنی کل مخلوق اور اُس کے ساتھ جمیع اسباب و دیگر کائنی نظام بھی شامل ہے۔ پس ارادہ ذات کی امری جنبش سے تمام کائنات یعنی آثار کا ظہور ہوا۔ ہر سالک کی سیر الی اللہ کی ابتدا اسی مقام سے ہوتی ہے۔ یہ ایک ایسا مقام ہے کہ جس میں ذات بندہ کے روبرو کھڑی بھی ہے اور پھر بیشمار پردوں میں چھپی ہوئی بھی ہے۔ یہی سیڑھی کا پہلا قدم ہے جس نے اسے صحیح طور پر رکھ لیا واصلِ ذات ہو گیا ورنہ ہمجولیٔ شیطان رہتا ہے۔ اس مقام یعنی آثار۔ دنیا۔ امکان اور کائنات کے اسباب میں ذات ہر طرح مکمل طور پر ظاہر ہے۔ ذات ہر شے میں موجود ہے لیکن اس کی پہچان کے لئے ذاتِ باری تعالیٰ کا خصوصی فضل و کرم شاملِ حال ہونا چاہیے۔ جس نے ذات کو اس مقام میں پہچان لیا اور تمیز کر لی پھر ذات اُس کے ساتھ ہو جاتی ہے۔ یہاں سے ہی معیت الٰہیہ کا صحیح آغاز ہوتا ہے۔ یہاں سے ہی حقیقی وَ هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ، فَاذْكُرُوْنِىْ اَذْكُرْكُمْ اور نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْد کا اطلاق ہوتا ہے۔ مقامِ آثار میں ذات کی تمیز اور معرفت سب سے کم درجہ کی تو ہے لیکن حقیقت میں یہ بنیادی اور نہایت اہم ہے۔ یہ معرفتِ ذات کا پہلا قدم ہے۔ بندہ کے خیالات و تصورات محض امکانی ہیں۔ پُر خطا سے بے خطا کا تصور پُر خطا ہی ہو سکتا ہے۔ امکانی لامکانی کی خصوصیات، صفات اور درجات کی کیونکہ ہمت کر سکتا ہے جب تک کہ فضلِ ایزدی

Marfat.com

شاملِ حال نہ ہو۔

بقول شاعر

ہر گل میں تو ہیں تیری ہزاروں تجلیاں
دیوانہ کر دیا مجھے فصلِ بہار نے

مقامِ افعال ارادہ ذات ہے۔ یہ ذات کا ذاتی مقام ہے۔ تجلی افعالی کبھی بصورتِ شجر ہوتی ہے اسے شجرۃ الکون کہتے ہیں۔ اس کے دو پہلو ہیں ایک عروج دوسرا نزول یعنی ایک طرف قدسی ہے اور دوسری طرف خلقی شہودی موسوم بہ خطیرۃ القدس ہے۔ یہ عبارت ہے انوارِ ذات سے جو بالائے عرش ایک چشمہ کی صورت میں نزول کرتے ہیں۔ ہمارے سلسلہ میں اکثر حضرات اس چشمہ کی طرف توجہ کر کے انوار باطن میں وصول کرتے ہیں۔ اس کیفیت کے اثرات بدن پر یوں محسوس ہوتے ہیں جیسے برف کی قاش رکھ دی گئی ہو۔ اس چشمہ نور یہ تصرفیہ سے تجلیاتی افعالی نظامی مستفید ہوتے ہیں اور نظامِ تربیت اس سے جاری ہوتا ہے۔ ذات کے ارادہ سے مقامِ آثار کا ظہور ہوا اور پھر مقامِ آثار کے نظام یعنی نظام کائنی کی بھی تشکیلی صورت تکمیل ہوئی۔ اس سے دنیا و مافیہا کا نظام دین و مذہب، الہامی کتب کا نزول، پیغمبران علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بعثت، نیک و بد، خیر و شر صوری مظہری شکل میں پیدا ہوا۔ مخلوق کے تین بڑے حصے مومن، کافر اور منافق بنے اور اسی میں مسلم، مومن اور متقی کا زمرہ بنا۔ یہ بہت بڑا نظام ہے جس میں ذات کی جمیع صفات ذات کے ارادہ سے آثار کی شکل میں مظاہر ہوئیں۔ اپنے ذاتی ارادہ کے تحت خدائے قدوس حکیمِ مطلق ٹھہرے۔ اسی میں قضا و قدر، علوم و فنون، رضا و غضب، رحم و کرم، تنگی و کشائش اور بے چون و چگون ذات بے چونیت میں ظاہر ہوئی۔ ہر فعل کا علیحدہ نور ہے جو مبداء ظہور ہے۔ اس نور سے ہر ذرۂ کائنات جلوہ گر یعنی ظاہر ہے۔ اس کا اثر ادراک میں آتا ہے لیکن

Marfat.com

اس کی حقیقت ادراک سے باہر ہے۔ علم امکانی یہاں پر ختم ہو جاتا ہے۔ یہ ایسا مقام ہے جس میں کسی مخلوق کو دخل نہیں۔ اس مقام میں معرفت، بے بسی، بے کسی اور عجز و انکساری ہے۔ اس مقام میں ذات مخفی ہے۔ ذات خود تو ظاہر نہیں ہوتی لیکن آثار میں ظاہر ہوتی ہے۔

بقول شاعر

ہر چیز سے ہے تیری کاریگری ٹپکتی
یہ کارخانہ تو نے کب رائیگاں بنایا

مقامِ صفات مظہرِ اسماءِ الٰہی ہے۔ یہ مقام اسماءِ الٰہی کی صفات وخصوصیات کو ظاہر کرتا ہے۔ اس کا اندازہ کرنا نہایت ناممکن ہے۔ مثلاً ایک بچہ بحرِ بیکراں کے کنارے کھڑا ہو کر وسیع سمندر کا مشاہدہ کرے تو اسے سوائے حیرت کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ جمیع صفات کے انوار کی موجوں سے یہ دریائے انوار متحرک رہتا ہے۔ ان صفات کی خصوصیات اور انوار ارادہ ذات کی صورت میں منتقل ہو کر آثار کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔ مقامِ افعال میں منتقل ہونے پر ارادہ ذات میں کسی طرح کی اونچ نیچ، نشیب وفراز اور خلل واقع نہیں ہوتا کیونکہ ذات اپنی صفات اور اپنے ارادہ پر حاوی ہے۔ ذاتی صفات کی تضادی امواج ایک سوچے سمجھے نظام کے تحت اپنے اپنے مقررہ اوقات، اشکال اور مقامات میں بتدریج فرداً یا مجموعی صورت میں ظہور ہونے کے لئے ارادہ ذات میں مقام پذیر ہوتی ہیں اور ارادہ ذات کی امری جنبش پر آثار میں ظاہر ہو جاتی ہیں۔ یہ ذات کے بے چون وچگون کا نہایت النہایت مقام ہے۔

بقول راقم الحروف

گلدستۂ تسبیحات ہیں اسماءِ الٰہی
پیوستۂ تقدیسات ہیں اسماءِ الٰہی

Marfat.com

اسماءِ الٰہی میں ہے اک گونہ تعلق
مجموعۂ معلومات ہیں اسماءِ الٰہی
اسماءِ الٰہی میں ہیں اسرار الٰہی
گنجینۂ صفات ہیں اسماءِ الٰہی
اسماءِ الٰہی میں ہے اوصاف میں اضداد
شوالۂ تجلیات ہیں اسماءِ الٰہی

مشاہدہِ اسماءِ الٰہی میں روحِ سالک کو جمیع اسماءِ الٰہی ایک بڑے جھولے کے چکر کے کناروں پر گرداگرد انگور کے گچھوں کی طرح لٹکتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ انگور کے گچھے چمکتے اور جھلملاتے آبگینوں کی طرح مے وحدت سے لبریز ذات و صفات اور تجلیات و انوارات کے رشتوں سے منسلک ہیں۔ ان کے نیچے اُسی طرح کے ایک اور چکر میں اپنے اپنے اسماء کے تحت خصوصی صفات رکھی ہوئی ہیں۔ ان انگور کے گچھوں سے متعلقہ صفات میں انوار برس رہے ہیں۔ کیونکہ صفات کی بنیاد اسماء ہیں اور اسماء سے ہی خصوصی صفات کو انوار کے ذریعے تقویت ملتی ہے نیز ہر صفت کا اپنا اپنا رنگ ہے اس لئے ہر صفت میں اُسی رنگ کا نور متعلقہ اسم سے گرتا ہے۔ یہ سب چکر میں گھوم رہے ہیں اور یہ سب انوار مقام افعال یعنی ارادۂ ذات میں منتقل ہو رہے ہیں۔ یہ ایک دلکش فوارہ کا منظر نظر آتا ہے۔ اسماء اپنے انوار ذات سے اخذ کرتے ہیں اور ذات اسماء کے اوپر تشتری کی شکل کے دائرہ کے مرکز میں محسوس ہوتی ہے۔ مرکز بقعۂ نور ہے جہاں جلالی، جمالی، کمالی اور شنعتی یعنی جگمگانے والے انوار کی اس قدر چمک ہے کہ نگاہ خیرہ ہو جاتی ہے۔ چنانچہ جگمگاتے ہوئے ہر آن نئے نئے رنگ کے انوار طشتری کے کناروں سے آبشار کی طرح دائرۂ اسماء پر برستے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ یہ منظر مثال سے سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے ورنہ ذات کے اس منظر کی کوئی

Marfat.com

مثال نہیں۔ حقیقت اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ عام اولیاء اللہ یہاں پہنچ کر ذات کے انوار کا بھی مشاہدہ کرتے ہیں لیکن انہیں تجلیاتِ ذات میں دائمی قیام نصیب نہیں ہوتا اس لئے وہ نزولی صورت اختیار کر کے اسماء اور صفات کے مقامات میں منتقل ہوتے ہیں۔ یہاں تک کے جمیع مناظر، حقائق، انکشافات اور اسرار و رموز سب کے سب ذات کے حقیقی اور اصلی جمیع انوار سے کہیں کمتر ہیں۔

بقول راقم الحروف

؎ اسماءِ الٰہی پہ ہے فیضانِ الٰہی
بقعۂ انوارات ہیں اسماءِ الٰہی
اسماءِ الٰہی سے ہے ہنگامۂ عالم
ہنگامۂ ممکنات ہیں اسماءِ الٰہی
اسماءِ الٰہی ہیں جلالی و جمالی
مجمۂ تحمیدات ہیں اسماءِ الٰہی
اسماءِ الٰہی کا تو مرکز ہے الٰہی
دائرۂ ذاتیات ہیں اسماءِ الٰہی

خاص الخاص مقربین اولیاء عظام کے انتہا کی ابتدا یہاں سے ہوتی ہے۔

اس مقام میں صفاتِ ذات کی کارکردگی، نظام اور لائحہ عمل یعنی صفات کس طرح ظاہر ہوتی ہیں۔ یہ ایسا مقام ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ اپنے مقربین کو ہر ایک صفت سے آگاہ کرتے ہیں مثلاً صفت الخالق سے کیا مراد ہے۔ یہ صفت کس طرح آثار میں ظاہر ہوئی اور ذات مظاہر میں کس طرح باطن رہتی ہے۔ صفت کی ایک صفت تو یہ ہے کہ اُس صفت کا مظہر ہو جیسا کہ صفت الخالق کا مظہر مخلوق ہے۔ اسی طرح صفت الخالق میں ایک شان ہے جو شانِ بے نیازی ہے یہ شیوناتِ ذات میں شامل ہے۔ شیوناتِ

Marfat.com

ذات کا صفات سے خصوصی تعلق ہے لیکن صفت کی کارکردگی اور شان دونوں کو تجلی ذاتِ اقدس منور رکھتی ہے۔ پس اس مقام میں صفات اور صفات کی شان سے آگاہ کرتے ہوئے اپنے خاص الخاص مقربین اولیاء عظام کو تقربِ ذاتی کے انوار و تجلیات سے دائمی طور پر نوازا جاتا ہے۔ وہ ہمیشہ حیرت میں رہتے ہیں اور نزول نہیں کرتے، اس مقام کو مقامِ قربِ ذات سے تعبیر کرتے ہیں۔ واللہ اعلم بحقیقۃ۔

بقول حسرت

غایتِ معرفت و علم ہے ناداں ہونا
سرمۂ دیدۂ تحقیق ہے حیراں ہونا

بقول سلطان باھوؒ

حیرت اندر حیرت است حیرت چہ چیز
اہلِ حیرت از حضوری یا عزیز

Marfat.com

معرفتِ وصل ذات اقدس

انسان روح اور جسم کا مرکب ہے۔ یہ مرکب ذات نے خود تیار کیا ہے اسی لئے اسے مرکبِ لا مکانی سے موسوم کرتے ہیں۔ مرکب لا مکانی (انسان) جس میں عالمِ امر کی طرف سے روح شامل ہے وہ اپنے مربی حقیقی کی طرف رجوع کرتی ہے۔ اصل الاصول یعنی ذات باری تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کو رجعتِ حقیقی کہتے ہیں۔ انسان اپنی اصل کی طرف رجوع کرتے ہوئے چند منازل طے کر کے واصل بالذات ہو جاتا ہے۔

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پہلی منزل ہے جس کی طرف رجوع بھی ذاتِ باری تعالیٰ کی خصوصی رحمت سے ہوتا ہے جو ہدایت کی شکل میں انسانی قلب پر نازل ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر رحمت نہ ہو تو ہدایت نہیں ہوسکتی اور اگر ہدایت نہ ہو تو پہلی منزل سے کس طرح آغاز یا مجاہدہ شروع ہو۔ لہٰذا معلوم ہوتا ہے کہ انسان پر ذاتِ باری تعالیٰ کی رحمت نازل ہو چکی ہے اور ہدایت کا برق اس کے قلب پر گر چکا ہے جس کے باعث انسان ذات کی طرف ان کلمات سے رجوع کرتا ہے۔ اعوذ پڑھنے سے تمام نفسانی لوازمات اور تعلقات کو منقطع کرنا ہوتا ہے۔ انسان اِن انسانی کیفیات کو چھوڑے گا تو باللہ کے ساتھ حرف با میں شامل ہوگا۔ کیونکہ ذاتِ باری تعالیٰ انسانی نفسیاتی کوائف سے مبرا ہے اس لئے ذات کی طرف رجوع یا ذات کی دستگیری تب ہی واقع ہوسکتی ہے کہ انسان اپنے نفس سے قطع تعلق ہو جائے۔ لہٰذا خلوص نیت سے اعوذ پڑھنے سے نفس کٹ جاتا ہے اور پڑھنے والا ذات کے ساتھ (باللہ) وابستہ ہو جاتا ہے۔ جونہی ذات کے ساتھ وابستہ ہوا تو نفس امارہ نفس ملہمہ کی شکل میں بدل جاتا ہے۔ نفس ختم ہرگز نہیں ہوتا۔ جن لوگوں کا خیال ہے کہ نفس مر کر ختم ہو جاتا ہے وہ نفس کی حقیقت سے واقف نہیں ہیں۔ نفس اگر ختم ہو جائے تو انسان کے لئے

Marfat.com

معرفتِ خداوندی حاصل کرنے میں رکاوٹ ہو جاتی ہے۔ معرفت کا عروج نفس کی مزاحمت میں ہے اور معرفت کا زوال نفس کی موافقت میں ہے۔ معرفت کا بنیادی اصول یہی ہے جس نے اِس کو سمجھ لیا وہ عارف بن گیا۔

بقول اقبالؒ

تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے

نفس بذاتِ خود کسی طرح کا عروج حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ اس کو روحی امداد میسر نہ ہو۔ اعوذ کہنے سے روح اور نفس دونوں ہم خیال، ہم کار و ہم گفتار ہو جاتے ہیں۔ اب چونکہ ان دونوں نے اوپر پرواز کرنی ہے لٰہذا ذات کے سامنے باللہ میں شیطان سے پناہ مانگتے ہیں اور روح گویا ہوتی ہے کہ اے باری تعالیٰ نفس تو کسی حد تک مغلوب ہو کر میرے ساتھ آ ہی چکا ہے لیکن شیطان میرے بس سے باہر ہے تو اس سے پناہ دے کیونکہ وہ معتوب ہے، گمراہ ہے، مردود ہے اور سراسر ظلمت ہے۔

انسان کے لئے دوسری منزل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ایک گارنٹی سی معلوم ہوتی ہے کہ رب العالمین فرماتے ہیں کہ اے میرے بندے تو ہمت کر کے آ گے آ۔ میں تیری ہر طرح کی دستگیری کروں گا۔ تو ہر قدم پر میرا ذکر کرتے ہوئے آ۔ میرا ذکر تمام مسافت میں ہر طرح کے مصائب کے لئے دافع ثابت ہو گا۔ اس منزل میں انسان اسم ذات اللہ کا ذکر کرتے ہوئے سفر کا آغاز کرتا ہے چنانچہ ذات اس کو اپنی بے پناہ اور لامحدود رحمت سے نوازتے اور اپنی صفات سے تعارف کرواتے ہیں۔ الرحمٰن کہتے ہوئے انسان صرف ذات کی رحمت سے ہی متعارف نہیں ہوتا بلکہ اسرار و انوار و حقائق سے متعارف ہو کر الرحیم کہتے ہوئے ان کا مشاہدہ بھی کر لیتا ہے کہ اس طرح اُس انسان کو جو پہلی منزل میں شیطان سے پناہ مانگتا تھا اب ذات کے قرب

Marfat.com

میں آ چکا ہے۔ اب ذکر ذات فکر ذات کی صورت میں بدل جاتا ہے اور ذکر سے تصور پیدا ہوتا ہے اور تصور سے مشاہدہ ذات ہوتا ہے۔ یہ مقام مراقبہ ہے۔ مراقبہ سے مراد آمنے سامنے ہونا ہے یعنی کہ بندہ کا ذات کے سامنے اور ذات کا بندہ کے سامنے ہونا ہے۔

انسان کو تیسری منزل میں عروج حاصل ہوتا ہے۔ اس منزل میں داخل ہوتے ہی اسے مخلوق کے ساتھ اپنے عبادتی، محبتی اور استعانتی یعنی کہ جمیع تعلقاتِ غیریت کو قطع کرنے کا ثبوت دینا پڑتا ہے چنانچہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ اٹھتا ہے۔ جب انسان بسم اللہ شریف کی منزل طے کر لیتا ہے تو پھر وہ ذات سے واصل ہونے کے لئے لا میں داخل ہوتا ہے۔ جونہی لا کو زبان پر لاتا ہے یعنی قلب سے تصدیق حاصل کرتے ہوئے اس تصدیق کا اظہار زبان سے کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ تمام غیریت سے پاک ہو چکا ہے۔ یعنی کہ غیریت کی نفی کرتا ہے۔ اب ذات اس کی معاون ہوتی ہے اور مخاطب ہو کر کہتی ہے کہ اے انسان اگر تو غیریت سے پاک ہو گیا تو اب تیرے لئے کونسی ہستی ہست ہے۔ وہ ہستی الہ ہے یعنی انسان غیریت کی عبودیت سے پاک ہو کر الہ کی عبودیت کو معبود سمجھتا ہے۔ یہ اشارہ انسان کو ذات کی طرف سے منکشف ہوتا ہے۔ اب اس کے بعد انسان الا کہہ کر پھر سے لا کی تصدیق کرتا ہے لیکن قدرت اس کی مددگار ہو کر منکشف کرتی ہے کہ الہ کے بعد اللہ ہے۔ یعنی نیست کے بعد ہست ہے۔ لا کے بعد الا تک انسان اپنی عبدیت کی قلبی تصدیق زبان کے اظہار سے کرتا ہے کہ میں ذات کے حضور عبدیت پیش کرتا ہوں۔ جب وہ عبدیت پیش کر رہا ہوتا ہے تو اس کو مراقبہ عبدیت سے موسوم کیا جاتا ہے کہ انسان ذات کے آمنے سامنے بواسطہ عبدیت ہے۔ وہ غیریت سے اپنے تمام تعلقات کی نفی کرتا ہے۔ غیریت کی نفی کی تکمیل کے بعد اثبات کے لئے کسی وجود کا ہونا

Marfat.com

لازمی تھا اور وہ ہستی رب العالمین ہے اس لئے انسان اپنے ارادہ کا اثبات کرتا ہے کہ ذات اللہ ہے۔ جب انسان قلبی خلوص سے اللہ کہہ دیتا ہے تو اس کی عبدیت مقام مطلوب و مقصود میں پہنچ جاتی ہے کیونکہ اللہ ہی انسان کا مطلوب و معبود و مقصودِ حقیقی ہے ۔لہٰذا اس کے نام کا مراقبہ مقامِ مقصود ہوا کہ عبدیت مقصود تک پہنچ گئی۔ یہ ضروری نہیں کہ مقامِ مقصود وجودِ مقصود ہو لیکن اسے تو مقامِ موجود میں جانا ہے کیونکہ ذات واجب الوجود ہے۔

محمد رسول اللہ ﷺ میں مقامِ مقصود سے مقامِ موجود میں واصل ہونے کا راز مضمر ہے۔اسم احمد ملکوتی نام کا اسم محمد امکانی نام ہے۔ جب انسان اسم محمدؐ زبان پر لاتا ہے تو ذاتِ خداوندی سے اشارہ ہوتا ہے کہ ذات تک واصل ہونے کے لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ضروری ہے۔ وہ اتباع کس طرز و نوعیت کی ہے وہ الرسول میں مخفی ہے۔ جب انسان الرسول کہتا ہے تو گویا وہ سب طرز اور نوعیت عبادت کو حاصل کر گیا ہے کہ الرسول سے مراد ذات کی بوساطت محمد ﷺ بھیجی ہوئی شریعت ہے۔اب اس کے بعد پھر اسم اللہ آتا ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اتباع محمد اور شریعت محمدیہ کی معاونت سے ذات کی احدیت کی معرفت حاصل کر کے ذات سے واصل ہو جاتا ہے ۔اس مقام پر انسان کو موجود در موجودات کا مشاہدہ ہوتا ہے۔اس کو مراقبہ مقامِ موجود سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہاں پہنچ کر انسان کو موجود سے وصل ہو جاتا ہے۔ مکمل کلمہ نہ پڑھنے سے انسان مقامِ موجود تک نہیں پہنچ سکتا اور جب تک مقامِ موجود میں نہ پہنچے بخشش نہیں ہوتی کیونکہ ایمان مکمل نہیں ہوتا اس وجہ سے کہ مقامِ موجود اتباع سنت و شریعت سے حاصل ہوتا ہے۔کوئی کافر ہزار برس لا الہ الا اللہ پڑھتا رہے لیکن جب تک محمد رسول اللہ نہ پڑھے گا یعنی اتباعِ سنت و شریعت نہ کرے گا نجات نہ پائے گا ۔اس سے سنت و شریعت کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔ آدھا کلمہ پڑھنے سے نفس کی

Marfat.com

معرفت آدھی ہوتی ہے اور معرفت کی تکمیل کے لئے مکمل کلمہ پڑھنا نہایت ہی لازمی ہے۔ مختصر طور پر وصلِ ذات کی کیفیت یوں ہوئی کہ قلب پر برقِ ھدیٰ گرنے سے نفس اور روح نے دنیاوی علائق سے توبہ کرتے ہوئے ذات کی طرف رجوع کیا اور پروازِ عرفان میں ذات سے شیطان کے حملوں سے پناہ حاصل کرنے کی مدد مانگی۔ یہ دعا قبول ہوگئی اور پرواز کا عروج ہوا تو روح اور نفس نے اسم ذات اللہ کے ذکر میں لگ کر ذات کی رحمت سے موجود در موجودات کا مشاہدہ کیا اور ایقان محکم حاصل کیا۔ اب مزید عروج سے عبدیت کی شکل میں غیریت کی نفی اور ذات کا اثبات کرتا ہوا ذات کے مقامِ مقصود میں داخل ہوا اور اتباع محمدؐ رسول اللہ یعنی شریعت محمدیہؐ کی ڈور پکڑ کر ذاتِ باری تعالیٰ سے عبدیت کی صورت میں واصل ہوگیا۔ واللہ اعلم بحقیقتہ

بقول مرشدؒ

ہر کہ بے استاد شد در راہِ عشق
عمر بگذشت و نہ شد آگاہِ عشق

بقول سلطان باھوؒ

عارفاں را نظر باشد بر اللہ
لعنتی بر مالِ دنیا عزّ و جاہ

Marfat.com

معرفتِ اسرارِ ذاتِ اقدس

قلب چوں از ماورا خالی شود
با حضورش با خدا باقی شود

(مرشدمؒ)

اللہ تعالیٰ کا وجود بالذات ہے۔ اسے اصل الاصول اور حقیقت الحقائق کہتے ہیں۔ ماسوا اللہ کا وجود بالعرض ہے جسے وجود غیر حقیقی اور عین الاعیان کہتے ہیں۔ صوفیہ کے محاورے میں اسم اللہ ذاتِ حق کے لئے کہا جاتا ہے۔ اس سے صفاتِ کمالیہ کا جامع اسم مراد لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام اشیاء کو قبل کن ایک دوسرے سے ممتاز طور پر جانتا ہے۔ یہ مرتبہ صفت علیم کا ہے۔ علمِ الٰہی میں جو معلومات قبل کن ہیں ان کو اعیانِ ثابتہ، حقیقتِ کونیہ، حقیقتِ ممکنہ اور حقیقتِ مخلوقات کہتے ہیں۔ یہ مرتبہ الٰہیہ ہے۔ جسے مرتبہ داخلیہ کہتے ہیں۔ یہی معلومات جب خارج میں ذات کے کن کہنے سے پیدا ہوتی ہیں تو ان کو اعیانِ خارجیہ، اعیانِ موجودہ اور مرتبہ خارجیہ کہتے ہیں۔ یہ مرتبہ مخلوقات، موجودات بالعرض وحوادث کا ہے۔ اصطلاحِ صوفیہ میں وجود علمی کو ثبوت اور وجود خارجی کو وجود کہتے ہیں۔ اعیانِ ثابتہ قبل کن ہیں اس لئے علمِ الٰہی سے ہونے کے باعث یہ مخلوق نہیں ہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے ساتھ قدیم ہیں۔ فردیتِ الٰہیہ سے مراد عالم ومعلوم وعلم ہے۔ عالم ذاتِ حق ہے معلوم عین ثابتہ ہیں اور علم ذاتِ حق اور عین ثابتہ میں ارتباط ہے۔ علم کی نسبت عالم کی طرف اور حیات کی نسبت حی کی طرف ہے۔ جس طرح حیات ایک عقلی حقیقت ہے اسی طرح علم بھی ایک معقول حقیقت ہے۔ حقیقتِ علم، حقیقتِ حیات سے ممتاز اور جدا ہے جس طرح کہ حقیقتِ حیات، حقیقتِ علم سے ممیز ہے۔ چونکہ حق تعالیٰ کے لئے علم وحیات ثابت ہیں لہٰذا وہ عالم بھی ہے اور حی بھی ہے مگر فرشتہ کے لئے کہتے ہیں کہ اس کے لئے علم وحیات ثابت ہے اور

Marfat.com

وہ عالم ِوحی ہے۔ اسی طرح انسان کے لئے علم وحیات ثابت ہے اور وہ عالم وحی ہے۔ لیکن علمِ حق قدیم ہے اور علم انسان حادث ہے۔ کیونکہ امر کلی و وجود خارجی دونوں ایک دوسرے پر محکوم بھی ہیں اور محکوم علیہ بھی ہیں اس لئے اضافت و نسبت کے باعث علم حادث میں حادث ہے اور قدیم میں قدیم ہے۔

بقول شاعر

ترے علم و ہنر کی کچھ نہیں ہے انتہا کوئی
نہیں ہے تجھ سے بڑھ کر سازِ فطرت میں نوا کوئی

عادتِ الٰہی یہ ہے کہ جب وہ کسی محل کو مستویٰ اور درست کر لیتا ہے اور اس میں تجلی قبول کرنے کی قابلیت آ جاتی ہے تو اس پر تجلی فرماتا ہے۔ اس محل میں تجلی حق ہی کو نفخِ روح کہتے ہیں۔ اللہ قدیم ہے۔ اس کی تجلیات اسماء و صفات بھی قدیم ہیں۔ تسویہ یعنی ٹھیک بنانا، درست کرنا بھی اللہ کا فعل ہے اور اللہ کی طرف مستند ہے۔ غرضیکہ عالم میں جو کچھ ہے اس کی ابتدا بھی حق تعالیٰ سے ہے اور اس کی انتہا بھی حق تعالیٰ پر ہے۔ جب کچھ نہ تھا تو اول حق تعالیٰ موجود تھا اور جب کچھ باقی نہ رہے گا تو آخر حق تعالیٰ موجود ہوگا۔ یعنی کہ جس طرح وہ سب کا مرجع ہے اسی طرح وہ سب کا مبدا بھی ہے۔ پس وہ آخر ہے عینِ اولیت میں اور اول ہے عینِ آخریت میں۔ نیز حق تعالیٰ نے اپنی توصیف کی ہے کہ وہ ظاہر و باطن ہے۔ حق تعالیٰ کا ہر مخلوق میں ظہور خاص ہے۔ وہ ظاہر ہے مظاہرِ قدرت میں بالحاظ آثار کے اور وہ عقل و فہم سے باعتبار کنہ حقیقت باطن ہے۔ عالم میں ھو الظاہر کا ظہور ہے اور حق تعالیٰ اسماء و صفات کے مظاہر یعنی ممکنات و مخلوقات میں بمنزلہ روح کے ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے مظاہرِ عالم سے وہی نسبت ہے جو روح مدّ برِ انسانی کو اس کے جسم سے ہے۔ انسان صرف جسم نہیں ہے بلکہ روح و جسم دونوں کا مجموعہ ہے پس تخلیق انسانی میں ظاہر و باطن دونوں کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

Marfat.com

موجود بالذات وجمع جمیع صفات وکمالات اللہ رب العٰلمین ہے۔ سب اس کے مظاہر ہیں۔ یہ کثرت اور تفریق ایسی ہے جیسے پاؤں، آنکھ، ناک صورتِ محسوسہ میں اور حسِ، حافظہ، متخیلہ، مفکرہ، وہم وغیرہ قوائے معنویہ، صورتِ روحانیہ میں ہے۔

بقول مرشدؒ

اول از امکاں و آخر از مکاں
ذاتِ پاکش پاک از سود و زیاں

بقول اقبالؒ

کثرت میں ہو گیا ہے وحدت کا رازِ مخفی
جگنو میں جو چمک ہے وہ پھول میں مہک ہے

بقول ظفر علی خان

ہر اک ذرہ فضا کا داستاں اسکی سناتا ہے
ہر اک جھونکا ہوا کا آ کے دیتا ہے پیام اس کا

عطائے حق دو قسم کی ہوتی ہے۔ اول قسم تو عطائے اسمائیہ یعنی بندوں پر رحمت فرما کر انعامات اور ہبات عطا فرمانا اور دوم قسم عطائے ذاتیہ یعنی تجلی ذات مع جمع جمیع صفات کمالیہ کا ظہور ہوتا ہے۔ تجلی الٰہی ہمیشہ عین ثابتہ کی استعداد و اقتضا کے مطابق ہوتی ہے۔ جس طرح گھوڑے کے نطفے سے ہاتھی کی صورت نہیں بنتی اور انار کے دانے سے آم کا درخت نہیں اگتا۔ حنظل کڑوا اور لیموں کھٹا ہے یعنی جیسی حقیقت تھی ویسا ہی اللہ نے اس کو پیدا کیا اور اُسی طور پر نمایاں کیا ہے۔

بقول حسرت صدیقی

دیتا ہے ہر اک کو حکیم جس کی جیسی لیاقت ہے
وہی نمایاں ہوتا ہے جس کی جیسی فطرت ہے

Marfat.com

حقیقت کلی پر تجلی کلی اور حقیقت جزوی پر تجلی جزوی ہوتی ہے۔ جب تجلی حق ہوتی ہے تو دیکھنے والا مرأتِ حق میں اپنی صورت کے سوا اور کچھ نہیں دیکھتا۔ اُس نے ذاتِ حق کو ہرگز نہیں دیکھا اور ہرگز دیکھ بھی نہیں سکتا البتہ اسے اتنا علم ہو جاتا ہے کہ وہ حق میں خود کو اور سب کو دیکھ رہا ہے۔ ہم آئینے میں اپنی صورت یا دوسروں کی صورتیں دیکھتے ہیں۔ تو کیا آئینے کو بھی دیکھتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ آئینے کا کام دکھانا ہے نہ کہ دکھائی دینا۔ آئینہ اگر نظر آ جائے تو وہ آئینہ نہ ہوا بلکہ شیشے کا ٹکڑا ہوا۔ پس جس طرح آئینہ نظر نہیں آ سکتا اسی طرح وجود حق بھی مرئی نہیں ہو سکتا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اول آئینہ نظر آتا ہے پھر اسکے توسط سے صورت نظر آتی ہے۔ مگر واہ رے آئینے تو نظر آتا ہے اور نظر نہیں آتا۔ یہ کیا ہے؟

بقول حسرت

؎ او در دلِ من است و دلِ من بدست او
چوں آئینہ بدستِ من و من در آئینہ

بقول سیماب اکبر آبادی

؎ وہ کیا کسی کی چشم تصور میں آئے گا
جس کی مثال بھی نہیں آتی خیال میں

حق تعالیٰ کی ایک تجلی ہر مخلوق بلکہ ہر شے میں ہے۔ جو اس تجلی کو جانے گا اور اس پر غور و فکر کرے گا وہ اس کی حقیقت یعنی وجہ حق کو جانے گا اور اگر تفکر نہ کرے گا تو اس کے باطن، اس کی حقیقت، اس میں موجود تجلی مخصوصہ اور وجہ حق کو پہچاننے سے محروم رہے گا۔ حق جو کثرت سے منزہ ہے وہی اصل کثرت و خلق ہے کیونکہ احد سے عددیت کی نفی کرنا ہی اس کا اثبات ہے۔ مگر حقیقت وجود کے لحاظ سے وہی امر واحد کثرت میں جلوہ نما ہے۔ وہ ایسی ماوراء فہم و ادراک ذاتِ احد ہے جو نہ کثرت کو رکھتی

Marfat.com

ہے اور نہ چھوڑتی ہے بلکہ وہ اپنے کمال وارادہ وقدرت ومشیت کے باعث سب میں مضمر بھی ہے اور سب پر محیط بھی ہے۔ پس اصلِ کل ہونے کی وجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی صفت اس کے کمال سے خارج نہیں۔ اسماءِ الٰہیہ لاعین ولا غیر سے مراد یہ ہے کہ اسمءِ الٰہیہ منشا کے اعتبار سے عینِ ذات اور مفہوم ومعنی کے اعتبار سے غیر ہیں یعنی کہ منشا و ماخذ واصل سب کی ذاتِ حق ہے۔ اشیاء کی حقیقت، فطرت اور اُن کی حالتِ نفس الامری یعنی نفس کی معرفت حاصل کرنا اور خودشناسی سے خداشناس ہونا ہر انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ بقول حسرت

مرأتِ حقائق ہے یہ دنیا میرے آگے
ہر ایک میں ہے یار کا جلوا مرے آگے
بے وجہ نہیں دلکشیءِ صورتِ باطل
باطل میں بھی ہے حق کا تماشا مرے آگے

اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْر یعنی وہی سنتا ہے وہی دیکھتا ہے۔ الحمد للہ رب العٰلمین یعنی اللہ رب العٰلمین ہی کی تمام حمد ہے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ یعنی حول وقوۃ سب خدا کی طرف سے ہے۔ وہی اول، آخر، ظاہر، باطن اور ہر چیز پر محیط ہے۔ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ یعنی جب تک اللہ نہ چاہے تم کچھ نہیں چاہ سکتے۔ تو اس طرح بندہ کے دونوں ہاتھ خالی ہیں اور خدا کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں اور وہ قادرِ مطلق ومختارِ کل ہے۔ جب تجلی ذات ہوتی ہے تو ایک قسم کی غشی یا موت سی طاری ہو جاتی ہے یعنی ماسوا اللہ فنا ہو جاتا ہے۔ یا یوں کہئے کہ جب قلب میں حق آتا ہے تو مخلوقات کی گنجائش نہیں رہتی۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جب عارف تجلی حق دیکھتا ہے تو اس کے ہوتے ہوئے ممکن نہیں کہ غیر حق کو دیکھے۔ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ حادث جب قدیم کے نزدیک ہوتا ہے تو حادث کا پتہ بھی نہیں رہتا۔ وہ قلب جو

Marfat.com

قدیم کو سمالے بھلا حادث کو کیونکر موجود پائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی دو تجلیاں ہیں۔ اول تجلیٔ غیبی کہ ذاتِ مقدسہ سے علم میں اعیانِ ثابتہ کا ظہور جس کو فیضِ اقدس کہتے ہیں۔ یہ تجلی علمی و اعتقادی ہوتی ہے۔ دوم تجلی شہودی یعنی عالم شہادت و خلق میں فیضِ مقدس کو کہتے ہیں۔ عالمِ خلق میں تجلیٔ اسماء و صفات ہوتی ہے اور وہ تابع استعدادِ اعیان ثابتہ ہوتی ہے یعنی کہ جیسی استعداد اعیانِ ثابتہ کی ہوتی ہے ویسی ہی تجلی ہوتی ہے۔ جب ربِ کائنات اپنے اور اپنے عبد کے درمیان سے پردۂ حجاب اٹھا دیتا ہے تو عبد اپنے رب کو اپنے اعتقاد اور علم کے مطابق دیکھتا ہے یعنی جیسا عقیدہ ہوگا ویسا ہی شہود ہوگا۔ وہ شخص حق تعالیٰ کو اپنے اعتقادِ خاص میں مقید کر دیتا ہے وہ وقتِ تجلی، اگر تجلی اس کے اعتقاد کے موافق ہو تو اقرار کرتا ہے ورنہ انکار کر دیتا ہے۔ لیکن جو شخص حق تعالیٰ کو کسی اعتقاد یا ظہورِ خاص میں مقید نہین کرتا بلکہ جیسی تجلی اس پر ہوتی ہے ویسا ہی اس کا اقرار کرتا ہے تو یہ سلسلہ غیر متناہی طریقے پر جاری رہتا ہے۔ یہاں تک کہ تجلیات کا اعتقاد رکھنے والا منصور ہے اور ہر طرح کی تجلیات کرنے والا رب ناصر ہے۔ ایسا شخص حق تعالیٰ جو تجلی فرمائے خواہ اعتقادی ہو خواہ شہودی کسی سے انکار نہیں کرتا کیونکہ جو شخص دل دانا اور قلب متقلب و متغیر رکھتا ہے وہ حق تعالیٰ کے عوالم میں شکلوں اور صورتوں کے بدلنے کو جانتا اور مقام جمع میں تجلی و شہود کو پہچانتا ہے۔ وہ التجلی لا یتکرر یعنی تجلی میں تکرار نہیں کے راز سے واقف ہوتا ہے۔ اس لئے وہ اپنا اعتقاد تجلیات کے مطابق بدلتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے متعلق اس کا علم کسی حد پر ختم نہیں ہوتا بلکہ ہر درجہ علم پر مزید علم کا طلبگار رہتا ہے یہاں تک کہ مدینۃ العلم ﷺ بھی پکارتے ہیں کہ رب زدنی علماً یعنی نہ طالب کی طلب کی انتہا ہے اور نہ حق تعالیٰ کی تجلیات کی انتہا ہے۔ بقول شاعر

؎ بر سرِ دار از لبِ منصور می آید صدا
این فقیہاں محرم اسرار بودے کاشکے

Marfat.com

بقول شاعر

ے تجلی تری ذات کا سو بہ سو ہے
جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے

احدیت مرتبہ لاتعین فقط ذاتِ حق بغیر تعین اسماء وصفات ہے۔ وہاں نہ اسم ہے نہ رسم ہے۔ وہ بے کیف، بے رنگ، بے مثل، بے چون و بے گون اور عقل وفہم سے بالاتر ہے۔ اس میں کثرت کی گنجائش نہیں ہے۔ اس کے بعد وحدت یعنی اسماء و صفات کی تفصیل کا مرتبہ ہے۔ جب ذاتِ اقدس صفاتِ محمودہ پر موصوف ہوا اور اسماءِ گرامی پر موسوم ہو تو اس کو تعین اولیٰ کہتے ہیں۔ علم، حیات، سمع، بصر، ارادہ، مشیت اور قدرت کو امہات الصفات کہتے ہیں۔ مرتبہ واحدیت جو مقام کثرتِ خلقت ہے تعین ثانی کہلاتا ہے۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جو تخلیق فرمائی وہ حقیقت محمد ﷺ تھی جسے برزخِ کبریٰ اور روحِ اعظم کہتے ہیں۔ حقیقت محمدی کو رحمۃ اللعٰلمین اور ذریعہ ہدایت مخلوق بنایا۔ آپ ﷺ ذاتِ باری تعالیٰ کا سرّ اور تمام صفات کا مظہر ہیں۔

بقول مرشدم

ے احدیت را رنگِ لا ادراک است
از مثال و چون و گونش پاک است
روح اعظم ہست روحِ مصطفیٰ
برزخِ کبریٰ محمدؐ مصطفیٰ
سرِ ذات است، مظہرِ جملہ صفات
ذاتِ پاکش رحمت للکائنات

کُن سے پہلے جو کچھ ہے خدا تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قدیم ہے۔ عالمِ دنیا، عالمِ شہادت، عالمِ ناسوت اور عالمِ اجسام کو حادث کہتے ہیں۔ عالمِ ارواح اور

Marfat.com

عالمِ شہادت کے درمیان عالمِ مثال ہے جو خیال مقید ہے۔ اس کو انسان کے خیال سے ایک خاص تعلق ہے۔ خیال انسانی کو خیال مطلق، مثالِ انسانی اور خیال متصل کہتے ہیں۔ جس طرح انسان جو کچھ لکھتا، پڑھتا، بولتا اور کرتا ہے پہلے وہ اس کے خیال میں آتا ہے پھر دنیا میں ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح عالمِ شہادت میں جو کچھ پیدا و ظاہر ہوتا ہے وہ پہلے عالمِ مثال میں ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اعیان ثابتہ کی مثال ارواح ہیں، ارواح کی مثال، عالمِ مثال ہے اور عالمِ مثال کی مثال عالمِ دنیا ہے۔ دنیوی اعمال کے مطابق برزخ یا عالم قبر ہے۔ غرضیکہ تمام عوالم اعیانِ ثابتہ کے مظاہر ہیں۔
بقول شاعر

ہے پرے سرحدِ ادراک سے اپنا مسجود
قبلے کو اہلِ نظر قبلہ نما کہتے ہیں

حق تعالیٰ تو کامل ہے اور ناقابل ترقی ہے۔ اس کے سوا جو کچھ ہے اپنے کمالِ ذاتی کی طرف حرکت کرتا ہے۔ ممکن بذاتہٖ حرکت نہیں کرسکتا۔ اس میں روح ہے، تجلیٔ الٰہی ہے جو اس کو اس کے کمالِ فطری کی طرف لے چلتی ہے یعنی کہ جسم انسانی تحتِ روحِ مدبرِ انسانی ہے۔ اس کی حرکت بالعرض ہے۔ صفتِ اضافی میں مضاف کی طرف احتیاج ہے جیسے کھانا کھانے اور کھلانے میں بھکاری بادشاہ کا محتاج ہے اور اظہارِ سخاوت میں بادشاہ بھی بھکاری کا محتاج ہے اور باپ، باپ بننے میں بیٹے کا محتاج ہے۔ وجود بالعرض بغیر وجود بالذات کے ممکن نہیں یعنی اشکال وجود میں ذات کی محتاج ہیں۔ عالم میں جتنی چیزیں ہیں بالعرض ہیں غیر قائم بالذات ہیں۔ انسان تو حیوانِ ناطق ہے۔ حیوانیت و نطق دونوں عرض ہیں۔ جسمِ انسانی بھی طول، عرض اور حجم رکھتا ہے۔ یہ سب عرض ہی عرض ہے جو ذاتِ حق، نفس الامر اور جوہرِ اصلی سے قائم ہے۔
اعراض کا زمانے میں پایا جانا لازم آتا ہے یا بہت سے زمانوں میں پایا جانا لازم آتا

Marfat.com

ہے۔ پس جوہر اصلی ہی اپنی حقیقت کے لحاظ سے قائم بالذات ہے اور صفات کے لحاظ سے عرض ہے یعنی کہ اللہ تعالیٰ صفاتِ کاملہ کے تصرف کے ساتھ مخلوق سے معیت رکھتا ہے۔ وہ مخلوق سے جدا نہیں اور نہ ہی مخلوق میں داخل ہے۔ بقول مرشدمؒ

ذاتِ اقدس خارجِ مخلوق نیست
ذاتِ اقدس داخلِ مخلوق نیست
ایں تصرف از صفاتِ ذاتیات
دائماً جاری ست اندر ممکنات

اللہ تعالیٰ جمع جمیع صفاتِ کمالیہ ہے۔ ذاتِ حق میں کسی معمولی عیب کا ہونا محال ہے۔ اللہ تعالیٰ کے تعینِ ذاتی میں ممکنات کو دخل نہیں البتہ اس کے تعین باعتبار اسماء وصفات کے اعیانِ ثابتہ مظہر ہیں اور اعیانِ ثابتہ کے مظہر اعیانِ خارجیہ یعنی عوالم وانسان ہیں۔ اُس کی انا کا مظہر انسان کا انا ہے۔ وہ اپنے مظہر کی زبان سے حق کو ظاہر فرماتا ہے۔ پس جس نے اصل وحقیقت ذاتِ حق کو سمجھا اور عوالم کو اور خود اپنے آپ کو تجلی گاہِ حق سمجھا اور معلوم پر پرتوِ وجود مطلق جانا تو اُس نے اپنے نفس کو پہچانا اور اپنے رب کی معرفت سے سرفراز ہوا۔ (فصوص الحکم)

بقول اقبالؒ

چمک اس کی بجلی میں تارے میں ہے
یہ چاندی میں سونے میں پارے میں ہے
یہ وحدت ہے کثرت میں ہر دم اسیر
مگر ہر کہیں بے چگوں بے نظیر

بقول شاعر

میں نے تو کیا پردۂ اسرار کو بھی چاک
تو صاحبِ منزل ہے کہ بھٹکا ہوا راہی

Marfat.com

معرفتِ توحید ذاتِ اقدس

کہ ہے ذاتِ واحد عبادت کے لائق
زباں اور دل کی شہادت کے لائق
اُسی کے ہیں فرماں اطاعت کے لائق
اُسی کی ہے سرکار خدمت کے لائق
لگاؤ تو لو اُس سے اپنی لگاؤ
جھکاؤ تو سر اُس کے آگے جھکاؤ

(حالیؒ)

توحیدِ ذاتِ باری تعالیٰ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کے مشاہدے اور تعلیم کا مرکزی یا بنیادی تصور ہے۔ لوگ انہیں ''اصحاب التوحید'' کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ آپؒ نے فرمایا توحید کی منطقی تعریف نہیں ہوسکتی چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ توحید کے بارے میں بہترین قول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہے جو فرماتے ہیں کہ سبحانہ من لم یجعل لخلقہ سبیلا الی معرفتہ الا بالعجز عن معرفتہ۔ پاک ہے وہ جو اپنی مخلوق کو اپنی معرفت میں راہ نہیں دیتا بجز اس کے کہ عاجز ہو اس کی معرفت میں۔ آپؒ سے لوگوں نے توحید کا مطلب پوچھا تو آپؒ نے رسالہ قیشریہ میں فرمایا کہ توحید کے معنی میں مکمل علم پوشیدہ ہے۔ توحید کا علم سرحدِ ادراک سے باہر ہے۔ اس میں تمام آثار و علائم محو ہو جاتے ہیں اور صرف اللہ تعالیٰ باقی رہ جاتا ہے۔ چنانچہ لوگوں کے اسرار پر آپؒ نے توحید کی تعریف یوں کی ہے کہ ''اَلتَّوحِیدُ افرادُ القَدِیم عَن المُحدث''۔ یعنی توحید یہ ہے کہ قدیم (واجب الوجود ہستی) کو محدث (ممکن الوجود ہستی) سے جدا کر دیا جائے۔ مطلب یہ ہے کہ قدیم کبھی حادث نہیں بن سکتا اور حادث کبھی قدیم نہیں بن سکتا۔ علامہ ابن خلدون کہتے ہیں کہ ''کسی زبان میں ایسے الفاظ

Marfat.com

موجود نہیں ہیں جو توحید کے مفہوم کو واضح کر سکیں۔ حقیقت یہ ہے کہ کوئی زبان حقائق مجردہ کا بیان کماحقہٗ نہیں کر سکتی۔'' ابونصر سراجؒ نے کتاب اللمع میں تفصیلی کلام کے بعد لکھا ہے کہ ''توحید باری تعالیٰ کا نہ بیان ہو سکتا ہے اور نہ اس کی تعریف ہو سکتی ہے اور اپنی تائید میں حضرت جنیدؒ کا مقولہ پیش کیا۔ حضرت علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخشؒ نے کشف المحجوب میں لکھا ہے کہ ''واضح ہو کہ خدا ازلی ہے اور تم سب فانی اور عارضی مظاہر ہو۔ تمہاری ذات کو خدا کی ذات سے کوئی نسبت یا علاقہ نہیں ہے اور نہ تمہاری صفات میں کوئی مشارکت یا مماثلت ہے اور نہ قدیم اور حادث (واجب اور ممکن) میں کوئی یگانگت یا علاقہ ہے۔'' امام قیشریؒ نے بھی حضرت جنیدؒ کے قول کی تصدیق کی ہے۔ حضرت اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی توحید کی تشریح میں حضرت جنیدؒ کی پیش کردہ تعریف کو اختیار کیا ہے۔ ابن تیمیہؒ نے بھی حضرت جنیدؒ کی تعریف کو منہاج السنہ میں پسند کیا ہے اور لکھا ہے کہ ''اگر صوفیہ حضرت جنیدؒ کی اس تعریف کو ہمیشہ مدنظر رکھیں تو وہ اس گمراہی سے محفوظ رہ سکتے ہیں جس میں بعض صوفیہ گرفتار ہو گئے''۔

بقول شاعر

؎ توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

توحید سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے۔ وہ ہمہ وقت ہر جگہ موجود ہے۔ اُس کا علم ذاتی اور لامتناہی ہے۔ وہ قدرتِ کاملہ، غلبۂ تامہ اور قوتِ مطلقہ کا مالک قدیم بذاتِ اقدس موجود اور واجب الوجود ہے۔ وہ اپنی ذات وصفات اور امور و افعال میں یکتا و یگانہ، بے مثل و بے کیف، بے چون و بے گون اور بے ابتدا و بے انتہا ہے۔ وہ طول و عرض، قد و قامت، رنگ و بو، نقص و حدوث سے پاک، لم یزل و لا یزال اور

Marfat.com

لاریب ولامحدود ذاتی صفاتِ کاملہ سے متصف ہونے کے باعث حاکمیت، احدیت، الوہیت، ربوبیت اور معبودیت کے لائق ہے۔

بقول شاعر

کبریائی تو فقط اُس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آزری

جہاں تک باقی تمام کائنات، تمام مخلوق اور تمام اشیاء کا تعلق ہے وہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق سے عدم سے معرضِ وجود میں آئی ہیں۔ سب مخلوقات کا علم عطائی اور متناہی ہے۔ سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں لیکن وہ کسی کا محتاج نہیں۔ وہ اکیلا اور قدیم ہے۔ اسکا کوئی شریک نہیں۔ تمام امور میں وہ مختارِ کل اور قادر مطلق ہے۔ اُس کے کسی فعل میں کوئی اس کا مشیر، وزیر، معاون، پشت پناہ یا راہ نما نہیں۔ سلطنت خدا کی، شہنشاہی خدا کی، حاکمیت خدا کی اور حکم صرف خدا کا چلتا ہے۔ نفع و نقصان پہنچانے والا وہی ہے۔ باقی سب اس کے حکم کے پابند، ملتجی اور دعا گو ہیں۔ حضرت علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخشؒ نے فرمایا کہ "وہ عرض اور جوہر سے منزہ ہے۔ جوہر اس لئے نہیں کہ اس کا مثل ہوتا ہے اور حق تعالیٰ کا مثل نہیں۔ وہ روح نہیں کہ جسم کا محتاج ہو اور جسم نہیں کہ اجزاء سے مرکب ہو۔ وہ کسی چیز سے مرکب نہیں۔ وہ جمیع نقصانات سے مبرا و منزہ ہے۔ اس کی ذات اور صفات میں تغیر و تبدل نہیں۔ اُس کی تمام صفات کامل ہیں۔ وہ ارادہ کرنے والا قادر علی الاطلاق ہے۔ وہ سننے والا، دیکھنے والا، کلام کرنے والا، باقی، ازلی، ابدی ہے۔ وہ عالم ہے اس کا علم اس میں حلول نہیں کرتا۔ اس کے کلام میں تجدید نہیں۔ وہ اپنی صفات میں قدیم ہے۔ معلومات اس کے علم سے باہر نہیں۔ موجودات کو اس کا ارادہ ضروری ہے۔ وہ وہی کرتا ہے جو اس کے ارادہ میں ہے۔ اس کے بندوں کو اس کا حکم بجالانے کے سوا چارہ نہیں۔ وہ خالقِ کل ہے اس کا ہر

Marfat.com

فعل اور حکم سب حکمت ہے''۔ خالق اور مخلوق کبھی ایک نہیں ہو سکتے۔ عاجز مختار کا، محکوم حاکم کا، محدود لامحدود کا، مغلوب غالب کا، مرزوق رازق کا، ساجد مسجود کا، عابد معبود کا، ممکن الوجود واجب الوجود کا، اور فانی مخلوق کبھی لا فانی خدا کا عین نہیں بن سکتی۔ اللہ تعالیٰ کسی میں اور کوئی اللہ تعالیٰ میں حلول نہیں کرسکتا۔ نیز جذب و مستی، جنوں و وارفتگی، حیرت ومحویت، عالمِ مدہوشی اور حالتِ سکر میں کسی کے منہ سے نکلی ہوئی بات دوسرے کے لئے ہرگز حجت نہیں ہوتی۔

بقول مرشدمؒ

امتیاز پیدا کن اے مردِ خدا
بندۂ مولائے یا بندِ ہوا
فرض بندہ ہے تمیزِ بندگی
بے تمیزے سر بسر شرمندگی

اللہ کا معنی معبودِ برحق ہے اور الہ کا مطلب لائقِ بندگی ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات عبادات، تحیات، صلوٰۃ اور طیبات کے لائق ہے۔ صفاتِ حمیدیہ، صفاتِ جلالیہ، صفاتِ جمالیہ، صفاتِ نوالیہ اور صفاتِ کمالیہ شایانِ ذاتِ خداوندی ہیں۔ رب کا معنی پالنے والا یعنی عطائے منفعت اور دفع مضرت بلا اُجرت ہے۔ ممکنات میں جو ایک دوسرے سے فائدہ پہنچتا ہے وہ سب اسباب سے ہے۔ یہ فائدہ اذنِ الٰہی سے ہوتا ہے۔ اگر اذنِ الٰہی نہ ہوتا تو یہ اسباب بھی نہ ہوتے اور ایک دوسرے کو فائدہ بھی نہ پہنچتا۔ ایمان کی شان یہ ہے کہ سب حرکات وسکنات من جانب اللہ جانے اور حکم خداوندی اس میں شامل جانے اور اذن اس پر موثر جانے کیونکہ بغیر اذنِ خداوندی کے ایک ذرہ بھی حرکت نہیں کرسکتا، ایک پتا بھی نہیں ہل سکتا، نہ کوئی پیدا ہوتا ہے، نہ کوئی مرتا ہے، نہ کوئی بیمار ہوتا ہے، نہ کوئی غنی ہوتا ہے اور نہ کوئی مفلس ہوتا ہے۔ یہ سب

Marfat.com

مشیتِ خداوندی پر موقوف ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماءِ توصیفی جو اکثر تکوینی ہیں اُن کے نیچے نظامِ عالم چلتا ہے۔ اگر اندھیری رات میں کالی چیونٹیاں کالے پتھر پر چلیں تو اللہ تعالیٰ اُن کو دیکھتا اور ان کے پاؤں کی آہٹ سنتا ہے۔ عالمِ امکانی میں کوئی چیز اُس سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ذرہ ذرہ کا اُسے علم ہے۔ کیونکہ وہ ہر چیز کو اُس کے وجود سے پہلے اور معدوم ہونے کے بعد بھی جانتا ہے۔ اور یہ بھی جانتا ہے کہ جب اُس کو پیدا کرے گا تو وہ کیسی ہوگی۔ اور وہ موجود چیز کو اس کی موجودگی کی حالت میں جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ وہ کس طرح فنا ہوگی۔ انسان کے دل میں جو خیالات آتے ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کے علم میں روشن ہوتے ہیں۔ اُس کے علم میں کسی قسم کا تغیر و تبدل واقع نہیں ہوتا۔ اُس کی تمام صفات مخلوق کی صفات سے بالکل الگ ہیں۔ ہم جانتے ہیں لیکن اِس طرح نہیں جانتے جیسے وہ جانتا ہے۔ ہم قادر ہیں لیکن اس جیسی قدرت نہیں رکھتے۔ ہم دیکھتے ہیں مگر اس کی مثل نہیں دیکھتے۔ ہم کلام کرتے ہیں مگر اس کی مانند کلام نہیں کرتے۔ ہم سنتے ہیں مگر ایسے نہیں جیسے وہ سنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری طرح آلات و حروف کا محتاج نہیں۔ وہ آلات و حروف کے ساتھ کلام نہیں کرتا۔ کیونکہ حروف مخلوق ہیں اور اللہ تعالیٰ کا کلام مخلوق نہیں۔ ذاتِ اقدس وہ ہے جو حوادث سے اول اور حوادث سے آخر ہے۔ وہ اول نہیں جو ہمارے ادراک میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ واحد یگانہ ہے۔ لفظ واحد سے اگر دو کا نصف مراد لی جائے تو اس طرح اللہ تعالیٰ واحد نہیں ہے۔ کیونکہ وہ عدد سے بالاتر ہے۔ اللہ تعالیٰ کو واحد اس معنی کے اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ ذات و صفات میں اسکا کوئی شریک نہیں، اُس کی کوئی نظیر اور مثل نہیں۔ وہ احد ہے لیکن صمد سے ہے۔ احتیاج سے نہیں ہے۔ یہ اس کی شانِ بے نیازی ہے کہ وہ آنکھ، کان، زبان یعنی کہ آلات کا محتاج نہیں ہے۔ کیونکہ نہ اُس نے کسی کو جنا، نہ وہ کسی سے جنا گیا اور نہ اُس کا کوئی ہمسر ہے اس لئے وہ احد ہے۔ اسماءِ حُسنہ توصیفی کی نسبت اللہ

Marfat.com

تعالیٰ کی ذات کی طرف ہے جو قرآن مجید میں دعوتِ معرفت، تحمید، تمجید اور دعا کے لئے آئے ہیں۔

بقول مرشدمؒ

اول از امکاں و آخر از مکاں
ذاتِ پاکش پاک از سود و زیاں

اللہ اس ذاتِ اقدس کا نام ہے جو واجب الوجود ہے۔ واجب الوجود ایسی ہستی کو کہتے ہیں جس کا وجود واجب یعنی ضروری ہو اور اس کی نیستی محال ہو۔ واجب الوجود ہمیشہ سے ہوگا اور ہمیشہ رہے گا۔ کیونکہ جو چیز کسی دوسرے کے پیدا کرنے سے پیدا ہو کر وجود میں آئے وہ واجب الوجود نہیں ہو سکتی۔ پس اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی واجب الوجود نہیں۔ دنیا اور آخرت میں کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی مشیت، علم اور قضا و قدر کے بغیر وقوع پذیر ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء کو لوحِ محفوظ میں اُن کے حُسن و قبح، طول و عرض، صغر و کبر، قلت و کثرت، خفت و ثقل، حرارت و برودت، رطوبت و یبوست، طاعت و معصیت، ارادہ، قدرت، کسب، اوصاف، احوال اور اخلاق وغیرہ کے ساتھ درج فرمایا ہے۔ اُس نے لوح محفوظ میں کسی چیز کو بلا کر اس کے وصف اور سبب کے محض اُس کے وقوع کے حکم کے ساتھ نہیں لکھا۔ مثلاً اس نے یہ نہیں لکھا کہ سعید مومن اور سلیم کافر ہوگا۔ اگر ایسا لکھا جاتا تو سعید ایمان پر اور سلیم کفر پر مجبور ہو جاتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے لوحِ محفوظ میں یوں درج فرمایا ہے کہ سعید اپنے اختیارات و قدرت سے ایمان اور سلیم اپنے اختیارات و قدرت سے کفر اختیار کرے گا۔ تو اس طرح جبر لازم نہیں آتا۔ پس ایمان یا کفر بندوں کے اپنے اختیار کردہ افعال کا نتیجہ ہیں۔

بقول مرشدمؒ

زندگی با بندگی زیب و جمال
زندگی بے بندگی ریب و وبال

Marfat.com

بقول مولانا رومؒ

؎ زندگی آمد برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

توحید عربی زبان میں کسی چیز کو ایک جاننے اور ایک ماننے کو کہتے ہیں۔ اور اصطلاحِ شریعت میں توحید کا معنی خدا تعالیٰ کو ذات، صفات اور افعال میں وحدہٗ لاشریک ماننے اور اس پر عقیدہ رکھنے اور ہر قسم کی تشبیہ و تفصیل سے اس کو مبرا اور منزہ سمجھنے اور تسلیم کرنے کے ہیں۔ جب طالب حق کے دل میں طلبِ الٰہی کا الہام ہو اور اس میں مطلوب و معبود اور مقصود حقیقی کی تڑپ پیدا ہو تو اسے دوسروں سے سن کر اُن کی تقلید نہیں کرنی چاہیے بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعلیمات کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ آپ نے جب ستارہ، چاند اور سورج کو یکے بعد دیگرے زوال آشنا ہوتے دیکھا تو انہیں معبودیت سے خارج کرتے ہوئے اپنے استدلال اور تحقیق سے ثابت کیا کہ جو زوال آشنا ہو وہ ہرگز معبود نہیں ہو سکتا۔ کائنات میں پھیلے ہوئے سب مرقعے اُسی مقتدرِ اعلیٰ اور مصورِ اعظم کے شاہکار ہیں۔ انقلاب مِلکِ قدرت ہے۔ انسان کو عدم سے عالمِ ناسوت میں اور پھر سفر زندگی طے کرنے کے بعد موت کے انقلابی مقام سے گزر کر پھر حلقۂ عدم میں روپوش ہونا ہے۔ تو گویا تخلیقِ کائنات میں ہر آن انقلابِ حال ہے۔ اسی میں نفی اور اثبات کا راز ہے۔ انقلاب کے باعث مخلوق کی ماہیت کی نفی ہوتی رہتی ہے اور خالق جو نفی پر قادر ہے اپنا اثبات نمایاں کرتا رہتا ہے۔ وہ کسی خاص وقت کا خاص مخلوق کے لئے ہی نہیں بلکہ سب میں ہر گھڑی اور ہر لحظہ ہمیشہ ہمیشہ لگاتار ہر پہلو سے انقلاب برپا کر کے اپنی مخلوق پر اُس کی نفی اور اپنے اثبات کا اظہار کرتا ہے تاکہ مخلوق کو ذات کے اثبات کا ثبوت ملتا رہے۔ مخلوق کے لئے یہی طریق توحیدِ تحقیقی ہے۔

Marfat.com

بقول راقم الحروف

انقلابِ حال

عدم سے انساں کی حیات انقلابِ حال ہے
حیات ہو یا ہو ممات انقلاب حال ہے
ہر قدم اور ہر زماں انقلابِ حال ہے
ہر مکاں اور لا مکاں انقلابِ حال ہے
بیم ہو یا ہو رجا انقلابِ حال ہے
ہو فناء یا ہو بقاء انقلابِ حال ہے
رات اور دن کا تماشہ انقلابِ حال ہے
زندہ تن ہو یا ہو لاشہ انقلابِ حال ہے
ناسوت یا ملکوت ہو انقلابِ حال ہے
جبروت یا لاہوت ہو انقلابِ حال ہے
کلمہ گو ہو یا ہو کافر انقلابِ حال ہے
ہو ستمگر یا ہو صابر انقلابِ حال ہے
نیست ہو یا ہست ہو انقلابِ حال ہے
ہوش میں یا مست ہو انقلابِ حال ہے
شمسِ تاباں کا کسوف انقلابِ حال ہے
ماہِ تاباں کا خسوف انقلابِ حال ہے
یہ خزاں اور یہ بہار انقلابِ حال ہے
یہ تغیر کو قرار انقلابِ حال ہے

اللہ تعالیٰ کی صفات کا احاطہ کرنے پر انسان قادر نہیں البتہ صفات پر غور و خوض کرتے ہوئے اسماءِ حُسنہ کو معنی کی آگہی سے پیشِ نظر رکھتے ہوئے نہایت انہماک سے ارادہ و تصور کو جسے وسعتِ بلیغ حاصل ہے بروئے کار لاتے ہوئے استغراقِ تامہ سے ذاتِ بلا کیف، بلا عین، بلا چون و بلا گون کو قادرِ مطلق اور معبودِ حقیقی جانتے ہوئے حق الیقین سے ذاتِ اقدس پر اقراراً و تصدیقاً، ایماناً و ایقاناً، خوفاً و رجاً، محبتاً و عشقاً اور فناء و بقاء نگاہ رکھے تو مواحدین اسے مقامِ حضور، مقامِ مشاہدہ، مقامِ معائنہ اور توحیدِ ذاتی کہتے ہیں۔

بقول مرشدمؒ

دل درونِ سینہ خود بیدار کُن
از تصور دیدنِ دلدار کُن

Marfat.com

بقول شاعر

ہر تمنا دل سے رخصت ہو گئی

اب تو آ جا اب تو خلوت ہو گئی

اس مقام پر پہنچ کر انسان بشریت کی علائق سے قطع تعلق کر لیتا ہے۔اس کا دل دنیاوی آرام و آسائش، عیش و عشرت نفع و نقصان اور نفس کی عزتوں سے مجتنب رہتا ہے۔اس کی نظر میں سونا اور مٹی یکساں ہوتے ہیں۔اس کا بولنا اور چپ رہنا دونوں عبادت ہوتے ہیں کیونکہ اس کا دل ذکر وفکر میں یکسوئی حاصل کر چکا ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں اس کا چلنا پھرنا، بیٹھنا اٹھنا، خورد ونوش، میل ملاپ، عبادت و ریاضت، سیر و سیاحت غرضیکہ اس کی ہر ادا میں شریعت کی اطاعت ہوتی ہے۔وہ چل تو زمین پر رہا ہوتا ہے لیکن اس کا قلب ذاتِ اقدس کے احکامات، اس کے اسماء اور اس کی صفات کے ساتھ ساتھ اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔جب وہ ذکر کا ارادہ اس طرح سے کرتا ہے کہ میں ذاتِ اقدس کو دیکھ رہا ہوں یا وہ مجھے دیکھتا ہے تو اس طرح حاضر و ناظر سمجھ کر ذکر کرنا روحی ذکر ہے جس کی تعبیر وصل و قرب و حضور سے ہوتی ہے۔وہ کیفیت جو حضور کے بعد دل میں پیدا ہوتی ہے سرور کہلاتی ہے۔یہ کیفیت قلب سے تجاوز کر کے بدن پر جذب و مستی یا فنا کی کیفیت پیدا کرتی ہے۔فنا دو قسم کی ہوتی ہے۔ایک فنائے ناقص جس میں ذاکر اپنی فنا کو محسوس کرتا ہے اور دوسری فنائے تامہ کہ ذاکر کو اپنی فنا کا احساس نہیں رہتا۔اس کو فناء الفناء کہتے ہیں۔اس کی مثال یوں ہے کہ انسان کو جب نیند آتی ہے تو آغاز میں اسے نیند کا احساس ہوتا ہے جب گہری نیند سو جائے تو نیند کا احساس نہیں رہتا۔اسی طرح فنائے ناقصہ میں غلبۂ حال سے آگاہی ہوتی ہے اور فنائے تامہ میں غلبۂ حال سے آگاہی نہیں رہتی۔اس کی ایک اور مثال ہے کہ بجلی کی تار اصلاً تانبہ کی تار ہے لیکن جب اس کو بجلی گھر سے جوڑ دیا جاتا ہے اور بجلی کی رو اس

Marfat.com

میں داخل ہو جاتی ہے تو یوں کہئے کہ بجلی گھر نے اس میں اپنا حال وارد کر دیا۔ اب یہ تار محض تانبہ کی تار نہیں بلکہ بجلی گھر کے حال کی مظہر بن گئی اور حال ایسا غالب ہوا کہ کرنٹ ہی بن گئی۔ اس کی ایک اور مثال یوں دی جا سکتی ہے کہ جس طرح آگ میں پڑ کر لوہا بھی آگ ہی ہو جاتا ہے اور عقل اس حالِ منقلبہ کا ادراک نہیں کر سکتی۔ اسی طرح جب بحرِ وحدت کی قوتِ عظمت و جلالت ناسوتی قوت پر غالب آ جائے تو ناسوت گویا نہ ہونے کے برابر رہ جاتا ہے اور ناسوتی صفت فنا ہو جاتی ہے۔ یہی غلبۂ حال ہے۔ غلبۂ حال سے آگاہی فنائے ناقصہ کہلاتی ہے اور فنائے تامہ میں اس سے آگاہی نہیں رہتی جسے فناء الفناء کہتے ہیں۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ”عوام کی توحید یوں ہے کہ وہ اللہ کو ایک جانتے ہیں۔ اس کے سوا کسی کو خدا نہیں مانتے۔ کسی کو اس کا شریک، ہمسر یا مثل قرار نہیں دیتے مگر خدا کے علاوہ دوسروں سے امیدیں بھی رکھتے ہیں اور ڈرتے بھی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا عقیدہ توحید ناقص ہے اگر کامل ہوتا ہے تو غیر اللہ سے وہ نہ خوف کھاتے نہ امیدیں رکھتے۔ لیکن علماء تصورِ عوام کے علاوہ یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ اللہ کے سوا کائنات میں کوئی ہستی ایسی نہیں جو کسی دوسرے کو نفع یا نقصان پہنچا سکے۔ اس لئے وہ نہ کسی سے ڈرتے ہیں اور نہ امیدیں رکھتے۔ لیکن عرفاء طبقۂ خواص مذکورہ بالا طبقوں کے عقائد کے علاوہ جو احکامِ شریعت بجالاتے ہیں ان کی بجاآوری کے وقت ان کو یہ احساس ہوتا ہے کہ خدا ہمیں دیکھ رہا ہے اور ہم اس کے سامنے حاضر ہیں یعنی حضوری کا احساس ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ اس مرتبے میں سالک اپنی شخصیت اور انفرادیت کو خدا میں محو، گم یا غائب کر دیتا ہے اور بحرِ وحدت میں غرق ہو جاتا ہے۔ اس حالت میں سالک کامل طور پر وحدتِ ذات کا تحقق حاصل کر لیتا ہے اور حقیقی معنی میں قرب و اتصال کی لذت سے بہرہ ور ہو جاتا ہے۔ حقیقتِ توحید یہ ہے کہ بندہ تصرفِ تقدیرِ حق میں ہو اور اس کی

Marfat.com

قدرت اس پر ایسا تصرف کرے کہ وہ اپنے اختیار و ارادہ سے خالی ہو جائے اور دریائے توحید اسے فناءِ نفسِ خود اور انقطاعِ دعوتِ خلق کر کے ارادہ حق پر بے حس کر دے۔" اس مرتبے میں سالک خواہشاتِ نفسانی، لذاتِ جسمانی اور اپنی مرضی کو اللہ تعالیٰ کی مرضی میں فنا کر دیتا ہے۔ اس کی ذاتی مرضی، چاہت یا ارادہ باقی نہیں رہتا۔ صرف اللہ کا ارادہ باقی رہ جاتا ہے۔ اس مرتبہ کی انتہا میں یہ احساس یا شعور بھی فنا ہو جاتا ہے کہ مجھے خدا کی حضوری حاصل ہے۔ توحید کاملہ کی بدولت غیر اللہ کا تصور اس طرح سے محو (غائب) ہو جاتا ہے جس طرح طلوعِ آفتاب سے ستارے غائب ہو جاتے ہیں۔ اسے غیر اللہ سے کوئی دل بستگی باقی نہیں رہتی۔ وہ اللہ کا ہو جاتا ہے اور اللہ اُس کا ہو جاتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ سالک کو اپنے اختیار میں کچھ تصرف نہ رہے اور حق تعالیٰ شانہٗ کی وحدت میں ایسا گم ہو جائے کہ اپنے آپ کو بھی نہ دیکھے۔ محلِ قربت میں اس کی حِس جاتی رہے اور احکامِ حق اس پر جاری ہوں۔ اس مرتبہ میں اگرچہ مادی جسم باقی رہتا ہے اور بظاہر وہ لوگوں کو چلتا پھرتا نظر آتا ہے مگر درحقیقت اُس کی صفت فنا ہو چکی ہوتی ہے۔ کمالِ سکر صحو ہے اور کم ترین درجہ صحو کا یہ ہے کہ صاحبِ صحو صفاتِ بشریہ دیکھنے سے دور ہو جاتا ہے۔ سکر سے مراد اپنے رب کے ساتھ فرطِ شوق اور غایت محبت ہے اور صحو سے مراد اپنے رب کیساتھ صحتِ حال ہے۔ بقول حضرت سلطان باھو

؎ رفت قلبش رفت روحش رفت نفس سر ہوا
نور بود و نور باشد غرق فی اللہ با خدا

حضرت علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخشؒ نے فرمایا کہ "حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اجیعو ابطونکم دعو الحرص و عرو اجسامکم قصرو الامل وا ظماء و اکبارکم دعو الدنیا لعلکم ترون اللہ بقلوبکم۔

Marfat.com

یعنی اپنے پیٹ بھوکے رکھو اور حرص چھوڑو، بدن ننگے کرو اور امیدیں کم کر دو اور اپنے جگر پیاسے رکھو۔ دنیا چھوڑ دو تو قریب ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو دل کی آنکھوں سے دیکھ لو گے۔ سُکر تمام کا تمام مقتضیٰ فناء ہے اور صحو تمام کا تمام فناءِ صفت میں دیدارِ بقا ہے۔ صحو جس میں محبت کی طرف راہ ملے وہ عین کشف ہے۔ وہ شخص جو غفلت میں ہے اگرچہ صحو ہو سکر ہے اور وہ جو محبت تک پہنچائے اگر سکر ہو صحو ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی یا داؤد تدری ما المعرفتی قال لا ھی حیوٰۃ القلب فی المشاھدتی لی۔ اے داؤد تم جانتے ہو کہ میری معرفت کیا ہے۔ آپ نے جواب دیا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ دل کا زندہ ہونا ہے میرے مشاہدہ میں۔ مشاہدہ سے مراد ذاتِ بے چون وچگون کا دلی دیدار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالاتِ معراج کی ہمیں خبر دی اور فرمایا مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰی (من شدۃ شوق الی اللہ تعالیٰ) یعنی کسی چیز کی طرف آنکھ نہ کھولی اور نہ حد سے متجاوز ہوئے۔ اس لئے کہ آپ کو شوق الی اللہ کا جوش تھا۔ جو کچھ مناسب تھا دل سے دیکھ لیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا لقد رائ من آیات ربہ الکبریٰ یعنی یقیناً دیکھ لیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ربہ تعالیٰ کو۔ اس حالت کو حالتِ صحو کہتے ہیں۔ جو مجاہدہ سے سِر کی آنکھیں شہوتوں سے بند رکھے وہ ضرور حق کو سِر کی آنکھوں سے دیکھتا ہے کیونکہ جو مجاہدہ میں مخلص ہوتا ہے وہ مشاہدہ میں سچا ہوتا ہے۔ حضرت ابو العباس بن عطارؒ فرماتے ہیں اس فرمانِ الٰہی پر ان الذین قالوا ربنا اللہ (بالمجاھدہ) ثم استقاموا (علی بساط المشاھدہ) یعنی وہ لوگ جو کہیں ہمارا رب اللہ ہے، مجاہدہ کے ساتھ۔ پھر استقامت رکھیں بساطِ مشاہدہ پر۔ اور حقیقتِ مشاہدہ دو طریق پر ہے ایک صحتِ یقین سے دوسرا غلبۂ محبت سے۔ یعنی دوست غلبۂ محبت میں اس درجہ تک پہنچے کہ خود گم ہو جائے اور دوست ہی دوست رہ جائے اور سوائے دوست کے کسی غیر کو نہ دیکھے۔

Marfat.com

بقول شاعر

تمنیت من اھوی فلما رایتۃً
بھت فلم املک لسانا و لا طرفا

میں نے اس کی آرزو کی جسے میں دوست رکھتا ہوں تو جب میں نے اُسے دیکھا تو مبہوت ہو گیا اور زبان واعضاء پر اختیار ہی نہ رہا۔

حضرت شبلیؒ نے فرمایا کہ میں نے کوئی چیز کبھی نہیں دیکھی مگر اللہ تعالیٰ کو محبت کے غلبہ اور جوشِ مشاہدہ میں دیکھا۔ گویا ایک شخص بچشم سر دیکھتا ہے یعنی چشمِ حق بین سے فاعلِ حقیقی کو دیکھتا ہے۔ محبتِ فاعل حقیقی اُس کی نظر سے غیر کی محبت محو کر دیتی ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ایک شخص ربودۂ شوق حق ہوتا ہے۔ دلائل وحقائق اس کے لئے حجاب ہو جاتے ہیں۔ وہ تجلیات کے بحرِ بیکراں میں حیران و مستغرق ہوتا ہے۔ اسے مجذوب کہتے ہیں لیکن دوسرا شخص حالت، صحو میں بقائمی ہوش وحواس ہوتا ہے اور اثباتِ دلائل اس پر عیاں ہوتے ہیں۔ علم الیقین مجاہدہ سے ہوتا ہے اور عین الیقین انس سے ہوتا ہے جو عارفوں کا مقام ہے کیونکہ وہ صورت کی استعداد رکھتے ہیں لیکن حق الیقین مشاہدہ سے حاصل ہوتا ہے جو محبوں کا مقامِ فنا ہے کیونکہ وہ کل موجودات سے روگردان ہوتے ہیں۔ حضرت ابو یزیدؒ سے کسی نے پوچھا آپ کی عمر کتنی ہے۔ فرمایا چار سال۔ لوگوں نے کہا کس طرح فرمایا ستر سال میں دنیا کے حجاب میں رہا اور چار سال سے مشاہدہ میں ہوں لہٰذا حجاب کے زمانہ کی عمر زندگی نہیں تھی۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہیں کہ اُن کی زندگی ہی مشاہدہ میں ہے اور محبت کی حیات ہی مشاہدہ سے ہے اور جب اہل مکاشفہ حجاب میں آجائیں تو انہیں مرتد فی الطریق سمجھتے ہیں۔ صاحبِ حال کو عارف کہتے ہیں کیونکہ وہ کسی چیز کے معنی اور حقیقت کو جانتا ہے۔ وہ اپنے حال سے جو بیان کرتا ہے وہ معرفت ہے۔ یا یوں کہئے کہ جب تک سالک کو

Marfat.com

حضوری حاصل نہ ہو وہ موحد نہیں بن سکتا۔ اور حضوری کے لئے مشاہدہ شرط ہے اور جب مشاہدہ کی نعمت حاصل ہوگئی تو اب خدا کی ہستی میں کوئی شک نہ رہا اور یہی معرفت ہے۔ جب سالک کے دل پر کشفِ عظمتِ حق ہوتا ہے تو غلبہ جلالتِ حق میں دنیا و عقبیٰ اس کے دل سے محو ہو جاتے ہیں اور حالات و مقامات اس کی نظر ہمت میں ہیچ ہو جاتے ہیں اور کرامات کی اہمیت اس کے حال میں پراگندہ ہو جاتی ہے تو عقل و نفس سے فانی ہو کر فناء سے بھی فناء ہو جاتا ہے پھر اس فناء کی فناء میں اس کی زبان حق کیساتھ ناطق ہوتی ہے اور دل وتن محض عاجز و فروتن ہو جاتے ہیں۔ توحیدِ حق سے بندہ کو اسرار حاصل ہوتے ہیں اور عبارت میں ظاہر نہیں ہوتے۔ اب چاہیے کہ کوئی اس کو بیہودہ عبارت سے آراستہ نہ کرے اس لئے کہ عبارت اور معنی میں بے حد فرق ہے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ بدونِ حق جو کچھ بھی ہے سب باطل ہے اور طالب بھی اس کا غیر ہے اور تفسیر لا الہ الا اللہ یہ ہے کہ صفتِ طالب کشفِ جمالِ حق میں باطل ہو جائے"۔ اس مقام کو فناء فی اللہ کہتے ہیں۔ یہ مقامِ ولایتِ صغریٰ ہے اس کا معنیٰ یہ ہے کہ ارادہ غیر اللہ سے منقطع ہو کر اللہ کی طرف متوجہ ہو۔

بقول مرشدؒ

غیر واجب پیش واجب کالعدم
عکس پیشِ اصل گردد منہدم

بقاء باللہ میں ارادۂ قلبی، اللہ کے احکام کے ساتھ اور محبت اور تقویٰ کے ساتھ رہتا ہے۔ بقاء باللہ کا معنیٰ ہے مقصود کے پاس رہنا، مطلوب کے پاس رہنا یعنی مقامِ رضا، مقامِ عباداتِ دائمہ اور ذکرِ دائمہ اس کو ولایتِ کبریٰ کہتے ہیں۔ جب سالک غلبۂ ذات کے سکر کی حالت سے نکل کر صحو کی حالت میں آ جاتا ہے تو اس میں تفکر کی صفت پیدا ہو جاتی ہے جس کی بدولت وہ ہر شے کو اُس کا صحیح مقام دے سکتا

Marfat.com

ہے۔ ہر دم اس کا شغل ذکر اللہ ہی ہوتا ہے۔ وہ باعمل انسان اپنے اعمال سے دوسروں کو یہ سبق دیتا ہے کہ وہ بھی اس کی طرح صحیح معنیٰ میں شریعت کی اتباع کریں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اُسے حالتِ صحو اس لئے عطا فرما دیتا ہے تا کہ وہ راہ نوردانِ منزلِ شوق کی راہنمائی کرے۔ اس مقام پر وہ مرشدِ کامل ہوتا ہے۔ اُس کی اپنی صفات فناء ہو جاتی ہیں۔ وہ خدا کی معیت میں رہتے ہوئے خدائی صفات سے متصف ہو کر مظہرِ نورِ خدا ہو جاتا ہے پھر وہ ناقصاں را پیر کامل اور کاملاں را راہنما ہوتا ہے ۔جب حق سبحانہ وتعالیٰ چاہتا ہے کہ سالک کو فناء سے نکال کر بقاء سے نوازے تو اپنے ذاتی نور سے اس کو باقی کرتا ہے۔ اس مرتبہ کا نام جمع الجمع ہے۔ اس مقام پر عبد ہر وقت حق کا معائنہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ظاہر ہونا ارادہ میں ہے۔ جب توحید کا حال غالب ہو جائے اور یکتائی حال بن جائے تو ارادہ اللہ ہی اللہ بن جاتا ہے۔ اس کی بیداری، حضوری، ہوشیاری اور نگاہ داری کہتے ہیں۔ یہ تعلق موہوبی، عشقی، ایقانی، وصلی اور مقصودی ہے۔ خدا میں فناء ہو کر سالک خدا کے ساتھ بقاء کی نعمت سے سرفراز ہوتا ہے۔ وہ خدا کے ساتھ ابدی زندگی بسر کرتا ہے۔ وہ خدا کے ساتھ تو ہے مگر خدا نہیں ہے۔ اس مقام کو بقاء باللہ یعنی سیر مع اللہ کہتے ہیں یہ مقام ولائتِ کبریٰ ہے جو فناء فی اللہ کا ثمرہ ہے۔

بقول رومیؒ

؎ تو مباش اصلاً کمال ایں است و بس
رو درو گم شو وصال ایں است و بس

بقول اقبالؒ

؎ چوں فناء اندر رضائے حق شود
بندۂ مومن قضائے حق شود

Marfat.com

حضرت جنید بغدادیؒ نے رسالہ جنید میں اس بات کی صراحت کی ہے کہ ''فنا فی اللہ اور بقاء اللہ کے مراتب پر فائز ہو جانے کے بعد بھی انسان، انسان ہی رہتا ہے خدا نہیں بن سکتا۔ موحد وہ ہے جو اپنی نفسانی خواہشات کو بالکلیہ خدا کی مرضی کے تابع کر دے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ خدا میرے جسم میں حلول کر گیا ہے وہ کافر ہے اور جو یہ کہتا ہے کہ میں اور خدا متحد ہو گئے ہیں وہ بھی کافر ہے۔ حلول اور اتحاد دونوں عقیدے سراسر الحاد ہیں۔ جب بندہ اپنی ذاتی صفات کو فناء کر دیتا ہے اور خدا کی صفات سے متصف ہو جاتا ہے تو وہ اپنی مرضی کی بجائے خدا کی مرضی پر چلتا ہے۔ گویا فناء کا مطلب ہے اپنی مرضی کو اللہ کی مرضی میں فناء کر دینا اور اس کی کامل اطاعت کرنا اور یہ توحید کی آخری منزل ہے''۔

قرآن مجید نے غیر اللہ کے کلیۃً قطع نظر کرنے کو سورۃ مزمل میں وَ تَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا سے تعبیر کیا ہے یعنی مکمل طور پر تمام علائقِ مادی (لذاتِ دنیوی) سے قطع تعلق کر۔ تبتل کا مادہ بتل ہے اور بتل کہتے ہیں قینچی سے کاٹ دینے کو۔ عربی زبان میں تبتل، تفرد یا قطع کو کہتے ہیں اور مطلب آیت کا یہ ہے کہ اللہ کے لئے تفرد (مادیات سے قطع تعلق) اختیار کر۔ پس جو تبتل شریعت میں مقصود ہے یا جس کا حکم دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ لذاتِ دنیوی سے قطع نظر کی جائے اور اللہ کی عبادت خلوص نیت کے ساتھ کی جائے اور جس تبتل سے شریعت نے منع کیا ہے وہ نصاریٰ کا تبتل ہے یعنی نکاح (عائلی زندگی) کو ترک کر دینا۔ اسلامی تصوف میں تبتل سے مراد رہبانیت نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب ہے لذاتِ دنیوی سے قطع تعلق کرنا یا دنیا کو مقصود نہ بنانا بلکہ دنیا میں رہنا مگر اس سے دل نہ لگانا اور صرف اللہ کے ہو رہنا ہے۔ اس کو صوفیہ اس جملے سے ادا کرتے ہیں۔ ''سب سے توڑ خدا سے جوڑ''۔

Marfat.com

بقول امجد حیدر آبادی

خوش ہم سے رہے جاناں ہم عید اسے کہتے ہیں
بس ایک کے ہو رہنا توحید اسے کہتے ہیں

بقول حضرت سلطان باھوؒ

نفقر را ختم است آخر ایں مقام
ہر کہ ایں جا می رسد عارف تمام

اقسامِ توحید (از فرمودات مرشدمؒ)

۱۔ توحید ذاتی	۲۔ توحید حقانی	۳۔ توحید اسمائی
۴۔ توحید افعالی	۵۔ توحید علمی	۶۔ توحید تقلیدی
۷۔ توحید الہادی	۸۔ توحید اجتہادی	۹۔ توحید تحقیقی
۱۰۔ توحید عبرتی	۱۱۔ توحید حضوری	۱۲۔ توحید قرآنی
۱۳۔ توحید ذکری	۱۴۔ توحید فکری	۱۵۔ توحید عزمی
۱۶۔ توحید شیونی	۱۷۔ توحید شانی	۱۸۔ توحید ذوقی
۱۹۔ توحید تقدیسی	۲۰۔ توحید تشریعی	۲۱۔ توحید فنائی
۲۲۔ توحید بقائی	۲۳۔ توحید معیت	۲۴۔ توحید احدیت
۲۵۔ توحید حیاتی	۲۶۔ توحید قدرتی	۲۷۔ توحید بصری
۲۸۔ توحید سمعی	۲۹۔ توحید ارادی	۳۰۔ توحید مشیتی
۳۱۔ توحید امری	۳۲۔ توحید تکوینی	

Marfat.com

معرفتِ ذاتِ اقدس

اللہ کا اسم اسمِ اعظم سمجھو
للہ کو بے الف مقدم سمجھو
اک لام گھٹایا تو لہٗ رہ گیا باقی
ثانی بھی گھٹا تو ھو کا عالم سمجھو

(بقول شاعر)

اللہ واحد اور لاشریک ہے۔ اُس ذاتِ اقدس کا اسم (اللہ) بھی واحد اور لا شریک ہے۔ ذات کے سارے اسماء اپنی اپنی صفات اور معانی و مطالب میں بے مثل ہیں۔ سب اسماء میں جو انوار و حقائق اور صفات موجود ہیں وہ اکیلے اسمِ ذات میں موجود ہیں۔ مثلاً العلیم میں جو صفت ہے وہ العزیز میں نہیں لیکن یہ دونوں صفات اسمِ ذات میں موجود ہیں۔ اسی طرح باقی اسماء میں بھی اپنی اپنی جداگانہ تکمیل ہے۔ لیکن اسمِ ذات میں سب اسماء کی تکمیل ہے یا یوں کہیئے کہ اسمِ ذات کل ہے اور اسم صفت اس کا جزو ہے۔ بقول مرشدم

بہ منجنیق خیال سنگِ حرف اللہٗ
بہ بام عرش زنم رنگِ حرف اللہٗ
تنم مکین زمیں دلم بر عرشِ بریں
منم بہ فرش نشیں دلم بہ عرشِ دویں
ھدائے راہِ من است رنگِ حرف اللہٗ

اگر اسمِ ذات (اللہ) کی ترتیب پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ سب الف کا ہی مجموعہ ہے۔ آخر میں "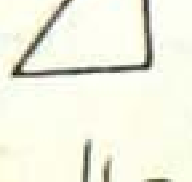" ہے۔ اس میں کھڑے پڑے تین الف ہیں۔ کھڑا الف جلالیت، پڑا الف جمالیت اور تیسرا الف کھڑے اور پڑے کے درمیان ہے

Marfat.com

جسے ارادہٗ ذات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ تینوں الف کے ملنے سے ایک نوری مثلث بنتی ہے جس سے جلالی و جمالی انوار و آثار قلبِ انسانی پر نزول کرتے ہیں۔ گویا الف سے مراد اللہ ہے۔ یہ مقامِ احدیت ہے۔ یعنی جلالی و جمالی صفات کا مرکز و مخزن جو بے کیف، بے چون، بے گون قدیم بذاتِ اقدس موجود اور واجب الوجود ہے۔ جس طرح وہ ذات بے مثل ہے اسی طرح اس کا نام بھی بے مثل ہے اور صفات بھی بے مثل ہیں جو افعال و آثار میں ظاہر ہو کر افعال و آثار کو بھی بے مثل کر دیتی ہیں۔ ذات اور اس کی تجلیات و شیونات ایک مرکزی نقطہ ہے۔ اس کے اردگرد اسماء گرامی انکی تجلیات و انوار و اسرار احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ اور پھر اسماء کے اردگرد صفات اور صفات کے اردگرد افعال و آثار کی شکل میں تمام کائنات ہے۔ تجلیات و شیونات کے دائرے قلب میں بھی ایسی ہی صورت میں دکھائی دیتے ہیں جنہیں حقیقتِ قلب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ معرفت کی پرواز صفائی قلب میں ہے اور صفائی قلب کی ابتدا و انتہا معرفت کی ابتدا و انتہا ہے۔

بقول حضرتم ؒ

در حضورِ حق مقامِ دل نشیں
اندر آں منزل جمالِ حق ببیں
در حقیقت معنیٰ نورِ یقیں
تابش از برقِ ہدایت شد نگیں

از ان کی امری و خلقی تشکیل میں ذات نے اضداد رکھ دی ہیں۔ ایک طرف روح اور دوسری طرف نفس اور شیطان ہے۔ ان کی باہمی جنگ حصولِ معرفت کی بڑی معاون ہے۔ اگر ان ہر دو میں جنگ و جدل نہ ہو تو پھر انسان یا تو بالکل فرشتہ صفت ہو یا پھر منکرِ ذات کہ جس پر فرعونیت غالب آ چکی ہو۔ اس تضادِ انسانی کے علاوہ ذات نے

Marfat.com

صفات میں تضاد پیدا کر دیا ہے کہ اگر انسان اپنے مخفی تضادی حقیقت نہ سمجھ سکے تو پھر صفات کے آثاری تضاد سے ذات کی معرفت حاصل کرے۔ آثار سے تضادی معرفت تو انسان کو قدم قدم پر نظر آتی ہے۔ حیات اور موت، دن اور رات اور اسی طرح جھوٹ اور سچ کا تماشا اس کے سامنے ہوتا رہتا ہے۔ تو گویا آثاری تضاد انسان کے اندرونی تضاد پر غور و فکر کرنے کے لئے ہے کہ انسان اس بیرونی تضاد کو دیکھ کر اپنے اندرونی تضاد کو سمجھ سکے اور اس طرح اپنے آپ کو جان کر اپنے رب کی پہچان کر سکے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عدم سے ارادہ مشیت اور قدرت کے ساتھ ایک تکمیلی صورت دے کر کائنات میں ظاہر کیا نیز اسے اشرف المخلوقات اور خلیفۃ الارض بنا کر وہ صفات اس میں رکھ دیں جو کسی دوسری مخلوق میں نہیں۔ اور پھر یہ بھی فرما دیا کہ ''میں نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا'' تو گویا یہ ذات کا سرّ ہے۔

بقول علامہ محمد اقبالؒ

طلسمِ بود و عدم جس کا نام ہے آدم
خدا کا راز ہے قادر نہیں ہے جس پہ سخن
اگر نہ ہو تجھے الجھن تو کھول کر کہہ دوں
وجودِ حضرتِ انساں نہ روح ہے نہ بدن

یہ انسان کا اعزاز ہے کہ اس نے قرآن مجید کو اٹھا لیا۔ وہ غیب میں ذات کی احدیت کو تسلیم کرتا ہے یعنی ایمان بالغیب رکھتا ہے نیز وہ ذات کی معرفت کی جستجو کرتا اور پاتا بھی ہے۔ جو کسی دوسری مخلوق کو نصیب نہیں۔ البتہ ایمان بالغیب کو اختیاری رکھتے ہوئے انسان کو ارادہ، قدرت، مشیت، حیات، سمع، بصر اور علم جیسی صفات سے نوازا گیا ہے کہ ان سے شعور حاصل کرنے کے بعد اختیار ہے کہ ایمان لائے یا نہ لائے۔ انسانی ارادہ حقیقی ارادہ کا عکس ہے۔ ارادہ بے کیف ہے۔ اللہ بے کیف ہے۔

Marfat.com

بے کیف بے کیف میں سما سکتا ہے۔ اللہ نورِ یقین ہے اور یہی احدیت، معیت، اقربیت اور معرفتِ ذات ہے۔

بقول مرشدمؒ

مقامِ عاشق و معشوق است در ارادۂ تو
ز وصل و فصلِ حیات است در ارادۂ تو
مقامِ یار و اغیار است در ارادۂ تو
نظامِ قرب و وصال است در ارادۂ تو

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مختلف آیات میں کچھ یوں ارشاد فرمایا ہے کہ ذات کی رحمت کے نزول کے باعث سب کائنات قائم ہے۔ زندگی اور موت کے نظام پر وہی قادر ہے۔ اُس نے زمین اور سمندر کی مخلوق کو پیدا کیا اور آسمان کو تھام رکھا ہے جس میں ستارے زینت کے لئے لگائے اور سورج اور چاند کو مسخر کرتے ہوئے رات اور دن کو پیدا کیا جو ایک دوسرے میں غائب ہوتے ہیں۔ وہی بارانِ رحمت کا نزول فرماتا ہے جس کے باعث مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے، رزق پیدا ہوتا ہے اور باغات اگتے ہیں۔ اُسی نے انسان کی تخلیق فرمائی اور آنکھ، کان اور دل عطا فرما کر دل مضطر کی دعاؤں کی اجابت فرمائی نیز زمین اور پہاڑ تخلیق فرما کر زمین کو قرار بخشا۔ پس غور طلب نکتہ یہ ہے کہ مندرجہ بالا میں سے انسان کس پر قدرت رکھتا ہے۔ اگر رکھتا ہے تو پھر کر کے دکھائے اور اگر قدرت نہیں رکھتا تو اپنی بے بسی کا اعتراف کر لینا چاہیے کہ ان پر کسی اور ہستی کی قدرت ہے جو قادرِ مطلق اور وحدہٗ لاشریک ہے۔ اِس طرح کائنات کے ذریعے ذات کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

بقول مرشدمؒ

ایں نظامِ کائنی زورِ صفات
شورِ اسماء است اندر کائنات

Marfat.com

مظہرِ ذات است اوصافِ کمال
مظہرِ اوصاف است اسماءِ جلال
مظہرِ اسماء است افعالی طرف
مظہرِ افعال آثاری طرف

قرآن مجید میں ذات کی مجموعی حمد اور پھر انفرادی اسمی حمد بیان کرنے کے لئے دو یا اس سے زیادہ اسماء جمع کر دیئے گئے ہیں مثلاً وھو العزیز الحکیم، وھو السمیع العلیم، و ھو العلی العظیم اور و ھو العلی الکبیر۔ یہاں دو دو اسماء جمع کر دیئے گئے ہیں اور سورہ حشر پارہ ۲۸ میں ۱۱۴ اسماء ایک ہی آیت میں جمع کر دیئے ہیں۔ اس سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک اسم دوسرے اسم کے ساتھ ایک خاص صفت بیان کرنے کے لئے جمع کر دیا گیا ہے لیکن کوئی اسم، اسم ذات کے ساتھ متحد یا جمع نہیں کیا گیا ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم میں بھی یہی حالت ہے۔ الرحمٰن اور الرحیم یہ دونوں اسم رحمت سے مبالغہ کے لئے مشتق ہیں۔ الرحمٰن کے بعد الرحیم شامل ہوا ہے۔ الرحیم کسی دوسرے اسم کے پہلے نہیں آتا مثلاً و اللہ غفور الرحیم، انہ' ھو العزیز الرحیم، ان اللہ رؤف الرحیم، و اتقو اللہ لعلکم ترحمون، ان اللہ توّاب الرحیم، انہٗ ھو البّر الرحیم۔ ان آیات پر غور کیا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مغفرت کے بعد رحم ہے، غلبہ کے بعد رحم ہے، شفقت کے ساتھ رحم ہے، ڈر کے بعد رحم کا وعدہ ہے، توبہ کے بعد رحم اور احسان کے بعد رحم ہے تو ان سب سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ کچھ اس قسم کے عطیات و عنایات ہیں جو آخرت سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں۔ جس طرح اسم الرحمٰن اس کائنات کے لئے ذات کا ظلی اسم ہے اسی طرح یوم آخرت کے لئے الرحیم ظلی اسم ہے۔ یعنی اس دنیا میں اللہ رحمٰن ہے اور اگلے جہان میں گرفت کے بعد رحمٰن رحیم ہے۔ اس طرح ذات کے اسماء پر غور وخوض کرنے سے انسان کا ایمان و یقین مضبوط ہوتا ہے اور وہ اسماء و صفات کے

Marfat.com

دریائے وحدت میں غوطہ زن ہو کر بے مثل ذات کی معرفت حاصل کرتا ہے۔ بے مثل سے مراد یہ ہے کہ ایسی لامتناہی ذات جس کی ذات اور صفات کے مقابلہ میں کوئی مثل پیش نہ کی جا سکے۔ اس کے برعکس مثال سے مراد یہ ہے کہ جس کے وجود کے لئے کوئی اور مثال موجود ہو۔ جیسے انسان کے لئے انسان مثال ہے اور حیوان کے لئے حیوان مثال ہے۔ عالم مثال سے یہ مراد ہے کہ ذات بذاتِ خود ظاہراً موجود نہیں بلکہ صفات، صفات کی حقیقت ظلی یا عکسی صورت میں موجود ہیں۔ مثلاً ایک بڑا آئینہ سورج کی طرف رخ کر کے کھڑا کر دیا جائے تو آئینہ میں جو سورج نظر آئے گا وہ آسمانی سورج نہیں بلکہ اس کا عکس ہو گا جسے دیکھ کر ہماری توجہ فوری طور پر آسمانی سورج کی طرف مبذول ہو جائے گی۔ اسی طرح کائنات کے ذرے ذرے میں ذات کا ظل موجود ہونے کے باعث ہماری توجہ تخلیق سے خالق کی طرف پلٹ جائے تو اس طرح کائنات سے ذات کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ البتہ اس میں کائناتی حجابات سد راہ ہوتے ہیں۔ وہ یوں کہ ذات سورج کی طرح ظاہر نہیں اور پھر ہماری ذات میں نفسی حجابات یعنی حسد و بغض، کینہ و عداوت، شہوت و غضب، نخوت و تکبر اور طمع و حرص ہیں جو ہمارے قلب کو آئینہ کی طرح صاف و شفاف نہیں ہونے دیتے کہ آئینۂ قلب میں ذات کا ظل دیکھ سکیں۔ انسان کائنات سے متاثر ہو کر بے ساختہ ذاتِ اقدس کی حمد و ثناء کہہ اٹھتا ہے لیکن یہ اس کا وقتی تاثر ہوتا ہے۔ عام طور پر انسان کا جسم اور روح دونوں بیک وقت یکجہت اور یکسو نہیں ہوتے۔ اگر یہ فرق مٹ جائے تو کائناتی حجابات اُٹھ جاتے ہیں اور انسان کے آئینۂ قلب میں ذات کا عکس سورج کی طرح جلوہ گر ہوتا ہے۔ اس سے انسان ذات کی معرفت حاصل کرتا ہے۔

بقول مرشدمؒ

محشرے در سینہ دارم شور و غوغا کُو بکُو
منزلے در سینہ دارم سوز و سودا سُو بسُو

Marfat.com

اسمِ ذات اندر درونم ذاتِ ذات اندر درونم
روئے ذات اندر درونم خد و خالش گُو بگو

جب انسان خلوص و وفا کا دامن تھام کر توکل کی قبا زیبِ تن کر لیتا ہے تو وہ خونِ جگر جلا کر اپنے قلب کے طاق میں عشق کا چراغ روشن کرتا ہے۔ وہ ابلیس کے خلاف نقارہ جنگی پر چوٹ لگا کر میدانِ عمل میں اتر آتا ہے۔ وہ دنیا کو تین طلاقیں دے کر اپنے نفس کو ریاضت کی بھٹی میں ڈال کر مجاہدہ کی آگ سے گرم کرتے ہوئے نفی اثبات کے ہتھوڑے سے ضربیں لگا کر مغلوب کر لیتا ہے۔ وہ غیر اللہ سے تعلق توڑ کر ظاہری طور پر شریعت کی نہر میں غوطہ زن ہوتا ہے مگر باطنی طور پر عشق کے سمندر میں غرقاب ہو جاتا ہے۔ وہ فقر محمدیؐ کی ردا اوڑھ کر مصائب و آلام کا سامنا کرنے کے لئے سینہ سپر ہو جاتا ہے۔ وہ وصل کی شراب سے مخمور ہو کر غیریت کے جنازہ کو کندھا دیتا ہے۔ وہ احدیت کا عمامہ باندھ کر یکتائی کا ڈھنڈورا پیٹتا ہے۔ وہ عالمِ حیرت میں نعرۂ حق بلند کرتے ہوئے سولی پر چڑھنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ وہ حضوریٔ قلب سے رضاءِ ذات، استحضارِ ذات، معائنۂ ذات، مکاشفۂ ذات اور مکاشفۂ اسرارِ ذات میں منہمک ہوتے ہوئے استغراقِ تامہ، فناءِ کاملہ، اور بقاءِ مطلقہ جیسے اوصافِ حمیدہ سے متصف ہو کر معرفتِ ذات کی تلاطم خیز موجوں کی نذر ہو جاتا ہے۔

بقول مرشدمؒ

؎ بے حضورے ہر عبادت کاسد است
بے نگاہے ہر ریاضت فاسد است

بقول شاعر

؎ یہ عشق نہیں آسان بس اتنا سمجھ لیجیے
اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے

جہاں تک کائناتی حجابات کا تعلق ہے اگر ان پر غور و خوض کیا جائے کہ آخر یہ

Marfat.com

کیوں ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ذات نے اپنے آپ کو ظلی حیثیت میں کائنات میں براہِ راست سورج کی طرح ظاہر نہیں کیا بلکہ پہلے اپنے اسماء وصفات میں اور پھر افعال وآثار واسباب کو ظاہر کیا ہے۔ اسے احدیت، وحدت اور واحدیت یعنی برزخ کبریٰ کہتے ہیں۔ آثار کو اس لئے ظاہر کیا گیا ہے کہ انسان حجابات کے باوجود ذات کی طرف متوجہ ہو اور عبدیت جو اس کے لئے ملزوم ٹھہرائی گئی ہے اُسے اختیار کرتے ہوئے ایمان ویقین مستحکم کرے کیونکہ انسان کا ایمان ویقین جس قدر مستحکم ہوگا اُسی قدر اُس میں قوتِ تحمل وبرداشت ہوگی اور اس تعلق کی مناسبت سے ذات اس پر منکشف ہوگی۔ یہ صرف نورِ ایمان ہی ہے جو اپنے اندر نورِ ذات کو جذب کرسکتا ہے ورنہ ذات کی تاب لانا انسان کے بس میں نہیں۔

بقول مرشدمؒ

از تعلق فکر یکتا می شود
از تعلق ذکر یکتا می شود
از تعلق راقب موجود باش
از تعلق طالبِ مقصود باش
از تعلق غیرِ حق گردد فنا
از تعلق ذاتِ حق گردد بقا

ذات کے ہر اسم کے تحت خدا کی خدائی کا ایک شعبہ منظّم ہے اور وہ شعبہ اپنے آپ میں مکمل ہونے کے باوجود ہر دوسرے اسی طرح کے شعبہ سے منسلک ہے۔ یعنی سب شعبے آپس میں اسماءِ گرامی کی طرح ذات کے بے کیف انوار وتجلیات سے منسلک اور وابستہ ہیں جو الگ الگ نہیں ہو سکتے یا پھر انہیں الگ الگ کرنے کا ذاتی ارادہ نہ تھا۔ نیز ہر شعبہ اپنی اپنی خصوصیات کی بنا پر اپنے اپنے افعال وآثار میں مقید

Marfat.com

ہے۔ (صفات کو شعبہ تمثیلی طور پر کہا گیا ہے ورنہ صفات ارفع و اعلیٰ ہیں) یہ سب نظام ایسی آہنی زنجیر کی طرح جکڑا ہوا ہے کہ جس کے جدا ہونے کا کوئی امکان نہیں کیونکہ بنیادی طور پر ہر اسم کا باہمی تعلق ہے۔ صفت اپنے اسم سے الگ نہیں ہو سکتی تو اسم بھی اپنی صفت سے جدا نہیں ہو سکتا اور پھر صفت کے آثار بھی اپنی صفت اور اسم سے جدا نہیں ہو سکتے۔ غرضیکہ یہ ایک فقید المثال نظام ہے جو مرکز کی قوتِ ارادی کے تحت برقرار ہے۔ ذات ظاہر نہیں لیکن وہ اپنی صفات سے ظاہر ہے۔ ہم ذات کو ذات کی صفات سے دیکھتے اور پہچانتے ہیں۔ چونکہ اس کی صفات ہم میں بھی موجود ہیں اور تمام کائنات کا احاطہ بھی کئے ہوئے ہیں اس لئے ہم یقین واثق رکھتے ہیں کہ ذات ہر جگہ موجود ہے۔ ہمیں چاہیے کہ صفات اور کائنات کے افعالی و آثاری ظہور کو ذات نہ مانیں بلکہ ذات کی پہچان کا ذریعہ سمجھیں۔

جیسے کاتب، مکتوب، کتب، کتابت۔ اس میں

کاتب	(ذات)	مکتوب	(اسم ذات)
کتب	(صفت)	کتابت	(آثار)

اسی طرح

رازق	(ذات)	مرزوق	(اسم ذات)
رزاقیت	(صفت)	رزق	(آثار)

نیز

خالق	(ذات)	مخلوق	(اسم ذات)
خالقیت	(صفت)	تخلیق	(آثار)

اوران سب کے درمیاں ارادۂ ذات کارفرما ہے۔ ہمیں کتابت سے کاتب تک، رزق سے رازق تک اور تخلیق سے خالق تک کو جاننا اور پہچاننا ہے اور یہی

Marfat.com

معرفتِ ذات ہے۔ (واللہ اعلم بحقیقہ)

بقول حضرت سلطان باھوؒ

یقیں دانم دریں عالم کہ لا معبود الا ھُو

ولا موجود فی الکونین و لا مطلوب الا ھو

بہ لا لا لا ہمہ لا کُن بگو الا باللہ جُو

نظر خود سوئے وحدت کن کہ لا مقصود الا ھُو

Marfat.com

معرفتِ نفس

نفس عربی زبان میں ذات، دل اور شخص کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا
وَیُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفْسَہٗ ط کہ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے۔ پھر فرمایا
وَضَرَبَ لَنَا مَثَلاً وَّ نَسِیَ خَلْقَہٗ ط کہ انسان میری ذات کے متعلق مثالیں قائم
کرتا ہے حالانکہ اُس نے اپنی خلقت کو بھلا یا ہوا ہے اور اُسے اپنا پتا نہیں ہے سو آیا ہے
کہ فَاَسَرَّھَا یُوْسُفُ فِیْ نَفْسِہٖ۔ پس یوسف علیہ السلام نے یہ بات اپنے دل
میں رکھی اور اُن پر ظاہر نہ کی۔ پھر فرمایا فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِہٖ خِیْفَۃً مُّوْسٰی یعنی
موسیٰ علیہ السلام اپنے دل میں ڈر گیا۔ پھر فرمایا لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْساً اِلَّا وُسْعَھَا۔
یعنی اللہ تعالیٰ کسی شخص پر اُس کی وسعت اور طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کا قالب تیار کیا تو فرمایا جب میں
اس میں روح پھونک کر اسے خلافت سے سرفراز فرمالوں تو اے ملائکہ تم اس کے آگے
سجدہ کرلو۔ تو سب ملائکہ نے اسے سجدہ کیا لیکن ابلیس نے حسد اور کبر کے سبب سجدہ
کرنے سے انکار کر دیا اور کہا ''میں اس سے بہتر ہوں'' تب اللہ تعالیٰ نے اسے راندۂ
درگاہ اور ملعون کر دیا۔ اس کے بعد اس نے آدم علیہ السلام اور اُن کی اولاد کی دشمنی اور
گمراہی کا بیڑا اٹھایا۔ قَالَ فَبِعِزَّتِکَ لَاُغْوِیَنَّھُمْ اَجْمَعِیْنَ ط یعنی اے اللہ!
تیری عزت کی قسم میں تمام بنی آدم کو گمراہ کر کے اپنے ہمراہ جہنم میں لے جاؤں گا۔ تب
ابلیس نے آدم علیہ السلام کے جسد کا جائزہ لیا اور جسد کے اندر داخل ہو کر سر سے پاؤں
تک ہر جگہ کو جانچ کر باہر آیا اور کہا کہ اس خلیفے اور اس کی نسل کو گمراہ کرنا میرے لئے
بہت آسان ہے۔ اس کا جسم متضاد عناصر کا مجموعہ ہے۔ یہ متلوّن مزاج کبھی کسی بات پر
قائم اور برقرار نہیں رہے گا۔ اس کے اندر گنبد کی شکل کا دل بائیں طرف لٹک رہا ہے
اس کے اندر داخل ہونے کا مجھے راستہ نہیں مل سکا۔ اس میں شاید اللہ تعالیٰ نے خلافت
اور حکمت و معرفت کا خزانہ رکھا ہو۔

Marfat.com

ابو الحسن سید علی بن عثمان علی ہجویری المعروف داتا گنج بخشؒ نے فرمایا کہ "نفس وجودِ شے یا حقیقت و ذات کے معنی میں مروج ہے لیکن ایک گروہ نفس بمعنی روح کہتا ہے۔ ایک گروہ کے نزدیک مروت کے معنی میں نفس آتا ہے۔ ایک گروہ جسد و جسم کے معنی لیتا ہے۔ ایک گروہ خون کے معنی لیتا ہے۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ نفس ایک ایسی عین شے ہے جو دل میں رکھی گئی ہے اور وہ انسان میں مثل روح کے لازم ہے اور ایک گروہ کہتا ہے کہ نفس ایک ایسی صفت کا نام ہے جو قالبِ انسان میں مثل حیات کے موجود ہے۔ لیکن تمام محققین صوفیہ اس بات پر متفق ہیں کہ نفس نام ہے منبعِ شر اور قائدِ سوء کا جس کے ذریعے اخلاق رذیلہ اور افعال خبیثہ کے ارادے پیدا ہوں اور یہ اُن افعالِ رذیلہ خبیثہ یعنی معاصی، تکبر، حسد، بخل اور خشم وغیرہ کا سبب ہے۔ روح اور نفس دونوں لطیفہ ہیں جو قالبِ انسانی میں موجود ہیں۔ روح محلِ خیر اور نفس محلِ شر ہے۔ نفس کی مخالفت میں تمام عبادات کا راز ہے اور کمال مجاہدہ بھی اسی مخالفتِ نفس کے لئے ہے اور بندہ بجز مخالفتِ نفس واصل بحق نہیں ہوسکتا۔ رب العزت جل مجدہٗ نے اس کی مخالفت کا حکم فرمایا اور اُن لوگوں کی تعریف کی جو اس کی مخالفت کرنے والے ہیں نیز ان کی مذمت کی جو موافقتِ نفس میں چل رہے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوا وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى۔ یعنی جنہوں نے نفس کی خواہشات کو روکا تو ان کی آرام گاہ جنت ہے۔ احادیث میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی فرمائی اور حکم دیا یَا دَاؤُدُ عَادِ نَفْسَکَ فَاِنَّ وُدِّیْ فِیْ عَدَاوَتِهَا۔ یعنی اے داؤد اپنے نفس سے دشمنی کر اس لئے کہ میری دوستی اس کی عداوت میں ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ۔ ترجمہ: جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا یقیناً اُس نے اپنے رب کو بھی جان لیا۔ یعنی کہ جس نے

Marfat.com

اپنے نفس کی فنا کو سمجھ لیا اس نے یقیناً ذاتِ باقی کی بقا کو جان لیا۔ یا یوں کہئے کہ جس نے اپنے نفس کو عبودیت کے ساتھ پہچان لیا یقیناً اُس نے اپنے رب کو ربوبیت کے ساتھ جان لیا۔ جب ہی تو ایک شیخ نے فرمایا کہ جو اپنے نفس سے جاہل ہے وہ غیر سے جاہل تر ہے یعنی کہ جو اپنے کو نہ جانے وہ کل کی معرفت سے محجوب ہے۔

ترکیبِ انسانی محققین کے نزدیک تین معنی میں ہوتی ہے۔ ایک[1] روح، دوسرے[2] نفس، تیسرے[3] جسم اور اس کے ہر عین میں ایک صفت ہوتی ہے جو اس عین کے ساتھ قائم ہے چنانچہ روح کے لئے عقل، نفس کے لئے ہوا اور بدن کے لئے حس ہے انسان نمونۂ عالم ہے۔ عالم دو جہان کا نام ہے اور دونوں جہان کے نشانات کا مجموعہ انسان ہے۔ اس جہان کے نشان تو انسان میں آگ، پانی، خاک، ہوا ہیں اور ان کی ترکیب بلغم، خون، صفرا، سودا سے ہے اور اُس جہان کے نشان بہشت، دوزخ اور عرصاتِ محشر ہیں۔ جسم بجائے عرصاتِ محشر کے ہے اور بہشت نتیجہ رضاءِ درست ہے اور دوزخ نتیجہ غضب یار ہے۔

حضرت ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نفس خائن ہے امانت میں اور مانع ہے اعمالِ صالحہ سے اور طلب رضا کا مخالف ہے چنانچہ طالبِ درگاہِ احدیت پر واجب ہے کہ ہمیشہ مخالفتِ نفس کرے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ فِي اللهِ ترجمہ: مجاہدہ کرنے والا وہ ہے جس نے اللہ کی راہ میں اپنے نفس کا مقابلہ اور اس کی مخالفت کی۔ اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَ مَا الْجِهَادُ الْاَكْبَرِ قَالَ مُجَاهَدَةُ النَّفْسِ۔ ترجمہ: لوٹے ہم چھوٹے جہاد یعنی غزوات سے بڑے جہاد کی طرف۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ بڑا جہاد کیا ہے فرمایا نفس کا مقابلہ۔ اس حدیث میں حضور ﷺ نے غزوات پر جہادِ نفس کی فضیلت ظاہر

Marfat.com

فرمائی ہے۔ نفس کی خواہشات پر قہر کرنا جہاد نفس ہے چنانچہ حضرت سہیل رحمۃ اللہ علیہ نے مشاہدہ کے لئے مجاہدہ کو علت فرمایا اور عرفان حق کی طلب کے لئے مجاہدہ کو خاص طور پر موثر قرار دیا ہے۔ آپؒ نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں یہ آیۃ کریمہ پیش کرتے ہیں وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا ۔جن لوگوں نے ہمارے لئے مجاہدہ کیا یقیناً ہم انہیں اپنی راہیں دکھا دیں گے۔

حضرت ابوالحسن شقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں ایک روز اپنے گھر آیا۔ ایک چھوٹا سا کتا زرد رنگ نظر پڑا کہ ایک جگہ سو رہا ہے۔ میں سمجھا کہ محلّہ میں سے کسی طرح یہاں آ کر سو گیا ہے۔ میں نے اسے نکالنا چاہا تو وہ میرے دامن کے نیچے آیا اور غائب ہو گیا۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے نفس کو چوہے کی صورت میں دیکھا میں نے کہا تو کون ہے؟ کہنے لگا میں غافلوں کی ہلاکت ہوں۔ میں برائی کی طرف بلانے والا اور شر وسوء کا داعی ہوں اور محبوبانِ خدا کے حق میں نجات ہوں۔ اس لئے کہ میرا وجود آفت ہے اگر میں محبوبانِ خاص کے ساتھ نہ ہوتا تو وہ اپنی پاک بازی پر مغرور ہو جاتے اور اپنے اعمال پر تکبر کرتے کیونکہ جب وہ دلوں کی پاکی، اسرار کی صفائی، ولایت کے انوار اور اطاعت پر استقامت دیکھتے ہیں تو ھویٰ وحرص ان میں پیدا ہو جاتی ہے اور جب مجھے دونوں پہلوؤں پر دیکھتے ہیں تو ان کے تمام عیوب فنا ہو جاتے ہیں۔ یہ تمام باتیں اس امر پر دلیل ہیں کہ نفس ایک عین ہے نہ کہ صفت۔ اور اس نفس کے لئے صفت علیحدہ ہے اور ہم صرف نفس کی صفتوں کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اَعْدَا عَدُوِّکَ نَفْسُکَ الَّتِیْ بَیْنَ جَنْبَیْکَ یعنی تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے جو تیرے پہلو میں ہے۔

Marfat.com

اپنے قبضہ میں لا سکے گا لیکن نفس کا مایہ اور اُس کی اصل نابود نہیں ہوسکتی۔ جب نفس کی شناخت صحیح ہو جاتی ہے تو طالبِ حق کو اس کے باقی رہنے سے خوف نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ نفس ایک بھونکنے والا کتا ہے اور ریاضت و اصلاح کے بعد کتے کا باندھ رکھنا مباح ہے۔ تو مجاہداتِ نفس فناءِ اوصافِ نفس کے لئے ہیں نہ کہ اس کے عیب کو فنا کرنے کے لئے۔

ھویٰ اُس ارادہ کا نام ہے جو نفس میں مدبر اور متصرف ہے جیسے عقل روح میں۔ بندہ کے لئے عقل اور ھویٰ کی طرف سے دعوت رہتی ہے لیکن جو عقل کی دعوت کا پیرو ہوا وہ ایمان حاصل کر لیتا ہے اور جو ھویٰ کی دعوت قبول کرلے وہ گمراہی اور کفر پر ہو گیا۔ تو گویا ھویٰ واصلین کے لئے حجاب ہے۔ خواہشاتِ نفس کا مرتکب مجرم ہے۔ جو نفس کی پیروی پر لگ گیا ہلاک ہو گیا اور جس نے اس کے خلاف کیا وہ مَلکی صفات کو پہنچ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اَلْھَوٰی وَالشَّھْوَۃُ مَحْجُوْنَتَینِ بِطِیْنَۃِ اِبْنَ آدَمَ۔ ترجمہ: حرص و ھویٰ اور شہوت ابن آدم کی طینت میں گوندھی گئی ہے۔ حضرت زلیخا نے اول ہویٰ کے اتباع کا ارتکاب کیا امیر تھی اسیر ہو گئی یوسف علیہ السلام نے ترکِ ہویٰ فرمایا۔ اسیر تھے مگر امیر ہو گئے۔ تو معلوم ہوا کہ ترکِ ہویٰ بندہ کو امیر کرتی ہے اور اس کی اتباع اسیر بناتی ہے۔ آنکھ کی شہوت دیکھنا، کان کی شہوت سننا، جسم کی شہوت چھونا اور دل کی شہوت سوچنا اور ارادہ کرنا ہے۔ چنانچہ طالب کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنی شہوات پر نگہبان ہو اور رات دن اسی نگرانی و نگہبانی میں گزارے تاکہ ہویٰ جو حواس میں پیدا ہوتے ہیں از خود منقطع ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ ایسے ارادے اور وساوس باطن قلب سے دور ہو جائیں کیونکہ جو شخص اس شہوت و ہویٰ کی دلدل میں پھنس گیا وہ وصالِ جمال سے محروم رہ گیا۔ یہ طریقہ مسلم و مقبول ہے اور بعد کامیابی ضرور مراد حاصل ہوتی ہے۔"

Marfat.com

حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب دلائل السلوک سے ماخوذ ہے کہ "نفس اور روح ایک حقیقت کے دو نام ہیں ان کے فرق کو سمجھنے کے لئے حدیث لَیْلَۃُ التَّعْرِیْسُ پر غور کریں قال بلال اخذ بنفی الذی اخذ بنفسک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ قبض ارواحنا۔ ترجمہ۔ "میری روح کو اس ذات نے پکڑا جس نے آپ کی روح کو پکڑا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہماری ارواح کو قبض کر لیا تھا۔" معلوم ہوا کہ ایک ہی چیز کو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نفس سے تعبیر فرماتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روح سے۔ قرآن مجید میں بھی روح پر لفظ نفس کا اطلاق فرمایا ہے۔ ارشاد ربانی ہے قال تعالیٰ اللہ یَتَوَفَّی الْاَنْفَسَ حِیْنَ مَوْتِھَا۔ ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ ہی قبض کرتا ہے جانوں کو ان کی موت کے وقت۔ نیز فرمایا وقولہ تعالیٰ اخرجوا انفسکم۔ ترجمہ۔ اپنی جانیں نکالو۔ ان دونوں آیتوں میں ذکر نفس کا ہے اور مراد روح ہے۔ علامہ ابو القاسم سہیلی رحمۃ اللہ علیہ نے روض الانف میں بحث کی ہے کہ روح اور نفس شے واحد ہے۔ تغائر بوجہ اوصاف کے ہے۔ باعتبار اولیت کے تو روح ہے۔ جب فرشتہ ماں کے پیٹ میں پھونکتا ہے روح ہے۔ جب پیدا ہوتا ہے اور کسبِ اخلاق و اوصاف حمیدہ یا ذمیمہ کرتا ہے اور بدن سے عشق و محبت پیدا کر لیتا ہے اور مصالح بدن میں مشغول ہو جاتا ہے تو اس پر لفظ نفس بولا جاتا ہے۔ قبل از اکتساب اوصاف روح پر لفظ نفس کا بولنا ٹھیک نہیں۔ جب یہ اوصاف سے متصف ہو جاتا ہے تو اس میں صفتِ غفلت اور شہوت پیدا ہو جاتی ہے تو اس پر لفظ نفس کا اطلاق ہوتا ہے کیونکہ نفس کا فعل بھی غفلت اور شہوت ہے۔ کتاب الروح میں ابن قیمؒ نے فرمایا ان النفس والزوح مسماھما واحد" وھم الجمھور۔ کہ نفس اور روح کا مصداق واحد ہے اور جمہور اس کے قائل ہیں۔ نیز آپؒ نے فرمایا الفرق بین النفس والروح فرق" بالصفات لا فرق بالذات۔ یعنی کہ نفس اور روح کے درمیان فرق باعتبار صفات کے ہے نہ کہ باعتبار ذات کے۔"

Marfat.com

مرشدم جامع شریعت وطریقت حضرت مولانا غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے رموز تصوت میں روح اور نفس کی تعریف یوں فرمائی ہے کہ ''روح جسم لطیف نورانیہ ذاکیہ ساریہ فی البدن کزُبدِ فی اللبن۔ یعنی کہ روح ایک لطیف جسم ہے نورانی ہے ذاکیہ (بمعنی صاف) پورے جسم میں اس طرح پھیلی ہوئی ہے جیسے مکھن دودھ میں۔ قرآن مجید اسے امرِ رَبِّی کہتا ہے جو مظہرِ ربوبیت ذات اقدس ہے۔ روح ایک طاقت من اللہ ہے جس کا تعلق صفاتِ کمالیہ کے ساتھ ہے۔ صفات کا تعلق امر کے ساتھ ہے۔ امر کا تعلق ارادہ کے ساتھ ہے اور ارادہ کا تعلق ذاتِ اقدس کے ساتھ ہے۔ لہٰذا روح کی کُنہ تک پہنچنا بندہ کے احاطۂ قدرت سے باہر ہے۔ اور نفس جسم لطیف، کثیف، مظلمۃ، غیر ذاکیہ ساریۃً فی البدن کزبد فی اللبن یعنی کہ نفس ایک لطیف جسم مظلم، غیر ذاکیہ (بمعنی کثیف) اور افادا ہے جو پورے جسم میں اس طرح پھیلا ہوا ہے جیسے مکھن دودھ میں۔

حقیقت روح خود اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہے۔ حضرت محمد ﷺ کے نفس کو اللہ رب العزت نے اپنے نفس (بمعنی ذات) سے تخلیق کیا پھر ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام کے نفس کو نفس محمدی ﷺ کا مماثل کیا۔ علیٰ ہذا القیاس جو نفس اخبارِ الٰہی پر بھروسہ کرتا ہے اس کا نفس شعاعِ ربوبیت بنا رہتا ہے اور وہ حق پر گڑا ہوتا ہے۔ شیطان کا ہر حربہ اس کے لئے نقش بر آب ہوتا ہے لیکن نفس جونہی اخبارِ الٰہی کو چھوڑ کر اقتضائے طبیعت کے مطابق عمل کرتا ہے تو شعاع ربوبیت سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ اس کی روح تاریکی سے بھر جاتی ہے اور وہ شقی ہو جاتا ہے۔ یاد رہے کہ قرآن وحدیث کے خلاف جو علم بھی بندے کو حاصل ہوتا ہے باعثِ شقاوت ہے اور وہ علم و آگہی جو شعاعِ نور کا نتیجہ ہے اور اخبارِ الٰہی پر ایمان جو عمل کا ثمرہ ہے باعثِ سعادت ہے فرد ہو یا معاشرہ سب کے عروج وزوال کا اسی اصول پر مدار ہے۔

Marfat.com

خواہشاتِ نفس کو چھوڑ کر اطاعت کی طرف روانہ ہونا سیر نفس کہلاتا ہے۔
نفس ایک قوتِ غضبیہ سبحیئیہ ہے جو صفاتِ جلالیہ قہریہ ضالہ حیارہ کا عکس مجسم ہے اور مائل بطرف نزول ہے۔ یہی باعثِ اعمالِ شرکیہ، کفریہ، کبریہ ہے۔ امارہ بالسوء اس کا نام، لقب وصفت ہے مگر اطاعت وعبادت سے اس کی اصل صفت بدل جاتی ہے۔
کثرتِ ذکر سے مطمئن ہو کر تابع ہو جاتا ہے یا مسلمان مگر سرکش ہونے کا خطرہ قائم رہتا ہے۔ نفس کا اپنی ہویٰ وہوس سے خدا کی اطاعت تک جانا صرف بتائید ربانی ہوتا ہے۔ یہ موہوبی، امدادی کسبی ہے۔ کسب معاون ضرور ہے مگر کافی نہیں۔ کوشش سے تغیرِ تقدیر ہرگز نہیں ہوسکتی اور کوئی کام بغیر تغیرِ تقدیر کے وجود میں نہیں آ سکتا۔ پس کامیابی اللہ تعالیٰ کے حول، قوت اور ہدایت سے ہوتی ہے۔''

محققین صوفیائے کرام کے نزدیک نفس کے مختلف مرتبے اور درجے ہیں۔

۱۔ نفس امارہ بالسوء: وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ۔
ترجمہ۔ ''اور میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں بتاتا بے شک نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے۔'' اس آیت میں نفس امارہ بمعنی سرکش نفس ذکر ہے جس کا تصرف کفار، فجار، اہلِ نفاق ہے اور اہلِ فسق پر ہے۔ اہلِ توحید اور اہلِ اطاعت اس کی دسترس سے بعید ہیں۔ اس کو نفسِ مغضوبہ بھی کہتے ہیں۔ ایسے نفس والا شخص روزِ قیامت اور سزا و جزا پر یقین نہیں رکھتا وہ گناہ کے بعد ندامت اور پشیمانی محسوس نہیں کرتا۔ یہ نفس بندہ کو طبیعت عنصری کی طرف دھکیلتا اور عاداتِ سفلی کی طرف راغب کرتا ہے۔

۲۔ نفسِ لوامہ: قولہ تعالیٰ: لَآ اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیٰمَۃِ وَ لَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَۃِ
خبردار میں روز قیامت کی قسم کھاتا ہوں اور نفس لوامہ یعنی گناہ پر بہت ملامت کرنے والے نفس کی قسم کھاتا ہوں۔ نفس لوامہ خود کو ملامت کرنے

Marfat.com

والا نفس ہے۔ یہ نفسِ امارہ سے دوسرے درجے میں افضل ہے اور اسے قیامت کے دن پر یقین ہوتا ہے۔ یہ نفس انسان کے ضمیر کو جھنجھوڑ کر عالمِ ارواح کے اس معاہدہ کو یاد دلاتا ہے جب اللہ تعالیٰ نے اس سے کہا تھا اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ ترجمہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ اور بندے نے فیصلہ کن الفاظ میں جواباً کہا تھا بَلٰی (کیوں نہیں)۔ یہی وہ نفس ہے جو انسان کو اپنے گناہوں پر شرمسار ہونے کا مشورہ دیتا ہے اور وہ گمراہی پر ملامت کرتا ہے یعنی کہ جب نفس پر اللہ کریم کی طرف سے عکس صفت ہادی یعنی تجلی ہدایت کا پرتو پڑ جائے تو اس عکس سے قلب پر یعنی ارادہ پر ایک نقطہ نور و رحمت نزول کرتا ہے تو نفس اپنے آپ کو اللہ رب العزت کے روبرو ملامت کر کے راہِ مستقیم کا طالب بن جاتا ہے اور حق و باطل میں تمیز کرتا ہے۔ اسے نفسِ مرحومہ بھی کہتے ہیں۔

۳۔نفسِ ملہمہ: نفس ملہمہ یعنی الہام والے کا اس آیت میں ذکر آیا ہے۔ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰهَا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۔پس میں قسم کھاتا ہوں نفسِ ملہمہ یعنی الہام پانے والے کی اور اس کی جس نے اسے ٹھیک بنایا پھر اس کی بدکاری اور اس کی پرہیز گاری دل میں ڈالی۔ بیشک مراد کو پہنچایا جس نے اسے ستھرا کیا اور نامراد ہوا جس نے اسے معصیت میں چھپایا۔ یہاں نفس ملہمہ کی صفت بیان کی گئی ہے یعنی وہ نفس کہ ہر کام میں اس پر ارادہ نزول رحمت ہوتا ہے کہ فلاں کام ناجائز ہے فلاں جائز ہے۔ آگے اس کا اختیار ہے کرے یا نہ کرے۔ گویا علماً مطیع ہے اور عملاً مختار ہے۔ اس کا ملکوتی نوری حصہ میلان الی الحق ہے اور ناسوتی شیطانی حصہ میلان الی الباطل ہے۔ یہ نفس

Marfat.com

قدرت کی طرف سے بندے کے دل میں خیر کی رغبت دلاتا ہے اور نیکی کے ثمرات کا یقین دلاتا ہے۔

۴۔ نفسِ مطمئنہ: وہ نفس ہے جو ہر کام میں اللہ تعالیٰ کے امر کو پیشِ نظر رکھنے اور اسی کے مطابق زندگی کو ڈھالنے کی تحریک دیتا ہے۔ اس نفس کا کام وہاں سے شروع ہوتا ہے جہاں انسان اصلاح وتہذیب کے اعلیٰ معیاروں کو اپنا شعار بنالیتا ہے۔ قولہ تعالیٰ ہے۔ يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِىْ فِىْ عِبٰدِىْ وَادْخُلِىْ جَنَّتِىْ اے نفسِ مطمئنہ اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو اور میری جنت میں آ۔

نفس کا اطمینان پذیر ہونا، معیت باللہ العزیز ہونا تصوف کی اصطلاح میں حضور کہلاتا ہے۔ حضور سے مراد یہ ہے کہ ایک لمحہ بھی تصور ذکر وفکر سے خالی نہ ہو اور سنتِ رسالت میں منہمک ہو نیز اس کا ہر وقت میلان و رجوع الی اللہ ہو اور نور شریعت سے منور ہو یعنی کہ صورۃً وسیرۃً مطیع رسول اللہ ﷺ ہو۔

۵۔ نفس کاملہ: وہ نفس ہے جو خود بھی نور سے بھرا ہوا ہو اور دوسروں کو بھی نور تفویض کرنے پر قادر ہو۔ اس کی تربیت نور کریمانہ سے ہوتی ہے۔ قلب ارادہ اور جسم نور سے بھر جاتا ہے۔ دوسروں کو منور کرتا ہے۔ فیوضاتِ باطنی نوری سے مرشدِ ہدایت بن جاتا ہے اور خدمتِ خلائق کا ایک ذریعہ بن جاتا ہے۔ یہ نائب وخلیفۂ حق ہوتا ہے۔ اس مقام کو سیر من اللہ کہتے ہیں۔

وہ کیفیت جو حضور کے بعد دل میں پیدا ہوتی ہے سرور کہلاتی ہے۔ یہ کیفیت قلب سے تجاوز کر کے بدن پر فنا کی کیفیت پیدا کرتی ہے جو اللہ جل شانہٗ

Marfat.com

کی طرف سے نورِ کمالی از تجلیات صفاتی کمالی ہوتی ہے۔

۶۔نفس راضیہ: یہ نفس بندے کو راضی بہ رضا رہنے کی تلقین کرتا ہے۔ جب نعمتِ انوارِ کمالی سے اسے پالا جائے تو نفس شاکر ہو جاتا ہے۔ مصیبت ہو خواہ راحت ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے راضی ہوتا ہے۔ دنیا کی تکالیف اس کی نگاہ میں معدوم ہو جاتی ہیں اور اسے رضاء بالقضاء کا مقام حاصل ہو جاتا ہے۔

۷۔نفسِ مرضیہ: وہ نفس ہے جس سے اللہ رب العزت راضی ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم کو اس کے لئے مشعلِ راہ بنائیں اور اس کے ذریعے اسے قرب عطا کریں۔ فضل و کرم کا یہ ذریعہ تقویٰ، عملِ صالح، حضور و مشاہدہ، فنا عن الہویٰ اور بقاء مع اللہ ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔ اس کے بعد صرف مقام عبدیت رہ جاتا ہے یعنی سراپا بندگی ہو جانا۔ اس کا صلہ ہے جنتِ قرب و رضا اور یہی وہ خوش نصیب ہیں جنہیں اصطلاح میں ''مراد'' کہتے ہیں۔ اسی کے متعلق حدیثِ قدسی میں اس طرح آتا ہے کہ میرے زمین و آسمان مجھے اپنے اندر نہیں سما سکتے لیکن میرے متقی بندے کا قلب مجھے اپنے اندر سما سکتا ہے۔ اسی لئے مومن کا قلب عرش الٰہی کہلاتا ہے۔

Marfat.com

معرفتِ شجرِ طیبہ

ہر جا تیری قدرت کے ہیں لاکھوں جلوے
حیران ہوں دو آنکھ سے کیا کیا دیکھوں

(بقول شاعر)

جس تخلیق کو بھی دیکھیں اس سے اس کے خالق یعنی ذات باری تعالیٰ کی طرف توجہ مبذول ہو جاتی ہے۔ درختوں کو دیکھنے سے ایک طرح کا احساس سا ہوتا ہے کہ درختوں میں چاروں طرف ذات ہی ذات نظر آتی ہے یعنی کہ ذات خداوندی اشجار میں، نباتات میں اور جمادات میں دوسری مخلوق کے مقابلہ میں اجمالی اور صریحی طور پر زیادہ ظہور پذیر ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ۔ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ تُؤْتِيْ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ م بِاِذْنِ رَبِّهَا ط ترجمہ:۔ (کیا تو نے نہ دیکھا اللہ نے کیسی مثال بیان فرمائی پاکیزہ بات کی جیسے پاکیزہ درخت جس کی جڑ قائم اور شاخیں آسمان میں۔ ہر وقت اپنا پھل دیتا ہے اپنے رب کے حکم سے۔)

یعنی کہ کلمہ طیبہ کی جڑ قلب مومن کی زمین میں ثابت اور مضبوط ہوتی ہے اور اس کی شاخیں یعنی عمل آسمان میں پہنچتے ہیں اور اس کے ثمرات برکت وثواب ہر وقت حاصل ہوتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے سید عالم ﷺ نے اصحاب کرام سے فرمایا وہ درخت بتاؤ جو مومن کے مثل ہے اس کے پتے نہیں گرتے اور ہر وقت پھل دیتا ہے یعنی جس طرح مومن کے عمل اکارت نہیں ہوتے اور اس کی برکتیں ہر وقت حاصل رہتی ہیں۔ صحابہ نے فکریں کیں کہ ایسا کون سا درخت ہے جس کے پتے نہ گرتے ہوں اور اس کا پھل ہر وقت موجود رہتا ہو۔ چنانچہ جنگل کے درختوں کے نام لئے جب ایسا کوئی درخت خیال میں نہ آیا تو حضورؐ سے دریافت کیا فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے۔ ابن

Marfat.com

عباسؓ فرماتے ہیں کہ کلمہ طیبہ سے مراد لا الہ الا اللہ کی شہادت ہے۔ پاکیزہ درخت کی طرح کا مومن ہے جس کی جڑ مضبوط ہے یعنی مومن کے دل میں لا الہ الا اللہ جما ہوا ہے اس کی شاخ آسمان میں ہے یعنی کلمۂ توحید کی وجہ سے اس کے اعمال آسمان کی طرف اٹھائے جاتے ہیں۔ اور بھی بہت سے مفسرین سے یہی مروی ہے کہ مراد اس سے مومن کے اعمال ہیں اور اس کے پاک اقوال اور نیک کام۔ مومن مثل کھجور کے درخت کے ہے۔ ہر وقت ہر صبح ہر شام اس کے اعمال اس کے رب کے حکم سے آسمان پر چڑھتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجور کا ایک خوشہ لایا گیا تو آپؐ نے اسی آیت کا پہلا حصہ تلاوت فرمایا اور فرمایا پاک درخت سے مراد کھجور کا درخت ہے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کی عبرت ان کی سوچ سمجھ اور ان کی نصیحت کے لئے مثالیں دیتا ہے۔

اس تشریح کے پڑھنے کے بعد تصور و تفکر سے معلوم ہوا کہ کلمہ طیبہ کی ایک جڑ ہے جسے اعتقاد کہتے ہیں وہ مومن کے قلب میں استحکام کے ساتھ دامنگیر ہے اُس جڑ کے درخت کی کئی شاخیں ہیں یعنی اعمال صالحہ جو ایمان پر مرتب ہوتے ہیں اور بارگاہِ قیومیت میں آسمان کی طرف لے جائے جاتے ہیں پھر اُن پر رضائے الٰہی کا ثمرہ مرتب ہوتا ہے۔ کلمہ طیبہ کو درخت سے تشبیہ دی گئی ہے اور حضرت موسیٰؑ کلیم اللہ سے بھی رب العزت درخت سے ہمکلام ہوئے تھے۔

کلمہ طیبہ کی جڑ اعتقاد ہے اور وہ قلب میں جاگزیں ہے۔ اعتقاد تب ہی ہو سکتا ہے جبکہ رحمتِ خداوندی برق ہدایت کی شکل میں قلب پر نزول کرے۔ اگر یہ نہیں تو قلب مردہ ہے کیونکہ برق ہدایت کے گرتے ہی قلب زندہ ہو جاتا ہے اور قلب کی زندگی کی تقویت اعمال صالحہ کی کمی و بیشی پر منحصر ہے۔ وجود کے جملہ اعضاء کی قیومیت قلب کے سہارے ہے لہٰذا قلب مرکز ہے اور باقی سب اُس کے گرد دائرہ میں موجود ہیں۔ ان سب کو قلب سے وہی مناسبت ہے جو دائرہ کو مرکز سے ہوتی ہے۔ قلب کے

Marfat.com

مردہ ہونے سے روحانی مردگی اور زندہ ہونے سے روحانی زندگی مراد ہے۔ کیونکہ تشبیہ و تمثیل کے طور پر قلب ذات کا مقام ہے اس لئے اگر اس میں ذات موجود ہے تو قلب زندہ ہے نہیں تو مردہ یعنی صرف ناسوت کے لئے زندہ ہے۔ آیت کریمہ میں کلمہ طیبہ کو شجر سے تشبیہ دی گئی ہے یہ تمثیلی بیان ہے اس سے یہ مطلب نہیں کہ قلب میں کسی نوعیت سے درخت اعتقاد پیدا ہو جاتا ہے بلکہ احقر کے نزدیک یہ ہے کہ یہ سب کچھ یعنی اعتقاد، ایمان، یقین، اطمینان، صبر و شکر اور عبدیت اپنے اپنے انوار قلب کی حقیقت میں سرایت کر دیتے ہیں جن سے قلب نورانی بن جاتا ہے اور اُس ذاتِ اقدس کا نورانی عکس منعکس ہونے لگتا ہے اور پھر قلب سے نورانی اسرار ایمان، یقین اور صبر وغیرہ کی شکل میں ذات اور قلب کے درمیان نورانی ڈوروں سے منسلک ہو جاتے ہیں۔ یہی چیزیں ذات کے دربار میں پیش ہوتی ہیں اور رضا و قبولیت حاصل کرتی رہتی ہیں ان ہی سے انسان کو حیاتِ طیبہ نصیب ہوتی ہے جس کا ثمرہ اطمینانِ قلب ہوتا ہے جس کے باعث مومن دنیا میں مطمئن رہتا ہے اور آخرت میں رضا و قرب سے فیضیاب ہوتا ہے۔ احقر کے نزدیک صحیح اعتقاد کا ثمرہ رضا و قربِ ذات ہے۔ یہ سب سے عمدہ، کامل، اچھا، خوشگوار اور پُرسرور ثمرہ ہے باقی ثمرات یعنی ایمان، یقین، صبر و شکر، توکل، عجز، اخلاق، ادب، تمکنت، عبدیت، احسان، شیونات، تجلیات، عرفان، خشوع و خضوع اور ان ہی کی نوعیت کے دیگر لا متناہی ثمرات رضا و قبولیت کے معاون اجزاء ہیں۔ یہ سب قلب میں پیدا ہوتے ہیں اور ان ہی کا باطنی تاثر قلب کے ذریعے جسمانی قویٰ اور اعضاء پر بھی ظاہر ہوتا ہے۔ ایسے انسان کو انسانِ کامل اور خلیفۃ اللہ فی الارض کہتے ہیں۔

Marfat.com

قرب و رضاءِ حق کا طلبگار ہے انسان
بے عیب کی تخلیق کا شاہکار ہے انسان
اوصاف میں اضداد ہے خلقت میں بھی اضداد
فی الارض خلافت کا سزاوار ہے انسان

(راقم الحروف)

نیت اور اعتقاد میں بڑا باریک تعلق ہے اور دونوں ایک دوسرے کے ہمجولی معلوم ہوتے ہیں۔ اعتقاد سے پہلے نیت کا درست ہونا لازمی ہے کیونکہ اگر انسانی نیت صحیح نہیں تو پھر اعتقاد کی حقیقت بھی صحیح نہیں ہوسکتی لہٰذا اعتقاد نیت پر مبنی ہوا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اعتقاد حاصل ہو جانے کے بعد نیت کی اہمیت ختم ہو جاتی ہے بلکہ نیت، اعتقاد کے ساتھ خون اور پانی کی طرح شامل حال رہتی ہے۔ نیت کا زیادہ تعلق ارادہ سے اور اعتقاد کا تعلق عمل سے ہے لہٰذا صحیح الاعتقاد ہونے کے لئے صحیح النیت ہونا ضروری ہوا اور ان دونوں کا ثمرہ صحیح العمل ہے۔ باقی ثمرات جو اوپر بیان ہوئے ہیں صحیح عمل کے نتائج ہیں۔ کلمہ طیبہ کو تمثیلی شجر ظاہر کرنے کے لئے تین بنیادی حقائق یعنی صحیح النیت، صحیح الاعتقاد اور صحیح العمل کا ہونا ضروری ہے اور باقی سب ثمرات گویا پھل پھول ہیں۔ ہر درخت کی تکمیل اس کے پھل پھول میں ہے نہ کہ پتوں، قد اور شاخوں میں ہے۔ نیت امر یعنی روح سے متعلق اور متاثر ہے اور اعتقاد نفس سے متعلق اور متاثر ہے۔ نفس کو مطیع کرنے کے لئے پورا کلمہ طیبہ ہے جو شریعت و حقیقت کا جامع ہے۔ ذکر کے دوران مشاہدہ دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک باطنی قلب کے عکس میں اور دوسرا ظاہری کائنات کے عکس میں ہوتا ہے۔ لیکن قلبی مشاہدہ افضل ہے۔ کلمہ پڑھنے سے کافر مسلمان ہوگا اگرچہ اس کا انقلابِ حال اعتقادی درجہ کے لحاظ سے اس کے کلمہ پڑھنے کی نیت کے درجہ اور خلوص کے مطابق ہوگا۔ کلمہ جنت کی کنجی اور مجموعۂ توحید و

Marfat.com

رسالت ہے۔

قلب کلمۂ طیبہ کی زمین ہے۔ نیت اس کا پانی، اعتقاد اس کی جڑ، ذکر اس کی کھاد، عمل اس کا درخت اور باقی ثمرات اس کے پھل پھول ہیں۔ پس راقم الحروف کو کلمہ طیبہ کی شجری صورت یہی منکشف و معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم بحقیقیۃ۔

بقول شاعر

؎ خدا کے ذکر سے قائم ہے یہ نظامِ حیات
یہ دل کی دھڑکنیں ہر وقت صدا دیتی ہیں

بقول شاعر

؎ کشادہ دستِ کرم جب وہ بے نیاز کرے
نیاز مند نہ کیوں عاجزی پہ ناز کرے

Marfat.com

(نقشِ شجرِ طیبہ)

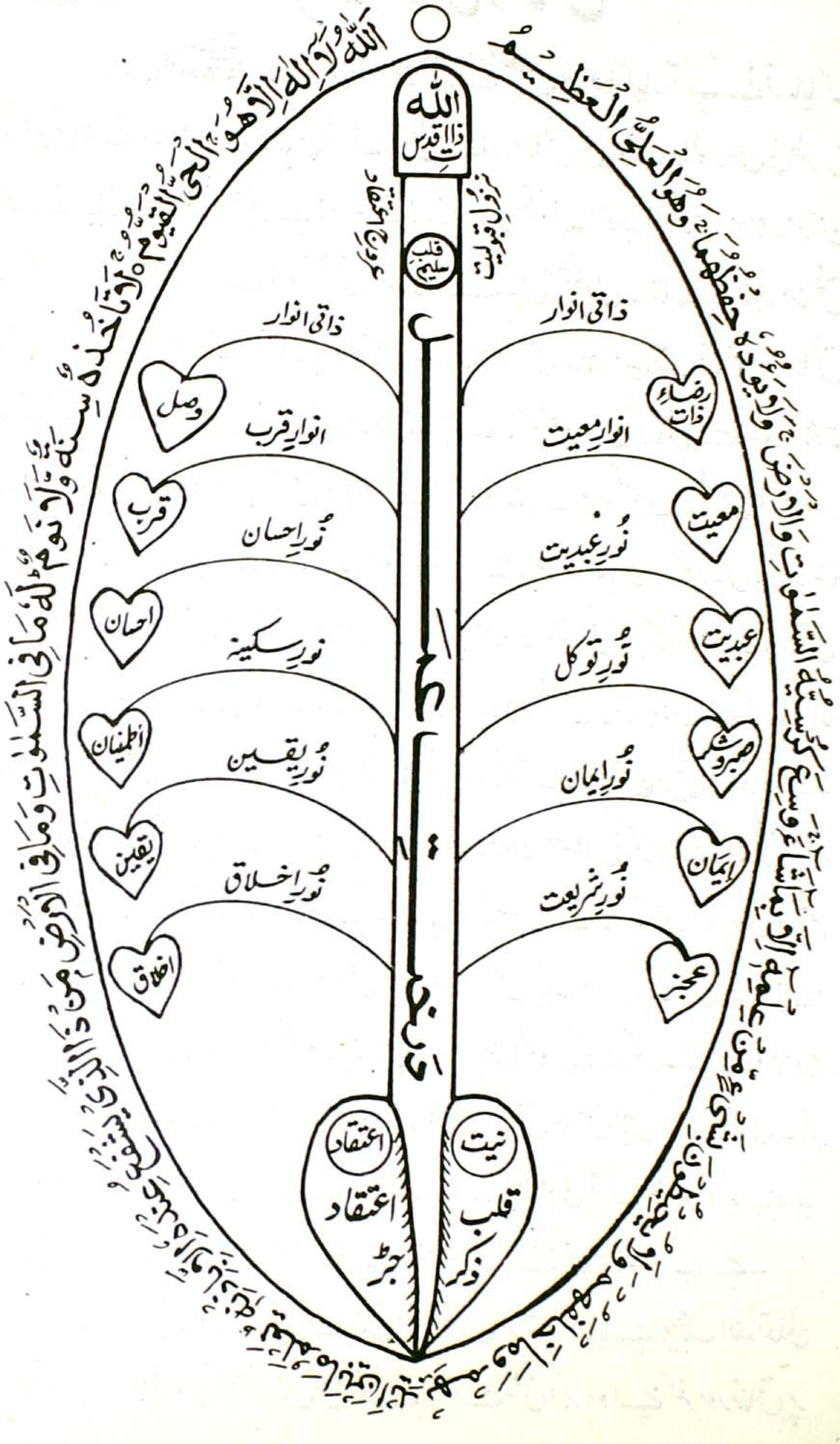

Marfat.com

معرفتِ مومن ومنافق

رسول اللہ ﷺ سے مومن اور منافق کے متعلق پوچھا گیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ مومن کی ہمت نماز اور روزے کی طرف رہتی ہے اور منافق کی ہمت جانوروں کی طرح کھانے پینے کی طرف رہتی ہے اور وہ نماز، روزہ کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوتا۔ مومن اللہ کی راہ میں خرچ کرنے اور بخشش طلب کرنے میں مشغول رہتا ہے جبکہ منافق حرص وہوس میں مصروف رہتا ہے، مومن اللہ کے سوا کسی سے امید نہیں لگاتا اور منافق اللہ تعالیٰ کے سوا تمام مخلوق کی طرف رجوع کرتا ہے۔ مومن دین کو مال سے مقدم سمجھتا ہے اور منافق مال کو دین پر ترجیح دیتا ہے۔ مومن اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا اور منافق اللہ کے سوا ہر چیز سے ڈرتا ہے۔ مومن نیکی کرتا ہے اور اللہ کی بارگاہ میں روتا رہتا ہے، منافق گناہ کرتا ہے اور خوش ہوتا ہے۔ مومن خلوت وتنہائی کو پسند کرتا ہے، منافق بھیڑ بھاڑ اور میل جول کو پسند کرتا ہے۔ مومن بوتا ہے اور فصل کی بربادی سے ڈرتا رہتا ہے اور منافق فصل اجاڑ دینے کے بعد کاٹنے کی تمنا رکھتا ہے۔ مومن دین کی تدبیر کے ساتھ اچھائیوں کا حکم دیتا ہے، برائیوں سے روکتا ہے اور اصلاح کرتا ہے، منافق اپنی ہیبت اور سطوت کے لئے فتنہ وفساد برپا کرتا ہے اور نیکیوں سے روکتا اور برائیوں کا حکم دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "منافق مرد اور عورتیں ایک دوسرے میں سے ہیں، نیکی سے روکتے اور برائیون کا حکم دیتے ہیں اور اپنے ہاتھوں کو بند کرتے ہیں، انہوں نے اللہ کو بھلا دیا اور اللہ نے انہیں بھلا دیا، بلاشبہ منافق فاسق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے منافق مرد اور منافق عورتوں کے لئے اور کفار کے لئے جہنم کی آگ کا وعدہ کیا ہے یہ انہیں کافی ہے اور اللہ نے ان پر لعنت کی ہے اور ان کے لئے ہمیشہ کا عذاب ہے۔

ایک اور جگہ ان کے بارے میں اس طرح ارشاد فرمایا ہے بیشک اللہ تعالیٰ تمام منافقوں اور کافروں کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے یعنی اگر وہ اپنے کفر اور نفاق پر

Marfat.com

مر جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس ارشاد میں ابتداءً منافقوں کا ذکر کیا ہے اس لئے کہ کفار سے بھی زیادہ بد بخت ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان سب کا ٹھکانہ جہنم قرار دیا ہے۔ فرمان الٰہی ہے ''بیشک منافق جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے اور آپ کسی کو ان کا مددگار نہیں پائیں گے''۔

لفظ منافق لغت میں نافق الیربوع سے مشتق ہے، کہتے ہیں کہ جنگلی چوہے (یربوع) کے بل کے دو سوراخ ہوتے ہیں۔ ایک داخل ہونے کے لئے اور دوسرا سوراخ نکلنے کے لئے ہوتا ہے ایک سوراخ سے ظاہر ہوتا ہے اور دوسرے سے بھاگ نکلتا ہے، منافق کو بھی اس لئے منافق کہتے ہیں کہ وہ ظاہر تو مسلمانوں کی شکل میں ہوتا ہے مگر کفر کی طرف نکل جاتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے منافق کی مثال ایسی نو وارد بکری کی طرح ہے جو دو ریوڑوں کے درمیان ہو، کبھی وہ اس ریوڑ کی طرف بھاگتی ہے اور کبھی اس ریوڑ کی طرف دوڑتی ہے یعنی کسی ایک ریوڑ میں نہیں ٹھہرتی۔ اسی طرح منافق بھی نہ تو کلیۃً مسلمانوں میں شامل ہوتا ہے اور نہ ہی کافروں میں شامل ہوتا ہے۔

Marfat.com

معرفتِ ابوابِ جہنم

اللہ تعالیٰ نے جہنم کو پیدا کیا اور اس کے سات دروازے بنائے جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے وَلَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ،اس کے دروازے لوہے کے ہوں گے جن پر لعنت کی تہیں جمی ہیں۔ اس کا ظاہر تانبے کا اور باطن سیسے کا ہے۔ اس کی گہرائی میں عذاب اور اسکی اونچائی میں اللہ کی ناراضگی ہے، اس کی زمین تانبے، شیشے، لوہے اور سیسے کی ہے اس میں رہنے والوں کے لئے اوپر، نیچے، دائیں، بائیں آگ ہی آگ ہے۔ اس کے طبقات اوپر سے نیچے کی طرف ہیں اور سب سے نچلا طبقہ منافقوں کے لئے ہے۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ حضور ﷺ نے جبریل سے جہنم کی تعریف اور گرمی کے بارے میں دریافت فرمایا، جبریل نے جواب دیا اللہ تعالیٰ نے جہنم کو پیدا کیا اور اسے ہزار سال تک دہکایا تو وہ سرخ ہو گیا، پھر ہزار سال تک دہکایا تو سفید ہو گیا جب مزید ہزار سال تک دہکایا گیا تو وہ بالکل سیاہ و تاریک ہو گیا۔ اس رب کی قسم جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے اگر جہنمیوں کا ایک کپڑا ابھی دنیا میں ظاہر ہو جائے تو تمام لوگ فنا ہو جائیں، اگر جہنم کے پانی کا ایک ڈول دنیا کے پانیوں میں ملا دیا جائے تو جو بھی چکھے وہ مر جائے اور جہنم کے زنجیروں کا ایک ٹکڑا جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے فِی سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعاً ہر ٹکڑے کی لمبائی مشرق و مغرب کے طول کے برابر ہے، اگر اسے دنیا کے کسی بڑے سے بڑے پہاڑ پر رکھ دیا جائے تو وہ پگھل جائے اور اگر کسی جہنمی کو جہنم سے نکال کر دنیا میں لایا جائے تو اس کی بدبو سے تمام مخلوق فنا ہو جائے۔

حضورؐ نے جبریل امین سے پوچھا یہ بتلاؤ کہ جہنم کے دروازے کیا ہمارے دروازوں جیسے ہیں؟ جبریلؑ نے عرض کی نہیں حضور! وہ مختلف طبقات میں بنے ہوئے

Marfat.com

ہیں، کچھ اوپر اور کچھ نیچے ہیں اور ایک دروازے کا درمیانی فاصلہ ستر سال کا ہے۔ ہر دروازہ پہلے دروازہ سے ستر گنا زیادہ گرم ہے۔ آپ نے ان دروازوں میں رہنے والوں کے متعلق پوچھا تو جبریلؑ نے جواب دیا، سب سے نچلے کا نام ''ہاویہ'' ہے اور اس میں منافقین ہیں، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ دوسرے طبق کا نام ''جحیم'' ہے اور اس میں مشرک ہیں۔ تیسرے کا نام ''سقر'' ہے اور اس میں صابی ہیں، چوتھے کا نام ''لظیٰ'' ہے اور اس میں ابلیس اور اس کے پیروکار مجوسی ہیں پانچویں کا نام ''حطمہ'' ہے اور اس میں یہود ہیں، چھٹے کا نام ''سعیر'' ہے اور اس میں نصاریٰ ہیں، پھر جبریلؑ خاموش ہو گئے آپؐ نے پوچھا اے جبریلؑ کیا تم مجھے ساتویں طبقہ میں رہنے والوں کے متعلق نہیں بتاؤ گے؟ جبریلؑ نے عرض کی حضور مت پوچھیے، آپؐ نے فرمایا بتلاؤ تو سہی، تب جبریل نے کہا اس طبقہ میں آپ کے وہ امتی ہیں جو گناہِ کبیرہ کے مرتکب ہوئے اور بغیر توبہ کئے مر گئے۔

Marfat.com

معرفتِ ارتباطِ شیطان۔ وسوسہ۔ نفس۔ گناہ

شیطان اہل تصرف ہے اور انسانی قلب کو نگاہ میں رکھتا ہے۔ یہ انسان کا عدوٌ مبین ہے۔ انسان اپنے قلب کے ذریعہ تعلق مع اللہ پیدا کرتا ہے لیکن شیطان ایسا نہیں ہونے دینا چاہتا اس لئے موقع ملتے ہی اپنے تصرف سے قلب میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ جب قلب انسانی جمیع نفسانی علائق کو منقطع کر کے ذات کے ساتھ بقائیت حاصل کر لیتا ہے تو اُس پر سے شیطان کا تصرف زائل ہو جاتا ہے۔ اس مقام پر انسانی قلب کی ذات باری تعالیٰ خود محافظ ہو جاتی ہے۔ یہ قرب انبیاء اور خاص الخاص مقربین کو ہی حاصل ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات پر بھی شیطانی وساوس کے حملے ہوتے ہیں کیونکہ شیطان اپنی حرکات سے باز نہیں آتا بہر حال ایسی حالتوں میں چونکہ ذات محافظ ہوتی ہے وہ اپنے بندوں کو خبردار کر دیتی ہے۔ اکثر بزرگ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ مجھے شیطان سے پناہ دے اور نفس سے مزاحمت کی توفیق بخش۔ اس دعا میں راز ہے جس کو سمجھنا نہایت ضروری ہے۔ شیطان ایک مختلف مخلوق ہے اس سے پناہ اس لئے مانگی گئی ہے کہ وہ انسان کے قابو میں نہیں ہے۔ وہ موقع ملتے ہی حملہ کر دیتا ہے اور کوئی موقع ضائع نہیں کرتا۔ لیکن نفس سے مزاحمت کی توفیق اس لئے مانگی گئی ہے کہ وہ انسان کے اندر ہے اُس پر زندہ قلب قابو پا سکتا ہے۔ شیطان اپنے تصرف سے قلب میں وسوسہ ڈالتا ہے تو نفس اس وسوسہ کی بنا پر اس وسوسہ کی تکمیل کے لئے لگا تار کوشش اور سرکشی کرنے میں لگ جاتا ہے۔ اس طرح نفس اور شیطان کا تعلق وسوسہ سے ثابت ہوتا ہے۔ اگر وسوسہ نہ ہو تو نفس خاموش ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر وسوسہ ہو تو مسلسل سرکش ہو جاتا ہے پس مزاحمت سرکشی کے خلاف مانگی گئی ہے کہ اے اللہ مجھے اتنی توفیق بخش کہ نفس کی سرکشی جو شیطان کے وسوسہ سے پیدا ہو چکی ہے اس کی مزاحمت کر کے اس کو مطیع کر لوں۔ لیکن ہوتا ایسا ہے کہ وسوسہ سے شیطان اور نفس

Marfat.com

دونوں ایک دوسرے کی اعانت کرتے ہوئے قلب کی امری حقیقت کے خلاف متحد ہو جاتے ہیں۔ اگر قلب کی امری حقیقت کی روحانی قوت مضبوط ہو تو وسوسہ اور سرکشی دونوں مٹ جاتے ہیں اگر نہیں تو غالب ہو جاتے ہیں۔ اس صورت میں گناہ عملی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ امری حقیقت غالب ہوئی تو وسوسہ اور سرکشی جسے خلقی حقیقت کہہ سکتے ہیں تابع ہو جاتی ہیں لیکن اگر سرکشی اور وسوسہ غالب آ جائیں تو امری حقیقت مجبوری میں ان کی تابع ہو جاتی ہے۔ ہر دو حالت کے نتائج عیاں ہیں۔ کسی فریق کے غالب ہونے کا نتیجہ اعمال کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ اعمال انسانی جسم سے ہوتے ہیں لہٰذا جسم مع جملہ اعضاء کے غالب فریق کے تابع ہو جاتا ہے۔ اس ترتیب سے اعمال کبھی نیکی کی صورت میں اور کبھی گناہ کی صورت میں واقع ہوتے ہیں۔ یعنی کہ اس طرح اِن کے آپس میں ارتباط سے اعمال وقوع پذیر ہوتے ہیں۔

اعمال کا ظاہر ہونا یوں تصور کیجئے کہ قلب کی امری حقیقت اور خلقی حقیقت یا نفسی حقیقت میں اعمال کے واقع ہونے تک لگا تار مجادلہ جاری رہتا ہے۔ اس مجادلہ کے پسِ پشت نور ہدایت کارفرما ہوتا ہے کہ کمزور نور ہدایت یعنی کمزور روحانی قوت مجادلہ میں نفس سے مغلوب ہو جاتی ہے لیکن اگر روحانی قوت قوی ہو تو نفس پر غالب آ جاتی ہے۔ نیز اگر روحانی قوت متوسط درجہ کی ہو تو پھر مجادلہ دیر تک جاری رہتا ہے اور اس کا فیصلہ عمل کی صورت میں یعنی گناہ یا نیکی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اگر ذاتِ باری تعالیٰ چاہے تو کمزور حالت میں بھی روحانی قوت کو غالب کر کے نفس و شیطان کی باہمی قوت کو زائل کر سکتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ شیطان، وسوسہ، نفس اور گناہ کا ارتباط بہت گہرا ہے۔ ان کے آپس میں ربط اور تعلق کی گہرائی کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ ان کا حملہ پُراسرار اور بھرپور ہوتا ہے نیز ان کی سرکشی میں شدت ہوتی ہے لیکن ذاتِ باری تعالیٰ ہی ان سے پناہ بخش کر مزاحمت کی توفیق دے سکتی ہے۔

Marfat.com

معرفتِ مراتبِ اولیاءاللہ

رجال اللہ ظاہرین ہوں یا مستورین بارہ اقسام میں منقسم ہیں۔

۱۔ اقطاب ۲۔ غوث ۳۔ امامان ۴۔ اوتاد ۵۔ ابدال ۶۔ اخیار ۷۔ ابرار ۸۔ نقباء ۹۔ نجباء ۱۰۔ عمد ۱۱۔ مکتوبان ۱۲۔ مفردان۔

۱۔اقطاب:

ہر زمانہ میں ایک بڑا قطب ہوتا ہے جسے قطبِ عالم یا قطبِ کبریٰ یا قطبِ ارشاد یا قطبِ مدار یا قطب الاقطاب کہتے ہیں۔حق تعالیٰ سے براہِ راست فیض حاصل کر کے اپنے ماتحت اقطاب میں تقسیم کرتا ہے۔نورِ مصطفوی کی برکت سے ہر سمت دیکھ سکتا ہے خواہ آنکھیں کھلی ہوں یا بند ہوں۔اقطاب کے تقرر و تنزل و ترقی کا اختیار رکھتا ہے۔ولی کو معزول و مقرر کرنے کا مجاز ہوتا ہے۔قطبِ عالم مظہرِ تجلی اسم رحمٰن ہوتا ہے۔اُس کا باطنی نام عبداللہ ہوتا ہے۔قطب بارہ ہوتے ہیں۔پانچ یمن میں ہوتے ہیں جو قطب ولایت کہلاتے ہیں اور سات ساتوں اقلیم میں جو قطبِ اقلیم کہلاتے ہیں۔اسی طرح ہر شہر اور ہر بڑے قصبہ میں ایک صاحبِ خدمت ہوتا ہے جو قطب کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔قطبِ عالم کا فیض قطبِ اقلیم پر اور قطبِ اقلیم کا فیض قطبِ ولایت پر اور قطبِ ولایت کا فیض جملہ اولیاء پر وارد ہوتا ہے۔

۲۔غوث:

بعض بزرگوں کے نزدیک غوث اور قطب ایک ہی منصب ہے مگر بعض کے نزدیک قطبیت اور غوثیت دو جداگانہ منصب ہیں جو ایک ہی شخص میں مجتمع ہو سکتے ہیں۔پس قطبیت کے اعتبار سے قطبِ عالم اور غوثیت کے اعتبار

Marfat.com

سے غوث کہتے ہیں۔ بعض بزرگوں کے نزدیک اس کا مرکز مکہ معظّمہ ہے۔

۳۔ امامان:

قطبِ عالم کے دو وزیر ہوتے ہیں جنہیں امامان کہتے ہیں۔ ایک اسکے داہنے ہاتھ پر ہوتا ہے جس کا باطنی نام عبدالملک ہے اور دوسرا بائیں ہاتھ پر ہوتا ہے جس کا باطنی نام عبدالرب ہے۔ مرتبہ کے اعتبار سے بائیں ہاتھ والا، داہنے ہاتھ والے کی نسبت بلند تر ہوتا ہے۔ اگر چہ دونوں قطبِ عالم سے فیض حاصل کرتے ہیں مگر داہنے ہاتھ والا عالم علوی کو اور بائیں ہاتھ والا عالم سفلی کو فیض بخشتا ہے۔ عالمِ سفلی کا انتظام چونکہ زیادہ مشکل ہے اس لئے بائیں ہاتھ والا وزیر زیادہ قوی ہوتا ہے۔ جب قطبِ عالم کی جگہ خالی ہوتی ہے تو بائیں ہاتھ والے کو ملتی ہے اور دائیں ہاتھ والا بائیں ہاتھ والے کی جگہ آجاتا ہے۔

۴۔ اوتاد:

اوتاد چار ہوتے ہیں اور دنیا کی چاروں سمتوں پر ایک ایک متعین ہوتا ہے۔ ایک مشرق میں ہوتا ہے جس کا باطنی نام عبدالرحمٰن ہوتا ہے۔ دوسرا مغرب میں ہوتا ہے جس کا باطنی نام عبدالودود ہوتا ہے۔ تیسرا شمال میں ہوتا ہے جس کا باطنی نام عبدالقدوس ہوتا ہے اور چوتھا جنوب میں ہوتا ہے جس کا باطنی نام عبدالرحیم ہوتا ہے۔

۵۔ ابدال:

ابدال چالیس ہوتے ہیں جن میں سے بارہ شام میں اور اٹھائیس عراق میں ہوتے ہیں۔ بعض بزرگوں کے نزدیک علاوہ ازیں تین سو پچاس ابدال اور بھی ہوتے ہیں وہ حضرت آدمؑ کے مشرب پر ہوتے ہیں۔ بقول میر سید محمد جعفر مکی یہ تین سو پچاس نہیں بلکہ چار سو چار ابدال ہیں جو مختلف انبیاء کے

Marfat.com

مشرب پر ہوتے ہیں اور مختلف خدمات جن کی تفویض میں رہتی ہیں۔

۶۔اخیار:

تین سو نفوسِ قدسی ہیں جنہیں اصطلاحِ تصوف میں اخیار کہتے ہیں۔ وہ ہمیشہ سفر میں رہتے ہیں۔ اُن کا باطنی نام حُسین ہوتا ہے۔

۷۔ابرار:

سات ابدال کی جماعتِ خصوصی ابرار کہلاتے ہیں۔ وہ سات اقالیم پر متعین ہوتے ہیں۔ اُن کا مشرب سات انبیاء علیھم السلام کے مشرب پر ہوتا ہے۔ اور یہی قطبِ اقلیم کہلاتے ہیں۔

ابدال اقلیم اول:

بر قلب حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوتا ہے جس کا باطنی نام عبدالحی ہوتا ہے۔

ابدال اقلیم دوم:

بر قلب حضرت موسیٰ علیہ السلام ہوتا ہے جس کا باطنی نام عبدالعلیم ہوتا ہے۔

ابدال اقلیم سوم:

بر قلب حضرت ہارون علیہ السلام ہوتا ہے جس کا باطنی نام عبدالمرید ہوتا ہے۔

ابدال اقلیم چہارم:

بر قلب حضرت ادریس علیہ السلام ہوتا ہے جس کا باطنی نام عبدالقادر ہوتا ہے۔

ابدال اقلیم پنجم:

بر قلب حضرت یوسف علیہ السلام ہوتا ہے جس کا باطنی نام

Marfat.com

عبدالقاھر ہوتا ہے۔

ابدال اقلیم ششم:

بر قلب حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوتا ہے جس کا باطنی نام عبدالسمیع ہوتا ہے۔

ابدال اقلیم ہفتم:

بر قلب حضرت آدم علیہ السلام ہوتا ہے جس کا باطنی نام عبدالبصیر ہوتا ہے۔

۸۔نقباء:

نقباء تین ہوتے ہیں اور ہر ایک کا باطنی نام علی ہوتا ہے۔

۹۔نجباء:

نجباء ستر ہوتے ہیں اور ہر ایک کا باطنی نام حَسن ہوتا ہے۔ بعض بزرگوں کا خیال ہے کہ یہ صرف مصر میں رہتے ہیں۔

۱۰۔عمد:

عمد چار ہوتے ہیں۔ وہ زمین کے چاروں گوشوں میں رہتے ہیں اور ہر ایک کا باطنی نام محمد ہوتا ہے۔

۱۱۔مکتوبان:

مکتوبان چار ہزار ہوتے ہیں۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں لیکن اغیار انہیں نہیں پہچان سکتے۔

۱۲۔مفردان:

افراد کو کہتے ہیں جب قطب عالم ترقی کرتا ہے تو فرد ہو جاتا ہے۔ فردانیت مقامِ انبساط ہے۔ یہاں پہنچ کر مراد باقی نہیں رہتی۔ ان میں سے بعض کو تجلی اسمائی بعض کو تجلی آثاری بعض صحو وسکر

Marfat.com

دونوں میں ہوتے ہیں۔ مگر عروج و ترقی کی کوئی حد و انتہا نہیں۔
فردانیت میں کامل ہو جاتے ہیں تو محبوبیت کا مرتبہ پاتے ہیں۔

(واللہ اعلم بحقیقتہٖ)

Marfat.com

معرفتِ بیعت

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعتِ بے ریاء

(بقول شاعر)

قرآن مجید اور احادیثِ نبوی ﷺ میں شریعت و حقیقت سب کچھ ہے۔ شریعتِ محمدیؐ کے مسائل زیادہ ظاہر و آسان ہیں مگر ان کی حالت یہ ہے کہ اگر ائمہ مجتہدین ان کی شرح نہ فرماتے تو علماء کچھ نہ سمجھتے اور علماء کرام اقوال ائمہ مجتہدین کی تشریح و توضیح نہ فرماتے تو ہم لوگ ارشاداتِ ائمہ کے سمجھنے سے بھی عاجز رہتے اور اگر اہل علم عوام کے سامنے مطالب کتب کی تفصیل اور صورت خاصہ میں حکم کی تطبیق نہ کریں تو عام لوگ ہرگز کتابوں سے احکام نکالنے پر قادر نہیں بلکہ ہزار جگہ غلطی کریں گے اور کچھ کا کچھ سمجھیں گے۔ اس لئے یہ سلسلہ مقرر ہے کہ عوام آج کل کے اہل علم و دین کا دامن تھامیں اور وہ تصانیفِ علمائے ماہرین کا اور وہ مشائخ فتویٰ کا اور وہ ائمہ ہدیٰ کا اور وہ قرآن و حدیث کا۔ اگر کسی شخص نے اس سلسلہ کو کہیں سے توڑا اور دامن ہادی ہاتھ سے چھوڑا وہ گمراہی کے عمیق کنویں میں گرے گا۔ پس جب احکامِ شریعت میں یہ حال ہے تو یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ دقائقِ معرفت بے مرشدِ کامل قرآن وحدیث سے نکال لینا کس قدر محال ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (پارہ نمبر ۶ ع ۹ سورۃ المائدہ)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اسکی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اسکی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔

Marfat.com

اس سے معلوم ہوا کہ اعمال کے سوا کوئی اور وسیلہ بھی ڈھونڈ نا چاہیے۔ کیونکہ اعمال تو ''اتقوا اللہ'' میں آ گئے پھر تلاش وسیلہ کا حکم ہوا نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ وسیلہ کی راہ میں کوشش کرنی چاہیے۔ ابن منظور وسیلہ کے متعلق رقمطراز ہیں۔

الوسیلة فی الاصل ما یتوصل به الی الشئی و یتقرب به الیه (لسان العرب)

یعنی جس چیز کے ذریعے کسی تک پہنچا جائے اور اس کا قرب حاصل ہو اسے وسیلہ کہتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ''اس آیت میں وسیلہ سے مراد بیعتِ مرشد ہے (از قول جمیل) شاہ اسماعیل دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے متعلق رقمطراز ہیں کہ ''اہل سلوک ایں آیت را اشارت بسلوک مے فہمند و وسیلہ مرشد را مے دانند پس تلاشِ مرشد بنا بر فلاح حقیقی و فوز تحقیق پیش از مجاہدہ ضروری است۔ لہٰذا بدون مرشد راہ یابی نادر است''۔ (از صراطِ مستقیم) یعنی اہل سلوک اس آیت میں وسیلہ سے مراد مرشد لیتے ہیں۔ حقیقی کامیابی اور کامرانی حاصل کرنے کے لئے مجاہدہ و ریاضت سے پہلے تلاشِ مرشد از بس ضروری ہے پس مرشد کی راہنمائی کے بغیر راہِ حقیقت ملنا شاذ و نادر ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (پارہ ۱۱ ع ۳ سورۃ التوبہ)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

صدیق تو فِعّیل کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے جس کے لغوی معنی المبالغہ فی الصدق یعنی نہایت راست باز اور راست گفتار کے ہیں۔ اور مقاماتِ قربِ الٰہی میں سے ایک مقام کا نام بھی ہے یعنی وہ لوگ جنکی فطرت اور باطن یوں پاک ہوتا ہے کہ

Marfat.com

جب اُن پر حق پیش کیا جاتا ہے تو بے ساختہ اس کو قبول کر لیتے ہیں۔ وہ حق و باطل میں بخوبی امتیاز کر لیتے ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (پ۱۴ ع۱۱ سورۃ النحل)

ترجمہ:۔ تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ (پ۱۵ ع۷ سورۃ بنی اسرائیل)

ترجمہ:۔ جس دن ہم ہر جماعت کو اسکے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی صالح کو اپنا امام بنالینا چاہیے۔ شریعت میں تقلید کر کے اور طریقت میں بیعت کر کے تاکہ حشر صالحین کے ساتھ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ۝ (پارہ ۲۵ ع۱۱ سورۃ الزخرف)

ترجمہ: گہرے دوست اُس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیز گار۔

اس سے معلوم ہوا کہ مومنوں کی قرابت داریاں اور دوستیاں کام آئیں گی۔ نبی اور ولی اللہ کی قرابت لہذی ضرور کام آئے گی۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جب دو مومن دوستوں میں سے ایک مر جاتا ہے تو بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتا ہے کہ مولا میرا فلاں دوست مجھے اچھے کام کا مشورہ دیتا تھا اور برے کاموں سے روکتا تھا۔ مولا اسے میرے بعد گمراہ نہ کرنا اس کا ایسا ہی اکرام فرمانا جیسا میرا اکرام فرمایا اور دو کافر دوستوں میں سے جب ایک مر جاتا ہے تو عرض کرتا ہے یارب فلاں شخص مجھے اچھی باتوں سے روکتا اور بری باتوں کا مشورہ دیتا تھا اسے ہلاک فرما۔ غرضیکہ اس طرح قیامت سے قبل یہ محبتیں اور عداوتیں شروع ہو جاتی ہیں۔ (از خزائن العرفان۔ روح البیان)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا کہ

فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۝ لا وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۝ (پ۳۰ ع۱۴ سورۃ الفجر)

ترجمہ:۔ پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو اور میری جنت میں آ۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جنت میں داخل ہونے کے لئے خدا کے خاص بندوں میں شمولیت لازمی ہے۔ یعنی کہ حصولِ مقامِ قرب و رضائے الٰہی کے لئے انبیاء، صدیقین، شہدا اور صالحین کی فہرست میں ہونا لازمی ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ.

ترجمہ: اطاعت کرو تم اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول اکرم ﷺ اور اپنے صاحبِ امر اصحاب کی۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ

استکثروا من الاخوان فان لکل مؤمن شفاعۃ یوم القیمۃ۔

(رواہ ابن البخاری فی تاریخہ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

ترجمہ:۔ اللہ کے بکثرت نیک بندوں سے رشتہ، علاقہ ومحبت پیدا کرو کہ قیامت میں ہر مسلمان کامل کو شفاعت دی جائے گی کہ اپنے علاقہ والوں کی سفارش کرے۔

بیعت وامامت کبریٰ کے لئے صحیح حدیث میں ارشاد ہے

من خلع یدا من طاعۃ لقی اللہ یوم القیمۃ لا حجۃ لہ و من مات و لیس فی عنقہ بیعۃ مات میتۃ جاھلیۃ. (روایت کیا اس کو مسلم نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے جلد ثانی صفحہ ۱۲۸ باب وجود ملازمۃ جماعۃ المسلمین عند ظہور الفتن وفی کل حال وتحریم خروج من الطاعۃ ومفارقۃ الجماعۃ)۔

Marfat.com

ترجمہ: جس نے کھینچا ہاتھ کو اطاعت سے ملے گا اللہ تعالیٰ کو اس حال میں کہ اس کے پاس قیامت کے دن کوئی دلیل نہ ہوگی اور جو مر جائے اس حال میں کہ اس کی گردن میں بیعت کا پٹکا نہ ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔ (روایت کیا اس کو مسلم نے عبداللہ بن عمرؓ سے)۔

امام اجل عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سر الربانی میزان الشریعۃ الکبریٰ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم نے ثابت کیا شیخ کے پکڑنے کا وجوب ہر عالم کے لیے جو طلب کرے عین شریعۃ الکبریٰ کے مشاہدہ تک پہنچنے کا اگرچہ اس کے تمام ہم عصر اس کے علم و عمل اور زہد و ورع پر جمع ہو جائیں اور اس کو قطبیت کبریٰ کا لقب دیں اس لئے کہ اس قوم (یعنی صوفیہ) کے طریق کی کچھ شرطیں ہیں جن کو کہ سوائے ان کے محققین کے کوئی نہیں پہچان سکتا نہ کہ وہ لوگ جو صرف اپنے دعاویٰ اور اوہام کے ساتھ ان میں داخل ہوتے ہیں اور بسا اوقات جن کو انہوں نے قطب ہونے کا لقب دیا ہے وہ اس لائق نہیں کہ کسی قطب کا مرید ہو۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے راحت القلوب میں رقم فرمایا ہے کہ جو شخص پلہ دامن اولیاء اللہ میں نہیں ہے یعنی بے پیر ہے اس شخص کی بندگی ایسی ہے جیسا چراغ بے روغن کے۔

بقول شاعر

؎ اگر بے پیر کارے پیش گیرد
ہلاکی راز بہرِ خویش گیرد

ترجمہ:۔ اگر بغیر پیر کے کوئی کام پکڑے تو وہ ہلاکت کو اپنے لئے پکڑے گا۔

مصرع:۔ بنا گرو کی مالا جپنا جنم اکارت جائے

ترجمہ:۔ یعنی کہ پیشوا اور شیخ کے بغیر مالا پھیرنا اور ورد کرنا زندگی برباد کرنے کے برابر ہے۔

Marfat.com

شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ عوارف المعارف میں فرماتے ہیں سمعت کثیرا من المشائخ یقولون من لم یر مفلحا لا یفلح یعنی کہ میں نے بہت اولیاء کرام کو فرماتے سنا کہ جس نے کسی فلاح پائے ہوئے کی زیارت نہ کی وہ فلاح نہ پائے گا۔

رسالہ مبارکہ امام اجل ابوالقاسم قشیری قدس سرہٗ میں ہے یجب علی المرید ان یتا رب بشیخ فان لم یکن له استاذ لا یفلح ابدا یعنی مرید پر واجب ہے کہ کسی پیر سے تربیت لے کہ بے پیرا فلاح نہ پائے گا۔ ابویزیدؒ فرماتے ہیں سمعت الاستاذ با علی الدقاق یقول الشجرة اذا بنتت بنفسها من غیر غارس فانها تورق و لکن لا تثمر کذلک المرید اذا لم یکن له استاذ یاخذ منه طریقة نفسا فنفسا فهو عابد هواه لا یجد نفاذا. میں نے حضرت بوعلی دقاق قدس سرہٗ کو فرماتے سنا کہ پیڑ جب بغیر کسی بونے والے کے از خود اُگے تو پتے لاتا ہے مگر پھل نہیں دیتا اسی طرح مرید جبکہ اس کا کوئی استاد (یعنی پیر) نہ ہو جس سے ایک ایک سانس پر راستہ سیکھے تو وہ اپنی خواہش نفس کا پجاری ہے، راہ نہ پائے گا۔

آیۂ کریمہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَ جَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ کے مبارک جملوں کے حُسنِ ترتیب پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ فلاح احسان کی طرف دعوت ہے۔ اس کے لئے تقویٰ شرط ہے تو اولاً اس کا حکم فرمایا کہ اتقوا الله کہ تقویٰ پر قائم ہو کر راہِ احسان میں قدم رکھنا بے وسیلہ ناممکن ہے لہٰذا دوسرے مرتبہ میں وسیلہ کو مقدم فرمایا، وابتغوا الیه الوسیلة ۔ چنانچہ اصل مقصود کا حکم دیا کہ وجاهدوا فی سبیله اس کی راہ میں مجاہدہ کرو لعلکم تفلحون تاکہ فلاح احسان پاؤ۔ یہاں سے ظاہر ہوا کہ اس راہ میں فلاح وسیلہ پر موقوف ہے۔ (ماخوذ از بیعت وخلافت)

Marfat.com

پس مذکورہ بالا قرآنی آیات، احادیث، نبوی ﷺ اور اقوالِ اکابرینِ امت سے ثابت ہوتا ہے کہ مرشدِ کامل کے دستِ حق پرست پر بیعت کر کے اللہ رب العزت کی خوشنودی و معرفت نیز اس کا قرب و وصال اور حضور و سرور حاصل ہو سکتا ہے مگر مکاروں اور دغابازوں سے ہوشیار رہنا چاہیے۔

بقول عارف رومیؒ

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نباید داد دست

ترجمہ:- یعنی بہت سے ابلیس صفت شکل و صورت میں آدمی ہیں، پس ہر ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینا چاہیے۔

شرائطِ بیعت (از فرموداتِ مرشدم)

۱۔ از اعمالِ خود ندامت ۲۔ توبہ از معصیت ۳۔ ماضیہ حالیہ استقبالیہ
۴۔ صدقِ ارادت ۵۔ بیعت بر شریعت ۶۔ بیعت بر سنت
۷۔ ترکِ ھویٰ ۸۔ تعلق مع اللہ ۹۔ ایمان باللہ
۱۰۔ ایمان با الملائکہ ۱۱۔ ایمان بر کتاب اللہ ۱۲۔ کتب ہائے
۱۳۔ ایمان با الرسل ۱۴۔ ایمان بالآخرت ۱۵۔ ایمان بر اندازہ خیر و شر
۱۶۔ موت کے بعد زندہ ہونا ۱۷۔ قیامت ۱۸۔ اقرار باالسان
۱۹۔ تصدیق با القلب ۲۰۔ ایمان باللہ اسمائے حسنہ ۲۱۔ ایمان با الصفات محمودہ
۲۲۔ ایمان بر جملہ احکام ۲۳۔ ایمان بر قیامت ۲۴۔ ایمان بر حقانیت
۲۵۔ ایمان بر جلالیت ۲۶۔ ایمان بر جمالیت ۲۷۔ ایمان بر کمالیت
۲۸۔ ایمان بر قدرت

طریقہ بیعت:

طالب غسل یا وضو کر کے دو رکعت نفل تحیۃ الوضو پڑھے اگر مسجد ہو تو دو رکعت

Marfat.com

تحیۃ المسجد بھی پڑھے پھر دو رکعت نماز توبہ پڑھ کر شیخ کے سامنے باادب دوزانو بیٹھے۔ شیخ اپنے ہاتھ مرید کے ہاتھوں پر رکھ کر اعوذ باللہ تین بار بسم اللہ شریف تین بار استغفار تین بار کلمہ طیبہ تین بار اور درود شریف تین بار اپنے ساتھ مرید کو پڑھائے پھر سلسلہ عالیہ سنا کر اس طرح سے ایجاب وقبول تین دفعہ کرائے کہ یہ سلسلہ جو اللہ تعالیٰ سے حضورؐ کے پاس آیا اور آپؐ سے مشائخ سلسلہ عالیہ کو پہنچا اور اُن سے مجھے ملا میں نے اللہ کے حکم سے اللہ کی رضا کے لئے آپ کو دیا۔ مرید تینوں دفعہ جواب میں کہے میں نے بصد شوق اللہ کے حکم سے قبول کیا۔

اب تین دفعہ اللہ حاضر بے کیف حاضر کہہ کر زبان تالو سے لگا لے۔ منہ بند کر کے سانس بند کرے اور اشد ضرورت پر وقفہ کے بعد سانس ناک سے لے اور دل پر اسم ذات اللہ کا نقش خیالی قلم سے لکھ کر تصور سے تکرار کرے۔ پھر اس نقش کو اپنے قلب سے مرید کے قلب پر لگائے تا کہ خوب تاثیر پیدا ہو جائے۔ جب لطیفۂ قلب پر تاثیر ہو جائے تو اپنے لطیفۂ روحی پر خیال جما کر اپنے لطیفۂ روحی کو مرید کے لطیفۂ روحی کے ساتھ ملا کر فیضان ذکر اس میں ڈالے پھر لطیفۂ سری پر خیال جما کر اپنا لطیفۂ سری مرید کے لطیفۂ سری سے ملا دے اور خوب غور سے تاثیر پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ پھر اپنا لطیفۂ خفی مرید کے لطیفۂ خفی سے ملا کر ضرب لگائے اور ذکر خفی کرے پھر اپنا لطیفہ اخفیٰ مرید کے لطیفۂ اخفیٰ سے ملا کر خوب حضور سے فیضان ذکر اس میں ڈالے پھر اپنا لطیفۂ قالبیہ مرید کے لطیفۂ قالبیہ سے ملائے اور ذکر کرے پھر مرید کی روح کو دربارِ رسالتؐ میں لے جائے اور پھر حوالہ رب کریم کرتے ہوئے دعا کرے۔ دعا کے بعد روزانہ ایک سو مرتبہ درود شریف اور ایک سو دفعہ استغفار بتلائے اور بلا ناغہ ذکر کرنے کی تاکید کرے۔ اس کے علاوہ چالیس روز تک نفی اثبات کا ذکر اس دستور سے بتلائے کہ لا الٰہ الا اللہ نو بار اور دسویں مرتبہ محمدؐ رسول اللہ کہے۔ اس طرح دو سو مرتبہ کرے۔

Marfat.com

چالیس روز گزر جانے کے بعد مرید فقط ذکر اسم ذات اللہ کرے۔ اور مرتے دم تک ہر حال میں دل پر خیال رکھے یعنی ہمہ وقت متوجہ الی اللہ رہے۔

نوٹ:

اگر مرید عورت ہو تو اُس کے لطائف سے اپنے لطائف نہ ملائے بلکہ صرف خیال کرے۔ نیت کر کے دور سے خیال کرنے سے فیض پہنچتا ہے۔ نیز عورتوں کو بیعت پردہ کی اوٹ میں بٹھا کر ہاتھ میں چادر دے کر کریں۔ اگرچہ عورت غیر مستور ہی کیوں نہ ہو۔

Marfat.com

معرفتِ لطائفِ عالمِ امر و عالمِ خلق

اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ یعنی مخلوق کو عالم کہتے ہیں۔ عالم کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ عالمِ امر

۲۔ عالمِ خلق

۱۔ عالمِ امر:

عالم امر وہ ہے جو ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ لازم ہے جیسے صفاتِ اسماء، صفاتِ ذات، حکم قضاوقدر، مشیت، امر وغیرہ۔ امر کا ادراک امکان سے باہر ہے لیکن موجودات پر اس کا اثر ادراک میں آتا ہے۔

۲۔ عالمِ خلق:

عالمِ خلق عرشِ معلیٰ کے اوپر کی طرف سے لے کر تحت الثریٰ تک ہے۔ اِس عالم میں چار منزلیں ہیں۔

منزل اول:

ناسوت۔ تحت الثریٰ سے آسمان اول تک ہے۔ عالمِ ناسوت کا معنی عالمِ اجساد ہے۔

منزل دوئم:

ملکوت۔ آسمان اول سے سدرۃ المنتہیٰ تک ہے۔ یہ عالمِ ارواح و عالمِ مثال ہے۔

منزل سوئم:

جبروت۔ سدرۃ المنتہیٰ سے عرش کے اوپر تک ہے۔ عالمِ جبروت فکرِ صفات ہے۔

Marfat.com

منزل چہارم:

لاہوت۔ عرش کے اوپر سے لے کر لامکاں تک ہے۔ عالمِ لاہوت میں رسائی ولقائے ذات اقدس قلب میں ہوتا ہے۔

لطیفہ

دقائقِ حال سے دل پر سری طور پر دوستی کا اشارہ ہے۔ اس کا معنی غایت باریک جو ادراک میں نہ آئے ہے۔ اس کی جمع لطائف ہے۔ انسان کے بدن اور روح میں اللہ تعالیٰ نے دس لطائف خزینہ کئے ہیں۔ پانچ عالمِ امر سے اور پانچ عالمِ خلق سے ہیں اور آخر پر لطیفہ قالبیہ بدنیہ ہے۔ ان تمام لطائف کو حقیقتِ جامعہٴ انسانیہ کہتے ہیں۔ یہ مظہرِ الوہیت ہے۔

لطائفِ عالمِ امر

ا۔ لطیفہٴ قلب:

بائیں پستان سے دو انگشت نیچے ہے۔ یہ لطیفہ حضرت آدم علیہ السلام کے قدم کے نیچے ہے یعنی مشرب اس کا حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ اس کے انوار کا رنگ زرد ہے۔ اس کا باطنی کام دیکھنا، سننا اور بولنا یعنی ذکر ہے۔ قلب کے معنی بدل جانا۔ کبھی ایک طرف کبھی دوسری طرف۔ اس کو ارادہ بھی کہتے ہیں۔ اس لطیفہ پر اللہ تعالیٰ کیطرف سے خاص عطا ہے کہ اسے صفات اور تجلیات کا مطلع بنایا اور اس پر نورِ یقین، نورِ عرفان، نورِ توحید ذاتی، نورِ توحیدِ صفاتی، نورِ توحید اسماء، نورِ توحید افعالی، نورِ توحیدِ اصلاحی، نورِ توحیدِ فطری، نورِ توحیدِ اجتہادی، نورِ توحیدِ الہامی، نورِ توحیدِ کسبی، نورِ توحید، موہوی، نورِ توحیدِ حیات، نورِ توحید رحمانی، نورِ توحید قرآنی، نورِ توحیدِ وحی، نورِ توحیدِ حضوری، نورِ توحیدِ سروری، نورِ توحیدِ حمدیت، نورِ توحیدِ معیت، نورِ توحیدِ حیاتی، نورِ توحیدِ امکانی، نورِ توحیدِ ارض، نورِ توحیدِ آسمانی، نورِ توحیدِ نظامی، نورِ توحیدِ فنائی عن الخلق، نورِ توحیدِ بقائی بالحق کے انوار قلب پر یعنی ارادہ پروار دو نازل کئے ہیں۔ انسانی

Marfat.com

ارادہ کو وسعتِ بلیغ حاصل ہے۔ انسانی ارادہ حقیقی ارادہ کا عکس ہے۔ ارادہ بے کیف ہے۔ اللہ بے کیف ہے۔ بے کیف بے کیف میں سما سکتا ہے، اسے احدیت، معیت، اقربیت اور معرفت کہتے ہیں۔ چنانچہ ذاتِ اقدس ارادہ میں سما سکتی ہے اور لطیفۂ قلب قرارگاہِ ذاتِ اقدس بلا کیف ہے۔ یہ گوشت والا دل اصل نہیں ہے بلکہ یہ مظہر ہے۔ اصل دل ارادۂ امکانی اور ارادۂ امری ہے۔

بقول مرشدمؒ

دل درونِ سینہ گر گویم کہ دل ہے دل نہیں
دل فرازِ عرش می دارد مقامِ دلبری
ایں صنوبر صورتِ یک مظہرِ آثارِ دل است
اصلِ دل در لا مکان دارد مقامِ سروری

بقول شاعر

دل گزر گاہِ جلیل اکبر است
از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

۲۔ لطیفۂ روح:

اس کا محل داہنے پستان سے دو انگشت نیچے ہے۔ یہ لطیفہ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زیرِ قدم ہے یعنی اس کا مشرب حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ ہیں۔ اس کے انوار کا رنگ سرخ اور سنہری ہے۔ اس کے آثار ذکری، فکری، حضوری اور سروری ہیں۔ یہ لطیفۂ قلب کے ساتھ معلق ہے۔ اس کا کام باطنی پروازِ و حضور ہے۔

۳۔ لطیفۂ سرّی:

اس کا محل بائیں پستان سے دو انگشت مائل بطرف سینہ ہے۔ یہ لطیفہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زیرِ قدم ہے۔ اسرار و علوم تکوینیہ اس کے ذریعہ سے قلب پر نزول

Marfat.com

کرتے ہیں اور قلب سے بیان تک آتے ہیں۔ اس لطیفہ کے انوار کا رنگ سفید ہے۔ اس لطیفہ کا باطنی کام روشنی پھینکنا اور مکاشفۂ اسرار ہے۔

۴۔ لطیفۂ خفی:

اس کا محل داہنے پستان سے دو انگشت مائل بطرف سینہ ہے۔ یہ لطیفہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زیرِ قدم ہے۔ اس کے آثار ذکری ہیں۔ یہ آثار کسی کو اجمالاً معلوم ہوتے ہیں کسی کو حساً کسی کو تفصیلاً اور کسی کو کشفاً معلوم ہوتے ہیں۔ اس لطیفہ کے انوار کا رنگ سیاہ ہے۔ اور اس کا باطنی کام قلب اور روح کو معبود کے قریب کرنا یعنی مشاہدہ صفات ہے۔

۵۔ لطیفۂ اخفیٰ:

درمیانِ سینہ محل فم معدہ ہے۔ یہ لطیفہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے زیرِ قدم ہے۔ یہ لطیفہ باقی تمام لطائف پر حاوی ہے۔ اس کے انوار سبز رنگ کے ہوتے ہیں۔ اس کا باطنی کام وصال یعنی معائنہ ذاتِ اقدس ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو بلا کیف دیکھنا۔ یہ مقامِ ایقان ہے یہ مقصود ہے اور تعلق مع اللہ ہے۔ اِس کا معنوی کمال استحضارِ ذات ہے۔

۶۔ لطیفۂ نفس یا لطائف عالمِ خلق

لطیفۂ نفس یا عالمِ خلق کے لطائف کو سائنس کی زبان میں حواسِ خمسہ کہتے ہیں۔ اس لطیفہ کے انوار کا رنگ سبز مائل نیلگوں یعنی آسمانی رنگ ہے۔ اس لطیفہ کا محل پیشانی میں دونوں ابرو کے درمیان سے تھوڑا سا اوپر ہے۔

ا۔ لطیفۂ لامسہ:

کسی چیز کو چھونے سے اس کی نرمی وسختی کا احساس ہوتا ہے۔ جس قوت سے یہ احساس ہوتا ہے وہ قوت کسی کے احساس میں مصور نہیں ہوتی۔

Marfat.com

۲۔ لطیفۂ ذائقہ:

قدرت نے انسان کی زبان میں ایک لطیف قوت خزینہ کی ہے جس کی وجہ سے اشیاء کی ترشی، تلخی، شیرینی وغیرہ کی کیفیت معلوم ہوتی ہے اور یہ بلا جسم ایک کیف ہے۔

۳۔ لطیفۂ شامہ:

اس قوت سے اشیاء کی بد بو، خوشبو کا اثر ناک کے ذریعے دماغ تک پہنچتا ہے لیکن صورۃً اس کی شکل معلوم نہیں ہے۔

۴۔ لطیفۂ باصرہ:

قوتِ بینائی ہے جو دوسروں کو روشن کرتی ہے مگر خود اس کی روشنی مستقل نہیں جو دوسروں کے ادراک میں آسکے۔

۵۔ لطیفۂ سامعہ:

اس قوت کا تعلق کان سے ہے جو دور و نزدیک سے مطالب و مقاصد کے نکتے اخذ کرتا ہے۔ یہ قوت خود غیر مدرکہ ہے البتہ اس کے آثار ادراکیہ ہیں مگر صورت پذیر نہیں ہیں۔

عالم امر اور عالمِ خلق کے یہ دس لطائف ہیں۔ آخر پر لطیفہ قالبیہ بدنیہ یا سلطان الاذکار ہے۔

۷۔ لطیفۂ قالبیہ بدنیہ یا سلطان الاذکار

اس لطیفہ کا محل تالو یعنی وسطِ سر ہے۔ جب بدن ذکر سے معمور ہو جاتا ہے اور جسم کا ہر بال ذاکر بن جاتا ہے تو اسے سلطان الاذکار کہتے ہیں جب ہی بعض سالک اس لطیفہ کا محل تمام بدن کو قرار دیتے ہیں۔ اس لطیفہ کے انوار کا رنگ آتش نما مگر دلکش ہے۔ اس لطیفہ سے قسم قسم کی کیفیات طاری ہوتی ہیں۔ اس میں لذت در لذت، سرور در سرور، تازگی تازگی اور سکر در سکر ہے۔

Marfat.com

معرفتِ مراقباتِ نقشبندیہ مجددیہ

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَ یَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ج سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔ (سورۃ آل عمران)

ترجمہ: جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں (اور کہتے ہیں) اے ہمارے رب تو نے یہ بیکار نہ بنایا، تو پاک ہے تو ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے۔

مراقبہ کے لغوی معنی گردن جھکا کر سوچنا، غور وفکر کرنا اور حفاظت وحراست کے ہیں مگر اصطلاحی معنی میں تصور کرنے کو مراقبہ کہتے ہیں۔ صوفیاء کے نزدیک تمام احوال واوصاف سے منہ پھیر کر اللہ تعالیٰ کی محبت میں مستغرق ہوتے ہوئے اس کے انوار یا دیدار کا منتظر رہنا مراقبہ کی اصل ہے۔ مراقب کو چاہیے کہ اپنی ہر سانس پر نگاہ رکھے کہ کوئی سانس اللہ تعالیٰ کی یاد سے غفلت میں نہ گزرے۔ مراقب اللہ تعالیٰ کے انوار ذات وصفات کو اپنے اندر حسبِ وسعت واستعداد انعکاس کرتا ہے۔ جو سالک اپنے اختیار سے خواب کی حالت میں چلا جائے اور پھر اپنے اختیار سے واپس آسکے تو گویا اُس نے مراقبہ کو حاصل کرلیا۔

مراقبہ کے لئے بہتر وہ شخص ہے جو فطری اور جبلی طور پر امورِ غیر محسوسہ پر اچھی طرح توجہ کرسکتا ہو۔ یہ توجہ ایسی ہونی چاہیے کہ عقل، وہم، خیال اور جمیع حواس اُس توجہ کے تابع ہو جائیں اور غیر محسوسات محسوسات کی طرح دکھائی دینے لگیں۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جب وہ کسی چیز کا خیال کرتے ہیں تو اس میں ایسے مستغرق ہو جاتے ہیں کہ گویا وہ چیز ان کی آنکھوں کے سامنے حاضر ہے۔ وہ شخص کبھی ہاتھ سے اس کی طرف اشارہ کرتا ہے اور کبھی زبان سے اس کا ذکر کرتا ہے۔

Marfat.com

عوام الناس ایسے شخص کو دیوانہ کہنے لگتے ہیں۔ جب ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے احاطہ کیطرف جو جمیع اشیاء پر محیط ہے متوجہ ہوتے ہیں تو یہ نور اُن پر اس طرح جلوہ گر ہوتا ہے کہ دل کو اطمینان ہو جاتا ہے کہ یہ وہم وخیال نہیں بلکہ حقیقی نور ہے۔ پھر یہاں تک نوبت پہنچ جاتی ہے کہ تکلف کرنے کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ بلا تکلف یہ نور آنکھوں کے سامنے موجود رہتا ہے اور جمیع اشیاء کا لحاظ اٹھ جاتا ہے۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں مراقبہ کا یہ طریقہ ہے کہ سالک آنکھیں بند کر کے اپنے لطائف میں سے جس خاص لطیفہ کی نیت ہو اُس کی طرف متوجہ ہو اور اگر تمام لطائف کی نیت ہو تو ایک ساتھ تمام لطائف کیطرف متوجہ ہو اور منتظر رہے کہ مبداء فیاض کی جانب سے فیض اُس خاص لطیفہ پر وارد ہونے والا ہے یا تمام لطائف پر ایک ساتھ فیض وارد ہونے والا ہے۔ اس انتظار میں اپنے آپ کو مستغرق کر دے نیز اس اثناء میں اگر کوئی وسوسہ دل میں پیدا ہو تو اُسے دفع کرے۔ تمام لطائف پر ایک ساتھ فیض وارد ہونے سے جو ہئیت بنتی ہے اُسے ہئیت وحدانی کہتے ہین۔ حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ایک ساعت غور و فکر کرنا رات بھر کے قیام سے افضل ہے۔ حضرت سفیان بن عینیہؒ نے فرمایا کہ غور و فکر ایک نور ہے جو تیرے دل پر اپنا پرتو ڈالے گا۔ جس انسان کو باریک بینی اور سوچ سمجھ کی عادت پڑ گئی اُسے ہر چیز میں ایک عبرت اور آیت نظر آتی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ خوش نصیب ہے وہ شخص جس کا بولنا ذکر اللہ اور نصیحت ہو اور اُس کا چپ رہنا غور و فکر ہو اور اُس کا دیکھنا عبرت اور تنبیہہ ہو۔ لقمان حکیم کا مقولہ ہے کہ تنہائی کی گوشہ نشینی جس قدر زیادہ ہو اُسی قدر غور و فکر اور دور اندیشی کی عادت زیادہ ہوتی ہے اور جس قدر یہ بڑھ جائے اُسی قدر وہ راستے انسان پر کھل جاتے ہیں جو اُسے جنت میں پہنچا دیں گے۔ حضرت وہب بن منبہؒ نے فرمایا کہ جس قدر مراقبہ زیادہ ہو گا اُسی قدر سمجھ بوجھ تیز ہو گی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا ارشاد ہے کہ

Marfat.com

اللہ عزوجل کے ذکر میں زبان کا چلانا بہت اچھا ہے اور اللہ کی نعمتوں میں غور وفکر کرنا افضل عبادت ہے۔ حضرت عامر بن قیسؒ نے فرمایا کہ میں نے بہت سے صحابہ سے سنا ہے کہ ایمان کی روشنی اور نور غور وفکر اور مراقبہ میں ہے۔ صوفیاء کے نزدیک مراقب کو چاہیے کہ قرآن مجید کی جو آیات توحیدِ ربانی پر دلالت کرتی ہیں اُن کے معنی ملحوظِ خاطر رکھ کر اُن میں مستغرق ہو جائے اور اس کے مفہوم میں ایسا محو ہو جائے کہ سوائے اُس ذات کے کچھ باقی نہ رہے۔ بعض سالک مراقبہ میں خاموش رہتے ہیں اور اس تصور میں مستغرق رہتے ہیں کہ میں نہیں ہوں وہی ہے۔ اگر اس میں کامل غور وخوض کریں تو میں اور تُو دل سے دور ہو جائے گی۔ یہ طریقہ وصول کے واسطے قریب تر ہے۔ بعض مراقب ذاتِ حقیقت الحقائق کو دریائے آبِ شفاف یا دریائے نور غیر متناہی تصور کرتے ہیں اور خود قطرہ کی طرح اُس دریا میں مستغرق ہو جاتے ہیں۔ یہ تمثیل وتصور اس لئے اختیار کیا گیا ہے کہ معقول عقولِ ضعیفہ میں محسوس ہو جائے اور مبتدی آسانی سے مقصود حاصل کر سکے۔ ورنہ ذاتِ مطلق بے کیف وبے چون وبے چگون حاضر ہے اور تمثیل وتصور سے پاک ومنزہ ہے۔ جس مراقت کی از خود رفتگی زیادہ ہوگی اُسی قدر حق تعالیٰ کے ساتھ اُس کی پیوستگی زیادہ ہوگی۔ ذکر معنوی کو ذکر روحی وذکر مشاہدہ ومعائنہ بھی کہتے ہیں۔ جب سالک غلبۂ نور سے بیہوش ہو جاتا ہے تو ہوش میں آکر اپنے آپ کو حقیر سمجھ کر ترقی کا طلبگار ہوتا ہے۔ جب ترقی ہو جاتی ہے تو دیدۂ دل سے اُس نور کا مشاہدہ کرتا ہے۔ یہ تجلی سالک کے دل پر قرار پذیر ہو جائے تو اس کا ارادہ وفعل، حق کے ارادہ وفعل کے موافق ہو جاتا ہے۔ اُس کی عقل جزوی طور پر کام کرتی ہے۔ وہ تحتِ احکامِ الٰہی رہتا ہے۔ یہ مرتبہ قربِ فرائض ومقام مشاہدہ ہے۔ اس مرتبہ میں سالک کی نظر صنعت سے صانع کی طرف جاتی ہے۔ جب سالک اس مرتبہ کے کمال کو پہنچ جاتا ہے تو اس کو سالک مجذوب کہتے ہیں۔ اس مقام پر اس کی اپنی قوت وطاقت

Marfat.com

ختم ہو جاتی ہے اور وہ ہمہ وقت حالتِ استغراق میں رہتا ہے۔ جب سالک کے قلب پر تجلی ذاتی وارد ہوتی ہے تو وہ صفاتِ ذاتِ حق کو جمع اشیاء میں جلوہ گر دیکھتا ہے۔ اس وقت اس کی نظر صانع سے صنعت کی طرف جاتی ہے اور وہ افعال وصفاتِ خلق کو افعال وصفاتِ حق جانتا ہے۔ یہ مرتبہ قربِ نوافل ومقام معائنہ ہے۔ اس مقام میں سالک تحتِ الہام الٰہی رہتا ہے۔ جب وہ اس کے کمال کو پہنچ جاتا ہے تو اس کو مجذوب سالک کہتے ہیں۔ جب سالک اس مرتبہ سے ترقی کرتا ہے تو اس پر تجلی ذات مع جمیع صفات وارد ہوتی ہے وہ اس تجلی جمع میں مستغرق ہو جاتا ہے۔ اس کے تمام قوائے طبعی کھو جاتے ہیں اور اس کا علائقِ بشریت سے انقطاع ہو جاتا ہے۔ اس مرتبہ میں صرف صانع باقی رہ جاتا ہے صنعت نہیں رہتی۔ اس مرتبہ کو فنا فی اللہ کہتے ہیں۔

اس وقت اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْط کا ظہور ہوتا ہے اور مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ کا بھید کھلتا ہے۔ ھُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاھِرُ وَ الْبَاطِنُ کے معنی معلوم ہوتے ہیں اور کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ وَّ یَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ کی حقیقت واضح ہوتی ہے۔ اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ کا راز عیاں ہوتا ہے اور وَ فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ کی جامعیت سے آگاہی حاصل ہوتی ہے نیز ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ کی معرفت آشکارا ہوتی ہے اور کَانَ اللّٰہُ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا کی حقانیت سامنے آتی ہے۔ جب بندہ فناء کی حالت میں ہوتا ہے تو جہتِ عبد نابودو مضمحل ہو جاتی ہے۔ فنائے ناقص میں انسان اپنی فنا کو محسوس کرتا ہے لیکن فنائے تامہ میں انسان کو اپنی فناء کا بھی احساس تک نہیں رہتا یعنی کہ فنائے ناقص میں غلبہء حال سے آگاہی رہتی ہے لیکن فنائے تامہ میں اس سے آگاہی نہیں رہتی۔ اسے فناء الفناء کہتے ہیں۔ جب حق سبحانہٗ وتعالیٰ چاہتا ہے کہ سالک کو اس فناء سے نکال کر بقاء سے نوازے تو اپنے ذاتی نور سے اس کو باقی کرتا ہے۔ اس مرتبہ کا نام

Marfat.com

جمع الجمع ہے۔ اس مقام پر عبد ہر حالت میں اور ہر وقت حق کا معائنہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ظاہر ہونا ارادہ میں ہے۔ اگر توحید کا حال غالب ہو جائے اور یکتائی حال بن جائے تو ارادہ اللہ ہی اللہ بن جاتا ہے۔ اس کو بیداری، حضوری، ہوشیاری اور نگاہ داری کہتے ہیں۔ یہی محویت ہے جیسے رنگ کو پانی میں حل کر دیا جائے تو صرف پانی ہی پانی رہ جاتا ہے اس سے رنگ جدا نہیں ہو سکتا۔ یہ تعلق موہوبی، عشقی، ایقانی، وصلی اور مقصودی ہے۔ بقاء باللہ کو سیر مع اللہ کہتے ہیں۔ بقول مرشدمؒ

فکر چوں مفتاحِ بابِ معرفت
معرفت مفتاحِ بابِ موصلت
معنیٔ جذب و محبت شد فناء
معنیٔ دائم حضور آمد بقاء

مراقب کو چاہیے کہ ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے اور ذکر و فکر میں اس قدر مستغرق رہے کہ اس کی ناسوتی صفت فناء ہو جائے اور وہ مقام بقاء بعد الفناء کو حاصل کر کے عبدِ رب بن جائے۔

مراقبات دائرہ ولائیت صغریٰ

نیت مراقبہ احدّیت:

فیض آ رہا ہے میرے لطیفہ قلب پر اس ذات سے جو تمام صفات کمال کو جمع رکھنے والی ہے اور جمیع زوال و نقصان سے منزہ ہے۔ وہ مسمّٰی ہے اسم اللہ کا اور وصف اس کا صرف احدیت ہے۔ اس مراقبہ میں لا الٰہ الا اللہ کا تصور یہ کرے کہ میں مخلوق سے عبادتی، محبتی اور استعانتی تعلقات توڑتا ہوں اور محمد رسول اللہ ﷺ کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا تعلق جوڑتا ہوں جو احد و یکتا ہے اور مجھے دیکھ رہا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے فَاِنّ

Marfat.com

اللّٰہَ اِلٰـہٌ وَّاحِـدٌ وَاِلٰھُکُـمْ اِلٰـہٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ اور تمہارا معبود واحد ہے۔ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ رحمٰن اور رحیم ہے۔ یعنی کہ وہ اپنی ذات اور صفات میں وحدہٗ لاشریک، یگانہ، بے مثل اور بے نیاز ہے۔ پس اَلَـمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ دیکھ رہا ہے کے معنی ملحوظِ خاطر رکھ کر تصور کرے اور اس تصور میں مستغرق ہو جائے۔

نیت مراقبہ معیّت:

فیض آ رہا ہے دائرہ ولائتِ صغریٰ سے میرے قلب پر اُس ذات سے جو میرے ساتھ ہے اور کائنات کے ہر ذرے کے ساتھ ہے جس شان سے کہ اللہ تعالیٰ کی مراد ہے۔ اُس بے کیف ذاتِ اقدس کا وصف حاضر و ناظر ہے۔

اس مراقبہ میں اللہ حاضری، اللہ ناظری، اللہ شاھدی اور اللہ معی کا تصور کرے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہر جگہ اور ہر حال میں میرے ساتھ ہے۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے وَھُوَ مَعَکُمْ، اَیْنَمَا کُنْتُمْ۔ اس قوتِ موہوبی کی برکت سے مراقب ذاتِ اقدس کے حضور حاضر و ناظر رہتا ہے اور خوف و رجا کے ساتھ تصور صفاتِ ذات کرتا ہے۔ دائرہ ولایت صغریٰ اولیاء عظام کی ولایت اور اسماء و صفاتِ مقدسہ کا ظلّ ہے۔

Marfat.com

مراقبات دائرہ ولایت کبریٰ

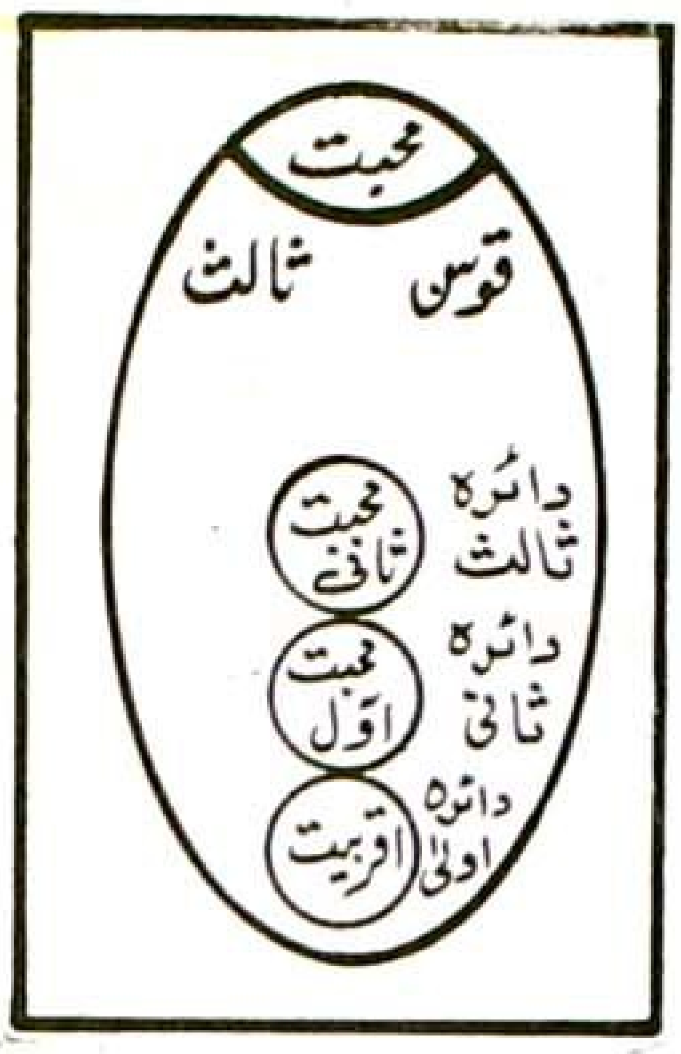

نیت دائرہ اولیٰ مراقبہ اقربیت:

فیض آرہا ہے دائرہ اولیٰ ولایت کبریٰ سے میرے لطیفہ نفس پر اُس ذات سے جو شہ رگ سے زیادہ میرے قریب ہے۔ جس شان سے کہ اللہ تعالیٰ کو زیبا ہے۔ سالک کو چاہیے کہ ارشاد ربانی وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدُ کے معنی ملحوظ خاطر رکھ کر تصور کرے اور اس میں مستغرق ہو جائے کہ نہیں ہے کوئی شے قریب تر میرے مگر اللہ۔ یہ الفاظ زبان سے ادا نہ کرے بلکہ صرف معنی کا تصور کرے۔ نیز لا الہ الا اللہ کے معنی کا تصور کرے۔ دائرہ اولیٰ ولایت کبریٰ انبیاء کرام علیھم السلام کی ولایت ہے اور دائرہ ولایت صغریٰ کا اصل ہے۔

نیت دائرہ ثانی مراقبہ محبت اول:

فیض آرہا ہے دائرہ ثانی ولایت کبریٰ سے میرے لطیفہ نفس پر اُس ذات سے کہ میں اُس کا محبوب ہوں اور وہ میرا محبوب ہے۔ جو یُحِبُّھُمْ وَ یُحِبُّوْنَہٗ کا مفہوم ہے۔

اس مراقبہ سے سالک کا شرح صدر ہو جاتا ہے اور صبر و شکر اُسکی عادت بن جاتی ہے نیز وہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہتا ہے یعنی حکم قضا سے چون و چرا اُٹھ جاتی ہے۔ تکالیفِ شرعیہ کے قبول

Marfat.com

میں دلیل کی احتیاج نہیں رہتی۔ حقیقتِ اسلام واضح ہو جاتی ہے۔ حرص، بخل، حسد، بغض، عناد اور کبر وغیرہ کا خاتمہ ہو جاتا ہے نفس مطمئنہ ہو جاتا ہے۔ دائرہ ثانی دائرہ اولیٰ کا اصل ہے۔

نیت دائرہ ثالث مراقبہ محبت ثانی:

فیض آرہا ہے دائرہ ثالث ولایت کبریٰ سے میرے لطیفہ نفس پر اُس ذات سے کہ میں اُس کا محبوب ہوں اور وہ میرا محبوب ہے جو یُحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَه' کا مفہوم ہے۔

دائرہ ثالث دائرہ ثانی کا اصل ہے۔

نیت قوس مراقبہ محبت ثالث:

فیض آرہا ہے قوس دائرہ ولایت کبریٰ سے میرے لطیفہ نفس پر اُس ذات سے کہ میں اُس کا محبوب ہوں اور وہ میرا محبوب ہے جو یُحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَه' کا مفہوم ہے۔

ولایت کبریٰ کی قوس دائرہ ثالث کی اصل ہے۔ یہاں تک اسم اَلظَّاہِر کا فیضان ہے۔

نیت مراقبہ دائرہ ولایت عُلیا:

وہ پاک ذات جو مسمیٰ الباطن ہے اُس کا فیض دائرہ ولایت علیا سے سوائے عنصر خاک کے عناصر ثلاثہ پر آتا ہے جو پانی، آگ اور ہوا ہیں۔

ولایت علیا ملائکہ ملاءِ اعلیٰ کی ولایت ہے۔ اسم الظّاہر کی سیر آفاقی اور اسم الباطن کی سیر انفسی ہوتی ہے۔ جب دونوں سیریں تکمیل پذیر ہوتی ہیں تو اُس وقت کمالاتِ نبوت کی سیر شروع ہوتی ہے۔

Marfat.com

نیت مراقبہ دائرہ کمالاتِ نبوت:

ذاتِ پاک کی تجلیاتِ ذاتی دائمی کا فیض دائرہ کمالاتِ نبوت سے میرے عنصرِ خاک پر آرہا ہے۔اس سے کمالاتِ نبوت ناشی ہیں۔

مراقبہ میں ناشی سے مراد نیا فیض ہے یعنی کہ جس طرح کسی پھولدار پودے میں نئی کلی یعنی شگوفہ کھلتا ہے اسی طرح سالک کے مقامِ خاص میں مراقبہ کا نیا فیض آتا ہے۔

نیت مراقبہ دائرہ کمالاتِ رسالت:

ذات پاک کی تجلیات ذاتی دائمی کا فیض دائرہ کمالاتِ رسالت سے میری ہیئتِ وحدانی پر آرہا ہے۔

اس کے کمالاتِ رسالت ناشی ہیں۔یہ فیض عالمِ خلق اور عالمِ امر کے تمام لطائف پر ایک ساتھ آتا ہے۔تمام لطائف کے ایک ساتھ فیض لینے سے جو ہیئت بن جاتی ہے وہ ہیئت وحدانی کہلاتی ہے۔

نیت مراقبہ دائرہ کمالاتِ اولوالعزم:

ذاتِ پاک کی تجلیات ذاتی دائمی کا فیض دائرہ کمالاتِ اولوالعزم سے میری ہیئت وحدانی پر آرہا ہے۔

اس کے کمالات آخر تک اولوالعزم ہیں۔

نیت مراقبہ دائرہ حقیقت کعبہ:

فیض آرہا ہے میری ہیئت وحدانی پر دائرہ حقیقت کعبہ سے اُس ذاتِ پاک کا جو تمام ممکنات کی سجود الیہ اور کعبہ ربانی کی حقیقت ہے۔

Marfat.com

اس کا ذکر ناشی حق سبحانہٗ سے عبارت ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو انوارِ تجلیاتِ کعبہ سے معمور فرماتے ہیں۔ حقیقت کعبہ کا عکس قلب پر پڑتا ہے تو قلب ذاکر بن جاتا ہے جس کے نتیجہ کے طور پر اسکے افعال و آثار احکاماتِ الٰہی کے تابع ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ لطیفہ قلب کے ذریعے نورِ توحید احدیت، نورِ توحید وحدت، نورِ توحید واحدیت، نورِ توحید حقیقتِ محمدیؐ، نورِ توحید برزخِ کبریٰ، نورِ توحید وحدتِ شہودی، نورِ توحید وحدتِ عینی ذاتی، نورِ توحید ولایت صغریٰ اور نورِ توحید ولایت کبریٰ تک رسائی ہوتی ہے۔ قلب کے معنی کبھی ایک طرف اور کبھی دوسری طرف بدل جانا ہیں۔ اس کو ارادہ بھی کہتے ہیں۔ انسانی ارادہ کو وسعتِ بلیغ حاصل ہے۔ ذاتِ اقدس ارادہ میں سما سکتی ہے اور لطیفہ قلب قرارگاہِ ذاتِ اقدس بلا کیف ہے۔

نیت مراقبہ دائرہ حقیقتِ قرآن مجید:

فیض آ رہا ہے میری ہیئت وحدانی پر دائرہ حقیقت قرآن سے جو مبداء بیچوں اللہ تعالیٰ کے تقدس سے عبارت ہے۔

اللہ تعالیٰ اوامر اور نواہی کو اپنی صفتِ قرآنی کے ذریعے نازل فرماتا ہے۔ صفتِ قرآنی جملہ علوم و فیوض اور برکات کی جامع ہے۔ جب اللہ تعالیٰ قلبِ انسانی پر تجلیاتِ قرآنی جلالی و جمالی نازل فرماتا ہے تو وہ نور قلب کو ہر طرف سے گھیر لیتا ہے۔ یہ نور بہت بھاری ہے۔ اس مقام پر قرآن مجید کے اسرار ظاہر ہوتے ہیں۔ لذتِ تلاوت حاصل ہوتی ہے اور سالک محسوس کرتا ہے

Marfat.com

کہ قرآن مجید کے انوار کا نزول ہو رہا ہے۔ قرآن مجید تمام اذکار و افکار اور تسبیحات و تقدیسات پر فضیلت رکھتا ہے۔ تمام علوم و فنون، عبادت و طرزِ عبادت، تربیت و طرزِ تربیت، معرفت و طرزِ معرفت، حکمت و طرزِ حکمت، سیاست و طرزِ سیاست، ریاضت و طرزِ ریاضت، شرافت و طرزِ شرافت، معاشرت و طرزِ معاشرت، علمیت و طرزِ علمیت، فہمیت و طرزِ فہمیت، معاملت و طرزِ معاملت، مکالمت و طرزِ مکالمت، تجارت و طرزِ تجارت، خیرات و طرزِ خیرات، برکات و طرزِ برکات، کمالات و طرزِ کمالات، حکایات و طرزِ حکایات، امثال و طرزِ امثال، بشارات و طرزِ بشارات، مواعظات و طرزِ مواعظات، آداب و طرزِ آداب، کرامات و طرزِ کرامات، اذکار و طرزِ اذکار، تسبیحات و طرزِ تسبیحات، تقدیسات و طرزِ تقدیسات، تمجیدات و طرزِ تمجید، تعظیمات و طرزِ تعظیم، تسلیمات و طرزِ تسلیم، احسانات و طرزِ احسان، مباحات و طرزِ مباح، محرمات و طرزِ حرام، منکرات و طرزِ منکر، نذیرات و طرزِ نذیر، دینیات و طرزِ دین، اجتنابات و طرزِ اجتناب، داعوات و طرزِ دعوت، توکلات و طرزِ توکل، والدات و طرزِ والدین، مولودات و طرزِ اولاد، اعتمادات و طرزِ اعتماد، طیبات و طرزِ طیب، مطلقات و طرزِ طلاق، منکوحات و طرزِ نکاح، واجبات و طرزِ واجب، حرکات و طرزِ حرکت، سکنات و طرزِ سکون، اعتقادات و طرزِ عقیدہ وغیرہ یعنی ہدایتِ مطلقہ قرآن مجید سے حاصل ہوتی ہے۔ جب ہی تو سالکانِ معرفتِ

Marfat.com

ذاتِ اقدس قرآن مجید کی تلاوت حقیقت قرآن کو ملحوظِ خاطر رکھ کر کرتے ہیں اور فیضِ نورِ قرآن کو قرآن مجید کے کلمات سے نہایت دلجمعی، تصور کی گہرائی اور توجہ تامہ سے حاصل کرتے ہیں۔ آیاتِ قرآنی سے علوم و معارف کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر انکے سامنے موجزن ہوتا ہے۔ نورِ قرآن حاصل کرنے کے بعد مقامِ فنا فی اللہ و بقاء باللہ حاصل کرتے ہیں اور خود بخود یا ذوق و شوق کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنے طبعی میلان اور طبعی نفسانی خواہشات کو اللہ رب العزت کے احکامات کا پابند بناتے ہیں اور ہر معاملہ میں سنتِ نبی آخر الزمان ﷺ کو مقدم رکھتے ہیں نیز تدبیر و تقدیر میں نہیں الجھتے بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہتے ہیں۔ اور یہ تکمیلِ دین ہے۔ بقول مرشدمؒ

ذاتِ قرآں شد دلیلِ ذاتِ حق
ذاتِ قرآں شد سبیلِ ذاتِ حق

بقول شاعر

گر تو می خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بہ قرآں زیستن

نیت مراقبہ دائرہ حقیقتِ صلوٰۃ۔

فیض آرہا ہے میری ہیئت وحدانی پر دائرہ حقیقتِ صلوٰۃ سے جو ذاتِ پاک اللہ تعالیٰ کی بیچوں وسعتِ کمال سے عبارت ہے۔
اس مقام پر سالک کی سیر قدمی کا اختتام ہوتا ہے اور سیر نظری کا آغاز ہوتا ہے۔ صلوٰۃ صورتاً تعظیم، مناجات اور سرگوشی ہے۔ اس

Marfat.com

تعظیم سے اللہ تعالیٰ انسان پر از روئے ربوبیت انوار نازل فرماتا ہے اور حضور و سرور زیادہ کرتا ہے نیز قوت عباذت بدنی و روحانی عطا فرماتا ہے۔ اس کو توفیق کہتے ہیں۔ یہ اسم قیوم، عظیم اور علی کی تجلیات کا عکس ہے۔ یہ مظہر کبریائی ذات ہے۔ جب انسان کو حضور و سرور کی نعمتِ عظمیٰ حاصل ہو جائے تو پھر نماز کے ہر ایک فقرہ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لَبَّیْکَ عَبْدِیْ قَبِلْتُ کا الہام ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فاذکرونی اذکرکم تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ نماز ایسی عبادت ہے جو بندے اور اللہ تعالیٰ میں منقسم ہے۔ اس کا ایک حصہ بندے کے متعلق ہے اور ایک حصہ خدا کے متعلق ہے۔ مشکوٰۃ شریف کے باب القراۃ فی الصلوٰۃ صفحہ ۷۸، ۷۹ فصل اول میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ میں نے نماز اپنے اور اپنے بندے کے درمیان نصفا نصف تقسیم کر دی ہے اور بندہ جو مانگے گا اس کو مل جائے گا۔ جب بندہ کہتا ہے الحمد للہ رب العلمین تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری حمد کی۔ اور جب بندہ کہتا ہے الرحمٰن الرحیم تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری ثناء کی۔ اور جب بندہ کہتا ہے مٰلک یوم الدین تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی۔ یہاں تک نصف سورۃ خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ اور جب بندہ کہتا ہے ایاک نعبد وایاک نستعین تو

Marfat.com

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے
۔اور میرے بندے کے لئے وہی کچھ ہے جو اس نے سوال کیا۔
یہ آیت مشترک ہے۔اور جب بندہ کہتا ہے **اھدنا الصراط المستقیم ۝ صراط الّذین انعمت علیھم ۝ غیر المغضوب علیھم و لا الضالین ۝** تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ میرے بندے کے لئے ہیں اور بندہ جو مانگے گا اس کو مِل جائے گا۔

یہ آئتیں خالص بندے کے لئے ہیں جیسے کہ ابتدائی آیتیں خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔اس حدیث مبارک کو مسلم شریف نے روایت کیا ہے۔ایک اور صحیح حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **انا جلیسُ من ذکرنی.** میں اس کا ہمنشیں ہوں جو میرا ذکر کرتا ہے۔چونکہ نماز مناجات ہے لہٰذا وہ ذکر ہے، یاد الٰہی ہے۔۔پس جس بندہ نے یادِ الٰہی کی اس نے ہمنشینیِ حق کی اور حق نے ہمنشینی بندہ کی۔محبوب کے مشاہدے کے بغیر محبّ کی آنکھ ٹھنڈی نہیں ہوتی۔اسی وصل وقرب، معائنہ ومشاہدہ اور حضور وسرور کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ **وَجُعِلَتْ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃ** میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

بقول مرشدمؒ

باحضوری چوں ارادہ پختہ شد
گوہرِ تکمیل وصلت سفتہ شد
بندگی بے فکر کردن در جمال و درجلال
عبدیت ہے دعوتِ اسریٰ نوازِ خسروی

نیت مراقبہ دائرہ معبودیت صرفہ:

فیض آرہا ہے میری قوتِ نظری پر اُس ذاتِ پاک سے جو

معبودیت صرفہ کا منشا ہے۔ لا معبود الا ھو، و لا موجود الا ھو، ولا مطلوب الا ھو ولا مقصود الا ھو کی حقیقت اس مقام پر جلوہ گر ہو کر صاف طور پر ظاہر ہوتی ہے۔

نیت مراقبہ دائرہ حقیقتِ ابراہیمی:

فیض آرہا ہے دائرہ حقیقت ابراہیمی سے میری ہیئت وحدانی پر کہ محبتِ ذاتِ پاک اللہ تعالیٰ سے اپنی صفات پر عبارت ہے۔

رسول اللہ ﷺ کو وَتَّبِعَ مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا کے ارشاد سے نوازا گیا ہے کہ آپ ملتِ ابراہیمی کی اتباع کریں۔ اس مقام پر سالک کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے ساتھ خاص نسبت محسوس ہوتی ہے مگر سمجھے کہ یہ سب حضور ﷺ کے طفیل ہے۔ سالک کی فکر صفاتِ باری تعالیٰ تک پہنچتی ہے۔ یہ مقامِ تعارف ہے جو لازم ذات ہے اور قدیم ہے۔ اس کے انوار و تجلیات تمام امکان کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں بلکہ نظام امکان ان سے جاری ہے۔

نیت مراقبہ دائرہ حقیقتِ موسوی:

فیض آرہا ہے دائرہ حقیقتِ موسوی سے میری ہیئت وحدانی پر کہ محبتِ ذاتِ پاک اللہ تعالیٰ سے اپنی ذات پر عبارت ہے۔

اس مقام پر سالک پکار اٹھتا ہے کہ اے میرے رب مجھے اپنا جلوہ دکھا۔

نیت مراقبہ دائرہ حقیقتِ محمدیؐ:

فیض آرہا ہے دائرہ حقیقتِ محمدیؐ سے میری ہیئتِ وحدانی پر کہ محبت و محبوبیت ذاتِ پاک اللہ تعالیٰ سے اپنی ذات پر عبارت

Marfat.com

ہے۔

اس کا فیض آخر تک ہے۔ حقیقت احمدی سے یہ نزول بہ صورتِ محمدیؐ ہے۔ یہ رحمتِ نازلہ ہے جو ایمان کا جزو ثانی یعنی محمدؐ رسول اللہ اور اطاعت کا لازمی امر ہے۔ اس وسیلہ سے ذاتِ اقدس تک رسائی ہوتی ہے یعنی بواسطہ محبت و اطاعتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ فنافی الرسول ہے۔

کتاب ذکرِ خیر المعروف بہ صحیفۂ محبوب میں خواجہ محبوب عالمؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت خواجہ توکل شاہؒ انبالوی نے فرمایا کہ ''حقیقت محمدیؐ تمام اسماء و صفاتِ الٰہی اور جمیع مراتبِ قرب اور تمام حقائق یعنی حقیقت ابراہیمی حقیقت موسوی، حقیقتِ عیسوی، حقیقت قرآن مجید، حقیقت صلوٰۃ، حقیقت کعبہ وغیرہ کی جامع ہے۔ حقیقت محمدیؐ اپنی جامعیت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عنصری بدن مبارک میں ورود کر آئی تھی اور یہ بدن مبارک اس حقیقتِ محمدیؐ کا حقیقی مظہر بن گیا تھا اور اسی حقیقتِ محمدیہؐ جامعہ کے وارد ہو جانے کی وجہ سے آپؐ میں تمام تصرفات و کمالات علیٰ وجہ الکمال موجود تھے اور چونکہ اُس حقیقتِ جامعہ کے آپ حقیقی مظہر تھے اسی وجہ سے سوائے جن و انسان کے باقی تمام حیوانات و نباتات و حجر و شجر وغیرہ نے آپ کو سجدہ کیا۔ تو جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت آپؐ کے اس عنصری بدن مبارک کے ساتھ حیاتی میں کی تھی درحقیقت اُن کو تمام اسماء و صفاتِ الٰہی اور تمام انبیاء اور جمیع مراتبِ قرب اور تمام حقائق کی

Marfat.com

مع اُن تمام تصرفات وکمالات کے زیارت ہوگئی تھی"۔

مرشدم حضرت غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ"ذاتِ اقدس میں صفات اجمال میں تھیں جن کا نام شیون ہے کیونکہ مظہر کوئی نہ تھا۔ جس وقت حقیقتِ محمدیہؐ اُن صفات کی مظہر بنی تو تفصیل شروع ہوئی چنانچہ خالق، رزاق وغیرہ صفات میں تمیز باعتبار مظہر ہوگئی گویا محمد رسول اللہ ﷺ بمنزلہ تخم اور عالم مثل شجر ہے۔ حقیقتِ محمدیؐ بذر اور تمام امکان شجر ہے یعنی حقیقتِ محمدیؐ رحمت عالمین ہے"۔

نیت مراقبہ دائرہ حقیقتِ احمدی:

فیض آرہا ہے دائرہ حقیقتِ احمدی ہے سے میری ہئیت وحدانی پر کہ محبوبیت ذات پاک اللہ تعالیٰ سے اپنی ذات پر عبارت ہے۔

اس کا فیض آخر تک ہے جو صفاتِ رب العٰلمین کی تفصیل کا مقام ہے۔ اس کو دائرہ محبوبیت صرفہ بھی کہتے ہیں۔ یہ حقیقت مبارک نام احمد کی ہے۔ کیونکہ یہ تمام عالم کی اصل اور بنیاد ہے اسی لئے اسے خلق اور خالق کے درمیان برزخِ کبریٰ کہتے ہیں اور یہ جبروت ہے چونکہ حقیقتِ احمدی صفاتِ باری تعالیٰ کی جامع ہے اور عالم علوی میں تمام عالم کی رحمت ہے اسی لئے محمد ﷺ کا ملکوتی نام احمد ہے۔

نیت مراقبہ دائرہ حُبِّ صرفہ:

فیض آرہا ہے دائرہ حب صرفہ سے میری قوتِ نظری پر اُس ذاتِ پاک سے جو حُب صرفہ کا منشا ہے۔

حُب صرفہ یقین اول ہے یعنی وہ حُب ہے جو سب سے پہلے تخلیق

Marfat.com

ہوئی۔

حدیث قدسی لولاک لما خلقت الافلاک اس خاص مقام کو ظاہر کرتی ہے۔

نیت مراقبہ دائرہ لاتعین:

فیض آرہا ہے دائرہ لاتعین سے میری قوتِ نظری پر اُس ذات پاک سے جو دائرہ لاتعین کا منشا ہے۔

دائرہ لاتعین محبت ذاتِ اقدس سے عبارت ہے۔ یہ کمال معرفت کا مقام ہے۔ اس مقام پر سالک ذاتِ بے کیف، بے مثل، بے چون و بے چگون کا محبّ اور عاشق بن جاتا ہے۔ یہ محبت محض قوتِ ایقانی ہے۔ اس محبت محضہ ذاتیہ کا دار و مدار مقامِ ایقان پر ہے جو ارادۂ قوی اور عزم پختہ کا جوہر تصرفی ہے کہ ذاتِ اقدس بے کیف کو سما سکتا ہے۔ یہ خصوصی صفت اللہ رب العزت نے انسان کو عطا کی ہے جو کسی اور میں نہیں ہے۔ یہ ذوقی چیز ہے انسان اسی کی بدولت مسلمان ہوتا ہے۔ اس کا تعلق نورِ یقین کے ساتھ ہے۔ اس مقام پر سالک ہمہ وقت متوجہ الی اللہ یعنی معائنہ بلا واسطہ اسماء و صفات ارادۃً و حضوراً و خیالاً و عزماً و عشقاً کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہتا ہے۔ اللّٰھم ارزقنا بکرمک یا کریم و ھو ثمرات الدوام الحضور۔

مرشدم حضرت غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ بعد از نماز تہجد تمام مراقبات مذکورہ بالا کرنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ ان کے اثرات ذوقی ہیں بیانی نہیں ہیں۔ نیز مندرجہ ذیل پانچ مراقبات روزانہ صبح و شام کرنے کی تلقین کرتے تھے۔

Marfat.com

۱۔ الٰہی میں التجا کرتا ہوں آپ سے نورِ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا۔
۲۔ الٰہی میں التجا کرتا ہوں آپ سے نورِ حیاتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا۔
۳۔ الٰہی میں التجا کرتا ہوں آپ سے نورِ حقیقتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا۔
۴۔ الٰہی میں التجا کرتا ہوں آپ سے نورِ معرفت ذاتِ اقدس بالواسطہ کا۔
۵۔ الٰہی میں التجا کرتا ہوں آپ سے نورِ معرفتِ ذاتِ اقدس بلا واسطہ کا۔

بقول شاعر

؎ تصور میں مدام رہنا عبادت اس کو کہتے ہیں
خودی کو چھوڑ کر جانا ریاضت اس کو کہتے ہیں

بقول شاعر

؎ تو در گماں کہ زیستن از بہرِ خوردن است
خوردن برائے زیستن و ذکر کردن است

بقول اقبالؒ

؎ دل زندہ و بیدار اگر ہو تو بتدریج
بندے کو عطا کرتی ہے چشمِ نگراں اور
احوال و مقامات پہ موقوف ہے سب کچھ
ہر لحظہ ہے سالک کا زماں اور مکاں اور

Marfat.com

معرفتِ روحانی پرواز

لطیفۂ قلب کا خاصہ ذکر ہے۔اس کے انوار کا رنگ زرد ہے۔لطیفۂ روح کا خاصہ پرواز وحضور ہے۔اس کے انوار کا رنگ سرخ وسنہری ہے،لطیفۂ سری کا خاصہ روشنی پھینکنا اور مکاشفہ اسرار ہے۔اس کے انوار کا رنگ سفید ہے۔لطیفۂ خفی کا خاصہ مشاہدۂ صفات ہے۔اس کے انوار کا رنگ سیاہ ہے۔اور لطیفۂ اخفیٰ کا خاصہ معائنہ ذاتِ اقدس ہے۔اس کے انوار کا رنگ سبز ہے۔ یہ سب خواص اسی صورت میں پیدا ہوتے ہیں کہ عالمِ امر کے ان تمام لطائف کے بعد لطیفۂ قالبیہ بدنیہ کو نہایت خشوع کے ساتھ ذکر سے معمور کیا جائے۔خشوع اس فعل کا نام ہے جو انسانی ہستی کو محو کر دے یا وہ ہیبتِ کبریائی ذات اکبر کا نام ہے جو صفتِ سالک کو مٹا کر فناء کر دے یا اُس حضور وسرور کا نام ہے جو انسان کو جامۂ ہستی سے اور انانیت امکانی ناسوتی سے باہر کر دے الغرض توجہ تامہ الی اللہ ہو تو قلب پر نور کا اثر پڑتا ہے پھر قلب سے روح میں سرایت کرتا ہے پھر روح تجلیات میں غوطہ زن اور مستغرق ہو کر بدن کو اس قدر متاثر کرتی ہے کہ ناسوتی بدن بیہوش ہو جاتا ہے اور تمیز کرنے سے عاجز ہو جاتا ہے یا یوں کہئے کہ ناسوتی بدن کے ہونے کا احساس تک باقی نہیں رہتا۔ اس شکل میں درمیانی حصہ مقام ایقان قلبی ہے جو ذاکر وفا کر ہے۔اردگرد انوار جلالی وجمالی ہیں۔ سرخ انوار اسم ذات جلالی کے اور سفید انوار اسم ذات جمالی کے ہیں جو محجوبات قلب کے رنگ ہیں۔ذکر میں محو اور گم ہونا فناء فی الذکر اور بقاء بہ انوار وتجلیات ہے۔اس اثناء میں کبھی ابر چلتا ہوا محسوس ہوتا ہے یہ قلب کا غین نورانی ہے جو تکرارِ ذکر سے منتشر ہوتا ہے اور عروج کرتا ہے کبھی یہ غین قلب پر نازل ہوتا ہے وہ نزول انوار صفاتی اسمائی ہے کبھی قلب سے نکل کر عالم جبروت ولاہوت تک حسبِ مناسبت قرب وبُعد عملاً وعزماً جاتا ہے۔ یہ شکل لطیفۂ اخفیٰ کا نور نازلہ ہے۔ یہ سب مخلوقی ادراکی انوار ہیں

Marfat.com

جو مخلوق کی طرف دعوت و دلالت ہے عین مقصود نہیں۔ یہ ترغیب الی المقصود ہے۔ کیونکہ یہ تمام کیفیات خشوع سے پیدا ہوتی ہیں اس لئے روح مقصود کی معرفت اور قرب وحضور کے لئے بے چین و بیقرار ہو کر نہایت خشوع سے اس قدر ذکر کرتی ہے کہ ناسوتی بدن کے ہونے کا احساس تک باقی نہیں رہتا اور روح بیت اللہ کے دروازے پر جا پہنچتی ہے۔ وہاں خوب ذکر کرتی ہے، طوافِ کعبہ کرتی ہے اور حقیقتِ کعبہ کے انوار سے مزین ہو کر دربارِ رسالت میں پہنچنے کے لئے گنبدِ حضریٰ کے دروازہ پر جا پہنچتی ہے۔ وہاں خوب ذکر کرتی ہے۔ دروازہ کھلنے پر اندر داخل ہو کر دربارِ رسالت میں پہنچ کر حضور نبی اکرم ﷺ کی روح مبارک سے نہایت ادب کے ساتھ مصافحہ کرتی ہے اور وہاں بیٹھ کر خوب ذکر کرتی ہے۔ چنانچہ حقیقتِ محمدیؐ کے انوار سے منور ہو کر دیدارِ جمالِ حق کیلئے لامکاں کی طرف زوردار پرواز کرتی ہوئی عالم ناسوت سے نکل جاتی ہے۔ عالمِ ناسوت تحت الثریٰ سے آسمانِ اول تک ہے۔ زمین اور آسمانِ دنیا کی اور ہر آسمان سے دوسرے آسمان کا بُعد اور مسافت پانچ سو سال کے سفر کی دوری کے برابر ہے۔ سورج کی کرنیں جس رفتار سے سورج سے زمین تک پہنچتی ہیں روح کی رفتار اس سے ستر درجے زیادہ تیز ہے۔ پہلا آسمان دودھ سے بھی زیادہ سفید ہے مگر کوہ قاف کی سبزی کی وجہ سے ایسا نظر آتا ہے۔ اس آسمان کا نام رقیعہ ہے۔ اس مقام پر حضرت آدم علیہ السلام کی روحِ مبارک سے ملاقات ہوتی ہے۔ روحِ سالک آپؑ کی روحِ مبارک سے مصافحہ کرتی ہے۔ چونکہ لطیفۂ قلب زیرِ قدم آدم علیہ السلام ہے۔ اس لئے روحِ سالک آپؑ سے فیض حاصل کرتی ہے جس سے لطیفۂ قلب مزید منور اور ذاکر و فاکر ہو جاتا ہے روحِ سالک کو اس مقام پر فرشتوں کی ایک جماعت صفیں باندھے قیام میں کھڑی سُبُّوحٌ "قُدُّوسٌ" رَبُّنَا وَ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ پڑھتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ نیز اس آسمان پر ایک انسانی شکل کا فرشتہ

Marfat.com

دکھائی دیتا ہے جس کا اوپر کا حصہ آگ کا اور نصف زیریں حصہ برف کا ہے مگر آگ برف کو نہیں پگھلاتی اور برف آگ کو نہیں بجھاتی۔ وہ فرشتہ سُبْحَانَ الَّذِیْ بَیْنَ الثَّلْجِ وَالنَّارِ وَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِ عِبَادِکَ الصَّالِحِیْنَ ۝ پڑھ رہا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس فرشتے کو اپنی کمال قدرت سے پیدا فرما کر بادل پر مقرر فرمایا ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ کا ارادہ معلق ہوتا ہے بارش برساتا ہے۔ اس فرشتے کا نام رعد ہے۔

روحِ سالک پہلے آسمان سے دوسرے آسمان پر پہنچتی ہے جس کا نام فیدوم یا ماعون ہے اور وہ ایسے لوہے کا سا ہے جس سے روشنی کی شعائیں پھوٹتی ہیں۔ اس مقام پر حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ارواحِ مبارکہ سے ملاقات ہوتی ہے۔

روحِ سالک آپؑ کی ارواحِ مبارکہ سے مصافحہ کرتی ہے۔ لطیفۂ خفی آپؑ کے زیرِ قدم ہے اس لئے روحِ سالک آپؑ سے فیض حاصل کرتی ہے جس سے لطیفۂ خفی مزید منور ہو کر مشاہدۂ صفات میں مستغرق ہوتا ہے۔ روحِ سالک کو اس مقام پر فرشتوں کی ایک جماعت صفیں باندھے رکوع میں کھڑی سُبْحَانَ الْوَارِثِ الْوَاسِعِ سُبْحَانَ الَّذِیْ لَا یُدْرِکُ الْاَبْصَارُ سُبْحَانَ الْعَظِیْمِ الْعَلِیْمُ ۝ پڑھتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ پھر روحِ سالک تیسرے آسمان پر پہنچتی ہے جس کا نام ملکوت یا ہاریون ہے اور وہ تانبے جیسا ہے۔ اِس مقام پر حضرت یوسف علیہ السلام کی روحِ مبارک سے ملاقات ہوتی ہے۔ روحِ سالک آپؑ کی روحِ مبارک سے مصافحہ کر کے فیض حاصل کرتی ہے۔

اُسے بہت سے فرشتے صفیں باندھے سجدہ میں سُبْحَانَ الْخَالِقِ الْعَلِیْمِ سُبْحَانَ الَّذِیْ لَا مُقَرَّ وَ لَا مَلْجَاءَ اِلَّا اِلَیْہِ سُبْحَانَ الْعَلِیِّ الْاَعْلٰی پڑھتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ پھر روح چوتھے آسمان پر پہنچتی ہے جس کا نام زہرہ ہے اور وہ آنکھوں میں خیرگی پیدا کرنے والی سفید چاندی جیسا ہے۔ اس مقام پر حضرت ادریس علیہ السلام کی روح مبارک سے ملاقات ہوتی ہے۔ روحِ سالک آپؑ کی روحِ

Marfat.com

مبارک سے مصافحہ کر کے فیض حاصل کرتی ہے۔ اسے فرشتوں کی ایک جماعت تشہد کی حالت میں بیٹھی سُبْحَانَ الرَّؤُفِ الرَّحِیْمِ سُبْحَانَ النُّوْرَ الْمُبِیْنِ سُبْحَانَ الَّذِیْ لَا یَخْفٰی عَلَیْهِ شَیْی" سُبْحَانَ رَبِّ الْعَالِمِیْنَ ° پڑھتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ پھر روح پانچویں آسمان پر پہنچتی ہے جس کا نام مُزَیَّنَہ یا مسہرہ ہے اور وہ سرخ سونے جیسا ہے۔ اس مقام پر حضرت ہارون علیہ السلام کی روحِ مبارک سے ملاقات ہوتی ہے۔ روحِ سالک آپؑ کی روحِ مبارک سے مصافحہ کر کے فیض حاصل کرتی ہے۔ اُسے فرشتوں کی ایک جماعت کھڑے ہوکر سُبْحَانَ الْقَاضِی الْاَکْبَرُ وَ سُبْحَانَ الْعَدْلِ الَّذِیْ لَا یَجُوْرُ ° پڑھتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ اس کے بعد روح چھٹے آسمان پر پہنچتی ہے جس کا نام خالصہ ہے اور وہ چمکدار موتی جیسا ہے۔ اس مقام پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی روحِ مبارک سے ملاقات ہوتی ہے۔ روحِ سالک آپؑ کی روحِ مبارک سے مصافحہ کرتی ہے۔ چونکہ لطیفۂ سری آپؑ کے زیرِ قدم ہے اس لئے روحِ سالک آپؑ سے فیض حاصل کرتی ہے جس سے لطیفۂ سری مکاشفۂ اسرار کے لئے مزید صیقل ہو جاتا ہے۔ پھر روح ساتویں آسمان پر پہنچتی ہے جس کا نام لابیہ یا دامعہ ہے۔ وہ سرخ یاقوت جیسا ہے اور اس میں بیت المعمور ہے۔ اس مقام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی روحِ مبارک سے ملاقات ہوتی ہے۔ روحِ سالک آپؑ کی روحِ مبارک سے مصافحہ کرتی ہے۔ چونکہ لطیفۂ روح آپؑ کے زیرِ قدم ہے اس لئے روحِ سالک آپؑ سے فیض حاصل کرتی ہے جس سے مزید پرواز و حضور ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور کے پاس بیٹھے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ روحِ سالک کو یاقوت اور زمرد کے سنگریزوں پر جاری ایک نہر دکھائی دیتی ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہے۔ اسے حوضِ کوثر کہتے ہیں۔ جہاں تک بیت المعمور کا تعلق ہے یہ خانہ کعبہ کی عین سیدھ پر اوپر واقعہ

Marfat.com

ہے۔ ملائکہ کے لئے بمنزلہ کعبہ شریف ہے۔ فرشتے اس کا طواف کرتے اور اس میں عبادت کرتے ہیں۔ اس کے چار ستون ہیں ایک سرخ یاقوت کا، دوسرا سبز زبرجد کا، تیسرا اسفید چاندی کا اور چوتھا سونے کا ہے۔ بیت المعمور کی عمارت سرخ عقیق کی ہے۔ ہر روز وہاں ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں۔ جو فرشتہ ایک مرتبہ داخل ہو جائے پھر قیامت تک اسے دوبارہ داخلہ کا موقع نہیں ملتا۔ پھر روحِ سالک سدرۃ المنتہیٰ یعنی مقامِ جبرئیل کو دیکھتی ہے اور دوسرے فرشتگان جو عبادت میں مصروف ہوتے ہیں اور جو احکامات کے انتظار میں ہوتے ہیں اُن کو دیکھتی ہے۔ پہلے آسمان سے لیکر سدرۃ المنتہیٰ تک یہ عالمِ ملکوت ہے جس کی پرواز کے اختتام پر روحِ سالک کرسی اور عرش کی طرف پرواز کرتی ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ (اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو احاطہ کئے ہوئے ہے) کرسی سے مراد علمِ الٰہی یا ملک خداوندی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ساتوں آسمان اور زمین کرسی کے سامنے ایسے ہیں جیسے وسیع صحرا میں ایک حلقہ پڑا ہو، مزید فرمایا کہ آسمان کرسی میں ہیں اور کرسی عرشِ الٰہی کے سامنے ہے۔ حضرت عکرمہؓ سے مروی ہے کہ سورج کرسی کا سترواں (۷۰) حصہ ہے اور عرشِ الٰہی حجاباتِ الٰہی کے نور کا سترواں (۷۰) حصہ ہے۔ مروی ہے کہ عرش اور کرسی کے اٹھانے والے فرشتوں کے مابین ستر ہزار نور کے اور ستر ہزار ظلمت کے پردے حائل ہیں۔ ہر پردہ کا درمیانی فاصلہ پانچ سو سال کا سفر ہے۔ اگر یہ پردے نہ ہوتے تو حاملینِ کرسی حاملینِ عرش کے نور سے جل جاتے۔
عرشِ الٰہی کی بناوٹ کے متعلق امام غزالیؒ نے مکاشفۃ القلوب میں روایت درج کی ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے جوہر کو پیدا فرمایا اُس پر ہیبت کی نگاہ ڈالی تو وہ پگھل گیا اور خوفِ خدا سے کانپنے لگا جس سے وہ پانی بن گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس پر نگاہِ رحمت ڈالی تو آدھا پانی جم گیا جس سے عرش بنایا گیا۔ عرش کانپنے لگا تو اس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول

Marfat.com

اللہ لکھ دیا جس سے وہ ساکن ہو گیا مگر پانی کو اسی طرح چھوڑ دیا گیا جو قیامت تک موجزن رہے گا۔ فرمانِ الٰہی ہے وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ (اللہ کا عرش پانی پر تھا)۔ کہتے ہیں کہ عرشِ الٰہی سفید موتی کا ہے"۔ عرشِ الٰہی مخلوقات کی چھت ہے کوئی چیز اس کے دائرہ سے باہر نہیں نکل سکتی۔ وہ بندوں کے علم و ادراک کی انتہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے عظیم قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمانِ الٰہی ہے فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَ هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ (پس اگر وہ پھر جائیں تو کہئے کہ مجھے اللہ کافی ہے اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، اُسی پر میرا بھروسہ ہے اور وہ عرشِ عظیم کا مالک ہے) وسیع میدان عرشِ عظیم کے دائیں طرف ہے جو صالحین مقربین کے حقائق کا مجمع ہے۔ یہاں تجلی افعالی کبھی بصورت شجر ہوتی ہے اسے شجرۃ الکون کہتے ہیں۔ اس کے دو پہلو ہیں۔ ایک عروج از امرِ ربیؒ اور دوسرا نزول بطرف کعبہ خلقی شہودی جو خطیرۃ القدس کے نام سے موسوم ہے۔ یہ انوار بالائے عرش ایک چشمہ کی صورت میں نزول کرتے ہیں اس چشمہ نوریہ تصرفیہ سے تجلیاتِ افعالی نظامی مستفید ہوتے ہیں۔ روحِ سالک اس چشمہ کے نیچے توجہ کر کے انوار وصول کرتی ہے۔ اس کیفیت کے اثرات یوں محسوس ہوتے ہیں جیسے برف کی قاش رکھ دی گئی ہو۔ سدرۃ المنتہٰی سے عرش کے اوپر تک کے اس عالم کو عالمِ جبروت کہتے ہیں۔ اسے عالم اسماء وصفات و بادشاہتِ خداوندی بھی کہتے ہیں۔ مشاہدہ اسماءِ ذات روحِ سالک کو جمیع اسماءِ ذات ایک بڑے جھولے کے چکر کے کناروں پر گرداگرد انگور کے گچھوں کی طرح لٹکتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ انگور کے گچھے چمکتے اور جھلملاتے آبگینوں کیطرح مے وحدت سے لبریز ذات وصفات اور تجلیات و انوارات کے رشتوں سے منسلک ہیں۔ اُن کے نیچے اُسی طرح کے ایک اور چکر میں اپنے اپنے اسماء کے تحت خصوصی صفات رکھی ہوئی ہیں۔ اِن انگور کے گچھوں سے متعلقہ صفات میں انوار برس رہے

Marfat.com

ہیں۔ کیونکہ صفات کی بنیاد اسماء ہیں اور اسماء سے ہی خصوصی صفات کو انوار کے ذریعے تقویت ملتی ہے نیز ہر صفت کا اپنا اپنا رنگ ہے اس لئے ہر صفت میں اُسی رنگ کا نور متعلقہ اسم سے گرتا ہے۔ یہ سب دائرہ میں گھوم رہے ہیں اور یہ سب انوار مقامِ افعال یعنی ارادہِ ذات میں منتقل ہو رہے ہیں۔ یہ ایک دلکش فوارہ کا منظر نظر آتا ہے۔ اسماء اپنے انوار ذات سے اخذ کرتے ہیں اور ذات اسماء کے اوپر طشتری کی شکل کے دائرہ کے مرکز میں محسوس ہوتی ہے۔ مرکز بقعۂ نور ہے جہاں جلالی، جمالی، کمالی اور شفعتی یعنی جگمگانے والے انوار کی اس قدر چمک ہے کہ نگاہ خیرہ ہو جاتی ہے۔ چنانچہ جگمگاتے ہوئے ہر آن نئے نئے رنگ کے انوار طشتری کے کناروں سے آبشار کی طرح دائرہ اسماء پر برستے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ یہ منظر مثال سے سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے ورنہ ذات کے اس منظر کی کوئی مثال نہیں۔ حقیقت اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ چنانچہ عالمِ جبروت کے بعد روحِ سالک اوپر پرواز کرتی ہے۔ اُسے ایک راستہ دکھائی دیتا ہے جس کے دائیں بائیں دو نہریں ہیں۔ جنہیں ھاھوت اور باھوت کہتے ہیں۔ روحِ سالک مناسب حال دائیں یا بائیں نہر میں غوطہ زن ہو کر جب باہر نکلتی ہے تو دونوں نہروں کے درمیان زوردار پرواز کرتی ہوئی اوپر جا کر دریائے وحدت کی موجوں کی نظر ہو جاتی ہے۔ یہاں اُس پر یہ کیفیت طاری ہو جاتی ہے کہ جیسے وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہی ہے اور اللہ پاک اُسے دیکھ رہا ہے۔ دریائے وحدت اُسے فناءِ نفس خود اور انقطاع دعوتِ خلق کر کے ارادۂ حق پر بے حِس کر دیتا ہے۔ اُس کی ذاتی مرضی یا ارادہ باقی نہیں رہتا بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کا ارادہ باقی رہ جاتا ہے۔ اس مقام پر سالک کو آئینہ قلب میں دیدارِ جمالِ حق ہوتا ہے۔ اسے سیر فی اللہ کہتے ہیں۔ یہ مقام ولایتِ صغریٰ ہے۔ پھر حق سبحانہٗ وتعالیٰ مہربانی فرماتے ہوئے روحِ سالک کو اپنے ذاتی نور سے باقی کرتا ہے اسے جمع الجمع کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ظاہر ہونا ارادہ میں

Marfat.com

ہے۔اس مقام پر اسے وحدتِ ذات کا تحقق حاصل ہو جاتا ہے۔ یکتائی حال بن جاتی ہے اور ارادہ اللہ ہی اللہ بن جاتا ہے اسے مشاہدہ ، بیداری، حضوری، ہوشیاری اور معائنہ ذاتِ اقدس کہتے ہیں۔روح کو اس میں جس قدر استغراق نصیب ہوتا جاتا ہے اُسی قدر معرفت، قرب اور وصل کی نعمت عطا ہوتی جاتی ہے اللہ تعالیٰ اپنے ذاتی نور سے اسے باقی کرتا ہے۔اسے بقاء باللہ کہتے ہیں۔اسے مقصود کے پاس رہنا یا سیر مع اللہ بھی کہتے ہیں۔ یہ مقام ولایت کبریٰ ہے۔عرش کے اوپر سے لامکاں تک کے اس عالم کو عالمِ لاہوت کہتے ہیں۔اس کے بعد روحِ سالک لطیفہ قلب میں واپس آ جاتی ہے۔حضور نبی اکرم ﷺ تو عالم لاہوت کی معراج تک پہنچے تھے مگر باقی تمام مخلوق کی ارواح حسبِ مناسبت قرب و بُعد عملاً، عزماً، موہوباً، ایقاناً، وجداناً اور عشقاً جاتی ہیں۔

بقول مرشدم

؎ بندگی بے فکر کردن در جمال و در جلال
عبدیت ہے دعوتِ اسریٰ نوازِ خسروی

بقول اقبالؒ

؎ ناوک ہے مسلماں! ہدف اس کا ہے ثریا!
ہے سرّ سرا پردۂ جاں نکتۂ معراج!
تو معنیٔ والنجم نہ سمجھا تو عجب کیا
ہے تیرا مدو جزر ابھی چاند کا محتاج

Marfat.com

معرفتِ درود شریف

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْماً ط

حضرت ابی طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے آپؐ کے چہرہ سے ایسی چیز مشاہدہ کی جو پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ میں نے عرض کی تو فرمایا مجھے کوئی ممانعت تو نہیں، ابھی جبرائیل گئے ہیں، میرے رب سے خوشخبری لائے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ میں آپ کو اس بات کی خوشخبری سناؤں کہ آپ کی امت میں سے جو شخص بھی آپ پر ایک مرتبہ صلوٰۃ بھیجے گا اللہ تعالیٰ اور فرشتے اس پر دس بار صلوٰۃ بھیجیں گے اور فرمایا جو شخص مجھ پر دس بار صلوٰۃ پڑھے گا اللہ اُس پر سو بار صلوٰۃ بھیجے گا اور جو شخص مجھ پر سو بار صلوٰۃ بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس کی پیشانی پر آگ اور نفاق سے نجات لکھ دے گا اور قیامت کے روز اسے شہدا کے ساتھ ٹھہرائے گا۔ جب بھی میرا ذکر کیا جائے مجھ پر بکثرت درود پڑھو یہ تمہارے گناہوں کا کفارہ ہے۔ ایک اور روایت میں ہے میری امت میں سے جو شخص خلوص دل سے درود بھیجے اللہ اس پر دس بار صلوٰۃ بھیجتا ہے اور اس کے دس درجات بلند کرتا ہے اور اس کے لئے دس نیکیاں لکھتا ہے اور اس کے دس گناہ معاف کرتا ہے اور اس کے لئے دس غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص مجھ پر ایک دن میں ہزار بار صلوٰۃ بھیجے گا اُسے اُس وقت تک موت نہیں آئے گی جب تک وہ جنت میں اپنا گھر نہ دیکھ لے۔ حافظ سخاوی نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا اگر اللہ کا ذکر بھول جانے کا خوف نہ ہوتا تو میں نبی کریم ﷺ پر درود شریف بھیجنے کے سوا کوئی نیکی کا کام نہ کرتا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے جبرائیل علیہ السلام نے کہا

Marfat.com

یارسول اللہ ﷺ بے شک اللہ جل وعلا فرماتا ہے کہ جو شخص آپ پر دس بار درود شریف بھیجے گا وہ میری ناراضگی سے محفوظ رہنے کا حقدار ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابی کاھلؓ سے فرمایا اے ابا کاھلؓ جو شخص مجھ پر روزانہ تین بار دن میں اور تین بار رات کو درود شریف محبت اور شوق سے پڑھے گا اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس کے رات اور دن کے گناہ معاف فرما دے گا اور حضورؐ نے فرمایا جو شخص مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کے لئے ایک قیراط اجر لکھ دیتا ہے اور قیراط احد پہاڑ کی طرح ہے۔ ابو غسان مدنی نے روایت کیا ہے کہ جس نے رسول اللہ ﷺ پر ایک دن میں سو بار درود بھیجا وہ ایسا ہے گویا اُس نے دن رات عبادت میں گزارے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمام دنوں میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے اس میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اسی میں انہوں نے وفات پائی اسی روز صور پھونکا جائے گا اور اس روز مردے اٹھائے جائیں گے پس اس روز مجھ پر بکثرت درود بھیجو بیشک تمہارا درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کے سامنے ہمارے درود کیسے پیش کئے جائیں گے آپؐ نے فرمایا بے شک اللہ عز وجل نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے اجسام کو کھائے۔ نیز فرمایا جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات مجھ پر بکثرت درود بھیجا کرو جس شخص نے ایسا کیا میں قیامت کے روز اس کا شفیع اور گواہ ہوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ پر درود قیامت کے روز پل صراط کی تاریکی کے وقت نور ہوگا پس مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو۔ نیز فرمایا جسے یہ بات پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ اس حال میں ملے کہ وہ اس سے راضی ہو تو اسے چاہیے کہ مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرے۔ فرمایا جس پر کوئی تنگی آجائے اُسے چاہیے کہ وہ مجھ پر بکثرت درود شریف پڑھے کیونکہ یہ عقدے حل کرتا اور پریشانیوں کو دور کرتا ہے اور رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ حوضِ کوثر پر مجھے ایسی اقوام ملیں گی جنہیں کثرت

Marfat.com

صلوٰۃ ہی کے سبب سے پہچانوں گا۔ اور رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جنت میں سب سے زیادہ حوریں اس شخص کی ہوں گی جو مجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھنے والا ہوگا۔ نیز فرمایا میرے سب سے زیادہ قریب قیامت کے روز وہ شخص ہوگا جو مجھ سے زیادہ درود پڑھے گا۔ فرمایا قیامت کے روز جس دن اس سایہ کے بغیر کوئی سایہ نہیں ہوگا تین اشخاص اللہ کے عرش کے سایہ کے نیچے ہوں گے عرض کیا گیا یارسول اللہ ﷺ وہ کون لوگ ہیں فرمایا وہ شخص جو میری امت کے کسی شخص کی پریشانی کو دور کرے دوسرا میری سنت کو زندہ کرے تیسرا مجھ پر بکثرت درود پڑھنے والا۔ سخاوی نے کہا ہے اور بعض اخبار میں روایت کی گئی ہے کہ بنی اسرائیل میں اپنے نفس پر زیادتی کرنے والا ایک شخص تھا جب وہ مر گیا تو اسے پھینک دیا گیا، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اسے غسل دو اور اس پر نماز پڑھو۔ بے شک میں نے اسے بخش دیا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا اللہ تو نے اسے کیوں بخش دیا ہے جواب آیا کہ وہ ایک روز تورات پڑھ رہا تھا اس میں اس کی حضرت محمد ﷺ کے اسم گرامی پر نظر پڑی تو آپ پر اس نے درود پڑھا اس وجہ سے میں نے اسے بخش دیا۔

ابی بن کعب رضی اللہ عنہٗ نے کہا یارسول اللہ ﷺ میں آپ پر بکثرت درود پڑھتا ہوں میں رات کا کتنا حصہ آپ پر درود پڑھوں، فرمایا جس قدر تو چاہے اور اگر زیادہ کرلے تو تیرے لئے بہتر ہے عرض کیا دو ثلث، فرمایا جس قدر تو چاہے اور اگر زیادہ کرے تو تیرے لئے بہتر ہے عرض کیا میں تمام رات درود شریف ہی پڑھتا رہوں فرمایا تب یہ تیری تمام ضروریات کو کافی ہوگا۔ روایت ہے رسول پاک ﷺ نے فرمایا بخیل وہ شخص ہے جس کے پاس میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہیں پڑھا وہ جنت کا راستہ بھول گیا اور خواجہ دو عالم ﷺ نے فرمایا یہ بات ظلم کی ہے کہ میرا ذکر کسی شخص کے پاس کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو قوم بھی کسی

Marfat.com

مجلس میں بیٹھتی ہے پھر وہ نبی ﷺ پر درود پڑھے بغیر منتشر ہو جاتے ہیں تو گویا کہ وہ مردار کی بدترین بدبو پر کھڑے ہوتے ہیں۔ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کے پاس میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا تو وہ آگ میں داخل ہوا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا تو وہ بد بخت ہوا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور مجھ پر صلوٰۃ وسلام نہ پڑھا اُس کا مجھ سے اور میرا اُس سے کوئی تعلق نہیں۔ تاج الدین بن عطاء اللہ اسکندری نے اپنی کتاب تاج العروس الحاوی تہذیب النفوس میں کہا ہے جو شخص موت کے قریب ہو تو اسے چاہیے کہ اذکارِ جامعہ کا ذکر کرے۔ اسی طرح وہ شخص جس کی بہت سی نمازیں اور روزے فوت ہوئے ہوں اسے چاہیے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درور شریف پڑھنے میں مشغول رہے۔ کیونکہ اگر تو نے تمام زندگی تمام عبادات کے ساتھ گزاری ہو خدا تعالیٰ نے ایک بار تجھ پر صلوٰۃ بھیج دی تو وہ ایک صلوٰۃ تیری تمام عمر کی تمام عبادات سے بڑھ جائے گی کیونکہ تو اپنی وسعت کے مطابق صلوٰۃ بھیجتا ہے اور وہ اپنی ربوبیت کے اعتبار سے بھیجتا ہے۔ یہ اس صورت میں ہے جبکہ ایک صلوٰۃ ہو تو اس کی کیا کیفیت ہو گی جب وہ ایک کے بدلے دس بار صلوٰۃ بھیجے۔

مختصر یہ کہ بندہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیج کر اللہ کے حکم کی فرمانبرداری کرتا ہے نیز وہ اللہ تعالیٰ اور ملائکہ کے ساتھ درود بھیجنے میں موافقت کرتا ہے۔ جو شخص ایک بار درود بھیجے اللہ کریم اس پر دس بار صلوٰۃ بھیجتا ہے۔ درود بھیجنے والے کے دس درجے بلند ہوتے ہیں اس کی دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں دس برائیاں مٹائی جاتی ہیں اور اس کی دعا کی قبولیت کی امید ہوتی ہے۔ درود شریف محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت، گناہوں کی بخشش اور عیوب کی پردہ پوشی کے

Marfat.com

علاوہ پاکیزگی اور طہارت قلب کے ساتھ ساتھ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب کا سبب ہے۔ درود شریف نہ صرف موت سے پہلے جنت کی خوشخبری کا سبب بنتا ہے بلکہ قیامت کے روز کے احوال سے نجات، بھولی بسری باتوں کے یاد آنے، مجلس کے پاکیزہ ہونے اور فکر معاش کے ازالہ کا سبب بھی ہے۔ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجنے والے سے بخیل کے نام کی نفی ہوتی ہے۔ درود شریف مولائے کائنات کی محبت کا سبب ہے اور اس کے منکر کا ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ یہ پل صراط عبور کرنے کا سبب ہے۔ جو شخص روزانہ ایک ہزار بار محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے گا اسے اس وقت تک موت نہیں آئے گی جب تک وہ جنت میں اپنا گھر نہ دیکھ لے۔ درود شریف بہت سے انوار کے حصول کا سبب بہت سے اسرار کے انکشاف اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اتصال کا ذریعہ ہونے کے ساتھ ساتھ ظاہری و باطنی علوم و معارف کے حصول کا سبب ہے اور اس سے نفس، شیطان اور تمام دشمنوں پر فتح حاصل ہوتی ہے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَ بَارِكْ وَ سَلِّمْ.

Marfat.com

معرفتِ صلوٰۃ

جمیع مخلوقات سے اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو عزت وعظمت کا تاج پہنا کر خلافت کے منصبِ جلیلہ پر متمکن فرمایا اور اس کی تخلیق کا مقصد عبادتِ الٰہی قرار دیا۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ.

اور نہیں پیدا کیا میں نے انسانوں اور جنوں کو مگر عبادت کے لیے

بقول مولانا رومؒ

زندگی آمد برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

بقول مرشدؒ

زندگی با بندگی زیب و جمال
زندگی بے بندگی ریب و وبال

عبادات میں سے نماز ایک ایسی عبادت ہے جس کی تاکید قرآن حکیم میں تقریباً ساڑھے سات سو مرتبہ کی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُو الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْ مَعَ الرّٰکِعِیْنَ .

(سورۃ بقرہ آیت ۴۳)

ترجمہ:۔ اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

قُلْ لِعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ یُقِیْمُو الصَّلٰوۃَ. (سورۃ ابراہیم آیت ۳۱)

ترجمہ:۔ میرے ان بندوں سے فرماؤ جو ایمان لائے کہ نماز قائم رکھیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ:

اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْن

ترجمہ:۔ نماز دین کا ستون ہے

Marfat.com

قُرَّةُ عَيۡنِیۡ فِی الصَّلٰوۃ

میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ سردی کے موسم میں باہر تشریف لائے اور پتے درختوں پر سے گر رہے تھے۔ آپؐ نے ایک درخت کی ٹہنی ہاتھ میں لی اسکے پتے اور بھی گرنے لگے آپؐ نے فرمایا اے ابوذر! مسلمان بندہ جب اخلاص سے اللہ کیلئے نماز پڑھتا ہے تو اس سے اس کے گناہ ایسے ہی گرتے ہیں جیسے یہ پتے درخت سے گر رہے ہیں (رواہ احمد)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے نماز کا ذکر فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ جو شخص نماز کا اہتمام کرے تو نماز اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگی اور حساب پیش ہونے کے وقت حجت ہوگی اور نجات کا سبب ہوگی اور جو شخص نماز کا اہتمام نہ کرے اُس کے لئے قیامت کے دن نہ نور ہوگا اور نہ اس کے پاس کوئی حجت ہوگی اور نہ نجات کا کوئی ذریعہ۔ اُس کا حشر فرعون، ہامان اور اُبی بن خلف کے ساتھ ہوگا (طبرانی، درالمنثور، مشکوٰۃ، بیہقی)۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اسلام میں کوئی بھی حصہ نہیں اس شخص کا جو نماز نہ پڑھتا ہو اور بے وضو کی نماز نہیں ہوتی۔

مَنۡ تَرَکَ الصَّلٰوۃَ مُتَعَمِّدًا فَقَدۡ کَفَرَ

جس نے جان بوجھ کر نماز ترک کی تحقیق اس نے کفر کیا۔

حضرت قتادہ بن ربعیؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے یہ فرمایا کہ میں نے تمہاری امت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور اس کا میں نے اپنے لئے عہد کرلیا ہے کہ جو شخص ان پانچوں نمازوں کو ان کے وقت پر

Marfat.com

ادا کرنے کا اہتمام کرے اس کو اپنی ذمہ داری پر جنت میں داخل کروں گا اور جو ان نمازوں کا اہتمام نہ کرے تو مجھ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں (درالمنثور، ابن ماجہ، ابوداؤد، نسائی، بیہقی)۔

درج بالا قرآنی آیات واحادیث مبارکہ کی روشنی میں نماز کی فضیلت عیاں ہے۔

نماز کی شرطیں

نماز کے لئے مندرجہ ذیل شرائط کا پورا ہونا ضروری ہے۔

۱۔ طہارت یعنی بدن کا پاک ہونا، کپڑوں کا پاک ہونا اور نماز کی جگہ کا پاک ہونا۔

۲۔ ستر یعنی بدن کا ڈھانپنا۔ نماز میں مردوں کے لئے ناف سے لے کر گھٹنوں تک کا حصہ اور عورتوں کے لئے چہرے، ہتھیلیوں اور قدموں کے سوا باقی تمام بدن کا چھپانا ضروری ہے

۳۔ استقبال قبلہ یعنی قبلہ رو کھڑے ہونا۔

۴۔ نماز کا وقت ہونا۔

۵۔ دل سے نیت کرنا۔

۶۔ تکبیر تحریمہ (تکبیر تحریمہ حقیقۃً شرائط نماز سے ہے مگر چونکہ نماز کے ساتھ ایسی ملی ہوئی ہے جیسے دروازہ گھر سے تو اس کا ذکر فرائض نماز کے ساتھ بھی مناسب ہے (کذافی الشامی)۔

فرائض نماز

نماز کے سات فرائض ہیں۔

۱۔ تکبیر تحریمہ یعنی اللہ اکبر کہنا ۲۔ قیام یعنی سیدھا کھڑا ہونا۔ اس طرح پر کہ اگر ہاتھ چھوڑے جاویں تو گھٹنوں پر نہ پہنچیں اگر گھٹنوں پر پہنچ جائیں گے تو قیام ادا نہ ہوگا۔ نفل نماز میں قیام فرض نہیں۔ بلا عذر بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے (درمختار، عالمگیری،

Marfat.com

کبیری) ۳۔قرآت یعنی ایک آیت پڑھنا ۴۔رکوع یعنی اس قدس جھکنا کہ اگر دونوں ہاتھ پھیلاوے تو زانو پکڑ لیوے، ورنہ رکوع نہ ہوگا اور بیٹھ کر رکوع کرنے میں پیشانی مقابل زانو کے ہو۔ ۵۔سجدہ یعنی ناک اور پیشانی دونوں زمین پر رکھے اور پاؤں کی انگلیوں میں سے ایک انگلی کا ٹکا رہنا بھی شرط سجدہ ہے۔ اگر ایک انگلی نہ ٹکی رہے گی اور دونوں پاؤں سجدہ میں اٹھ جائیں گے تو سجدہ نہ ہوگا۔ ۶۔قعدہ اخیرہ یعنی بمقدار تشہد اخیر نماز میں بیٹھنا۔ ۷۔اپنے کسی فعل کے ساتھ نماز سے خارج ہونا۔ یہ فرض متفق علیہ نہیں ہے اور صحیح یہی ہے کہ فرض نہیں (درمختار، عالمگیری)۔

واجباتِ نماز

واجبات نماز درج ذیل ہیں۔

۱۔ فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں کو قرآت کے لئے معین کرنا ۲۔الحمد شریف کا پڑھنا ۳۔الحمد شریف کا سورہ سے پہلے پڑھنا ۴۔پوری الحمد شریف کا ایک مرتبہ پڑھنا ۵۔فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں اور واجب اور سنتوں کی سب رکعتوں میں سورۃ کا ملانا ۶۔ترتیب درمیاں دو سجدوں کے۔ ۷۔قومہ ۸۔جلسہ ۹۔تعدیل یعنی اعضاء کا ساکن کرنا مقدار سبحان اللہ کہنے کے رکوع اور سجود اور قومہ اور جلسہ میں۔

۱۰۔امام کا جہری نمازوں میں مثل فجر، مغرب، عشاء، جمعہ، عیدین، تراویح اور رمضان کے وتر میں پکار کر پڑھنا۔ اور دوسری نمازوں میں مثل ظہر وعصر کے آہستہ پڑھنا۔

۱۱۔ پہلا قعدہ تین یا چار رکعت والی نماز میں خواہ نفل ہی کیوں نہ ہو۔ ۱۲۔تشہد دونوں قعدوں میں یعنی اول اور اخیر دونوں قعدوں میں التحیات کا پڑھنا۔ ۱۳۔لفظ السلام کے ساتھ نماز سے نکلنا (جبکہ امام نے سلام پھیرا اور زبان سے لفظ السلام نکالا تو اس سے پہلے کہ لفظ علیکم امام کی زبان سے نکلے کوئی آکر اقتدا کرے تو یہ اقتدا درست نہ ہو گی کیونکہ السلام کہتے ہی وقتِ اقتدا ختم ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ امام پر سجدہ سہو نہ ہو

Marfat.com

(درمختار)۔۱۴۔تکبیر قنوت ۱۵۔قرآت قنوت ۱۶۔تکبیرات عیدین ۱۷۔مقتدی کا قرأت سے چپ رہنا۔۱۸۔امام کی تابعداری مقتدی کو کرنا ۱۹۔سجدہ تلاوت۔ (کبیری،شامی)۔

نماز میں سنتیں

نماز میں مندرجہ زیل سنتیں ہیں۔

۱۔اٹھانا دونوں ہاتھوں کا تحریمہ کے لئے کانوں کی لوتک تکبیر سے پیشتر ۲۔تکبیر کے وقت انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف ہو اور نہ زیادہ کشادہ ہوں نہ بالکل ملی ہوئی بلکہ انکی حالت پر رکھنا چاہیے۔ ۳۔امام کو تکبیرات یعنی تحریمہ وانتقالی پکار کر کہنا بقدر اس کی حاجت کے اگر تکبیر تحریمہ سے امام کی نیت صرف لوگوں کو ہی خبردار کرنے کی ہوگی اور اپنی نماز کی نہ ہوگی تو نہ امام کی نماز ہوگی نہ مقتدیوں کی۔(امام کے علاوہ مقتدی اور منفرد اتنی آہستہ کہیں کہ خود سن لیں۔ ۴۔ناف کے نیچے داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر باندھنا ۵۔ثنا یعنی سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ پڑھنا ۶۔اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم ط پڑھنا۔۷۔بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ط پڑھنا۔۸۔فرض کی پچھلی دو رکعتوں میں صرف الحمد شریف پڑھنا۔۹۔آمین کہنا ۱۰۔ثناء اور اعوذ اور بسم اللہ اور آمین کو آہستہ کہنا ۱۱۔قرآتِ مسنونہ پڑھنا ۱۲۔تکبیراتِ انتقالی یعنی رکوع اور سجدہ وغیرہ کے لئے اللہ اکبر کہنا۔ ۱۳۔رکوع میں تسبیح سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم تین بار کہنا۔۱۴۔رکوع کے وقت دونوں گھٹنوں کو ہاتھوں کی کشادہ انگلیوں سے پکڑنا۔ ۱۵۔امام کو سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہنا اور مقتدی کو رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہنا اور تنہا کو دونوں کہنا۔۱۶۔سجدوں میں دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنوں کا پیشانی سے پہلے رکھنا پھر ناک اور پھر پیشان رکھنا اور ہاتھوں کی انگلیاں قبلہ رخ رکھنا۔۱۷۔سجدوں میں تین بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پڑھنا۔۱۸۔جلسہ اور تشہد میں داہنا پاؤں کھڑا رکھنا اور بائیاں پاؤں

Marfat.com

بچھانا۔ کھڑے پاؤں کی انگلیوں کو بھی قبلہ رخ رکھنا سنت ہے (درمختار)۔ ۱۹۔ ہر جلسہ میں اور تشہد میں دونوں ہاتھ رانوں پر رکھنا۔ ۲۰۔ اشارہ کرنا سبّابہ سے بروقت اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ کے۔ (انگلی اٹھانے کا مسنون طریقہ حنفیوں کے نزدیک اس طرح پر ہے کہ بروقت کہنے اشھد ان لا الٰہ الا اللہ کے انگلی کلمہ کی اٹھاوے ترپین عقد کی صورت میں یعنی خنصر اور بنصر اور وسطی تینوں انگلیوں کو بند کر کے اور شہادت کی انگلی کو کھڑا کر کے اور انگوٹھے کے سرے کو شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی کے جوڑ پر رکھے اور جب الا اللہ زبان سے کہے اُس وقت اس انگلی کو گرادے۔ (شامی کبیری)۔ ۲۱۔ درود شریف کا پڑھنا قعدہ اخیرہ میں۔ ۲۲۔ دعا کا قعدہ اخیرہ میں پڑھنا۔ ۲۳۔ پھیرنا منہ کا دائیں اور بائیں طرف سلام کے وقت ۲۴۔ امام کو فرشتوں اور مقتدیوں کی نیت کرنا۔ ۲۵۔ امام کو پست کرنا دوسرے سلام کا بہ نسبت پہلے سلام کے ۲۶۔ سلام پھیرنا اِن لفظوں سے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہِ۔ (تنویر الابصار۔ درمختار۔ شامی۔ عالمگیری)

مستحباتِ نماز

۱۔ مرد کو وقت تکبیر تحریمہ کے دونوں ہاتھ آستینوں سے باہر نکال لینا۔ ۲۔ دونوں قدموں کے درمیان بقدر چار انگشت کے فاصلہ چھوڑنا۔ ۳۔ منفرد کو رکوع اور سجدے میں تین بار سے زیادہ تسبیح کہنا۔ ۴۔ قیام کے وقت اپنی سجدہ گاہ پر اور رکوع میں دونوں پاؤں کی پیٹھ پر اور سجدے میں ناک کے سرے پر اور قعود میں اپنی گود پر اور پہلے سلام میں اپنے داہنے شانہ پر اور دوسرے سلام میں بائیں شانہ پر نظر رکھنا۔ ۵۔ جمائی کے وقت منہ بند رکھنا۔ ۶۔ جہاں تک ممکن ہو کھانسی والے کا کھانسی کو دفع کرنا۔ (درمختار۔ شامی)

اوقات نماز

۱۔ فجر: پو پھٹنے (صبح صادق) سے لے کر طلوع آفتاب تک۔

۲۔ ظہر: سورج ڈھلنے سے لے کر اُس وقت تک جب ہر چیز کا سایہ دوپہر کے سایہ کے علاوہ دگنا ہو۔

Marfat.com

۳۔عصر: ظہر کا وقت نکل جانے کے بعد غروب آفتاب تک۔
۴۔مغرب: غروب آفتاب سے لے کر شفق کے ختم ہوتے تک۔(شفق اس سفیدی کا نام ہے جو بعد غائب ہونے سرخی کے پیدا ہوتی ہے (عالمگیری)۔
۵۔عشاء: شفق کے ختم ہونے کے بعد سے صبح صادق تک۔اور وتر کا وقت بھی یہی ہے۔

نوٹ: کوئی نماز اپنے وقت سے پہلے ادا نہیں ہوسکتی اور اگر اپنے وقت سے رہ جائے تو اس کی قضا کی جاتی ہے۔

طریقہ ادائیگی نماز جس میں فرض، واجب، سنت اور مستحب ادا ہوں

جب نمازی نماز شروع کرنا چاہے تو پہلے قبلہ رخ کھڑا ہو اور درمیان دونوں قدموں کے فاصلہ چار انگشت کا چھوڑے۔ پھر نیت دل سے کرے اور مطابق نیت کے زبان سے کہے نیت کرتا ہوں میں دو رکعت نماز فرض فجر کی واسطے اللہ تعالیٰ کے منہ میرا طرف کعبہ شریف کو پھر دونوں ہاتھ کانوں تک اس طرح اٹھائے کہ ہتھیلیاں قبلہ کی طرف ہوں اور انگلیاں جدا جدا اپنے حال پر ہوں اور انگوٹھے کانوں کی لو کے مقابل ہوں اس وقت تکبیر یعنی اللہ اکبر کہہ کر فوراً دونوں ہاتھ ناف کے نیچے اس طرح باندھے کہ داہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھ کر انگوٹھے اور چھنگلی سے پہنچے تک پہنچے پھر حلقہ کرے اور تین انگلیاں جدا جدا اوپر کلائی کے رکھے اور ثنا پڑھے پھر تعوذ، تسمیہ اور سورۂ فاتحہ پڑھ کر قرآن مجید کی کوئی سورۃ پڑھے پھر رکوع کرے یعنی جھکنے کے ساتھ تکبیر کہے اور رکوع میں پورا پہنچنے تک تکبیر سے فارغ ہو جائے اسی طرح اور رکن میں بھی کرے۔رکن کے اندر تکبیر نہ کہے جیسا کہ اکثر عادت ہے کیونکہ اس سے نماز مکروہ ہو جاتی ہے۔ پھر دونوں ہاتھوں سے گھٹنوں کو خوب مضبوط پکڑے کشادہ انگلیاں کر کے اور دونوں پنڈلیوں کو سیدھا کھڑے رکھے کمانی کی طرح نہ جھکائے اور پشت کو

Marfat.com

پھیلائے اور سرین کو پشت کے برابر رکھے اور سر بھی پشت کے برابر رکھے پھر پڑھے سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمُ تین مرتبہ پھر سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہتے ہوا سیدھا کھڑا ہو اور مقتدی رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہتا ہوا پھر اللہ اکبر کہے اور جھکنے کے ساتھ اس طرح سجدہ کرے کہ اول دونوں گھٹنے زمین پر رکھے پھر دونوں ہاتھ زمین پر اس طرح رکھے کہ کہنیاں زمین سے علیحدہ رہیں پھر ناک اور پھر پیشانی سجدہ میں دونوں ہتھیلیوں کے بیچ میں اس طرح رہے کہ انگوٹھے کان کی لو سے برابر ہو جائیں اور اپنے ہاتھوں کی انگلیاں قبلہ کی طرف سیدھی رکھیں۔ سجدہ میں پاؤں کی انگلیاں نہ اٹھیں ورنہ سجدہ نہ ہوگا۔ پھر تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پڑھے پھر پہلے پیشانی پھر ناک پھر ہاتھ اٹھائے اور پھر اطمینان سے جلسہ کرے پھر اللہ اکبر کہتا ہوا اٹھے ہاتھ ٹیک کر اٹھنا بلا عذر صحیح نہیں پھر دوسری رکعت ادا کرے اس طرح کہ پہلے تسمیہ پڑھے پھر الحمد شریف پھر قرآن مجید کی کوئی سورۃ پڑھے پھر بعد ختم سورۃ کے مثل پہلی رکعت کے رکوع، قومہ، سجدہ اور جلسہ اور دوسرا سجدہ کر کے قعدہ میں بایاں پاؤں بچھا کر اور داہنا کھڑا کر کے بیٹھے اس طرح سے کہ کھڑے پاؤں کی اور دونوں ہاتھوں کی انگلیاں قبلہ رخ رہیں اور زانو پر ہاتھوں کی انگلیوں کو انکی حالت پر رکھے لیکن گھٹنوں کو نہ پکڑے۔ ورنہ انگلیاں قبلہ رخ نہ رہیں گی۔ پھر التحیات، تشہد، درود پاک اور دعا پڑھے پھر مقتدیوں اور فرشتوں کے سلام کی نیت کر کے دائیں طرف منہ پھیر کر کہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ اور اسی طرح مع نیت کے بائیں طرف کہے۔ یہ ترتیب ہے جس میں فرائض وسنن سب ادا ہو گئے لیکن یہ ترتیب دو رکعت والے فرض کی بیان کی گئی ہے اور اگر چار رکعت مثل عصر، عشاء یا تین رکعت مثل مغرب و وتر عشاء کے پڑھنا چاہے تو اس طرح پڑھے کہ چار رکعت والے فرض میں اسی قعدہ میں جس پر دو رکعت والا فرض ختم ہوا ہے سلام نہ پھیرے کیونکہ اب یہ قعدہ واجب ہے صرف التحیات اور تشہد پر کھڑا ہو جائے

Marfat.com

اور ان پچھلی دو رکعتوں میں سوائے الحمد کے اور کچھ نہ پڑھے۔ باقی ساری نماز اسی طرح پڑھے۔ اور اگر چار رکعت والی سنتیں پڑھی جائیں تو چاروں رکعتوں میں الحمد کے بعد سورۃ ملا دے یعنی چاروں بھری پڑھے۔ نماز کے بعد مسنون وظائف پڑھ کر دعا مانگیں۔ امام اور منفرد تو اسی طرح نماز ادا کریں گے صرف مقتدی نیت میں اقتدا کی نیت کرے گا اور رکعت اول میں سُبحانَکَ اللّٰھُمَّ پڑھ کر اخیر تک ساکت رہے گا اور جہری نماز میں آمین آہستہ اور قومہ میں رَبَّنا لَکَ الحَمْدُ کہے گا۔ باقی سب اذکار مثل امام کے ادا کرے گا۔

خواتین کی نماز

عورتیں نماز میں بیس باتوں میں مردوں کے مخالف ہیں باقی اُسی طرح ادا کریں۔ ۱۔ عورت تحریمہ میں ہاتھ اٹھائے گی اپنے شانے تک برخلاف مرد کے کہ وہ کانوں کی لو تک اٹھائے گا۔ ۲۔ عورت آستینوں سے ہاتھ باہر نہ نکالے اور مرد باہر نکالے گا۔ ۳۔ عورت قیام میں داہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھے اور مرد کلائی پر ہاتھ رکھ کر چھوٹی انگلی اور انگوٹھے سے کلائی کو پکڑے گا اور درمیانی تین انگلیاں کلائی پر رکھے گا۔ ۴۔ عورت ہاتھ سینہ پر باندھے مرد ناف کے نیچے باندھے گا۔ ۵۔ عورت رکوع میں کم جھکے اور مرد زیادہ جھکے گا۔ ۶۔ عورت رکوع میں ہاتھ پر سہارا نہ دے اور مرد ہاتھ پر سہارا دے گا۔ ۷۔ عورت رکوع میں انگلیوں کو کشادہ نہ رکھے مرد کشادہ رکھے گا۔ ۸۔ عورت رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھ لے مرد ان کو زور سے پکڑے گا۔ ۹۔ عورت رکوع میں اپنے گھٹنوں کو جھکائے لیکن مرد نہیں جھکائے گا۔ ۱۰۔ عورت رکوع میں سمٹی رہے مرد برخلاف کرے گا۔ ۱۱۔ عورت سجدے میں اپنی بغلیں نہ کھولے سمٹی رہے مرد برخلاف کرے گا۔ ۱۲۔ عورت سجدے میں اپنے دونوں ہاتھ بچھا دے مرد نہ بچھاوے گا۔ ۱۳۔ قعدہ میں عورت اپنے دونوں پاؤں داہنی طرف کو نکال کر اپنی

Marfat.com

سرین پر بیٹھے مرد بایاں پاؤں فرش کرے اور داہنا پاؤں کھڑا رکھے گا۔ ۱۴۔ قعدہ اور جلسہ میں عورت اپنی انگلیاں ملی رکھے برخلاف مرد کے کہ وہ اپنی حالت پر رکھے گا۔ ۱۵۔ عورت کی نماز کے آگے سے جب کوئی گزرے گا تو عورت ہاتھ پر ہاتھ مارے اور مرد سبحان اللہ کہہ کر گزرجانے والے کو متنبہ کردے گا۔ ۱۶۔ عورت مرد کی امامت نہ کرے گی برخلاف مرد کے کہ وہ اس کی امامت کرسکتا ہے۔ ۱۷۔ عورت کی جماعت مکروہ تحریمی ہے اور مرد کے حق میں واجب ہے۔ ۱۸۔ اگر عورتیں جماعت کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کریں گی تو ان کا امام آگے کھڑا ہونے کی بجائے بیچ میں برخلاف مردوں کے کھڑا رہے گا۔ ۱۹۔ عورتوں پر جمعہ اور عیدین نہیں اور مردوں پر واجب ہیں۔ ۲۰۔ عورت پر نماز فجر اندھیرے میں مستحب ہے برخلاف مرد کے کہ اس پر ایسے وقت میں نماز فجر کا پڑھنا مستحب ہے کہ خوب اجالا ہو (شامی)۔

مفسداتِ نماز

نماز کے توڑنے والی دو قسم کی چیزیں ہیں۔ ایک قسم تو اقوال کی ہے اور دوسری افعال کی۔

جن اقوال سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، درج ذیل ہیں

۱۔ کلام کرنا خواہ قصداً ہو یا سہواً۔ خواب میں ہو یا بیداری میں۔ تھوڑا ہو یا بہت۔ کلام سے مراد دو حروف یا ایک حرف مطلب سمجھانے والے کو کہتے ہیں۔ مثلاً ق ایک حرف ہے، عربی میں اس کے رکھ کے معنی ہیں تو اس سے بھی نماز ٹوٹ جائے گی یا مخاطب کو کہا ''او'' تو اس میں دو حرف ہوئے۔ اس سے بھی نماز ٹوٹ جائے گی۔ ہاں ایک بے معنی سے نماز نہیں ٹوٹے گی۔ ۲۔ سلام تحیت کرنا قصداً ہو یا سہواً۔ (سلام تحیت تحفہ ملاقات ہے جو آپس میں مسلمانوں کے درمیان ہوتا ہے)۔ ۳۔ جواب سلام دینا قصداً ہو یا سہواً۔ ۴۔ چھینک کا جواب دینا۔ ۵۔ بری خبر کے جواب میں اِنَّا لِلّٰہِ وَ

Marfat.com

اِنَّـا اِلَیۡـهِ رَاجِعُوۡنَ پڑھنا۔۶۔خبر خوش پر الحمد للہ پڑھنا۔۷۔خبر تعجب پر سبحان اللہ یا لا الٰہ الا اللہ کہنا۔۸۔سوائے اپنے امام کے اور کسی کو نماز میں لقمہ دینا۔۹۔نماز میں ایسی چیز مانگنا جو آدمیوں سے مانگتے ہیں، مثلاً کہے کہ یا الٰہی فلاں عورت سے میرا نکاح کر دے یا مجھے ہزار روپے دیدے۔ ۱۰۔آہ اوہ یا اُف کہنا۔ ۱۱۔قرآن شریف سے دیکھ کر نماز پڑھنا مطلقاً۔ ۱۲۔قرآن کا غلط پڑھنا (عالمگیری، تنویر الابصار، درمختار)

جن افعال سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، درج ذیل ہیں

ا۔عمل کثیر:

(عمل کثیر اس کو کہتے ہیں جس کے سبب سے دور سے دیکھنے والا یہ سمجھ لے کہ اس عمل کا کرنے والا نماز کے اندر نہیں ہے بشرطیکہ وہ عمل اصلاح نماز کے لیے نہ ہو۔ نیز جو فعل دو ہاتھوں سے کیا جائے عمل کثیر کہلاتا ہے)۔۲۔جان کر یا بھول کر کھانا یا پینا۔ ۳۔بلا عذر قبلہ کی طرف سے سینہ کا پھیرنا ۴۔بقدر دو صفوں کے بلا ضرورت ایک بار چلنا ۵۔امام سے آگے بڑھ جانا۔۶۔بقدر تین کلموں کے نماز کے اندر لکھنا۔ ۷۔درد اور مصیبت سے رونا۔۸۔بالغ کا نماز میں پکار کر ہنسنا۔ ۹۔نماز میں غیر نمازی کا کہنا ماننا، یعنی کہ اگر خارج نمازی سے کہے کہ ہٹ جا اور وہ اس کے کہنے سے بلا خیال امر شرعی ہٹ گیا تو نماز ٹوٹ جائے گی اور اگر ہٹنے یعنی جگہ دینے میں اطاعت رسول اللہ ﷺ کا خیال کر لیا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ ۱۰۔عورت کا جماعت میں محاذی ہونا چند شرطوں کے ساتھ۔ ۱۱۔خلیفہ بنانا ایسے کو جو قابل امامت نہ ہو۔ ۱۲۔مسجد سے باہر چلا جانا امام کا بدوں خلیفہ کے۔ ۱۳۔حدث کے بعد نمازی کا مقدار ایک رکن کے مقام حدث پر ٹھہرنا۔ ۱۴۔ستر کھل جانے کی حالت میں اتنی دیر ہو جانا کہ نماز کا کوئی رکن ادا ہو جائے (عالمگیری۔درمختار)۔

Marfat.com

نماز کے مکروہ تحریمہ

جن چیزوں سے نماز مکروہ تحریمہ ہوتی ہے، درج ذیل ہے۔

سدل یعنی کپڑے کی دونوں طرفیں چھوڑ دینا۔ یعنی دوپٹہ یا چادر کو اپنے دونوں کندھوں سے لٹکا دے اور اسی میں داخل ہے یہ صورت کہ کرتہ یا انگرکھا کی آستین گردن پر رکھ کر پیچھے کو ڈال لیوے اس طرح کہ جس سے ہاتھ سب نکلے رہیں۔ کنکریوں کا مقام سجدہ سے بلا عذر ہٹانا، کپڑے کا بلا عذر اٹھانا اگرچہ مٹی میں بھرنے کے سبب سے ہو۔ آستین یا دامن چڑھائے ہوئے نماز پڑھنا۔ نمازی کا اپنے کپڑے اور بدن اور ڈاڑھی سے عبث فعل کرنا یعنی کہ ایسا فعل کرنا جو مفید نماز نہ ہو۔ ایسی چیز کا منہ میں رکھنا جس سے قرأت واجبہ ادا نہ کر سکے اور اگر ایسی ہو جو قرأت مفروض کو مانع ہو تو مفسد نماز ہے۔ انگلیوں کا نماز میں چٹخانا یا ایک ہاتھ کی انگلیوں کا دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنا جس کو تشبیک کہتے ہیں۔ ہاتھوں کا نماز میں کولہے پر رکھنا۔ نماز میں منہ پھیر کر اِدھر اُدھر دیکھنا۔ نماز میں مثل کتے کے بیٹھنا یعنی دونوں سرین پر بیٹھنا اور زانو کھڑا کر کے دونوں گھٹنے چھاتی سے لگا کر ہاتھ زمین پر ٹیکنا یا دونوں پاؤں کھڑے کر کے ان کی ایڑیوں پر بیٹھنا اور دونوں ہاتھ زمین پر رکھنا۔ نمازی کا کسی آدمی کے منہ کی طرف نماز پڑھنا اسی طرح دوسرے آدمی کا بھی نمازی کی طرف منہ کر کے بیٹھنا مکروہ تحریمی ہے۔ اپنے آپ سے جمائی لینا یا بالوں کا جوڑا باندھ کر نماز پڑھنا۔ تنہا امام کا چبوترہ پر ایک ہاتھ اونچے اور مقتدیوں کا نیچے بلا عذر کھڑا ہونا۔ نمازی کا اس کپڑے کو پہننا جس میں تصویریں جانداروں کی ہوں۔ اسی طرح نمازی کے سر پر یا سامنے یا دائیں بائیں تصویروں کا ہونا مکروہ تحریمی ہے۔ رکوع اور سجود اور قومہ اور جلسہ میں طمانیت کا چھوڑنا۔ پاخانہ اور پیشاب کی حاجت کے وقت نماز پڑھنا۔ چادر کو بدن پر اس طرح لپیٹنا کہ کہیں سے ہاتھ باہر نہ نکلے۔ عمامہ یا پگڑی کو اس طرح باندھنا کہ

Marfat.com

پیچ میں سے سر کھلا رہے یہ نماز میں بھی اور خارج نماز میں بھی مکروہ ہے۔ ڈھاٹا باندھ کر نماز پڑھنا جس سے ناک اور منہ ڈھک جائے۔ کرتہ ہوتے ہوئے صرف پاجامہ سے نماز پڑھنا ۔مقتدی کو امام کے پیچھے قرأت کا پڑھنا (تنویر الابصار۔ در مختار۔ شامی۔ طحاوی)

نماز کے مکروہ تنزیہی

جن چیزوں سے نماز مکروہ تنزیہی ہوتی ہے، درج ذیل ہیں۔

ایسے میلے کچیلے کپڑوں سے نماز؛ پڑھنا جن کو پہن کر دوسروں کے پاس نہ جائے بشرطیکہ اور کپڑے موجود ہوں ۔اکیلا امام کا محراب کے اندر بلا عذر کھڑا ہونا۔ اگر امام محراب سے باہر کھڑا ہو اور سجدہ محراب کے اندر کرے تو مکروہ نہیں ہے (در مختار)۔ چادر وغیرہ کو داہنی بغل کے نیچے سے لے کر بائیں کندھے پر اس کے دونوں کنارے ڈالنا۔ بلا عذر چار زانو یعنی آلتی پالتی مار کر بیٹھنا۔ جمائی کے وقت منہ کا کھلا رہنا (اگر جمائی نماز میں خود بخود آوے اگر وہ ارکان میں سوائے قیام کے آوے تو بائیں ہاتھ کی پشت منہ پر رکھ لے اور اگر قیام میں آوے تو داہنے ہاتھ کی پشت منہ پر رکھ لے۔ اور خارج نماز ہمیشہ بائیں ہاتھ کی پشت منہ پر رکھ لے ۔ کیونکہ قیام کی حالت میں اگر بائیں ہاتھ کی پشت سے روکے گا تو دو حرکتیں ہوں گی۔ اس لئے حرکت قلیل ایک ہاتھ ہی کو جائز ہے (عالمگیری)۔ آنکھوں کا بند کرنا مگر برائے خشوع جائز ہے۔ سبحان اللہ وغیرہ کا انگلیوں سے یا تسبیح لے کر شمار کرنا (اگر انگلیوں کے پوروں کو دبا کر شمار کرے گا تو مکروہ نہیں)۔ ہر عمل قلیل بدوں عذر کے کرنا۔ بلا عذر تھوکنا یا آستین سے عمل قلیل کے ساتھ ہوا کرنا یا ننگے سر نماز پڑھنا بلا عذر اگر ٹوپی یا عمامہ گر جائے تو اس کا عمل قلیل کے ساتھ اٹھا کر پھر رکھنا افضل ہے۔ سجدہ میں پاؤں کا ڈھکنا دائیں بائیں طرف کو جھک جانا۔ دائیں یا بائیں پاؤں پر بلا عذر زور ڈالنا۔ نماز میں خوشبو کا سونگھنا

Marfat.com

۔سجدہ وغیرہ میں اپنے پاؤں اور ہاتھوں کی انگلیاں قبلہ کی طرف سے پھیرنا۔ مسجد میں اپنی نماز کے لئے جگہ خاص مقرر کرنا۔ انگڑائی لینا رکوع میں گھٹنے پر۔ سجدہ میں زمین پر بلا عذر ہاتھ نہ رکھنا۔ دونوں ہاتھ کانوں سے اوپر اٹھانا یا کندھوں سے نیچے رکھنا۔ پیٹ کو رانوں سے ملانا۔ بغیر امام کے صفوں کا کھڑا ہو جانا۔ امام کا اس قدر جلدی ارکان نماز میں کھڑا ہو جانا کہ مقتدی اذکار مسنونہ کو ادا نہ کر سکیں۔ مکھی یا مچھر وغیرہ کا بلا ضرورت ہٹانا (عالمگیری۔ طحاوی)۔ اگر صرف ایک مقتدی ہو تو وہ امام کی داہنی جانب کھڑا ہو اس طرح کہ اس کے پاؤں کا ٹخنہ امام کے ٹخنہ سے آگے نہ ہو۔ مگر بائیں طرف کھڑا ہونا ایک مقتدی کا مکروہ تنزیہی ہے (درمختار۔ شامی)۔

خواص کی نماز

نماز جامع جمیع عبادات ہے۔ اس میں جہاد بھی موجود ہے کیونکہ عوام کو نماز میں نفس اور شیطان سے جہاد کرنا ہوتا ہے کہ یہی نفس اور شیطان باعثِ وساوس اور خطرات ہیں۔ مگر خواص نماز میں جس طرح اسماء الٰہی کی تجلیات سے بہرہ ور ہوتے ہوئے منازل قرب طے کرتے ہیں اُن کا اجمالاً ذکر اس طرح ہے کہ

تکبیر:

عام نمازی اول اللہ کے واسطے خالص نیت کر کے خانہ کعبہ کو تصور اُرو برو لا کر اور رب عظیم کے سامنے گناہوں سے بھرا ہوا دامن لے کر کھڑا ہونے کا خیال کر کے جب کانوں کی لو تک ہاتھ اٹھاتا ہے تو یہ خیال کرتا ہے کہ اس وقت تک شیطان لعین اور نفس شریر کے بہکانے سے جو میں مبتلائے گناہ رہا ہوں ان سب سے دست بردار ہوتا ہوں گویا توبہ کی صورت تاکیدی کانوں تک ہاتھ اٹھا کر کرتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ یعنی توبہ کرنے والا گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ تو اس

Marfat.com

خیال سے شروع نماز میں گناہوں سے طہارت حاصل کر کے اس کی کبریائی بیان کرتا ہے لیکن خواص تکبیر سے اپنے وجود پر تکبیر کہہ کر مشاہدہ تجلیاتِ اسمائی اور صفاتی کے لیے دربار پرانوار میں اسی کے جذب سے منجذب ہو کر حاضر ہوتے ہیں اور اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہِ کَاَنَّکَ تَرَاہُ (تو اپنے پروردگار کی ایسی عبادت کر گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے) کے مصداق ہوتے ہیں۔

قیام:

عام نمازی اپنے گناہوں سے دست برداری پر طلب استقامت کا خیال رکھتا ہے کیونکہ اَلْاِسْتِقَامَةُ فَوْقَ الْكَرَامَةِ (استقامت کرامت سے بڑھ کر ہے) لیکن خواص تکبیر سے اپنے وجود پر تکبیر کہہ کر مشاہدہ تجلیاتِ اسمائی اور صفاتی کیلیے دربار میں حاضر ہوتے ہیں تو اُن پر اسم شریف قَیُّومُ کی تجلی مکشوف ہوتی ہے کیونکہ جب تکبیر کے وقت اپنے وجود کی ہی نفی کر ڈالی تو اب اپنا قیام بلکہ تمام عالم کا قیام اسی اسم شریف سے دیکھتے ہیں۔

قرأت:

عام نمازی قرأت کے وقت یہ خیال رکھتا ہے کہ میرے قرآن حکیم پڑھنے کو اللہ تعالیٰ سن رہا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ سننے والا ہے تو صحت قرآن پر کوشش کرنا ضروری سمجھتا ہے اور صورتوں کے معانی پر بھی خیال رکھتا ہے ورنہ اس کی بعینہٖ ایسی مثال ہے کہ بادشاہ کے روبرو عرضی پیش کرتا ہے اور اس کی خبر نہیں کہ اس کے اندر کیا مضمون ہے۔ جب معانی معلوم ہوں تو آیاتِ ترہیب پر خوف کی کیفیت طاری کرتا ہے اور آیاتِ ترغیب پر جوش ہوتا ہے اور اپنے کو امیدوار بناتا ہے اور احکامات کی آیات پر سرِ تسلیم خم کرتا ہے۔ غرض ہر ایک آیت کے معنی سے لطف اور ذوق حاصل کرتا ہے اور یہ خیال کرتا ہے کہ میں کسی کے سامنے کھڑا ہوا مناجات کر رہا ہوں یہی خیال اسے

Marfat.com

کسی دوسری جانب ملتفت نہیں ہونے دیتا۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے لَوْ عَلِمَ الْمُصَلِّیْ مَعَ مَنْ یُّنَاجِیْ مَا الْتَفَتَ (مکتوبات نمبر ۳۲ از شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ) یعنی اگر نمازی یہ جان لے کہ کس کے ساتھ مناجات کرتا ہے تو وہ دوسری جانب التفات نہیں کرے گا۔ لیکن خواص حالتِ استغراق میں نماز ادا کرتے ہیں تو صفتِ کلام کی تجلی سے متجلی ہوتے ہیں۔ اُن پر حقیقتِ قرآنی کھلتی ہے اس کی ثقالت اور گرانی سے سینہ پھٹنے لگتا ہے۔ یہ وہ ثقالت ہے جس کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلًا ثَقِیْلًا (تحقیق ہم ڈالیں گے تیرے اوپر کلام بھاری۔ پ ۲۹ سورۂ مزمل) اور کیفیت لرزہ وگریہ طاری ہوتی ہے کیوں نہ ہو یہ کیفیت طاری ہو جب پہاڑوں کے حق میں یہ ارشاد ہوتا ہے لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ ط (پ ۲۸ سورہ حشر) اگر اس قرآن کو ہم پہاڑوں پر اتار دیتے تو البتہ تو ان کو دیکھتا ڈرنے والا اور بہنے والا اللہ کے ڈر سے) قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ نماز ایسی عبادت ہے جو صورتاً تعظیم، مناجات اور سرگوشی کرنا ہے۔ یہ بندے اور اللہ تعالیٰ میں منقسم ہے۔ اس کا ایک حصہ بندے کے متعلق ہے اور ایک خدا کے متعلق ہے۔ مشکوٰۃ شریف کے باب القرأۃ فی الصلوٰۃ صفحہ نمبر ۷۸، ۷۹ فصل اول میں حضرت ابی ھریرہؓ سے طویل حدیث مروی ہے جس کے آخری حصہ میں آپ فرماتے ہیں کہ فانی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول قال اللہ تعالیٰ قسمت الصلوٰۃ بینی و بین عبدی نصفین و لعبدی ما سأل فاذا قال العبد الحمد للّٰہ رب العٰلمین قال اللہ تعالیٰ حمدنی عبدی و اذ قال الرحمٰن

Marfat.com

الرحیم قال اللّٰہ تعالیٰ اثنیٰ علّی عبدی و اذ قال مٰلک یوم الدین قال مجدنی عبدی و اذ قال ایاک نعبد و ایا ک نستعین قال ھٰذا بینی و بین عبدے و لعبدے ما سأل فاذ ا قال اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم و الضالین قال ھٰذا لعبدے و لعبدے ما سأل رواہ مسلم یعنی آپؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپؐ نے فرمایا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ میں نے نماز اپنے اور اپنے بندے کے درمیان نصفا نصف تقسیم کردی ہے اور بندہ جو مانگے گا اس کو مل جائے گا جب بندہ کہتا ہے الحمد للہ رب العٰلمین تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری حمد کی اور جب بندہ کہتا ہے الرّحمٰن الرّحیم تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری ثناء کی۔ اور جب بندہ کہتا ہے مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْن تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی (یہاں تک نصف سورۃ خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہے) اور جب بندہ کہتا ہے ایاک نعبد و ایاک نستعین تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرے بندے کے لئے وہی کچھ ہے جو اُس نے سوال کیا (یہ آیت مشترک ہے) اور جب بندہ کہتا ہے اھدنا الصراط المستقیم ،صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم و الضالین تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ میرے بندے کے لئے ہیں اور بندہ جو مانگے گا اس کو مل جائے گا (یہ آیتیں خالص بندے کے لئے ہیں جیسے کہ ابتدائی آیتیں خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں)۔ اس حدیث کو مسلم شریف نے روایت کیا ہے۔ جب حضور و سرور کی نعمتِ عظمیٰ حاصل ہوجائے تو پھر نماز کے ہر ایک فقرہ پر اللہ تعالیٰ

Marfat.com

کیطرف سے لَبَّیکَ عَبدِیْ قَبِلْتُ کا الہام ہوتا ہے۔ یہی کیفیت انہیں مائل بہ رکوع کر دیتی ہے۔

رکوع:

عام نمازی اس کی عظمت کا خیال رکھتا ہے جس کی وجہ سے اس کی کمر خمیدہ ہو گئی ہے۔ لیکن خواص یہ خیال رکھتے ہیں کہ میری قوسی شکل جو رکوع کے وقت جھک کر ہوگئی ہے وہ مثل ہلال (پہلی رات کے چاند) کے عرشی انوار سے منور ہے۔ کیونکہ عرش برزخ ہے درمیاں عالم خلق اور عالم امر کے اور رکوع برزخ ہے درمیاں قیام اور سجدہ کے۔ تو بوجہ مناسبت برزخیت اس مقام پر عرشی انوار سے خوب مستفیض ہونا ہوتا ہے جو بقدر استعداد خواص پر کھلتا ہے۔ اس مقام پر اسم عظیم کی تجلی ہوتی ہے اگر اس اسم شریف کی تجلی شانِ ربوبیت لئے ہوئے نہ ہو تو اس اسم شریف کی تجلی اس کے وجود کو پارہ پارہ کر دے۔ یہی وجہ ہے جو تسبیح اس مقام کی سُبحَانَ رَبِّیَ العَظِیْمُ مقرر ہوئی ہے۔ کیونکہ رکوع صورتاً تعظیم ہے اس لئے اس تعظیم سے اللہ تعالیٰ از روئے ربوبیت حضور و سرور زیادہ کرتا ہے اور قلب کو مائل و راغب کرتے ہوئے قوت عبادت بدنی و روحانی عطا فرماتا ہے۔ اسی کو توفیق کہتے ہیں۔ یہ صفت عظیم کی تجلی کا عکس ہے جو مظہر کبریائی ذات ہے۔

سجدہ:

سجدہ میں عام نمازی اپنی ذلت و خواری اور اللہ پاک کی کمال عزت و جلالت کا خیال رکھتا ہے۔ جب انسان سجدہ میں جاتا ہے تو اس کی ہیئت مثل ایک گول دائرہ کے ہو جاتی ہے جسے اصطلاح صوفیا میں مرتبہ اطلاق کہتے ہیں۔ اس دائرہ کی نہ کوئی ابتدا ہے اور نہ انتہا ہے۔ خواص اس دائرہ کی شکل میں اسماء کے انوار و آثار سے مثل بدر (چودھویں رات کا چاند) یا آفتاب

Marfat.com

کے درخشاں وتاباں ہو جاتے ہیں۔اس طرح وہ مرتبہ اطلاق سے مستفیض ہوتے ہیں جسے سیر فی اللہ کہتے ہیں جس کی کہ کوئی انتہا ہی نہیں۔مرتبہ اطلاق اس وقت حاصل ہوتا ہے جب نفس علائق ما سوا اللہ سے آزاد ہو جائے یعنی جس قدر نفس تعلقات غیر اللہ سے آزاد ہوگا اسی قدر اس کو علو اور بلندی حاصل ہوگی۔جس کیلئے انتہائی بلند ہمتی اور عالی حوصلگی کی ضرورت ہے۔اور سجدہ میں جب اسم عَلِیٌّ کی تجلی پڑتی ہے تو اس وجہ سے ان کو یہ چیز حاصل ہو جاتی ہے اور اس طرح روحانی منازل میں ترقی ہوتی ہے۔یہی وجہ ہے جو اس مقام میں تسبیح سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی مقرر کی گئی ہے۔

واللہ اعلم بحقیقتہٖ۔

قعدہ:

قعدہ میں خواص یہ خیال کرتے ہیں کہ انہیں نماز کی بدولت خصوصی اعزاز و اکرام کے ساتھ معزز و مکرم کر کے دربار میں بٹھلا دیا گیا ہے اور انہیں مرتبہ تلوین سے مرتبہ تمکین حاصل ہو گیا ہے کیونکہ اس حالت میں ان پر اسم شریف مَتِیْنٌ کی تجلی ہوتی ہے جس سے کمال متانت و وقار اور استقامت بر شریعت اور تحمل بر بلا وغیرہ نصیب ہوتا ہے۔

پھر اسم سَلَامٌ کے اندر فانی و باقی ہو کر تمام مخلوقات سفلی و علوی کو بالخصوص ان ملائکہ کو جو ان کے معین القائے خیالات خاص اور الہاماتِ خاص کے نماز کے اندر ہوئے ہیں، حصہ دیا جاتا ہے۔

الغرض خواص کو نماز کے اندر اسماءِ الٰہی متذکرہ بالا کی سیر ہوتی ہے۔انہیں ہر اسم کے اندر فنا و بقا اور عروج خاص طور پر ہوتا ہے اور علوم و معارف مکشوف ہوتے ہیں۔اس طرح وہ ترقی درجات حاصل کرتے ہیں۔**واللہ اعلم بحقیقتہٖ۔**

Marfat.com

صلوٰۃ التسبیح

اس نماز کی حدیث شریف میں بڑی فضیلت آئی ہے۔ اس کے پڑھنے سے انسان کے اگلے، پچھلے، نئے، پرانے، صغیرہ، کبیرہ، ظاہر اور پوشیدہ غرض کہ تمام گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے۔ یہ نماز آنحضرت ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباسؓ کو سکھائی تھی اور فرمایا کہ ہو سکے تو روزانہ ورنہ ہر جمعہ کو اور ہر جمعہ کو نہ پڑھ سکو تو سال میں ایک دفعہ اور اگر سال میں بھی ایک بار نہ پڑھ سکو تو تمام عمر میں ایک مرتبہ ضرور پڑھ لو۔ یہ نماز اوقاتِ مکروہہ کے علاوہ ہر وقت پڑھی جا سکتی ہے۔ اس نماز کے کئی طریقے ہیں۔ یہاں صرف ایک طریقہ بیان کیا جاتا ہے۔ طریقے سب درست ہیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ اپنے چچا حضرت عباسؓ سے فرمایا اے عباس، اے میرے چچا کیا میں تمہیں ایک عطیہ کروں، ایک بخشش کروں، ایک چیز بتاؤں، تمہیں چیزوں کا مالک بناؤں، جب تم اس کام کو کرو گے تو حق تعالیٰ شانہٗ تمہارے سب گناہ پہلے اور پچھلے پرانے اور نئے، غلطی سے کئے ہوئے اور جان بوجھ کر کئے ہوئے اور چھوٹے اور بڑے، چھپ کر کئے ہوئے اور کھلم کھلا کئے ہوئے سب ہی معاف فرما دیں گے۔ وہ کام یہ ہے کہ چار رکعت نفل (صلوٰۃ تسبیح کی نیت باندھ کر) پڑھو اور ہر رکعت میں جب الحمد اور سورۃ پڑھ چکو تو رکوع سے پہلے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَر ط پندرہ مرتبہ پڑھو۔ پھر جب رکوع کرو تو دس مرتبہ اس میں پڑھو۔ پھر رکوع سے کھڑے ہو تو دس مرتبہ پڑھو پھر سجدہ کرو تو دس مرتبہ اس میں پڑھو پھر سجدہ سے اٹھ کر بیٹھو تو دس مرتبہ پڑھو۔ پھر دوسرے سجدہ میں جاؤ تو دس مرتبہ اس میں پڑھو۔ پھر جب دوسرے سجدے سے اٹھو تو (دوسری رکعت میں) کھڑے ہونے سے پہلے بیٹھ کر کر دس مرتبہ پڑھو۔ ان سب کی میزان پچھتر (۷۵) ہوئی۔ اسی طرح اس نماز کو پڑھ لیا کرو، یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر بھر میں ایک مرتبہ تو

Marfat.com

پڑھ ہی لو۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچازاد بھائی حضرت جعفرؓ کو حبشہ بھیج دیا تھا۔ جب وہ وہاں سے واپس مدینہ طیبہ پہنچے تو حضورؐ نے ان کو گلے لگایا اور پیشانی پر بوسہ دیا۔ پھر فرمایا میں تجھے ایک چیز دوں، ایک خوشخبری سناؤں، ایک بخشش کروں، ایک تحفہ دوں؟ انہوں نے عرض کیا ضرور۔ حضورؐ نے فرمایا چار رکعت نماز پڑھ۔ پھر اسی طریقہ سے بتائی جو اوپر گزر گیا۔ اس حدیث میں ان چار کلموں کے ساتھ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ بھی آیا ہے۔

(نوٹ) ان کلمات کی تعداد کو زبان سے نہ گنے ورنہ نماز ٹوٹ جائے گی۔ اور تسبیح ہاتھ میں لے کر گننا یا انگلیوں کو بند کر کے گننا مکروہ ہے، اس لئے بہتر یہ ہے کہ انگلیوں کو اپنی جگہ پر رکھتے ہوئے ہر کلمہ پر انہیں دبا دبا کر گنتا رہے۔

اگر کسی جگہ یہ کلمات پڑھنا بھول جائے تو دوسرے رکن میں اس کو پورا کر لے مثلاً رکوع میں پڑھنا بھول گیا تو پہلے سجدے میں پورا کر لے۔ البتہ بھولے ہوئے یہ کلمات قومہ اور جلسہ میں پورا نہ کرے۔ اسی طرح پہلی رکعت اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدے کے بعد بھی بیٹھ کر پورے نہ کرے، بلکہ ان کے بعد جو اگلا رکن آئے اس میں پورا کرے۔

عبدالعزیز بن ابی روّادؒ جو ابن مبارک کے بھی استاد ہیں، بڑے عابد، زاہد اور متقی لوگوں میں ہیں کہتے ہیں کہ جو جنت کا ارادہ کرے اس کو ضروری ہے کہ صلوٰۃ التسبیح کو مضبوط پکڑے۔ ابو عثمان حیریؒ جو بڑے زاہد ہیں کہتے ہیں کہ میں نے مصیبتوں اور غموں کے ازالہ کیلئے صلوٰۃ التسبیح جیسی کوئی چیز نہیں دیکھی۔

Marfat.com

معرفتِ صوم

اللہ کی رحمت بن کر ماہِ صیام آیا
اس میں ہدایت آئی اس میں پیام آیا
قرآن جیسی نعمت جبرئیل لے کے آئے
آقائے دو جہاں پر پہلا انعام آیا
صبر و رضا کی دولت بخشی ہے لم یزل نے
صوم و صلوٰۃ آئے طرزِ قیام آیا
اے روزہ دارو تم پر دوزخ حرام ٹھہری
یہ حکمِ ربِ باری بندوں کے نام آیا

(راقم الحروف)

دنیا میں یوں تو مناظرِ قدرت کے لاکھوں سامان موجود ہیں۔ کہیں پہاڑوں کی برفانی چوٹیاں ہیں، کہیں چاندی جیسے دریاؤں کی روانیاں ہیں، کہیں سبز و شاداب درختوں کے ٹھنڈے سائے ہیں، کہیں ابلتے اور اچھلتے چشمے ہیں، کہیں نرم و نازک سبزہ زار ہیں، کہیں بھورے اور کالے بادلوں کی گھنگھور گھٹائیں ہیں، کہیں چھم چھم برسات اور موسلا دھار بارشیں ہیں، کہیں مسکراتے اور مہکتے پھول ہیں، کہیں عنبر ہے، کہیں سنبل ہے، کہیں سوسن ہے، کہیں مروا ہے، کہیں چنبیلی ہے، کہیں نرگس ہے، کہیں نسترن ہے، کہیں موگرہ ہے، کہیں کرنا ہے، کہیں یاسمیں ہے، کہیں گیندہ ہے، کہیں موتیا ہے، کہیں گلاب ہے اور کہیں لالہ ہے۔ پھول نیلے بھی ہیں، پیلے بھی ہیں، اودے بھی ہیں، گلابی بھی ہیں، سرخ بھی ہیں اور سفید بھی ہیں۔

Marfat.com

بقول اقبالؒ

پھر چراغ لالہ سے روشن ہوئے کوہ و دمن
مجھ کو پھر نغموں پہ اکسانے لگا مرغ چمن
پھول ہیں صحرا میں یا پریاں قطار اندر قطار
اودے اودے، نیلے نیلے، پیلے پیلے پیر ہن
برگِ گل پر رکھ گئی شبنم کا موتی بادِ صبح
اور اس موتی کو چمکاتی ہے سورج کی کرن

بقول شاعر

بہار آئی کھلے ہیں پھول ہر جا مرغزاروں میں
تمنائیں ابھر آئیں خوشی سے چاند تاروں میں
نظر آنے لگے ہیں عاشقانِ رنگ و بو ہر سو
خدا کو ڈھونڈنے نکلے ہیں دنیا کے نظاروں میں

گویا ہواؤں میں عطر ہے، فضاؤں میں عطر ہے، خوشبو ہی خوشبو اور بہار ہی بہار ہے۔ دنیا کی اکناف واطراف میں بہار ہے۔ گوشے گوشے اور کونے کونے میں بہار ہے یعنی کہ دلہن جیسی کائنات کو خالق نے اپنی قلمِ افرینش سے ایسی گلگوں سجاوٹ بخشی ہے کہ دنیا مرقع حُسن معلوم ہوتی ہے۔ اس کے ہر ہر انگ اور اسکی ہر ہر ادا سے ایک نرالا بانکپن اور ایک نئی پھبن پھوٹ پھوٹ پڑتی ہے۔ دنیا کو چاہنے والے اسکی زلفِ عنبریں اور جسمِ مرمریں پر لوٹ پوٹ ہونے لگتے ہیں۔ وہ باہیں پھیلا پھیلا کر اور لپک لپک کر اس کے دامانِ حُسن اور نگاہِ ناز کے والا وشیدا ہوتے ہیں۔ وہ دن کو گھوم گھوم کر اسے ڈھونڈتے ہیں اور راتوں کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس کے منتظر رہتے ہیں مگر وہ دیوی کسی مقدر کے سکندر کو درشن دیتی اور گلے لپٹتی ہے لیکن وہ بھی تھوڑے وقت کے لئے کیونکہ اسے چاہنے والوں کی کمی نہیں، ایک ڈھونڈے تو ہزار ملتے ہیں۔ چنانچہ

Marfat.com

دریا کے کناروں سے بغل گیر ہو کر پیچھے مڑ جانے والی لہروں کی طرح دنیا بھی جب انسان سے لپٹ کر پیچھے ہٹتی ہے تو اس کے دل میں تاسف، افسوس اور چِنتا کی آگ لگا دیتی ہے۔ انسان کے ہاتھ سے پچھمی کا نکل جانا گویا اس کی متاعِ حیات کے گم ہو جانے کے برابر ہے حالانکہ انسان اچھی طرح سمجھتا ہے کہ اسے دنیا میں ہمیشہ نہیں رہنا بلکہ اِسے ایک دن ضرور چھوڑنا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اُسے اُجالے میں اندھیرا نظر آنے لگتا ہے۔ انسان کے ساتھ دنیا کی یہ بے رخی، یہ بے وفائی، یہ تکبرانہ وطیرہ اور بے نیازانہ طرزِ عمل اُسے جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر بیدار کرتا ہے کہ وہ خوابِ غفلت سے نکل کر حقیقت کی طرف رجوع کرے، مخلوق کی لگن سے ہٹ کر خالق کی محبت کو دل میں بسائے اور عارضی و ناپائیدار زندگی پر ابدی زندگی کو ترجیح دے۔ وہ متکبر اور ظالم دنیا کی بجائے شفیق و مہربان خدا سے لو لگائے، وہ بتِ جور و جفا سے منہ موڑ کر مالک جود و سخا کے دامن کو تھام لے اور فرشِ کم مایہ سے اٹھ کر عرشِ بریں کے سایہ میں آجائے۔ لیکن انسان کو یہ مقام جب ہی نصیب ہوگا کہ وہ دنیا میں تقویٰ و پرہیز گاری کی راہ کو اختیار کرے۔ تقویٰ و پرہیز گاری کی راہ کی نشاندھی کے لئے قرآن مجید کی واضح آیت مبارکہ ہے۔ ارشاد ربانی ہے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ (پ ۲ البقرہ ۱۸۳) ترجمہ: اے ایمان والو تم پر روزے فرض کئے گئے جیسے اگلوں پر فرض ہوئے تھے کہ کہیں تمہیں پرہیز گاری ملے۔ نیز ارشاد ربانی ہے فَمَنْ شَھِدَ مِنْکُمُ الشَّھْرَ فَلْیَصُمْہُ، ترجمہ: تو تم میں سے جو کوئی یہ مہینہ پائے ضرور اس کے روزے رکھے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

اِذَا کَانَ اَوَّلُ لَیْلَۃٍ مِّنْ شَھْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّیَاطِیْنُ وَ مَرَدَۃُ الْجِنِّ وَ غُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ یُفْتَحْ مِنْھَا وَ فُتِحَتْ اَبْوَابُ

Marfat.com

الْجَنَّةِ فَلَمْ يُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ وَ يُنَادِيْ مُنَادٍ يَا بَاغِيَ الْخَيْرِ اَقْبِلْ وَ يَا بَاغِيَ الشَّرِّ اَقْصِرْ . وَ لِلّٰهِ عُتَقَآءُ مِنَ النَّارِ وَ ذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ ۔

(مشکوٰۃ صفحہ ۱۷۲)

جب پہلی رات رمضان المبارک کی آتی ہے تو شیاطین اور سرکش جن قید کر دیے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی بھی دروازہ نہیں کھولا جاتا اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جن میں سے کوئی بھی دروازہ بند نہیں کیا جاتا اور ایک منادی کرنے والا منادی کرتا ہے کہ اے بھلائی کے چاہنے والے نیکی اور بھلائی کی طرف آ اور اے برائی کے چاہنے والے برائی سے رک جا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگ آگ سے آزاد کئے جاتے ہیں۔ ساری رات منادی ہوتی رہتی ہے یعنی کہ اے جھوٹ بولنے والے رک جا۔ اے غیبت کرنے والے رک جا۔ اے چغلی کرنے والے رک جا۔ اے کم ناپنے والے رک جا۔ اے ظلم کرنے والے رک جا۔ اے والدین کی نافرمانی کرنے والے رک جا۔ اے امانت میں خیانت کرنے والے رک جا۔ اے شرابی، شراب پینے سے رک جا۔ اے ذخیرہ اندوز ذخیرہ اندوزی کرنے سے رک جا۔ اے تخریب کار، تخریب کار تخریب کاری سے رک جا۔ اے ملاوٹ کرنے والے ملاوٹ کرنے سے رک جا۔ اے فسادی، فساد پھیلانے سے رک جا۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ نمبر ۱۷۲۔۱۷۳ ابن حضرت سلمان فارسی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری دن وعظ فرمایا۔ اے لوگو تمہارے ہاں عظیم بابرکت مہینہ آ رہا ہے اس مہینہ میں ایک رات ایسی آتی ہے جو ہزار ماہ کی عبادت سے افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے فرض کئے اور راتوں کو خدا کی عبادت میں قیام کرنے کو وسیلہ ثواب بنایا یعنی جو شخص اس ماہ میں نوافل ادا کرے گا اس کو فرض ادا کرنے کا اجر ملے گا اور اگر فرض ادا کرے گا تو ستر فرائض کا ثواب ملے گا

Marfat.com

۔ یہ مہینہ صبر کے لئے ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے نیز یہ مہینہ ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کرنے کا مہینہ ہے۔ اس مہینہ میں مومن کے رزق میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ جو روزہ افطار کرائے تو اس کے گناہوں کی مغفرت ہے اور اس کی گردن آگ سے آزاد کر دی جائے گی اور روزہ افطار کرانے والے کو روزہ دار کے اجر کے برابر بغیر کم ہوئے اجر ملے گا۔ صحابہؓ نے رسالت مآب ﷺ سے عرض کی کہ ہم سے ہر ایک کے پاس دوسروں کو افطار کرانے کے لیے کوئی شے نہیں ہوتی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو دے گا جو دوسروں کے افطار کے واسطے ایک گھونٹ دودھ یا ایک گھونٹ پانی دے اور جو شخص روزہ دار کو کھانا کھلائے گا اللہ تعالیٰ اس کو میرے حوض سے پانی پلائے گا اور وہ کبھی پیاس محسوس نہیں کرے گا اور جنت میں داخل ہوگا۔ اس مہینہ کا اول عشرہ رحمت درمیانی عشرہ مغفرت اور آخری عشرہ جہنم سے نجات کے واسطے ہے۔ جو اپنے غلام آزاد کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو جہنم سے نجات عطا فرمائے گا۔

رمضان المبارک کا چاند طلوع ہوتا ہے تو خداوند تعالیٰ اپنی رحمتِ عظمیٰ کی تجلیاں جنت کی خشبو میں بسا کر فلک سے برساتا ہے۔ ابوابِ جہنم مقفل کر دیئے جاتے ہیں اور انسان کا ازلی دشمن شیطان ابلیس اسیرِ سلاسل کر دیا جاتا ہے تاکہ وہ امتِ محمدیہؐ کو نیک اعمال کرنے سے بہکا نہ سکے۔ اس متبرک مہینہ میں عصیاں کے بادل چھٹ جاتے ہیں ورتقویٰ و پرہیز گاری کی نشیلی ہوائیں چلتی ہیں جن سے سارا گلستانِ ہستی عنبر فشاں بن جاتا ہے۔ رمضان المبارک میں تقویٰ و پرہیز گاری کے گلشن میں ایسے پھول کھلتے ہیں کہ جن کی مہک سے گلستان امت میں وجد آ جاتا ہے۔ اس ماہ کی یکم تاریخ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر صحائف کا نزول ہوا۔ اس ماہ کی چھ (۶) تاریخ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل ہوئی۔ اس ماہ کی آٹھ (۸) تاریخ کو حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور شریف نازل ہوئی۔ اس ماہ کی بارہ (۱۲) تاریخ کو

Marfat.com

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل مقدس نازل ہوئی۔اس ماہ کی ستائیس (۲۷) تاریخ کو اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب قرآن مجید لوحِ محفوظ پر اتاری گئی۔ گویا رمضان المبارک کو کلامِ الٰہی کے ساتھ خاص مناسب ہے۔اس ماہ کی سترہ (۱۷) تاریخ کو غزوہ بدر ہوئی۔اس ماہ کی اکیس (۲۱) تاریخ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت ہوئی اور اس ماہ کی (۲۷) تاریخ کو قیامِ پاکستان ہوا۔ رمضان المبارک برکت والا مہینہ ہے۔ رمضان المبارک سعادت والا مہینہ ہے۔ رمضان المبارک فضیلت والا مہینہ ہے۔ رمضان المبارک استقامت والا مہینہ ہے۔رمضان المبارک شفاعت والا مہینہ ہے۔ رمضان المبارک عظمت والا مہینہ ہے ۔ رمضان المبارک رفعت والا مہینہ ہے۔ رمضان المبارک رحمت والا مہینہ ہے۔ رمضان المبارک مغفرت والا مہینہ ہے۔ رمضان المبارک جہنم سے نجات والا مہینہ ہے۔ رمضان المبارک میں ۔ ہر عبادت کی جزا جنت ہے۔نماز کی جزا جنت ہے۔ حج کی جزا جنت ہے۔ عمرہ کی جزا جنت ہے۔ زکوٰۃ کی جزا جنت ہے۔تلاوت قرآن مجید کی جزا جنت ہے۔ جہاد کی جزا جنت ہے۔ والدین کی فرمانبرداری کی جزا جنت ہے۔ وعظ کی جزا جنت ہے۔ صدقہ کی جزا جنت ہے۔ ذکرِ خدا کی جزا جنت ہے۔درود شریف پڑھنے کی جزا جنت ہے مگر روزہ دار کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قَالَ اللّٰہ تَعَالٰی کُلُ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمُ لَہٗ اِلَّا الصَّوْمَ فَاِنَّہٗ لِیْ وَ اَنَا اَجْزِیْ بِہٖ (مسلم ، مشکوٰۃ) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انسان کا ہر عمل اس کا ہوتا ہے مگر روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ روزہ روح کی غذا ہے۔ روزہ بدن کی زکوٰۃ ہے۔ روزہ قلب کا نور ہے۔ روزہ اسلام کی روح ہے۔ روزہ قبر کا ساتھی ہے۔ روزہ لحد کی روشنی ہے۔ روزہ خلوص کی معراج ہے۔ روزہ ایمان کی حلاوت ہے۔ روزہ حُبِ الٰہی کا زینہ ہے۔ روزہ رہنمائے جنت ہے۔ روزہ سراپا صبر ہے۔ روزہ باطنی بینائی کا وسیلہ ہے۔ روزہ (دنیا میں گناہوں سے اور آخرت میں دوزخ سے بچانے والی) ڈھال ہے۔ روزہ باعثِ مغلوبیٔ نفس

Marfat.com

ہے۔ روزہ باعث شفاعت ہے اور روزہ اُخروی سرخروئی کا ذریعہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَاناً وَّاِحْتِسَاباً غُفِرَلَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ (صحیح بخاری، مسلم مشکوٰۃ)** جو ایمان واخلاص کے ساتھ روزے رکھے گا اُس کے پچھلے سب گناہ بخش دیے جائیں گے۔ گویا خدائے لم یزل و لا یزال اور بے مثل و بے کیف کے حضور تقویٰ و پرہیزگاری کا اعلیٰ وارفع مقام ہی مرغوب ہے جہاں تک پہنچنے کے لئے انسان کی خاطر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے تصدق سے رحمت، مغفرت اور جہنم سے نجات کی بنی ہوئی رمضان المبارک کی سیڑھی قائم فرمادی تا کہ مومنین قدم بہ قدم ارتقائی منازل طے کرتے ہوئے مقامِ قربِ ذات اور مقامِ رضائے ذات تک پہنچ جائیں۔ روزہ مومن کو ہر ساعت اور ہر لحہ اوج وعروج کی منزلیں طے کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ روزہ ہر ذی شعور اور بالغ وتندرست مرد وزن کو صبح وشام مدعو کرتا ہے کہ کوئی ہے جو آئے میں اس پر نیابتِ الٰہی کے دروازے کھول دوں، کوئی ہے جو آئے میں اسے رضائے الٰہی کے پھولوں کے ہار پہنا دوں، کوئی ہے جو آئے میں اسے جامِ کوثر کا یقین دلا دوں، کوئی ہے جو آئے میں اس سے گرمیءِ محشر سے بچانے کا وعدہ کروں، کوئی ہے جو آئے میں اسے سایہءِ عرشِ بریں کی خوشخبری دوں اور کوئی ہے جو آئے میں اسے اچھے اعمال نامہ کا مژدہ سناؤں مگر سوائے ان کے جن پر خدا کا خاص فضل وکرم ہے یار لوگوں کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ وہ مسلمان جو روزہ نہیں رکھتے وہ صراطِ مستقیم سے دور ہو جاتے ہیں۔ وہ گمراہی کی ذلت آمیز صفوں میں گھس جاتے ہیں۔ ان سے عظمتیں اور رفعتیں چھن جاتی ہیں۔ ان کے چہروں سے رعب وجلال مفقود ہو جاتا ہے۔ ان کے دلوں سے روزہ رکھنے کی ہمت وسکت جاتی رہتی ہے۔ وہ صبر واستقامت سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ ان سے تقویٰ وپرہیزگاری کی صفات جاتی رہتی ہیں اور وہ نیابتِ الٰہی کے عہدہءِ جلیلہ سے گر جاتے ہیں۔

Marfat.com

بقول شاعر

؎ سعادت کے جلو میں رحمتِ پروردگار آئی
مسلمانوں کے گھر چل کر خدا کا لطفِ عام آیا
درِ میخانۂ وحدت کے در جبریل نے کھولے
ترستے تھے جسے میخوار گردش میں وہ جام آیا

روزہ صبح صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک ہے۔ مسنون طریقہ یہ ہے کہ روزہ رکھنے سے پہلے سحری کھائیں ۔ روزہ افطار کرنے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ روزہ ہر حلال شے سے افطار کر سکتے ہیں البتہ کھجور سے روزہ افطار کرنا سنت ہے۔ قصداً کھانے پینے سے اور عملِ زوجیت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اگر جان بوجھ کر رمضان المبارک میں روزہ توڑا جائے تو اس کے بدلے میں دو مہینے لگاتار روزے رکھنا یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ضروری ہے اسے کفارہ کہتے ہیں ۔ اگر رمضان المبارک کے کئی روزے توڑ ڈالے ہوں تو صرف ایک ہی بار کفارہ دینا ہوگا۔ روزہ کا پورا حق تب ادا ہوتا ہے جب انسان گالی گلوچ، لڑائی جھگڑا، غیبت، بیہودہ گوئی، جھوٹ، کبر، لہو ولعب اور بے شرمی و بے حیائی کی سب باتوں سے پرہیز کرے یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ملحوظِ خاطر رکھے اور روزہ کے دوران اس خیال میں رہے کہ وہ عبادت کی حالت میں ہے۔ زنانہ بیماریوں (حیض۔ نفاس) میں مبتلا عورتوں کو روزہ رکھنا منع ہے۔ انہیں بعد میں روزہ رکھنا چاہیے اور دودھ پلانے والی عورتوں کے لیے بھی یہ آسانی ہے کہ اگر وہ رمضان المبارک میں روزے نہ رکھ سکیں تو دوسرے دنوں میں رکھ لیں ۔ اسی طرح انتہائی ضعیف العمر شخص (مرد یا عورت) جسے روزہ رکھنے سے نا قابلِ برداشت حد تک تکلیف ہوتی ہو اور ضعف و مرض بڑھ جانے کا اندیشہ ہو تو وہ بھی روزہ رکھنے سے مستثنٰی ہے البتہ اسے ہر روزے کے بدلے میں فدیہ

Marfat.com

دینا یعنی ایک مسکین کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلانا ہوگا یا صدقہ فطر کے برابر غلہ یا اس کی قیمت دینا ہوگی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَمَنْ كَانَ مِنكُم مَّرِيضاً اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْراً فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ

(پ۲ البقرة ۱۸۴)

تو تم میں جو کوئی بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں رکھے اور جنہیں اس کی طاقت نہ ہو وہ بدلہ دیں ایک مسکین کا کھانا۔ پھر جو اپنی طرف سے نیکی زیادہ کرے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے۔

رمضان المبارک کے مسلسل ایک ماہ کے روزوں سے انسان قانون الٰہی کا پابند رہ کر اپنی بندگی کا عملی نمونہ پیش کرتا ہے۔ روزہ رکھنے سے بے شمار جسمانی، روحانی اور اخلاقی فائدے حاصل ہوتے ہیں اس سے خواہشاتِ نفسانی کا غلبہ ٹوٹ جاتا ہے اور انسان ضبطِ نفس، صبر و استقلال اور محنت و جفاکشی کا خوگر ہو جاتا ہے۔

بقول شاعر

ماہِ رمضان کا چاند ظاہر ہوا
فضل کی بدلیاں چار سو چھا گئیں
رحمتِ کبریا جوش میں آ گئی
بارشیں فیض و عرفان کی برسا گئیں
حق تعالیٰ نے اس ماہِ ذیشان میں
کیسے کیسے انعامات بخشے ہمیں
ایک رمضان دنیا میں کیا آ گیا
عرش کی نعمتیں فرش پر آ گئیں

Marfat.com

معرفتِ حج

حج کے لفظی معنی قصد اور ارادے کے ہیں۔ شریعت میں حج کے اصطلاحی معنی عبادت کی نیت سے مقررہ تاریخوں میں مکہ مکرمہ کا قصد کرنے کے ہیں۔ اس عبادت کا سب سے اہم جز میدانِ عرفات میں قیام ہے جس کے لئے ۹ ذی الحجہ کی تاریخ مقرر ہے۔ یہ عبادت ان دولت مند لوگوں پر عمر بھر میں ایک دفعہ فرض ہے جو بیت اللہ شریف تک پہنچنے کے اسباب اور وسیلے رکھتے ہوں اور جنہیں زادِ سفر اور زادِ عمل دونوں حاصل ہوں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نہایت تاکید سے فرمایا ہے۔

وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلاً ط وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ (آل عمران۔ آیت ۹۷)

ترجمہ:۔ اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل سکے اور جو منکر ہو تو اللہ سارے جہاں سے بے پرواہ ہے۔

يَا اَيُّهَا النَّاسُ قَدْ فُرِضَ عَلَيْكُمُ الْحَجُّ فَحُجُّوْا ۔ (مسلم)

ترجمہ: اے لوگو تم پر حج فرض کیا گیا ہے۔ پس تم ضرور حج کرو۔

مَنْ لَّمْ يَحْبِسْهُ مَرَضٌ اَوْ حَاجَةٌ ظَاهِرَةٌ اَوْ سُلْطَانٌ جَابِرٌ وَ لَمْ يَحُجَّ فَلْيَمُتْ اِنْ شَاءَ يَهُوْدِيًّا اَوْ نَصْرَانِيًّا ۔ (مسلم)

ترجمہ: جسے کسی بیماری نے یا کسی واقعی ضرورت نے یا کسی ظالم حکمران نے روک نہ رکھا ہو اور اس کے باوجود وہ حج نہ کرے تو چاہے وہ یہودی مرے اور چاہے نصرانی۔

اَلْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهٗ جَزَاءٌ اِلَّا الْجَنَّةَ (مسلم)

ترجمہ: مقبول حج کا بدلہ جنت کے سوا اور کچھ نہیں۔

مَنْ حَجَّ فَلَمْ يَرْفُثْ وَ لَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَمَا وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ (بخاری)

Marfat.com

ترجمہ: جس نے (خلوص نیت سے) حج کیا اور اس میں فسق اور برائیوں سے بچا رہا تو وہ ایسا پاک وصاف ہو کر لوٹے گا جیسے اس دن تھا جب اس کی ماں نے اسے جنا۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا لوگو! حج میں اور لبیک لبیک پکارتا ہے تو آسمانوں سے ایک پکارنے والا کہتا ہے جلدی کرو کیونکہ تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ اسے کب کیا عارضہ پیش آجائے اور وہ اس فریضہ کو ادا نہ کر سکے۔ (مسند امام احمد) طبرانی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی آدمی پاکیزہ مال لے کر حج کے لئے نکلتا ہے اور سواری پر سوار ہوتا ہے اور لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ پکارتا ہے تو آسمان سے ایک پکارنے والا کہتا ہے لَبَّیْکَ وَ سَعْدَیْکَ یعنی تیرا لبیک وسعدیک پکارنا قبول ہے تمہارا مال حلال ہے اور تمہاری سواری حلال ہے اور تمہارا حج قبول ہے اور اس میں کوئی نقص نہیں ہے۔ اور جب کوئی آدمی مال حرام سے حج کیلئے نکلتا ہے جب وہ سوار ہو کر نکلتا ہے تو آسمانوں سے اسے پکارنے والا پکارتا ہے اے لبیک پکارنے والے! نہ تیرا لبیک قبول ہے اور نہ سعدیک تیرا مال حرام اور تیری سواری حرام اور تیرا حج غیر مقبول ہے۔

شرائط حج

۱۔ مسلمان ہونا، بالغ ہونا۔

۲۔ احرام باندھنا

۳۔ اسی سال حج کرنا جس سال احرام باندھا جائے

۴۔ زمانۂ حج میں حج کرنا

۵۔ ہر فعل اپنے مقام پر صحیح طریقہ پر ادا کرنا۔

۶۔ ہر فعل ہوش وتمیز کے ساتھ کرنا۔

۷۔ حج کے تمام افعال خود ادا کرنا

Marfat.com

۸۔ احرام کے بعد ان تمام باتوں سے پرہیز کرنا جن کی ممانعت کی گئی ہے۔

فرائض حج

۱۔ احرام باندھنا

۲۔ وقوفِ عرفہ (۹ ذی الحجہ کو زوال کے بعد سے ۱۰ ذی الحجہ کی صبح صادق سے پہلے کچھ مدت کے لئے عرفات میں ٹھہرنا)

۳۔ طواف زیارۃ: یہ وقوف عرفہ کے بعد ہوتا ہے جو ۱۰ ذی الحجہ سے ۱۲ ذی الحجہ تک کیا جاسکتا ہے۔ لیکن ۱۰ ذی الحجہ کو کرنا افضل ہے۔

تینوں فرائض میں ترتیب ہو گی یعنی پہلے احرام پھر وقوف عرفہ اس کے بعد طوافِ زیارۃ۔

واجباتِ حج

۱۔ میقات سے احرام کے بغیر نہ گزرنا

۲۔ عرفات سے واپسی کے بعد رات کو مزدلفہ میں ٹھہرنا اور وہاں مغرب اور عشاء کی نمازیں اکٹھی پڑھنا۔

۳۔ وقوفِ مزدلفہ، طلوع آفتاب سے پہلے اور صبح صادق کے بعد کچھ دیر کے لئے مزدلفہ میں ٹھہرنا۔

۴۔ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا۔

۵۔ رمی جمار یعنی جمرات پر کنکریاں مارنا۔

۶۔ قارن اور متمتع کو قربانی کرنا۔

۷۔ پورے سر کو استرے سے منڈوانا یا بڑے بڑے بال ہوں تو پورے سر سے پوروں کے برابر بال کٹونا۔

۸۔ طوافِ وداع کرنا

Marfat.com

حج کی سنتیں

۱۔ طوافِ قدوم کرنا۔

۲۔ طوافِ قدوم میں رمل کرنا، اگر اس طواف میں رمل نہ کیا تو طوافِ زیارۃ یا طوافِ وداع کرنا۔

۳۔ ۹ ذی الحجہ کی رات کو منیٰ میں رہنا۔

۴۔ ۹ ذی الحجہ کو طلوع آفتاب کے بعد منیٰ سے عرفات جانا۔

۵۔ عرفات سے غروبِ آفتاب کے بعد روانہ ہونا۔

۶۔ مزدلفہ میں عرفات سے واپسی پر رات کے وقت ٹھہرنا۔

۷۔ عرفات میں غسل کرنا۔

۸۔ ایامِ منیٰ میں رات منیٰ میں گزارنا۔

۹۔ منیٰ سے مکہ واپسی پر وادیِ محصب میں ٹھہرنا، چاہے لمحہ بھر کے لئے ہو۔

عمرہ کا طریقہ

حج کے مخصوص ایام (نو تا گیارہ ذی الحجہ) کے علاوہ دوسرے ایام میں خانۂ کعبہ کی زیارت کرنے کا ایک مختصر طریقہ بھی ہے۔ اس میں احرام باندھ کر خانۂ کعبہ کا طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کی جاتی ہے۔ اس میں بال کٹوانا یا مونڈنا واجب ہے۔ اسے عمرہ کہتے ہیں۔ عمرہ تمام سال ہر وقت ہو سکتا ہے۔

حج کا طریقہ

جب حاجی سمندر، خشکی یا فضائی راستے سے حج کرنے جاتا ہے تو مکہ معظّمہ سے تقریباً بیس میل پہلے ایک مقام ایسا آتا ہے جہاں اسے باقاعدہ نیت باندھنی ہوتی ہے۔ ایسے مقام کو "میقات" کہتے ہیں۔ اس مقام سے حج کی نیت باندھے بغیر آگے بڑھنا گناہ ہے۔ پاکستان سے سمندر کے راستے حج کرنے والوں کا میقات مقام

Marfat.com

''دیلملم'' ہے۔ جب جہاز اس کے پاس سے گزرتا ہے تو تمام حاجی نیت باندھنے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ آنحضورﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے حج اور عمرہ کی میقات مقرر کی ہیں جہاں سے حج اور عمرہ ادا کرنے والا حج یا عمرہ کا احرام باندھتا ہے۔ ان حدود یا میقات سے حج یا عمرہ کرنے والا حج یا عمرہ کا احرام باندھتا ہے۔ ان حدود یا میقات سے حج یا عمرہ کرنے والے کو بغیر احرام کے نہیں گزرنا چاہئے۔ پاکستان سے ہوائی جہاز سے سفر کرنے والوں کو چاہیئے کہ وہ کراچی ہی سے احرام باندھ لیں۔ البتہ وہ لوگ جو ان میقاتوں کے اندر اندر ہی رہتے ہیں ان کی میقات وہی جگہ ہے جہاں وہ رہتے ہیں اس لئے مکہ والوں کی میقات مکہ ہی ہے وہ اپنے گھروں ہی سے حج کا احرام باندھیں گے۔ احرام باندھنے سے پہلے ہر حاجی یا عمرہ کرنے والا خواہ مرد ہو یا عورت اپنی طہارت اور پاکیزگی کا خاص خیال رکھے۔ ناخن کاٹ لئے جائیں، زیرناف، بغلوں اور لبوں پر بڑھے ہوئے بال کاٹ دیئے جائیں۔ سر کے بال اور داڑھی کو نہ کاٹنا چاہیے۔ جب احرام باندھنے کا ارادہ ہو تو پہلے غسل کرنا مستحب ہے۔ وضو بھی کافی ہو جائے گا۔ مرد کا احرام دو سفید چادریں ہیں۔ ایک کا تہمد بنا لیا جائے اور دوسری جسم پر ڈال لی جائے اور سر کو ننگا رکھا جائے۔ مگر عورت کا احرام یہ ہے کہ جو عام طور پر وہ لباس پہنتی ہے اسی میں وہ احرام کی نیت کر سکتی ہے صرف زعفرانی رنگ میں رنگے ہوئے کپڑے جس سے خشبو اڑتی ہو جائز نہیں باقی سب رنگ جائز ہیں۔ یعنی عورت ستر ڈھانپنے والے کپڑوں کے علاوہ سر پر کپڑا اس طرح باندھے کہ سر کے بال نظر نہ آئیں۔ احرام کے کپڑے پہن کر حاجی دو رکعت نفل پڑھے بشرطیکہ نماز کا مکروہ وقت نہ ہو۔ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد قل یا ایہا الکافرون اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد قل ھو اللہ احد پڑھے تو بہتر ہے۔ نماز سر ڈھانپ کر پڑھے۔ سلام کے بعد سر سے چادر اتار دے اور حج کی دل میں نیت کرے زبان سے بھی یہ دعا

Marfat.com

مانگے کہ ''اے اللہ میں حج کی نیت کرتا ہوں اس کو آسان فرما اور قبول فرما۔'' اس کے بعد احرام باندھے ہوئے شخص پر احرام کے خلاف کرنا ناجائز ہے۔ اگر ایسا کیا تو دم یا جرمانہ دینا ہوگا۔ مردوں کو سر ننگا رکھنا ضروری ہے اور ان کو سلا ہوا لباس نہیں پہننا چاہئے جیسے شلوار، کوٹ، بنیان، قمیض وغیرہ اور سر پر ٹوپی، چادر یا پگڑی نہ اوڑھی جائے، بال نہ کاٹے جائیں اور نہ ہی اکھاڑے جائیں، ناخن نہ کاٹے جائیں، خوشبو نہ استعمال کی جائے، بالوں میں کنگھی نہ کیجائے، شوہر اور بیوی آپس میں مخصوص تعلقات سے اجتناب کریں، شکار نہ کھیلا جائے اور نہ ہی شکار کھیلنے والے سے کوئی تعاون کیا جائے، جوئیں مارنا ناجائز ہے، مردوں کے لیے دستانے پہننا، جرابیں پہننا جائز نہیں فحش باتیں کرنا اور لڑائی جھگڑا کرنا درست نہیں اس سے پرہیز کیا جائے۔ البتہ احرام باندھے ہوئے مرد یا عورت کے لیے غسل کرنا جائز ہے۔ احرام کا دھونا یا بدل لینا جائز ہے۔ جسم کھجانا درست ہے اگر اس سے بال ٹوٹ جائے تو کوئی جرمانہ نہ ہوگا۔ عورتیں جرابیں پہن سکتی ہیں مگر دستانے پہننا عورتوں کے لئے درست نہیں۔ گھڑی باندھنا یا انگوٹھی پہننا جائز ہے۔ عورت زیور پہن سکتی ہے۔ احرام کے اوپر سے مرد پیٹی پہن سکتا ہے۔ تھیلا کندھے پر لٹکانا جائز ہے۔ اگر ضرورت کے وقت مرد کو سر پر کوئی چیز اٹھانی پڑے تو جائز ہے۔ ضرورت کے وقت محرم (جس نے احرام باندھا ہو) اپنے منہ اور ناک کو رومال سے صاف کرسکتا ہے۔ اگر غبار کا خطرہ ہو تو بھی کپڑے یا ہاتھ سے منہ کو غبار سے بچانا جائز ہے۔ ضرورت کے وقت صابن کا استعمال جائز ہے بشرطیکہ خوشبودار نہ ہو۔ غرضیکہ تمام پابندیوں اور اجازتوں کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے حاجی آگے بڑھتا ہے اور مکہ مکرمہ پہنچ کر سب سے پہلے خانہ کعبہ میں پہنچتا ہے اور حجر اسود کا بوسہ لے کر خانۂ کعبہ کے ارد گرد سات دفعہ چکر لگاتا ہے اور ہر مرتبہ حجر اسود کا بوسہ لیتا ہے۔ سات چکروں کے اس مجموعے کو ''طواف'' کہتے ہیں۔ خانۂ کعبہ

Marfat.com

کے ارد گرد مسجد ہے جسے مسجد حرام کہتے ہیں۔ طوافِ کعبہ کے بعد مقامِ ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھتے ہیں۔ مسجد حرام میں مقامِ ابراہیم پر بھیڑ ہو تو دوسری جگہ بھی پڑھ لینا جائز ہے۔ اس کے بعد دعا مانگے۔ پھر آبِ زمزم سیراب ہو کر غذا، شفاء اور تمام حوائج کے لیے پیا جاتا ہے اور دعا مانگی جاتی ہے۔ پھر حجر اسود کا بوسہ لے کر مسجد حرام سے باہر نکل کر قریب ہی دو ٹیلوں ''صفا'' اور ''مروہ'' کے درمیان سات مرتبہ دوڑتے ہیں۔ یہ دوڑ ''سعی'' کہلاتی ہے۔ سعی عمرہ کے واجبات میں سے ہے۔ بیمار، اپاہج اور معذور نہ ہو تو پیدل سعی کرنا چاہیے۔ مجبوری میں سوار ہو کر سعی کر سکتا ہے۔ بلا عذر سواری پر سعی کرنے سے دم یا جرمانہ واجب ہوگا۔ سعی صفا سے شروع کر کے مروہ پر ختم کرتے ہیں۔ سعی کے چار پھیرے فرض ہیں اور تین واجب۔ اگر کسی نے صرف تین پھیرے کئے تو سعی بالکل نہ ہوگی اور اگر چار پھیرے کئے تو سعی تو ہو جائے گی مگر باقی پھیروں کے عوض فی پھیرہ دو سیر گندم یا اس کی قیمت واجب الا دا ہوگی۔ صفا و مروہ کی سعی کے بعد اگر احرام صرف عمرہ کا ہے تو پورے سر کے بال منڈوا کر یا اگر بال لمبے ہوں تو پورے سر کے بال انگلی کے ایک پورے کے برابر کٹوا کر اگر عورت ہو تو چوٹی کے آخیر سے ایک پورے کے برابر بال کٹوا کر احرام کھول دیتے ہیں اور دوسرا لباس پہن لیتے ہیں۔ یعنی ان پر احرام کی پابندیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ لیکن اگر احرام حج کا باندھا ہے تو اسی احرام سے حج کرے۔ یعنی اس لباس میں ملبوس رہ کر مکہ میں قیام کرے اور جب بھی موقع ملے طواف کر لے۔ کیونکہ طواف کرنا نوافل پڑھنے سے افضل ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ خاص بیت اللہ کے لئے روزانہ ایک سو بیس رحمتیں نازل ہوتی ہیں، ساٹھ طواف کرنے والوں کیلئے چالیس ان کو ملتی ہیں جو بیت اللہ میں نماز ادا کرتے ہیں اور بیس انکو جو بیٹھے بیٹھے بیت اللہ کو دیکھتے رہتے ہیں۔ مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران حاجی پانچوں نمازیں حرم شریف میں ادا کرنے کی کوشش

Marfat.com

کرتے ہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل کریں۔ پھر ۸ ذی الحجہ کو حاجی مکہ معظمہ سے نکل کر چار میل دور منیٰ کے میدان میں پہنچ جاتے ہیں اور رات وہاں گذارتے ہیں۔ سنت طریقہ یہ ہے کہ ظہر سے پہلے ہی منیٰ میں پہنچ جائے۔ ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر پانچ نمازیں منیٰ میں پڑھنا سنت ہے۔ اگر کسی عذر کی بناء پر تاخیر ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔ دوسرے روز ۹ ذوالحجہ سورج نکلنے کے بعد میدانِ عرفات کو روانہ ہو۔ جو کہ چھ میل کا فاصلہ ہے۔ اس اثنا میں خوب زور زور سے لبیک پکارے۔ سورج نکلنے سے پہلے میدانِ عرفات کو روانہ ہونا خلافِ سنت ہے۔ ہاں ضرورت کے وقت پہلے بھی جا سکتا ہے۔ مسجد نمرہ میں ظہر اور عصر کی نماز یکجا پڑھ کر امیر حج کا خطبہ سنتے اور پھر جبلِ رحمت کے قریب عرفات میں قبلہ رو کھڑے ہو کر دعا کرتے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ اس مقام پر کھڑے ہوئے تھے اس لئے یہاں کھڑے ہونا سنت ہے۔ اور اگر کوئی وہاں نہ پہنچ سکے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ اس کے حج میں کوئی نقص نہ ہوگا۔ پھر قبلہ رخ ہو کر بیٹھ جاتے ہیں اور غروب آفتاب تک دعا میں مصروف رہتے ہیں کیونکہ یہ قبولیت دعا کی جگہ ہے اور دعاؤں کا وقت ہے۔ ۹ ذوالحجہ کو شام سے پہلے عرفات کے میدان میں پہنچ کر حاجیوں کے ساتھ ٹھہرنے کو وقوف کہتے ہیں۔ احرام باندھنے کے بعد حج کا سب سے اہم فریضہ یہی ہے۔ جو اس وقت یہاں حاضر نہ ہو سکا اس کا حج فوت ہو گیا۔ عرفات سے غروب آفتاب کے بعد لبیک پکارتے اور ذکر و استغفار کرتے ہوئے واپس لوٹتے ہیں اور چار میل پیچھے منیٰ اور عرفات کے درمیاں ایک وادی ہے جسے مزدلفہ کہتے ہیں وہاں حاجیوں کے لئے ۱۰ ذی الحجہ کی رات گزارنا ضروری ہے۔ مغرب کی نماز نہ عرفات میں پڑھتے ہیں اور نہ راستہ میں بلکہ مغرب اور عشاء کی دونوں نمازیں مزدلفہ میں پہنچ کر اکٹھی پڑھتے ہیں۔ رات وہاں گزار کر صبح طلوعِ آفتاب سے پہلے مزدلفہ سے منیٰ کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں اور لبیک پکارتے

Marfat.com

جاتے ہیں۔ منیٰ میں پتھر کے تین ستون ایک دوسرے سے فاصلے کے ساتھ کھڑے ہیں جنہیں جمرے کہتے ہیں۔ ۱۰، ۱۱، ۱۲، اور ۱۳ ذی الحجہ کو حاجی منیٰ میں مقیم رہ کر ان جمروں کو کنکریاں مارتے ہیں۔ اسے رمی کہتے ہیں۔ ہر کنکری کو انگوٹھے اور اس کے ساتھ والی انگلی سے پکڑ کر بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ رَجْماً لِلشَّیْطَانِ وَ رِضاً لِلرَّحْمٰنِ کہہ کر جمرہ کو مارتے ہیں۔ ۱۰ تاریخ کو صرف ایک کی رمی ہوتی ہے باقی ایام میں تینوں کی رمی ہوتی ہے۔ ۱۰ ذوالحجہ کو رمی جمرہ سے فارغ ہو کر حاجی حسبِ توفیق قربانی کرتے ہیں اور پھر سر کے تمام بال منڈواتے یا اگر بال بڑے بڑے ہوں تو تمام بالوں کو انگلی کے پورے کے برابر کٹواتے ہیں۔ جب مرد قربانی سے فارغ ہر کر آتے ہیں تو عورتوں کو بتا دیتے ہیں چنانچہ عورتیں بھی اپنے سر کی چوٹی کے بال انگلی کے پورے کے برابر کاٹ لیتی ہیں۔ پھر احرام کھولنے کے بعد طواف افاضہ یا طوافِ زیارت کے لئے حاجی مکہ معظّمہ پہنچ جاتے ہیں اور بیت اللہ کا طواف اسی طرح کرتے ہیں جس طرح پہلے کر چکے ہوتے ہیں۔ یہ حج کا اہم فریضہ ہے اس کے بغیر حج نہیں ہو گا۔ طواف اور صفا و مروہ کی سعی سے فارغ ہو کر حاجی دوبارہ منیٰ پہنچتے ہیں اور ۱۱، ۱۲، ۱۳ کو تین دن رمی کرنے کے بعد مکہ معظّمہ واپس جاتے ہیں اور آخری مرتبہ ایک الوداعی طواف کر کے واپس لوٹتے ہیں۔ حج تو مکمل ہو چکا مگر چونکہ مدینہ منورہ مکہ معظّمہ سے ۲۸۰ میل کے فاصلے پر ہے۔ یہاں رسول کریم ﷺ کا روضہ مبارک ہے۔ اس لئے حاجی محبوب خدا، جد الحسن والحسین، ابی القاسم، فخر موجودات، وجہ تخلیقِ کائنات، مراد المشتاقین، شمس العارفین، سراج السالکین محمد رسول اللہ ﷺ کے حضور ہدیۃً، تحفۃً، محبت، خلوص، پیار اور ذوق و شوق کے ساتھ عقیدت و احترام کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے عاجزانہ و نیاز مندانہ سلام عرض کرنے کے لئے مدینہ طیبہ کا رخ رکتے ہیں۔ درود و سلام کے ترانے زبانوں پر ہوتے ہیں اور دلوں میں عشق و محبت کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا

Marfat.com

ہوتا ہے لیکن جب فخرِ کونین، سردارِ کائنات ﷺ کے شہر مبارک اور مسجد نبوی میں داخل ہوتے ہیں تو سر عاجزی سے جھکا ہوا ہوتا ہے، آنکھیں پرنم ہوتی ہیں، زبانیں درود شریف سے تر ہوتی ہیں۔ ادب و احترام کو حد درجہ تک پیشِ نظر رکھا جاتا ہے تا کہ شریعت مطہرہ کے خلاف کوئی ایسا فعل سرزد نہ ہو جو آقا کو ناگوار گزرے۔ پھر تسبیح و نوافل پڑھنے، جنت البقیع میں فاتحہ خوانی کرنے اور دیگر صحابہ و اولیاء کرام کی قبور پر حاضر ہو کر فاتحہ پڑھنے اور دعائیں کرنے کے بعد رحمت اللعالمین ﷺ سے واپسی کی اجازت لیتے ہیں تو روزہ پاک سے فرقت کو برداشت نہ کرنے کے باعث زار و قطار روتے ہوئے اور درود شریف پڑھتے ہوئے حاجی گھروں کو لوٹتے ہیں۔

حضرت علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخشؒ نے کشف المحجوب میں فرمایا ہے کہ ایک دن ایک شخص حضرت جنید بغدادیؒ سے ملنے آیا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حج سے واپس آیا ہے۔ انہوں نے اس سے پوچھا کہ ”کیا جب سے تم حج کے لئے گھر سے نکلے، گناہوں سے بھی مجتنب ہو؟ اس نے نفی میں جواب دیا۔ یہ سن کر جنیدؒ نے کہا ”تم نے سفر ہی نہیں کیا۔“ پھر پوچھا ”دورانِ سفر میں جب تم کسی سرائے میں شب گزارنے کے لئے مقیم ہوئے تو تم نے اس رات کوئی مقامِ قرب طے کیا؟“ اس نے کہا ”نہیں“ جنیدؒ نے کہا تو تم نے منزل بمنزل سفر طے نہیں کیا۔“ پھر پوچھا ”جب تم نے احرام باندھا تو سابقہ لباس کے ساتھ ساتھ انسانی صفات مثلاً تکبر، بغض، حسد، حرص و طمع کو بھی دور کیا“؟ اس نے کہا ”نہیں“۔ جنیدؒ نے کہا ”تو تم نے احرام ہی نہیں باندھا۔“ پھر پوچھا ”جب تم نے عرفات کے میدان میں وقوف کیا تو مراقبہ ذاتِ باری کیا؟“ اس نے کہا ”نہیں“۔ جنیدؒ نے کہا ”تو تم نے وقوف ہی نہیں کیا“۔ پھر پوچھا ”جب تم مزدلفہ گئے اور دلی آرزو حاصل کی تو تمام نفسانی خواہشات سے قطع تعلق کیا؟“ اس نے کہا ”نہیں“۔ جنیدؒ نے کہا ”تو تم نے مزدلفہ ہی نہیں

Marfat.com

دیکھا''۔ پھر پوچھا''جب تم نے خانہ کعبہ کا طواف کیا تو جمالِ ذاتِ باری کا مشاہدہ کیا''؟ اس نے کہا''نہیں''۔ جنیدؒ نے کہا''تو تم نے سرے سے طواف ہی نہیں کیا'' پھر پوچھا جب تم نے صفا اور مروہ کے درمیاں سعی کی تو مقامِ صفاء حاصل کیا یا نہیں؟'' اُس نے کہا''نہیں'' جنیدؒ نے کہا''تو تم نے سعی کی ہی نہیں۔'' پھر پوچھا''جب تم منیٰ میں آئے تو تم نے اپنی نفسانی خواہشات کو قربان کیا؟'' اس نے کہا''نہیں'' جنید نے کہا''تو تم منیٰ میں گئے ہی نہیں اور قربانی بھی نہیں کی۔'' پھر پوچھا''جب تم نے رمی جمار کی تو ان کنکریوں کے ساتھ اپنی نفسانی خواہشات کو بھی دل سے نکال کر دور پھینکا؟'' اس نے کہا''نہیں''۔ جنیدؒ نے کہا''تو تم نے رمی بھی نہیں کی اور حقیقت یہ ہے کہ تم نے سرے سے حج ہی نہیں کیا۔ واپس جاؤ اور دوبارہ حج کرو جس طرح میں نے بتایا ہے تا کہ مقامِ ابراہیمؑ حاصل کر سکو۔''

Marfat.com

معرفتِ زکوٰۃ

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ (سورۃ البقرہ۔ آیت ۱۱)

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔

زکوٰۃ کے لغوی معنی پاکیزگی کے ہیں اور یہ شریعت میں مال کے اس حصے کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں اس کے بتلائے ہوئے طریقوں کے مطابق نادار لوگوں کو دیا جاتا ہے۔ یہ مالی عبادت ہر ایسے عاقل بالغ اور آزاد مسلمان پر فرض ہے جس کی ملکیت میں ایک سال تک مال بقدرِ نصاب موجود رہے یعنی جس کے پاس ساڑھے سات تولے سونا یا ساڑھے باون تولے چاندی یا اس کی مالیت کے برابر نقدی یا سامان تجارت ضروریات سے زائد ہو اور اس پر سال گزر جائے تو اس کا چالیسواں حصہ یا اڑھائی فیصد بطور زکوٰۃ دینا فرض ہے۔ اس کے علاوہ زمین کی پیداوار تھوڑی ہو یا بہت جونہی فصل تیار ہو جائے زکوٰۃ کی ادائیگی لازم ہو جاتی ہے۔ نہری اور چاہی زمین سے بیسواں حصہ اور بارانی زمین سے دسواں حصہ زکوٰۃ فرض ہے۔ اس میں سال کا گزرنا شرط نہیں۔ مویشیوں اور جانوروں پر بھی زکوٰۃ فرض ہے۔ بھیڑ بکریوں کا نصاب کم از کم چالیس، بھینسوں اور گائیوں کا کم از کم تیس اور اونٹوں کا کم از کم پانچ مقرر ہے۔ گھر کے استعمال کی اشیاء مثلاً کپڑے، فرنیچر، سواری کے جانور، سائیکل، موٹر، اوزار، ہتھیار، ذاتی کتب خانہ اور رہن شدہ جائیداد میں سے زکوٰۃ ادا کرنا فرض نہیں ہے۔ وہ شخص جس پر اتنا قرض ہو کہ اس کے ادا کرنے کے بعد اس کے پاس نصاب جتنا مال باقی نہ رہے اس پر بھی زکوٰۃ لازم نہیں ہے۔ قرآن حکیم نے زکوٰۃ کے مصارف خود گنوائے ہیں۔ زکوٰۃ فقیروں، مسکینوں، زکوٰۃ جمع کرنے والے سرکاری ملازمین، مسافروں، قرض داروں اور اللہ کی راہ میں لڑنے والوں کا حق ہے۔ اس کے علاوہ زکوٰۃ کے حقدار وہ لوگ ہیں جو غلامی میں جکڑے ہوئے ہوں اور مالکوں کو رقم ادا کر

Marfat.com

کے آزاد ہونا چاہتے ہوں۔ اپنے بیٹے، بیٹی یا ان کی اولاد کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ اسی طرح اولاد بھی اپنے باپ، دادا یا نانا وغیرہ کو زکوٰۃ نہیں دے سکتی۔ بیوی شوہر کو اور شوہر بیوی کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا۔ اہل بیت کو زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی۔ زکوٰۃ میں کسی کو مالک بنانا ضروری ہے اس لئے مسجد کی تعمیر، مردے کے کفن وغیرہ میں زکوٰۃ کا روپیہ لگانا جائز نہیں۔ جہاں تک ہو سکے زکوٰۃ کے حقدار رشتہ داروں، پڑوسیوں اور آس پاس کے رہنے والوں میں یہ زکوٰۃ تقسیم کرنی چاہیے۔ بلا وجہ دور دراز مقامات پر زکوٰۃ کا مال بھیجنا جائز نہیں۔

زکوٰۃ کی فرضیت تہذیب نفس، اصلاح اخلاق اور نفع آخرت کے لئے ہے۔ یہ عبادت بخل، کمینہ پن، لالچ اور خود غرضی وغیرہ بری صفات سے جو کہ باہمی عداوت و بغض، حسد و دشمنی، ظلم، فتنوں اور جنگوں کا باعث بن سکتی ہے سے انسان کو باز رکھتی ہے۔ قرآن مجید نے فرمایا کَیۡ لَا یَکُوۡنَ دُوۡلَۃًۢ بَیۡنَ الۡاَغۡنِیَآءِ مِنۡکُمۡ ط (سورۃ الحشر۔ آیت ۷)

یعنی ایسا نہ ہو (کہ) مال و دولت تم میں سے صرف دولتمندوں میں (محصور ہو کر) رہ جائے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو یمن کا عامل مقرر کرتے وقت زکوٰۃ کے اس مقصد کی یوں وضاحت فرمائی۔ تُؤۡخَذُ مِنۡ اَغۡنِیَائِھِمۡ فَتُرَدُّ اِلٰی فُقَرَائِھِمۡ

یعنی اے معاذ! زکوٰۃ (اہل یمن کے) دولت مندوں سے وصول کی جائے اور ان کے محتاج افراد میں لوٹائی جائے۔

مختصر یہ کہ زکوٰۃ سے دولت کی گردش صرف امراء کے طبقے تک محدود نہیں رہتی بلکہ غرباء بھی اس سے مستفید ہوتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں امراء غرباء کے ہمدرد ہو جاتے ہیں اور غرباء امراء سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ اس طرح باہمی طبقاتی

Marfat.com

کشمکش پیدا نہیں ہوتی اور امت مسلمہ میں اقتصادی توازن قائم رہتا ہے۔ زکوۃ معاشرتی برائیوں اور باہمی فتنوں کا قلع قمع کر دیتی ہے۔ زکوۃ ایمان کی نشانی اور قومی زندگی کا ذریعہ ہونے کے ساتھ ساتھ سلطنت کے استحکام، انسانی فلاح، اسلامی تہذیب وتمدن کی بقا اور ترقی کا اہم سبب ہے۔

Marfat.com

معرفتِ دعا

جب انسان پر صفت الرحمٰن صفت الھادی کی شکل میں یعنی رحمت ہدایت بن کر نازل ہوتی ہے تو اسے شریعت کی پابندی کی ہدایت اور توفیق نصیب ہوتی ہے۔ سب سے پہلے خوف اور ساتھ ہی شوق پیدا ہوتا ہے۔ خوف تو صفت الھادی کی برق ھُدا کا مظہری پہلو ہے جس کے قلب پر گرنے سے قلب کا خلقی پہلو برق کی تاب نہ لاتے ہوئے کانپ اٹھتا ہے اور نفس غفلت کی نیند سے بیدار ہو جاتا ہے۔ خلقی پہلو سے مراد یہ ہے کہ انسان کے قلب کا ایک پہلو عالمِ خلق سے پیدا کیا گیا ہے جو غفلت میں پھنس جاتا ہے اسے غفلت کی نیند سے بیدار کرنے کے لئے برق ھُدا ڈالا جاتا ہے۔ دوسرا پہلو روح سے متعلق ہے یہ عالمِ امر سے ہے۔ شوق صفت الرحمٰن کا مظہری پرتو ہے جو برق ھُدا کے ساتھ ہی قلب کے امری پہلو پر نازل ہوتا ہے یہ قلب کے خلقی پہلو کی گھبراہٹ اور خوف جو برق ھُدا سے پیدا ہوتا ہے اسے ختم کرتا ہے نیز عالمِ امر و روحی تاثرات سے تسکین بخش کر قلب کے خلقی پہلو (نفس) کو عبدیت کے لئے آمادہ کرتا ہے۔ یعنی کہ ذات باری تعالیٰ انسان کے قلب میں خوف کے ساتھ ساتھ شوق پیدا کر دیتے ہیں خوف سے انسان کی عبدیت اور معرفت کی تکمیل ناممکن ہے۔ خوف سے سراسر گھبراہٹ ہی گھبراہٹ ہوتی ہے۔ خوف اس لئے پیدا کیا جاتا ہے کہ انسان آئندہ معصیت سے بچے اور اعمالِ صالحہ کی طرف راغب ہو۔ لیکن شوق سے ذات کا قرب حاصل کرنے کا حوصلہ اور ہمت بڑھتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ خوف کا مقصد شوق کے ذریعہ معرفت و قربِ ذات حاصل کرنا ہے جو عبدیت کی انتہا ہے۔ چونکہ شریعت کے ایک طرف خوف اور دوسری طرف شوق ہے۔ اس لئے خوف اور شوق دونوں انسان کے قلب میں جمع ہو کر شریعت کی تکمیل عبدیت کی انتہائی شکل میں ظاہر کرتے ہیں۔

Marfat.com

شوق کا تعلق روح سے ہے اور خوف کا تعلق نفس سے ہے۔ انسانی قلب میں روح عالمِ امر سے اور نفس عالمِ خلق سے کمال جامعیت کے ساتھ جمع کر دیئے گئے ہیں۔ روح کا یہ روحی تقاضا ہے کہ ذات کی طرف رجوع کرے اور نفس کا نفسی تقاضا ہے کہ غیر اللہ کی طرف رغبت رکھے۔ روح کو موت نہیں البتہ نفس موت کا ذائقہ چکھتا ہے۔ جب نفس کو موت واقع ہو جائے تو روح نفس سے جدا ہو کر اپنی اصل کی طرف چلی جاتی ہے اور جسم بے حس رہ جاتا ہے۔ یہ دنیا کی نظروں میں جسم کی موت ظاہر ہوتی ہے حالانکہ جسم کچھ نہیں یہ تو صرف نفس اور روح کے خلقی ڈھانچہ پر پردہ ہے۔ چونکہ روح کی ترقی نفس کی مزاحمت میں ہے اس لے نفس اگر نہ رہے تو ترقی کیسے ہو گی؟ فرشتے اور انسان میں یہی بڑا فرق ہے۔ فرشتہ ذات کے عینی مشاہدہ سے بھی فیضیاب ہے لیکن انسان اسکے برعکس ذات کا مشاہدہ اس کی صفات اور قدر کے ذریعے بالواسطہ کرتا ہے۔ فرشتہ کی ترقی قرب بند ہے اور انسان کی ترقی قرب لگاتار ہے۔

بقول شاعر

ے فرشتے سے بہتر ہے انسان بننا
مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

بقول شاعر

ے فرشتہ مجھ کو کہنے سے میری تحقیر ہوتی ہے
میں مسجودِ ملائک ہوں مجھے انساں ہی رہنے دو

دعا، خلوص، یقین اور صبر کا خوف اور شوق سے گہرا تعلق ہے۔ دعا کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں خلوص ہو اور پھر ذاتِ باری تعالیٰ سے اس کی قبولیت کا یقین بھی ہو کہ دعا ضرور قبول ہو جائے گی۔ اسکے علاوہ یقین کے ساتھ ساتھ صبر بھی ہونا ضروری ہے کہ قبولیت دینی و دنیوی آثار میں جلد یا دیر بعد ظہور پذیر ہو گی لیکن اگر صبر نہ

Marfat.com

ہوگا اور خلوص ویقین موجود ہوں گے تب بھی بے صبری سے نفس غالب آجائے گا جس سے بے چینی پیدا ہو جائے گی اور اس طرح نفس خلوص ویقین میں خلل ڈالے گا۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ دعا، خلوص، یقین اور صبر کا باہمی تعلق پر اسرار ہے۔ ان سب کا تعلق خوف اور شوق سے اتنا ہی گہرا ہے جتنا ان کا آپس میں تعلق پر اسرار ہے۔ دعا، خلوص، یقین اور صبر کا خوف اور شوق سے یوں تعلق ہے کہ دعا اور خلوص خوف کے ساتھ نفس کی طرف سے ذاتِ خداوندی کے حضور گریاں ہوتے ہیں اور یقین وصبر، شوق کے ساتھ روح کی طرف سے دربارِ خداوندی میں مددگار بنتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ذاتِ خداوندی کے دربار میں نفس کے تحت دعا اور خلوص تو خوف کے ساتھ کھڑے ہیں لیکن دوسری طرف روح کے تحت یقین اور صبر، شوق کے ساتھ کھڑے ہیں۔ اس مقام پر یہ سب مل کر عبدیت کی ایک تکمیلی شکل میں پیش ہوتے ہیں۔ اب دعا عبدیت بن چکی ہے تو عبدیت کو قبولیت کیوں نہ ہوگی۔

دعا کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ دنیا کی بہبودی اور آخرت کی بہبودی۔ نیز دعا دو فریقوں سے ہوتی ہے مومن سے یا کافر سے۔ مومن کی دعا دنیا و آخرت کے لئے عبدیت ہے اور کافر کی دعا دنیا و آخرت دونوں کے لئے کفریت ہے۔ دعا کی قبولیت کا یقین یوں ثابت ہوتا ہے کہ انسانی قلب پر صفت الرحمٰن سے صفت الھادی کا ظہور ہدایت میں اور ہدایت کا ظہور خوف کی شکل میں ہوتا ہے۔ ذات خود اس معاملہ میں کارفرما ہوتی ہے کہ بندہ کو ہدایت ہو۔ جب ہدایت سے انسانی قلب میں خوف پیدا ہوتا ہے تو خوف ہی شوق کے ذریعے عبدیت کی شکل میں ذات کے سامنے پیش ہوتا ہے۔ اس وقت ذاتِ باری تعالیٰ اپنی رحمت کو انسانی عبدیت میں ملاحظہ کرتی ہے۔ اب سوچیں کہ ذات اپنی رحمت کو جو انسانی عبدیت میں پیش ہوتی ہے کس طرح قبول نہ کرے۔ یہ تو ذات کی رحمت ہی تھی کہ ہدایت ملی اور ہدایت سے خوف پیدا ہوا اور

Marfat.com

خوف سے انسان نے معصیت سے توبہ کی اور توبہ کے ساتھ شریعت کی پابندی شروع کی اور شریعت کو عبدیت بنایا تو دوسرے لفظوں میں رحمت سے آغاز ہوا اور عبدیت پر ختم ہوا یا یوں کہیں کہ رحمت عبدیت بن گئی۔ جب عبدیت جو اصل میں ذات کی رحمت سے پیش کی گئی تو رحمت، ذات کی رحمت سے کیوں واصل نہ ہو۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دعا قبول ہو جاتی ہے۔ جتنا کسی کی عبدیت میں خلوص، یقین اور صبر ہو گا اسی مناسبت سے اسے دربارِ خداوندی میں اجابت و قبولیت نصیب ہو گی۔
بقول شاعر

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از درِ حق بہرِ استقبال می آید

دعا کی قبولیت کبھی تو فوری طور پر اور کبھی دیر سے واقع ہوتی ہے۔ اس میں بھی خدائی راز ہے۔ مومن کی دعا آخرت کے لئے ہے لہٰذا جب آخرت آئے گی تو اس کی دعاؤں کا اظہارِ قبولیت ہو گا۔ مومن کی دنیا کی بہبودی کی دعاؤں کی قبولیت ایک راز کے تحت کبھی جلد اور کبھی دیر سے ظاہر ہوتی ہے۔ مومن کی دعاؤں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس دنیا میں اسے تسکینِ قلب حاصل ہوتی ہے۔ یہ قبولیت نہیں تو اور کیا ہے؟ دنیا کے عیش و آرام حاصل کرنے کا مقصد بھی تو یہی ہوتا ہے کہ قلبی تسکین نصیب ہو۔ چونکہ مومن کو یہ نعمتِ غیر مترقبہ حاصل ہے اس لئے اس کی دنیا کی بہبودی کی دعاؤں کی قبولیت تو ہو چکی ہے۔ اس کے برعکس کافر کی دنیا کی بہبودی کی دعاؤں کی قبولیت ان کی خواہشات کے حصول تک محدود ہے نیز انہیں قلبی تسکین حاصل نہیں۔ جسے مال و دولت سے قلبی تسکین نہیں اس کے لئے مال و دولت کسی کام کا نہیں ہوتا۔ کافر کو اس دنیا میں مال و دولت کا حاصل ہونا اس کے لئے بڑی آزمائش اور امتحان کا مقام ہے۔ دولت کی فراہمی سب پریشانیوں کی جڑ ہوتی ہے اس لئے ذات کافر کو ڈھیل دے کر

Marfat.com

مزید آزمائش میں ڈالتی ہے۔ ذات اللہ رحمٰن ہے لیکن صرف مومنوں کے لئے نہیں بلکہ تمام مخلوقات کے لئے جن میں کافر بھی شامل ہیں۔ ذات کی الرحمٰن صفت مومن کے لئے صبر، شکر، عبادت، تسکین قلب اور معرفت ذات کی شکل میں عیاں ہوتی ہے۔ لیکن وہ کافر کے لئے بےصبری، گمراہی، دولت کی فراہمی، ظلمت، عیاشی، پشیمانی اور سب سے بڑھ کر ذات اللہ سے بُعد کی شکل میں عیاں ہوتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ دعا عبادت کا مغز ہے اور دعا کرنا عبدیت ہے۔

Marfat.com

تذکرہ مشائخ سلسلہ

نقشبندیہ ، مجددیہ ، ربانیہ

Marfat.com

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

بزمِ کونین سجانے کے لئے آپؐ آئے
شمعِ توحید جلانے کے لئے آپؐ آئے
ایک پیغام جو ہر دل میں اجالا کر دے
ساری دنیا کو سنانے کے لئے آپؐ آئے
ایک مدت سے بھٹکتے ہوئے انسانوں کو
ایک مرکز پہ بلانے کے آئے آپؐ آئے
ناخدا بن کے ابلتے ہوئے طوفانوں میں
کشتیاں پار لگانے کے لیے آپؐ آئے
قافلے والے بھٹک جائیں نہ منزل سے کہیں
دور تک راہ دکھانے کے لئے آپؐ آئے
چشم بیدار کو اسرارِ خدائی بخشے
سونے والوں کو جگانے کے لئے آپ آئے

(ساغر صدیقی)

سید المرسلین، خاتم النبین، شفیق المذنبین، رحمت اللعالمین، محبوب ستار، بشیر غفار، نذیرِ جبار، حبیب کردگار، دانے سبل، ختم الرسل، مولائے کل، رہبرِ کامل، غمخوارِ بیکساں، غمگسارِ بے بساں، بے سہاروں کے سہارا، بے چاروں کے چارہ گر، غریبوں کے حامی، یتیموں کے والی، غلاموں کے مولا، تاجدارِ عرب وعجم، فخرِ آدم و بنی آدم، حق و انصاف کے پیکر، باطل کے لئے زہرِ قاتل، مضبوط ارادوں کے پہاڑ، علم وفراست کے سمندر، ہمت و بہادری کے مجسمہ، جودوسخا کے سورج، نیکی و بھلائی کے آسمان، محسنِ ممکنات، روح موجودات، باعثِ تخلیقِ کائنات، مونسِ انسانیت، ہمدردِ آدمیت،

Marfat.com

معدنِ شرافت، گنجینۂ نجابت، خزینۂ الفت، منبع عنایت، کنزِ سخاوت، گلستانِ علمیت، بوستانِ حکمت، دبستانِ فصاحت، چمنستانِ بلاغت، غنچہ لطافت، کتابِ محبت، معلم متانت، بحرِ فراست، ابرِ رحمت، سایۂ عاطفت، سرِ وحدت، جوہرِ صداقت، چراغِ ہدایت، قمرِ سعادت، ماہِ نبوت، مہرِ رسالت، شمسِ جلالت، بدرِ عدالت، برھانِ الوہیت، شانِ ربوبیت، نورِ بصیرت، ظہورِ عظمت، کمالِ رفعت، جمالِ فضیلت، جلالِ قدرت، مخزنِ شریعت، قلزمِ طریقت، آئینۂ معرفت، نجمِ حقیقت، قندیل نورانی، دلیل سبحانی، تفصیل قرآنی، تکمیل ایمانی، رمزِ حقانی، تنویر رحمانی، تدبیر ربانی، سرِ یزدانی، سیاحِ لامکانی، اما الانبیاء، اشرف الاصفیاء، افضل الاتقیاء، عظیم الرجا، عمیم الجود والعطاء، حبیب کبریا، احمدِ مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی حقیقت اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تخلیق فرمائی۔ اس وقت کائنات نہ تھی، کچھ نہ تھا، نہ لوح وقلم، نہ عرب وعجم، نہ جنت ونار، نہ آتش وگلزار، نہ سماک، نہ سمک، نہ افلاک، نہ فلک، نہ حور، نہ ملک، نہ شمس، نہ قمر، نہ شجر، نہ حجر، نہ برگ، نہ ثمر، نہ بحر، نہ بر، نہ خشک، نہ تر، نہ جن، نہ بشر، نہ جمادات، نہ نباتات، نہ حیوانات، نہ معدنیات، نہ بلبل، نہ چہل، نہ غنچہ، نہ چٹک، نہ پھول، نہ مہک، نہ گلزار، نہ بہار، نہ لیل، نہ نہار، نہ مشرق، نہ مغرب، نہ شمال، نہ جنوب، نہ فوق، نہ تحت، نہ ادھر، نہ ادھر، نہ کدھر، نہ جدھر، نہ ہواؤں کے فراٹے، نہ فضاؤں کے سناٹے، نہ میکدے کی چھلبل، نہ ساغر کی ہلچل، نہ رندوں کی افتاد، نہ زاہدوں کی فریاد، نہ گنگا کی موجیں، نہ جمنا کی لہریں، نہ سوز، نہ ساز، نہ پیچ، نہ تاب، نہ تیغ، نہ آب، نہ حسن، نہ کمال، نہ زیب، نہ جمال، نہ ریب، نہ وبال، نہ زمیں، نہ زماں، نہ مکیں، نہ مکاں، نہ چنیں، نہ چناں، نہ بلندی، نہ پستی، نہ جنوں، نہ مستی، نہ قریہ، نہ بستی، نہ آدم، نہ ہستی بس ایک خالقِ کائنات تھا جس نے حقیقتِ محمدیؐ کی تخلیق فرمائی جسے روحِ اعظم، روحِ مصطفیؐ، برزخِ کبریٰ، رحمتِ مصورہ نازلہ، مظہرِ صفاتِ ذات اور سرِ ذاتِ اقدس کہتے ہیں۔

Marfat.com

بقول شاعر

فرشتہ تھا، نہ آدم تھے، نہ ظاہر تھا خدا پہلے
بنے ساری خدائی میں محمد مصطفیٰ ؐ پہلے

بقول مرشدمؒ

روحِ اعظم ہست روح مصطفیٰؐ
برزخِ کبریٰ محمد مصطفیٰؐ
سرِ ذات است مظہرِ جملہ صفات
ذاتِ پاکش رحمت للکائنات

بقول اقبال

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں ، وہی فرقاں ، وہی یٰسین ، وہی طٰہٰ
وہ دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیِ سینا

جب جزیرہ نمائے عرب کو کفر و شرک، گناہ و عصیاں، ظلم و ستم اور سرکشی و بغاوت کے سیاہ بادل اپنی لپیٹ میں لے چکے تھے۔ اخلاقی اور روحانی اقدار کھو چکی تھیں، ظلم و ستم اور جور و جفا کا بازار گرم تھا۔ جھوٹ، فریب اور دغا بازی رواج پا گئی تھیں۔ حیا اور غیرت مٹ گئی تھیں۔ جھگڑے، تنازعے اور فتنہ و فساد کی جڑیں مضبوط ہو گئی تھیں۔ معاشرہ خودسر، خود پسند، خودنما اور خودغرض بن گیا تھا۔ انسان بے راہ روی اور گمراہی کی بھول بھلیوں میں بھٹکتا پھرتا تھا۔ انسان بے بسی اور بیکسی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ انسان خدائے ذوالجلال کی مقرر کردہ حدوں کو پھلانگ چکا تھا۔ اس کی بتائی ہوئی سیدھی راہ سے ہٹ کر خود ساختہ الٹی راہ پر چل پڑا تھا۔ ستاروں پر کمندیں

Marfat.com

ڈالنے والے جوان اپنی کمندوں کو لپیٹ چکے تھے۔ ظلم کا ہاتھ جھٹکنے والے بہادر خود ظالم بن گئے تھے۔ شرم و حیا کے پیکروں نے عزت کے جامہ کو اتار پھینکا تھا۔ عصمت و عفت کے متوالے بھیڑیئے اور لٹیرے بن گئے تھے۔ گناہوں کو دیکھ کر آسمان پر لرزہ طاری ہو گیا۔ انسانیت کے باغ میں محبت و پیار کے پھولوں کے ساتھ حسد و بغض کے کانٹے اگنے لگے، بادِ سموم کے جھکڑ چلنے لگے،. بجلیاں کڑکنے لگیں، زلزلے آنے لگے، پتھروں کی بارشیں ہونے لگیں، وحشت اور درندگی کے طوفان اٹھنے لگے، ذلت و رسوائی کے بازار گرم ہونے لگے اور عزت و ناموس کے سودے ہونے لگے۔ اس وقت تلوار کے زور پر ایک دوسرے کو غلام بنایا جاتا تھا۔ ہلاکت و تباہی ایک مشغلہ اور کھیل سمجھا جاتا تھا۔ دغا و فریب کو فن اور ہنر تصور کیا جاتا تھا۔ انسانیت بگڑ کر حیوانیت کا روپ دھار چکی تھی۔ ہر طرف غصب و غارتگری کا دور دورہ تھا۔ لوگوں کے جذبات اس قدر مشتعل اور بے قابو ہو چکے تھے کہ ذرا ذرا سی بات پر قبائل میں خون کی ندیاں بہا دی جاتی تھیں۔ انسان ایک کوہِ آتش فشاں کی مانند تھا جس سے ہر لحہ بغض و عناد کی آگ اور دشمنی و عداوت کا لاوا نکلتا رہتا تھا۔ ضعیفوں اور کمزوروں کے حقوق پامال کئے جاتے تھے۔ عورت کو جنسِ بازاری سمجھ کر کٹھ پتلی کی طرح نچایا جاتا تھا۔ غیروں کو خدا اور خدا کو غیر سمجھا جاتا تھا۔ خودی کا جذبہ اس قدر گھٹ چکا تھا کہ ہر بڑی چیز کے سامنے سجدہ کیا جاتا تھا۔ باپ بیٹے کے لئے تو باپ لیکن بیٹی کے لئے قاتل کی حیثیت رکھتا تھا۔

بقول شاعر

کہیں تھا مویشی چرانے پہ جھگڑا
کہیں گھوڑا آگے بڑھانے پہ جھگڑا
کہیں لبِ جو آنے جانے پہ جھگڑا
کہیں پانی پینے پلانے پہ جھگڑا

Marfat.com

یونہی روز ہوتی تھی تکرار ان میں
یونہی چلتی رہتی تھی تلوار ان میں
جو ہوتی تھی پیدا کسی گھر میں دختر
تو خوفِ شماطت سے بے رحم مادر
پھرے دیکھتی جب تھی شوہر کے تیور
کہیں زندہ گاڑ آتی تھی اس کو جا کر
وہ گود ایسی نفرت سے کرتی تھی خالی
جنے سانپ جیسے کوئی جننے والی

جب جہالت کے بادل گھنگور گھٹاؤں کی طرح اس جہان کو اپنی لپیٹ میں لے چکے تو اللہ تعالیٰ نے ایک ھادی، ایک رہبر، ایک مونس، ایک ہمدرد، ایک غمخوار ،ایک غمگسار، ایک محسن، ایک شفیق، اور ایک معلمِ اخلاق حضرت محمد ﷺ کی ولادت روز دوشنبہ بتاریخ ۱۲ ربیع الاول یعنی رفعِ عیسیٰؑ کے چھ سو سال بعد فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپؐ نے چالیس برس کے بعد اعلانِ نبوت فرمایا۔ نزول قرآن کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ مشرکینِ مکہ آپ کے بے حد مخالف ہو گئے مگر اللہ تعالیٰ نے ہر معاملہ میں آپ کی نگہبانی فرمائی۔

بقول شاعر

تیری صورت تیری سیرت تیرا نقشہ تیرا جلوہ
تبسم، گفتگو، بندہ نوازی، خندہ پیشانی
تیرے آنے سے رونق آ گئی گلزارِ ہستی میں
شریکِ حالِ قسمت ہو گیا پھر فضل ربانی

Marfat.com

بقول شاعر

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا
تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھرتھرا کے گر گیا

بقول شاعر

بن کے خیر الوریٰ آ گئے مصطفیٰ ہم گنہگاروں کی بہتری کیلئے
اک طرف بخششیں اک طرف رحمتیں کیسے کیسے انعام امتی کیلئے

جس کو جس سے محبت ہوتی ہے وہ اسی کے تذکرے کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوبؐ سے محبت ہے اسی لئے قرآن مجید میں نبی کریم ﷺ کا اس نے کئی جگہ تذکرہ فرمایا ہے۔ کبھی اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کے حسنِ بے مثال کا تذکرہ کرتا ہے، کبھی آپ کی وَاللَّیْل زلفوں کا تذکرہ کرتا ہے، کبھی آپؐ کے والضحیٰ چہرے کا تذکرہ کرتا ہے، کبھی آپؐ کے یٰسین کے پیارے دانتوں کا تذکرہ کرتا ہے، کبھی آپؐ کے اَلَمْ نَشْرَح کے پیارے سینے کا تذکرہ کرتا ہے، کبھی آپ کی وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی کی پیاری زبان کا تذکرہ کرتا ہے، کبھی آپ کی لَعَمْرُکَ کی پیاری جان کا تذکرہ کرتا ہے، کبھی غارِ ثور کا تذکرہ کرتا ہے، کبھی آپؐ کے شہر کا تذکرہ کرتا ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو سراپا باوقار و باکمال بنایا اس لیے بار بار آپ کا تذکرہ کرتا ہے۔ جب تقسیمِ مراتب کی باری آئی تو اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کو مختلف مراتب عطا فرمائے مثلاً حضرت آدمؑ کو صفی اللہ بنایا، حضرت نوحؑ کو نجی اللہ بنایا، حضرت ابراہیمؑ کو خلیل اللہ بنایا، حضرت اسمٰعیلؑ کو ذبیح اللہ بنایا، حضرت موسیٰؑ کو کلیم اللہ بنایا، حضرت عیسیٰؑ کو روح اللہ بنایا، لیکن میرے آقا کو محمد رسول اللہ بنایا، حبیب اللہ بنایا، سراج المنیر بنایا، رؤف الرحیم بنایا، سید المرسلین بنایا، رحمۃ للعالمین بنایا اور خاتم النبیین بنایا۔

Marfat.com

بقول شیخ سعدیؒ

؎ حسنِ یوسفؑ، دمِ عیسیٰؑ، ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

بقول اقبال

؎ رخِ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ کسی کی بزمِ خیال میں نہ دوکانِ آئینہ ساز میں

بقول شاعر

؎ رخِ مصطفیٰ وہ کتاب ہے جو محبتوں کا نصاب ہے
یہی پیشِ نظر رہے میرے یہی رات دن میں پڑھا کروں

بقول شاعر

؎ یوں تو سارے نبی محترم ہیں مگر سرورِ انبیاء تیری کیا بات ہے
رحمتِ دوجہاں اک تیری ذات ہے اے حبیب خدا تیری کیا بات ہے
روحِ کون و مکاں پر نکھار آ گیا سب کی بے چینیوں کو قرار آ گیا
مرحبا مرحبا ہر کسی نے کہا آمد مصطفیٰ تیری کیا بات
چار سو رحمتوں کی گھٹا چھا گئی جیسے گلشن میں فصل بہار آ گئی
دل کا غنچہ کھلا اسمِ اعظم ملا ذکرِ صلِ علیٰ تیری کیا بات ہے

اللہ تعالیٰ کے سب رسول نفسِ رسالت میں اور جملہ انبیاء نفسِ نبوت میں برابر ہیں لیکن مراتب، فضائل، کمالات، مقامات اور معجزات میں ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کو ایک وصف سے متصف فرمایا تو کسی کو دوسرے شرف سے مشرف فرمایا۔ جو مراتب و کمالات دیگر تمام انبیاء و رسل کو ایک ایک کر کے دیئے گئے وہ سب اپنی اعلیٰ ترین، افضل ترین اور اکمل ترین صورت میں نبی

Marfat.com

کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائے گئے۔ حضرت آدمؑ سے لیکر حضرت عیسیٰؑ تک تمام انبیاء کو اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کا مظہر بنایا لیکن اپنے محبوبؐ کو تمام صفاتِ جمالیہ، صفات جلالیہ، صفاتِ کمالیہ اور صفاتِ نوالیہ کا مظہر بناتے ہوئے برزخِ کبریٰ، رحمتِ مصورہ نازلہ اور سرِ ذاتِ اقدس بنا دیا جب ہی تو آپ کا اخلاق اعلیٰ، اخلاص اعلیٰ، گفتار اعلیٰ، کردار اعلیٰ، پیار اعلیٰ، وقار اعلیٰ، احسان اعلیٰ، عرفان اعلیٰ، سعادت اعلیٰ، تجارت اعلیٰ، استعانت اعلیٰ، استقامت اعلیٰ، سخاوت اعلیٰ، شرافت اعلیٰ، صداقت اعلیٰ، شجاعت اعلیٰ، صورت اعلیٰ، سیرت اعلیٰ، شریعت اعلیٰ، طریقت اعلیٰ، معرفت اعلیٰ، حقیقت اعلیٰ، نبوت اعلیٰ اور رسالت اعلیٰ۔

فاضل بریلویؒ نے فرمایا

۱؎ سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبیؐ
سب سے بالا و والا ہمارا نبیؐ
خلق سے اولیاء، اولیاء سے رسل
اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی
سارے اونچوں سے اونچا سمجھئے جسے
ہے اس اونچے سے اونچا ہمارا نبیؐ

۲؎ قربِ موسیٰؑ اور ہے قربِ محمدؐ اور ہے
طورِ سینا اور ہے عرشِ معلیٰ اور ہے
طور اور معراج کے قصے سے ہوتا ہے عیاں
اپنا جانا اور ہے ان کا بلانا اور ہے

شیخ المحققین حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ اپنی کتاب مدارج النبوت

Marfat.com

میں ایک روایت نقل فرماتے ہیں کہ حضرت جبرائیلؑ، حضرت عیسیٰؑ کی خدمت دو مرتبہ میں حاضر ہوئے، حضرت ادریسؑ کے پاس چار مرتبہ حاضر ہوئے، حضرت آدمؑ کے پاس بارہ مرتبہ حاضر ہوئے، حضرت ابراہیمؑ کی خدمت میں بیالیس مرتبہ حاضر ہوئے، حضرت موسیٰؑ کی خدمت میں ایک سو چار مرتبہ حاضر ہوئے اور میرے آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چوبیس ہزار مرتبہ حاضر ہوئے۔

بقول مولانا ظفر علی خان

دیکھی نہیں کسی نے اگر شانِ مصطفیٰؐ
دیکھے کہ جبرائیل ہے دربانِ مصطفیٰؐ
میرے ہزار دل ہوں تصدق حضورؐ پر
میری ہزار جان ہو قربانِ مصطفیٰؐ
رشتہ میرا خدا کی خدائی سے ٹوٹ جائے
چھوٹے مگر نہ ہاتھ سے دامانِ مصطفیٰؐ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربارِ مقدس میں چوبیس ہزار مرتبہ حاضر ہونے والا فرشتہ عرض کرتا ہے۔

قَالَ جِبْرَئِیْل عَلَیْهِ السَّلَامُ قَلَّبْتُ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا فَلَمْ اَرَ رَجُلاً اَفْضَلَ مِنْ مُحَمَّدٍ صلی الله علیه وسلم

جبرئیل نے عرض کی میں تمام مشارق اور تمام مغارب میں پھرا لیکن میں نے کوئی شخص حضرت محمدؐ سے افضل نہیں دیکھا۔ (انوارِ محمدیہ)

یعنی کہ جبرئیل نے تمام انبیاء کو دیکھا، تمام رسولوں کو دیکھا، تمام صحابہ کو دیکھا، تمام تابعین کو دیکھا، تمام ائمہ کرام کو دیکھا، تمام اغیاث کو دیکھا، تمام اقطاب کو دیکھا، تمام اوتاد کو دیکھا، تمام اخیار کو دیکھا، تمام ابرار کو دیکھا، تمام

Marfat.com

ابدال کو دیکھا، تمام مکتوبان کو دیکھا، تمام مفردان کو دیکھا، تمام محدثین کو دیکھا، تمام مفسرین کو دیکھا، تمام مفکرین کو دیکھا، تمام نقباء کو دیکھا، تمام نجباء کو دیکھا، تمام فضلاء کو دیکھا، تمام فقہاء کو دیکھا، تمام فصحاء کو دیکھا، تمام صلحاء کو دیکھا، تمام شہداء کو دیکھا، تمام فقراء کو دیکھا، تمام اولیاء کو دیکھا، تمام علماء کو دیکھا اور تمام انسانوں کو دیکھا لیکن کوئی شخص حضرت محمد ﷺ سے افضل نہیں دیکھا۔

بقول شاعر

؎ آفاقہا گردیدہ ام
مہرِ بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام
لیکن تو چیزے دیگری

بقول شاعر

؎ اب میری نگاہوں میں جچتا نہیں کوئی
جیسے میری سرکار ہیں ایسا نہیں کوئی
ان سا تو حسیں آنکھ نے دیکھا ہی نہیں
یہ شانِ لطافت ہے کہ سایہ نہیں کوئی

ساری کائنات خدا کی رضا چاہتی ہے۔ انبیاء خدا کی رضا چاہتے ہیں۔ تمام رسول خدا کی رضا چاہتے ہیں۔ زمین والے خدا کی رضا چاہتے ہیں۔ آسمان والے خدا کی رضا چاہتے ہیں۔ مشرق والے خدا کی رضا چاہتے ہیں۔ مغرب والے خدا کی رضا چاہتے ہیں۔ شمال والے خدا کی رضا چاہتے ہیں۔ جنوب والے خدا کی رضا چاہتے ہیں۔ فرش والے خدا کی رضا چاہتے ہیں۔ عرش والے خدا کی رضا چاہتے ہیں مگر خود خالقِ کائنات اپنے محبوب کی رضا چاہتے ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے۔

Marfat.com

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى (پ ۳۰)

ترجمہ: اے محبوب ہم آپ کو اتنا عطا فرمائیں گے کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

حدیثِ قدسی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

يَا مُحَمَّدُ كُلُّهُمْ يَطْلُبُوْنَ رِضَائِيْ وَ اَنَا اَطْلُبُ رِضَاكَ فِي الدَّارَيْنِ

(تفسیر کبیر ج ۴)

ترجمہ: ہر ایک میری رضا مندی کا طالب ہے اور میں دارین میں (اے محمدؐ) تیری رضا کا طالب ہوں۔

حضور ﷺ کی حیاتِ طیبہ کو پیشِ نظر رکھیں تو معلوم ہو گا کہ حضور ﷺ نے تمام زندگی تحتِ امرِ الٰہی بسر کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنی عطا کا دروازہ ہمیشہ کے لئے کھول رکھا تھا اور آپ کو راضی کرنے کے لئے آپ کی ہر خواہش پر لبیک کہا تھا۔ مثلاً حضورؐ نے اپنا قبلہ تبدیل کرنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے قبلہ تبدیل فرما کر اپنے محبوب کو راضی کر لیا۔ حضور ﷺ نے ڈوبتے ہوئے سورج کو پلٹنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے ڈوبتے ہوئے سورج کو واپس پھیر کر اپنے محبوب کو راضی کر لیا۔ حضور ﷺ نے اپنے قدم کی ایک ٹھوکر سے احد پہاڑ کا زلزلہ روکنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے زلزلہ روک کر اپنے محبوب کو راضی کر لیا۔ حضور ﷺ نے ابوجہل کی مٹھی میں بند کنکروں کو کلمہ پڑھانا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے ان کنکروں کو کلمہ پڑھا کر اپنے محبوب کو راضی کر لیا۔ حضور ﷺ نے درخت کو پیغام بھیج کر بلانا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے درخت کو آپؐ کے پاس پہنچا کر اپنے محبوب کو راضی کر لیا۔ حضور ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے آشوبِ چشم کو اپنے لعابِ دہن سے ٹھیک کرنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے آشوبِ چشم کو آپؐ کے لعاب دہن سے ٹھیک کر کے اپنے محبوب کو راضی کر لیا۔ حضور ﷺ نے غزوہ میں حضرت قتادہؓ کی نکلی ہوئی آنکھ کو دوبارہ

Marfat.com

نصب کر کے بینائی کے قابل بنانا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھ کی بینائی لوٹا کر اپنے محبوب کو راضی کر لیا۔ حضور ﷺ نے کنویں کے کھاری پانی کو اپنے لعاب دہن سے میٹھا کرنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے کھاری پانی کو آپؐ کے لعاب دہن سے میٹھا کر کے اپنے محبوب کو راضی کر لیا۔ حضور ﷺ نے ایک پیالہ دودھ سے ستر آدمیوں کو سیر کرنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے ایسا کر کے اپنے محبوب کو راضی کر لیا۔ نیز حضور ﷺ قیامت میں جب اپنے امتیوں کو بخشوانا چاہیں گے تو آپؐ کی شفاعت سے آپؐ کے امتیوں کو جنت میں بھیج کر اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو راضی کر لیں گے۔ (تحفۃ الواعظین)

بقول شاعر

؎ فترضٰی کی یہ پیاری پیاری صدا ہے
کہ ہو گا قیامت میں چاہا تمہارا

بقول شاعر

؎ خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

بقول شاعر

؎ تیری مرضی پا گیا سورج پھرا الٹے قدم
تیری انگلی اٹھ گئی ماہ کا کلیجا چر گیا
میں تیرے ہاتھوں کے صدقے کیسی کنکریاں تھیں وہ
جن سے اتنے کافروں کا دفعتاً منہ پھر گیا
کیوں جناب بوہریرہؓ تھا وہ کیسا جامِ شیر
جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ بھر گیا

Marfat.com

بقول شاعر

ہے مکاں تیرے لئے اور لا مکاں تیرے لئے
رونقِ بزم جہاں این و آن تیرے لئے
محفلِ ہستی کی جنسِ بیش قیمت ہے تو ہی
ہے سجائی زندگی نے یہ دوکاں تیرے لیے

بقول شاعر

نماز اچھی ، روزہ اچھا، حج اچھا، زکوٰۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ بطحٰی کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

ارشاد خالقِ کائنات ہے۔ وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم (پ ۲۹ القلم)
اور بیشک آپ عظیم الشان خلق کے مالک ہیں۔ حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے کسی نے خلق مصطفویؐ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنَ کہ حضور ﷺ کا خلق قرآن عظیم تھا۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو ہمارے لئے اسوۂ حسنہ بنایا۔ آپؐ کے اخلاقِ حسنہ کی بدولت دنیا کی تاریک اور مکدر فضا بقعۂ نور بن گئی اور ہر طرف رحمت کی بارشیں ہونے لگیں۔ آپؐ کے اخلاق کی نورانی کرنوں نے کائنات کے چپے چپے پر ضیاء پاشیاں کرتے ہوئے دلوں کی اندھیر کوٹھڑیوں میں شمع حق روشن کر دی اور جسم کے روئیں روئیں میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا دھیان رچا دیا۔ قرآن مجید جو ہمارے پاس اللہ کی کتاب ہے حضور ﷺ نے اپنے اقوال و اعمال سے اس کی وضاحت فرمائی ہے۔

یا یوں کہیئے کہ

Marfat.com

یہ قرآن صامت ہے
حضور ﷺ ناطق قرآن تھے

یہ قرآن چپ چاپ ہے
حضور ﷺ متکلمِ قرآن تھے

یہ قرآن ساکن ہے
حضور ﷺ مسکن قرآن تھے

یہ قرآن بوجھل ہے
حضور ﷺ حاملِ قرآن تھے

یہ قرآن لفظ ہے
حضور ﷺ معنیِ قرآن تھے

یہ قرآن متن ہے
حضور ﷺ تشریح قرآن تھے

یہ قرآن کنایہ ہے
حضور ﷺ تصریح قرآن تھے

یہ قرآن کتاب ہے
حضور ﷺ تفسیرِ قرآن تھے

یہ قرآن لباسِ کاغذ میں ہے
تفسیرِ قرآن لباس بشر میں تھی
قرآن کی سطریں کالی ہیں
تفسیرِ قرآن کی زلفیں کالی تھیں
قرآن کی بھی تلاوت ہوتی ہے

Marfat.com

رخِ مصطفیٰ ﷺ کی بھی تلاوت ہوتی تھی
قرآن کی تلاوت کرنے والا قاری بنتا ہے
رخِ مصطفیٰ ﷺ کی تلاوت کرنے والا صحابی بنتا ہے
قرآن بھی منزلِ یقین کا رہبر ہے
حضور ﷺ بھی منزلِ یقین کے رہبر ہیں
یقین سازِ زندگی بھی ہے اور رازِ بندگی بھی
یقین معراجِ انسانی بھی ہے اور حقیقتِ ایمانی بھی
یقین مشاہدہ ربانی بھی ہے اور ذوقِ عرفانی بھی
یقین ہی بندے کو نادانی سے شعور تک،

بے ذوقی سے سرور تک، ظلمت سے نور تک اور غیب سے حضور تک لے جاتا ہے۔ اور یقین ہی قال سے حال تک، فراق سے وصال تک، حجاب سے جمال تک، ظلال سے صفات تک اور صفات سے ذات تک پہنچاتا ہے۔

قرآن بھی طیب و طاہر ہے اور حضور ﷺ بھی طیب و طاہر ہیں۔ قرآن مصدرِ ہدایت ہے اور حضور ﷺ معلمِ ہدایت ہیں۔ جب ہی تو دونوں کی تعلیم ایک، دونوں کی تقریر ایک، دونوں کی تدبیر ایک، دونوں کی تاثیر ایک، دونوں کی منزل ایک، دونوں کا محمل ایک، دونوں کا مرکز ایک، دونوں کا محور ایک، دونوں کی تمنا ایک، دونوں کی رضا ایک، دونوں کی منشا ایک، دونوں کا مدعا ایک، دونوں کا آئین ایک، دونوں کا منشور ایک، دونوں کا قانون ایک اور دونوں کا دستور ایک۔ بقول شاعر

؎ قولِ حق قرآن ہے قولِ پیغمبر ہے حدیث
اہلِ دل کے واسطے تقریر ہے دونوں کی ایک

Marfat.com

اس نے پھیرا دل، تو اس نے دعوتِ اسلام دی
وہ خدا اور یہ نبی، تدبیر ہے دونوں کی ایک

پس معلوم ہوا کہ قرآن عظیم ہے اور حضور ﷺ معظم ہیں۔ قرآن مبین ہے اور حضور ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں۔ قرآن شفاء للمومنین ہے اور حضور ﷺ شفیع المذنبین ہیں۔ قرآن ہدیً للمتقین ہے اور حضور ﷺ امام المتقین ہیں۔ قرآن ہدیً للناس ہے اور حضور ﷺ کافۃ للناس ہیں۔ قرآن بھی لاشریک ہے اور حضور ﷺ بھی لاشریک ہیں۔ قرآن بھی لاریب ہے اور حضور ﷺ بھی لاریب ہیں۔ قرآن بھی لازوال ہے اور حضور ﷺ بھی لازوال ہیں۔ قرآن بھی لاجواب ہے اور حضور ﷺ بھی لاجواب ہیں۔ قرآن بھی بے عیب ہے اور حضور ﷺ بھی بے عیب ہیں۔ قرآن بھی بے مثل ہے اور حضور ﷺ بھی بے مثل ہیں۔ قرآن کا بھی کوئی ثانی نہیں ہے اور حضور ﷺ کا بھی کوئی ثانی نہیں۔ قرآن کی نسبت حضور ﷺ سے ہے جب ہی تو جہاں حضور ﷺ تشریف لے جاتے وہیں قرآن کا نزول ہوتا۔ حضور ﷺ غار میں گئے تو قرآن غار میں نازل ہوا، حضور ﷺ پہاڑ پر گئے تو قرآن پہاڑ پر نازل ہوا، حضور ﷺ بازار میں گئے تو قرآن بازار میں نازل ہوا، حضور ﷺ بدر میں گئے تو قرآن بدر میں نازل ہوا، حضور ﷺ احد میں گئے تو قرآن احد میں نازل ہوا، حضور ﷺ خیبر میں گئے تو قرآن خیبر میں نازل ہوا، حضور ﷺ حنین میں گئے تو قرآن حنین میں نازل ہوا، حضور ﷺ طائف گئے تو قرآن طائف میں نازل ہوا، حضور ﷺ حجرہ عائشہؓ میں گئے تو قرآن حجرۂ عائشہؓ میں نازل ہوا، حضور ﷺ مسجد میں گئے تو قرآن مسجد میں نازل ہوا، حضور ﷺ منبر پر گئے تو قرآن منبر پر نازل ہوا، حضور ﷺ نماز میں ہیں تو قرآن نماز میں نازل ہوا، حضور ﷺ مکہ میں رہے تو قرآن مکہ میں نازل ہوا۔ حضور ﷺ مدینہ میں گئے تو قرآن مدینہ میں نازل ہوا۔ حضور ﷺ مکہ میں ہوں تو قرآن کی سورۃ مکی بن

Marfat.com

جاتی ہے۔ حضور ﷺ مدینہ میں ہوں تو قرآن کی سورۃ مدنی بن جاتی ہے۔ حضور ﷺ کے پیارے پیارے ہونٹ ملتے تھے تو قرآن بن جاتا تھا۔ قرآن عظمت کے لحاظ سے نسبت رسول ؐ سے وابستہ ہے۔ کائنات میں جو نمود ہے، جو شہود ہے، جو بناوٹ ہے، جو تناوٹ ہے، جو کھچاوٹ ہے، جو دکھاوٹ ہے، جو سجاوٹ ہے، جو ذوق ہے، جو شوق ہے، جو سوز ہے، جو ساز ہے، جو پیچ ہے، جو تاب ہے، جو تیغ ہے، جو آب ہے، جو حسن ہے، جو کمال ہے، جو زیب ہے، جو جمال ہے، جو نور ہے، جو سرور ہے، جو حضور ہے، جو وفور ہے، جو زندگی ہے، جو بندگی ہے، جو تابندگی ہے، جو پائندگی ہے، جو قوت ہے، جو جرأت ہے، جو ہمت ہے، اور جو حرکت ہے سب وجودِ مصطفی ﷺ کی برکت ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ اصلِ کائنات ہیں، حضور ﷺ آنِ کائنات ہیں، حضور ﷺ شانِ کائنات ہیں، حضور ﷺ جانِ کائنات ہیں، حضور ﷺ مبداء کائنات ہیں، حضور ﷺ منشاءِ کائنات ہیں، حضور ﷺ مرکز کائنات ہیں، حضور ﷺ محورِ کائنات ہیں، حضور ﷺ مصدرِ کائنات ہیں، حضور ﷺ محسنِ کائنات ہیں، حضور ﷺ وجہ کائنات ہیں، حضور ﷺ روحِ کائنات ہیں اور حضور ﷺ باعثِ تخلیقِ کائنات ہیں، جب ہی تو ہمیں نماز ملی تو حضور ﷺ کے صدقے، جان ملی تو حضور ﷺ کے صدقے، رمضان ملا تو حضور ﷺ کے صدقے، قرآن ملا تو حضور ﷺ کے صدقے، ایمان ملا تو حضور ﷺ کے صدقے، وجدان ملا تو حضور ﷺ کے صدقے، عرفان ملا تو حضور ﷺ کے صدقے، ایقان ملا تو حضور ﷺ کے صدقے بلکہ یوں کہئے کہ رحمٰن ملا تو حضور ﷺ کے صدقے۔

بقول شاعر

؎ لا ورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

Marfat.com

خیرات دیتا ہے خدا ہر وقت تیرے نام کی
جس کو ملا، جو کچھ ملا، جتنا ملا صدقہ تیرا

بقول شاعر

؎ کس آنکھ نے دیکھی ہے نظیر ان کی جہاں میں
سرکار تو کونین میں یکتا نظر آئے

بقول شاعر

؎ کتابِ فطرت کے سرِ ورق پر جو نامِ احمد رقم نہ ہوتا
تو نقشِ ہستی ابھر نہ سکتا، وجودِ لوح وقلم نہ ہوتا
یہ محفلِ کن فکاں نہ ہوتی، جو وہ امامِ امم نہ ہوتا
زمیں نہ ہوتی، فلک نہ ہوتا، عرب نہ ہوتا عجم نہ ہوتا

بقول اقبالؒ

؎ ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
چمنِ دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
ہو نہ یہ ساقی تو مے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو
بزمِ توحید بھی، دنیا بھی نہ ہو، تم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا ایستادہ اسی نام سے ہے
نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

ارشادِ خالق کائنات ہے یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَ كُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ۔ (سورۃ النساء پ۶)

ترجمہ: اے لوگو بیشک تمہارے پاس اللہ کی واضح دلیل آئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور اتارا۔

Marfat.com

حضرت ابن عباسؓ اور دیگر مفسرین فرماتے ہیں کہ اس آیت میں برھان سے مراد ذاتِ محمد مصطفیٰ ﷺ ہے اور نور سے مراد قرآن مجید ہے۔ حضور ﷺ کے اسماء مبارکہ میں ایک اسم برھان بھی ہے۔ اصطلاحِ منطق میں ''یقینی دلیل'' کو برھان کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی الوہیت اس کا دعویٰ ہے اور محمد مصطفیٰ ﷺ کی رسالت اس کی دلیل ہے۔ یہ مسلمہ اصول ہے کہ دعویٰ دلیل سے مانا جاتا ہے۔ دلیل ناقص ہوگی تو دعویٰ بھی ناقص ہوگا۔ دلیل خام ہوگی تو دعویٰ بھی خام ہوگا۔ دلیل ناتمام ہوگی تو دعویٰ بھی ناتمام ہوگا۔ دلیل کمزور ہوگی تو دعویٰ بھی کمزور ہوگا۔ لیکن اگر دلیل بے عیب ہوگی تو دعویٰ بھی بے عیب ہوگا۔ دلیل پختہ ہوگی تو دعویٰ بھی پختہ ہوگا۔ دلیل کامل ہوگی تو دعویٰ بھی کامل ہوگا اور دلیل مضبوط ہوگی تو دعویٰ بھی مضبوط ہوگا۔ ہم جو کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں اس کے دو جزو ہیں۔ پہلا جزو ''لا الہ الا اللہ'' ہے۔ اس میں اقرار الوہیت ہے۔ دوسرا جزو ''محمدؐ رسول اللہ'' ہے اس میں اقرارِ رسالت ہے۔ یعنی تمام معبودانِ باطلہ کی نفی اور ذاتِ حق کا اثبات ہے تاکہ یہ عقیدہ پختہ رہے کہ اللہ رب العزت ہی معبودِ برحق ہے۔ اس کے سوا کوئی لائق بندگی نہیں اور حضرت محمدؐ اللہ کے رسول ہیں تو معلوم ہوا کہ

کلمہ تہلیل بھی ہے اور احدیت بھی
کلمہ الوہیت بھی ہے اور حقیقت بھی
کلمہ اخلاص بھی ہے اور شہادت بھی
کلمہ تقویٰ بھی ہے اور اصالت بھی
کلمہ طیبہ بھی ہے اور طہارت بھی
کلمہ توحید بھی ہے اور رسالت بھی
کلمہ شانِ ذات بھی ہے اور جانِ صفات بھی
کلمہ اقرا حیات بھی ہے اور مدارِ نجات بھی

Marfat.com

کلمہ مطلع عرفان بھی ہے اور منبع ایمان بھی
کلمہ وجہ ایقان بھی ہے اور ثمرہ احسان بھی
کلمہ اظہارِ شریعت بھی ہے اور رازِ طریقت بھی
کلمہ رمزِ حقیقت بھی ہے اور سرِ وحدت بھی

اللہ تعالیٰ نے کلمہ طیبہ میں دعویٰ اور دلیل دونوں جز وجمع فرما دیئے ہیں۔

دعویٰ اور دلیل میں مطابقتِ عددی کا حسن وکمال بھی موجود ہے اور مناسبتِ لفظی کی شانِ جمال بھی جلوہ گر ہے۔ یعنی کہ

لا الہ الا اللہ دعویٰ ہے	محمدٌ رسول اللہ دلیل ہیں
لا الہ الا اللہ کے حروف بارہ ہیں	محمدٌ رسول اللہ کے حروف بارہ ہیں
لا الہ الا اللہ میں کوئی نقطہ نہیں ہے	محمدٌ رسول اللہ میں کوئی نقطہ نہیں ہے
لا الہ الا اللہ میں لفظ اللہ مشدد ہے	محمدٌ رسول اللہ میں لفظ محمدٌ مشدد ہے
لا الہ الا اللہ میں لفظ اللہ کے حروف چار ہیں	محمدٌ رسول اللہ میں لفظ محمدٌ کے حروف چار ہیں
عیب دعویٰ میں بھی نہیں ہے	عیب دلیل میں بھی نہیں ہے
شک دعویٰ میں بھی نہیں ہے	شک دلیل میں بھی نہیں ہے
نقص دعویٰ میں بھی نہیں ہے	نقص دلیل میں بھی نہیں ہے
خامی دعویٰ میں بھی نہیں ہے	خامی دلیل میں بھی نہیں ہے
غلطی دعویٰ میں بھی نہیں ہے	غلطی دلیل میں بھی نہیں ہے
کمی دعویٰ میں بھی نہیں ہے	کمی دلیل میں بھی نہیں ہے
کجی دعویٰ میں بھی نہیں ہے	کجی دلیل میں بھی نہیں ہے
کمزوری دعویٰ میں بھی نہیں ہے	کمزوری دلیل میں بھی نہیں ہے
الجھاؤ دعویٰ میں بھی نہیں ہے	الجھاؤ دلیل میں بھی نہیں ہے

Marfat.com

ٹکراؤ دعویٰ میں بھی نہیں ہے
ٹکراؤ دلیل میں بھی نہیں ہے
ابہام دعویٰ میں بھی نہیں ہے
ابہام دلیل میں بھی نہیں ہے
سقم دعویٰ میں بھی نہیں ہے
سقم دلیل میں بھی نہیں ہے
دھوکہ دعویٰ میں بھی نہیں ہے
دھوکہ دلیل میں بھی نہیں ہے
فریب دعویٰ میں بھی نہیں ہے
فریب دلیل میں بھی نہیں ہے
ملاوٹ دعویٰ میں بھی نہیں ہے
ملاوٹ دلیل میں بھی نہیں ہے
بناوٹ دعویٰ میں بھی نہیں ہے
بناوٹ دلیل میں بھی نہیں ہے
لچک دعویٰ میں بھی نہیں ہے
لچک دلیل میں بھی نہیں ہے
جھول دعویٰ میں بھی نہیں ہے
جھول دلیل میں بھی نہیں ہے
کذب دعویٰ میں بھی نہیں ہے
کذب دلیل میں بھی نہیں ہے
جھوٹ دعویٰ میں بھی نہیں ہے
جھوٹ دلیل میں بھی نہیں ہے
دعویٰ بھی لاریب ہے
دلیل بھی لاریب ہے
دعویٰ بھی لاشریک ہے
دلیل بھی لاشریک ہے
دعویٰ بھی لازوال ہے
دلیل بھی لازوال ہے
دعویٰ بھی لاجواب ہے
دلیل بھی لاجواب ہے
دعویٰ بھی پختہ ہے
دلیل بھی پختہ ہے
دعویٰ بھی شستہ ہے
دلیل بھی شستہ ہے
دعویٰ بھی مضبوط ہے
دلیل بھی مضبوط ہے
دعویٰ بھی مربوط ہے
دلیل بھی مربوط ہے
دعویٰ بھی عمدہ ہے
دلیل بھی عمدہ ہے
دعویٰ بھی پائندہ ہے
دلیل بھی پائندہ ہے

Marfat.com

دعویٰ بھی تابندہ ہے — دلیل بھی تابندہ ہے
دعویٰ بھی رخشندہ ہے — دلیل بھی رخشندہ ہے
دعویٰ بھی پرنور ہے — دلیل بھی پرنور ہے
دعویٰ بھی پرسرور ہے — دلیل بھی پرسرور ہے
دعویٰ بھی پرسوز ہے — دلیل بھی پرسوز ہے
دعویٰ بھی پرزور ہے — دلیل بھی پرزور ہے
دعویٰ بھی واضح ہے — دلیل بھی واضح ہے
دعویٰ بھی جامع ہے — دلیل بھی جامع ہے
دعویٰ بھی ارفع ہے — دلیل بھی ارفع ہے
دعویٰ بھی اعلیٰ ہے — دلیل بھی اعلیٰ ہے
دعویٰ بھی افضل ہے — دلیل بھی افضل ہے
دعویٰ بھی کامل ہے — دلیل بھی کامل ہے
دعویٰ بھی مکمل ہے — دلیل بھی مکمل ہے
دعویٰ بھی اکمل ہے — دلیل بھی اکمل ہے
لا الہ الا اللہ حمد ہے — محمدؐ رسول اللہ حامد ہیں
لا الہ الا اللہ کلام ہے — محمدؐ رسول اللہ متکلم ہیں
لا الہ الا اللہ ارشاد ہے — محمدؐ رسول اللہ مرشد ہیں
لا الہ الا اللہ ہدایت ہے — محمدؐ رسول اللہ ھادی ہیں
لا الہ الا اللہ عبادت ہے — محمدؐ رسول اللہ عابد ہیں
لا الہ الا اللہ شہادت ہے — محمدؐ رسول اللہ شاھد ہیں
لا الہ الا اللہ نصرت ہے — محمدؐ رسول اللہ ناصر ہیں

Marfat.com

لا الہ الا اللہ طہارت ہے — محمدؐ رسول اللہ مطاہر ہیں
لا الہ الا اللہ متانت ہے — محمدؐ رسول اللہ متین ہیں
لا الہ الا اللہ امانت ہے — محمدؐ رسول اللہ امین ہیں
لا الہ الا اللہ صداقت ہے — محمدؐ رسول اللہ صادق ہیں
لا الہ الا اللہ حقیقت ہے — محمدؐ رسول اللہ حق ہیں
لا الہ الا اللہ ایقان ہے — محمدؐ رسول اللہ ایمان ہیں
لا الہ الا اللہ اجمال ہے — محمدؐ رسول اللہ تفصیل ہیں
لا الہ الا اللہ تمہید ہے — محمدؐ رسول اللہ تکمیل ہیں
لا الہ الا اللہ تعلیم ہے — محمدؐ رسول اللہ تعمیل ہیں
لا الہ الا اللہ شہرت ہے — محمدؐ رسول اللہ شہیر ہیں
لا الہ الا اللہ بشارت ہے — محمدؐ رسول اللہ بشیر ہیں
لا الہ الا اللہ نور ہے — محمدؐ رسول اللہ تنویر ہیں
لا الہ الا اللہ مصور ہے — محمدؐ رسول اللہ تصویر ہیں

بقول شاعر

؎ سر سے لے کر پاؤں تک تنویر ہی تنویر ہے
جیسے منہ سے بولتا قرآن وہ تقریر ہے
سوچتی ہے دل میں دنیا مصطفیٰ ﷺ کو دیکھ کر
وہ مصور کیسا ہو گا جس کی یہ تصویر ہے

بقول فاضل بریلوی

؎ سرتابقدم ہے تنِ سلطانِ زمن پھول
لب پھول دہن پھول ذقن پھول بدن پھول

Marfat.com

والله جو مل جائے میرے گل کا پسینہ
مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول

بقول شاعر

؎ ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
جس راہ چل دیئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں
ان کے نثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو
جب یاد آگئے ہیں سب غم بھلا دیئے ہیں

اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے۔ وہ اپنی ہر شان میں بے مثل ہے۔ اس کی تمام صفات ذاتی ہیں اور حضور ﷺ کی تمام صفات اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہیں۔ حضور ﷺ مظہرِ صفات الہیہ ہیں جب ہی تو آپؐ کی ذاتِ مقدس سے اللہ تعالیٰ کی صفات کے جلوے چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنہ اور محمدؐ رسول اللہ کے اسماءِ مقدسہ کا بغور مطالعہ کریں تو ان میں مجازاً اشتراکِ لفظی کی شان جلوہ گر ہے۔ یا یوں کہیئے کہ

اللہ رب العالمین ہے۔ حضور رحمۃ للعالمین ہیں۔ اللہ رب الناس ہے۔ حضور ﷺ کافۃ للناس ہیں۔ اللہ "ھو العلی العظیم" ہے۔ حضور ﷺ "انک لعلی خلق عظیم" ہیں

وہ بھی رؤف ہے	یہ بھی رؤف ہیں
وہ بھی رحیم ہے	یہ بھی رحیم ہیں
وہ بھی کریم ہے	یہ بھی کریم ہیں
وہ بھی حکیم ہے	یہ بھی حکیم ہیں
وہ بھی ھادی ہے	یہ بھی ھادی ہیں

Marfat.com

وہ بھی عزیز ہے
یہ بھی عزیز ہیں

وہ بھی متین ہے
یہ بھی متین ہیں

وہ بھی حسیب ہے
یہ بھی حسیب ہیں

وہ بھی مجیب ہے
یہ بھی مجیب ہیں

وہ بھی قوی ہے
یہ بھی قوی ہیں

وہ بھی حق ہے
یہ بھی حق ہیں

وہ بھی اول ہے
یہ بھی اول ہیں

وہ بھی آخر ہے
یہ بھی آخر ہیں

وہ بھی ظاھر ہے
یہ بھی ظاھر ہیں

وہ بھی باطن ہے
یہ بھی باطن ہیں

وہ بھی لاریب ہے
یہ بھی لاریب ہیں

وہ بھی لاشریک ہے
یہ بھی لاشریک ہیں

وہ بھی لازوال ہے
یہ بھی لازوال ہیں

وہ بھی لاجواب ہے
یہ بھی لاجواب ہیں

مثیل اس کا نہیں ہے
عدیل ان کا نہیں ہے

کفیل اس کا نہیں ہے
وکیل ان کا نہیں ہے

قسیم اس کا نہیں ہے
سہیم ان کا نہیں ہے

جسیم اس کا نہیں ہے
زعیم ان کا نہیں ہے

ناپ میں وہ نہیں آتا
تول میں یہ نہیں آتے

خیال میں وہ نہیں آتا
قیاس میں یہ نہیں آتے

وہم میں وہ نہیں آتا
گمان میں یہ نہیں آتے

Marfat.com

ہوش میں وہ نہیں آتا
عقل میں وہ نہیں آتا
فہم میں وہ نہیں آتا
تدبر میں وہ نہیں آتا
دھیان میں وہ نہیں آتا
مراقبہ میں وہ نہیں آتا
مکاشفہ میں وہ نہیں آتا
سوچ میں وہ نہیں آتا
وہ بھی بے عیب ہے
وہ بھی بے مثل ہے
وہ بنانے میں بے مثل ہے
وہ پڑھانے میں بے مثل ہے
وہ سکھانے میں بے مثل ہے
وہ لانے میں بے مثل ہے
وہ دینے میں بے مثل ہے
وہ شانِ قدم میں بے مثل ہے
وہ مقامِ وجوب میں بے مثل ہے
وہ شانِ خدائی میں بے مثل ہے

خرد میں یہ نہیں آتے
دانش میں یہ نہیں آتے
ادراک میں یہ نہیں آتے
تفکر میں یہ نہیں آتے
گیان میں یہ نہیں آتے
مشاہدہ میں یہ نہیں آتے
معائنہ میں یہ نہیں آتے
سمجھ میں یہ نہیں آتے
یہ بھی۔ بے عیب ہیں
یہ بھی بے مثل ہیں
یہ بننے میں بے مثل ہیں
یہ پڑھنے میں بے مثل ہیں
یہ سیکھنے میں بے مثل ہیں
یہ آنے میں بے مثل ہیں
یہ لینے میں بے مثل ہیں
یہ حدِ امکاں میں بے مثل ہیں
یہ مقامِ حدوث میں بے مثل ہیں
یہ شانِ مصطفائیؐ میں بے مثل ہیں

جو اس کا شریک ہونے کا دعویٰ کرے وہ انسان نہیں اور جو ان کا شریک ہونے کا دعویٰ کرے وہ مسلمان نہیں۔

الفاظ قاصر ہیں۔ کیا بتاؤں وہ کیا ہے اور یہ کیا ہیں۔ بس اتنا معلوم ہوتا ہے

Marfat.com

کہ وہ نور ہے یہ اسکی تنویر ہیں، وہ مصور ہے یہ اس کی تصویر ہیں۔ وہ قادر ہے یہ اس کی تقدیر ہیں، وہ مدبر ہے یہ اس کی تدبیر ہیں یا یوں کہئے کہ وہ خالق ہے یہ مخلوق ہیں، وہ محبّ ہے یہ محبوب ہیں، وہ احد ہے یہ احمد ہیں، وہ حمید ہے اور یہ محمدؐ ہیں۔ (البیان)

بقول ساغر صدیقی

محمدؐ باعث حسنِ جہاں ایمان ہے میرا
محمدؐ حاصلِ کون و مکاں ایمان ہے میرا
محبت ہے جسے غارِ حرا میں رونے والے سے
وہ انساں ہے خدا کا راز داں ایمان ہے میرا
معطر کر گئے ساغؔر فضائے گلشن ہستی
نبیؐ کے گیسوئے عنبر فشاں ایمان ہے میرا

بقول شاعر

محمدؐ سر بسر حمدِ خدا ہیں
محمدؐ جانِ ہر حمد و ثناء ہیں
محمدؐ ہیں محمدؐ ہی محمدؐ
محمدؐ مصطفیٰ ہی مصطفیٰ ہیں

بقول شاعر

ہم نے ہر دور میں تقدیسِ رسالت کے لئے
وقت کی تیز ہواؤں سے بغاوت کی ہے
توڑ کر سلسلۂ رسم سیاست کا فسوں
اک فقط نامِ محمدؐ سے محبت کی ہے

Marfat.com

بقول شاعر

خوف و اندیشہ و تعزیر و سزا رہنے دے
میرے ہونٹوں پہ سدا حق کی صدا رہنے دے
مالکِ روزِ مکافات کو راضی کر لے
حاکمِ وقت خفا ہے تو خفا رہنے دے

مشرکینِ مکہ نے ہر قبیلہ سے ایک جوان لے کر آپ گوشہید کرنے کی غرض سے آپ کے گھر کا محاصرہ کرلیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ۵۳ برس کی عمر میں ہجرت کا حکم فرمایا۔ آپ نے اپنے چچا زاد بھائی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے بستر پر لٹا کر چادر اوڑھ دی اور اہلیان مکہ کی امانتیں ان کے سپرد کر کے فرمایا کہ انہیں ان کے ورثا کو لوٹا کر مدینہ چلے آنا۔ اللہ تعالیٰ نے محاصرہ کرنے والوں پر نیند طاری کر دی اور وہ سب سو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان سے نکل کر حضرت ابو بکر صدیقؓ کے گھر تشریف لے گئے اور انہیں اپنے ساتھ لے کر مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ ہجرت فرمائی۔ جب مشرکینِ مکہ نیند سے بیدار ہوئے تو انہوں نے آپ کا پیچھا کیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کندھوں پر اٹھا کر پنجوں کے بل چلتے ہوئے دشوار گزار راستہ طے کر کے غارِ ثور تک پہنچ گئے۔ آپؓ پنجوں کے بل اس لئے چلتے تھے کہ مشرکینِ مکہ آپ کے قدموں کے نشانات سے راہنمائی حاصل کرتے ہوئے کہیں آپ تک نہ پہنچ جائیں۔ دونوں حضرات غارِ ثور میں تشریف فرما تھے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے مکڑی نے غار کے منہ پر جال بُن دیا اور کبوتری نے انڈے دے دیئے۔ مشرکین مکہ غارِ ثور کے منہ پر پہنچ کر یہ سوچ کر واپس ہو گئے کہ اگر کوئی شخص غار کے اندر داخل ہوتا تو مکڑی کا جال ٹوٹ جاتا اور کبوتری کے انڈے سلامت نہ رہتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس طرح تدبیر فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت فرمائی۔ مشرکین مکہ آپ کو تلاش کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے

Marfat.com

لیکن آنحضرت ﷺ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔

ہجرت کی اہمیت پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جنت سے ہجرت کر کے جس دن اس جہان میں تشریف لائے اس دن سے کارخانۂ حیات میں نیکی و بدی اور برائی و بھلائی کی تمیز ہونے لگی۔ اسی دن سے اس جہان کی آفرینش و ابتدا ہوئی اور اسی دن سے کراماً کاتبین کی کارروائی کا آغاز ہوا۔ اسی دن سے شیطان کی مخالفت میں قیامت تک کے لئے جہاد کا اعلان کیا گیا اور اسی دن سے دین اسلام کی ابتدا ہوئی ۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ہجرت کی تو طوفان سے فاسقوں اور فاجروں کا قلع قمع ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہجرت کی تو بیت اللہ تعمیر ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہجرت کی تو فرعون غرقآب ہوا۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے ہجرت کی تو شفا پائی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ہجرت کی تو انہیں شہنشاہی ملی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہجرت کی تو عروج پا کر آسمانوں میں جا بسے۔ الغرض ہر ہجرت دین اسلام کے لئے ہجرت تھی، عظمت اسلام کے لیے ہجرت تھی، شوکتِ اسلام کے لیے ہجرت تھی، اسلام کی کامیابی و کامرانی کے لیے ہجرت تھی اور دینِ اسلام کی فتح و نصرت کے لئے ہجرت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے جب بھی ہجرت کا حکم فرمایا تو ہر نبی نے اس حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کیا۔ ہر نبی نے اطاعت و فرمانبرداری کا مظاہرہ کیا۔ ہر نبی نے ہجرت کی برکات سے بہرہ مند ہو کر نخل دینِ اسلام کی آبیاری کی نخل دینِ اسلام کی پاسداری کی اور نخلِ دین اسلام کی پاسبانی کی۔ یہاں تک کہ سرتاج الانبیاء نے بھی، امام الانبیاء نے بھی اور خاتم الانبیاء نے بھی عظمتِ اسلام کی خاطر، حرمتِ اسلام کی خاطر اور شوکتِ اسلام کی خاطر مہاجرت اختیار فرمائی تاکہ دین اسلام کا شجر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سرسبز و شاداب ہو جائے۔ ہجرت کے ساتھ ہی انقلاب رونما ہونے لگا۔ زندگی و حیات نئے ڈھنگ سے گزرنے لگی۔ ہواؤں اور

Marfat.com

فضاؤں میں اٹھکیلیاں مچلنے لگیں۔ پرندے اور چرندے کللیں کرنے لگے۔ آفتاب نور کا غازہ مل کر نکلنے لگا اور لمبی راتوں کے گھنیرے سائے شب زندہ داروں کی دعاؤں سے چھٹنے لگے۔ اسلام روز بروز ترقی کرنے لگا۔ یہ منظر دیکھ کر جنت کے مہاجر کا دشمن، جنت کے مہاجر کا عدوِ مبین، خدا کا نافرمان اور اللہ کا باغی، عزازیل، ابلیس، شیطان لعنت کا طوق پہنے جلا بھنا جاتا تھا۔ اس کے منہ سے جھاگ چھوٹ چھوٹ جاتی تھی۔ وہ دانت بھینچ بھینچ کر چیختا، دھاڑیں مار مار کر روتا اور امتِ مسلمہ کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لاکھ جتن کرتا تھا لیکن اس کی آہ و بقا کو سننے، اس کی ہرزہ گوئی کو توجہ دینے اور اس کے وسوسوں کی طرف مائل ہونے کیلئے انہیں فرصت نہ تھی کیونکہ وہ محبوب خدا کے چہرۂ انور کے دیدار میں محو تھے۔ وہ اپنی نمازوں میں معراج کے مزے لوٹتے تھے۔ انہیں خدا سے ہمکلامی کا شرف حاصل تھا۔ ان کی خدا سے سرگوشیاں ہوتی تھیں۔ انہیں خدا کا قرب حاصل تھا۔ اس لئے شیطان کا ہر وار خالی جاتا تھا۔ شیطان امتِ مسلمہ کو گمراہ کرنے کے لئے، انہیں خدا کی راہ سے ہٹانے کے لئے، انہیں اپنا ساتھی بنانے کے لئے مکر و فریب کا جال بچھاتا رہا، حسد و بغض کی آگ سلگاتا رہا، عیاشی و فحاشی کی رغبت دلاتا رہا، گمراہی و بے راہ روی کے تیر چلاتا رہا، ظلم و زیادتی کے بیج بوتا رہا، بدی و برائی کو ہوا دیتا رہا، اپنے منہ پر طمانچے مارتا، چیختا، چلاتا، روتا اور پیٹتا رہا۔ وہ نہ جانے کیا کیا حربے استعمال کرتا رہا۔ مگر اللہ تعالیٰ اپنے محبوب علیہ وسلم صلی اللہ کی دعاؤں کو قبول فرماتا رہا۔ دینِ اسلام ایک تناور درخت کی صورت میں جم کر کھڑا ہو گیا اور دین اسلام ایک روشن چراغ بن کر جگمگانے لگا۔ کفر کی تیز آندھیاں اسے بجھانے میں کامیاب نہ ہو سکیں۔ یہ ہجرت کی قیمت تھی، یہ ہجرت کا ثمر تھا اور یہ ہجرت کا اعجاز تھا کہ لوگ جوق در جوق حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے، کامیابیاں اور کامرانیاں حضور علیہ وسلم صلی اللہ کے قدم چومنے لگیں۔ خوشیاں اور شادمانیاں آپ پر بلائیں لینے لگیں۔ دینِ اسلام کی تبلیغ سے محبت و مودت

Marfat.com

کی راہیں اجاگر ہونے لگیں، خیر و عافیت کی محفلیں منعقد ہونے لگیں، حق وصداقت کے چرچے ہونے لگے اور مہاجرین وانصار کندھے سے کندھا ملا کر چلنے لگے۔ مدینہ شریف کے قبیلہ نجار کی بچیوں نے کوٹھے پر بیٹھ کر دف بجا کر نعتیہ اشعار ہجرت کے موقع پر آپ کے استقبال میں پڑھے۔ انہوں نے کہا کہ

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوِدَاع

وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا مَا دَعَا لِلّٰہِ دَاع

اَیُّھَا الْمَبْعُوْثُ فِیْنَا جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاع

آنحضرت ﷺ نے اپنے جانثاروں کو جہاں توحید کی شمعیں فروزاں کرنے کی تلقین کی وہاں انہیں محبت واخوت کے چراغ روشن کرنے کی بھی ہدایت فرمائی کیونکہ یہی صفت انسان کو انسان بناتی ہے اور اسی صفت کے کالعدم ہونے سے انسان ،انسان نہیں رہتا بلکہ حیوان سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے اخلاق حسنہ سے مدینہ منورہ کے ماحول کو جنت نظیر بنا دیا۔ صحابہ کی آپس میں الفت و محبت نے زمین کی ہریالی چھاتی پر خوشی ومسرت کے بیج بوئے۔ ان کی آپس میں لگن اور چاہت نے پہاڑوں پر ابلتے اور اچھلتے چشموں کو کیف وسرور کے نغمے اور گیت بخشے۔ ان کی آپس میں دوستی ومحبت نے پھولوں میں خوشبو اور پھلوں میں مٹھاس بھر دی۔ الغرض ان کے آپس میں لاڈ اور پیار نے اس اجڑی دنیا کو خلوص و وفا کی بنیادوں پر آباد کیا تا کہ محبت کی دھونی سے حسد وبغض اور دشمنی وعداوت بھاگ نکلیں۔ یہ وہ لوگ تھے جن کے سروں پر عزت کے عمامے تھے، جن کے ہاتھوں میں اخلاق کی تلواریں تھیں، جن کے سینوں پر محبت کی زرہیں تھیں، جن کے جسموں پر حیا کی پوشاکیں تھیں، جن کی آنکھوں سے عفو ودرگزر کے غمزے نکلتے تھے اور جن کی زبانوں سے نیکی وبھلائی کے فرمان بلند ہوتے تھے۔ مگر وقت کی رفتار نے پلٹا کھایا۔ مشرکینِ مکہ کی آتشِ انتقام فرو نہ ہوئی تھی۔

Marfat.com

تعصت و بربریت کی فطرت و جبلت میں فرق نہ آیا تھا۔ اس کی جڑوں میں کچھ نمی باقی رہ گئی تھی جس سے فتنہ وہ فساد نے پھر سر نکال لیا اور مشرکین مکہ ابو جہل کی قیادت میں اپنی پوری شدومد کے ساتھ میدان میں اتر آئے۔ حضور ﷺ بھی اپنے تین سو تیرہ جانثاروں کو لے کر میدانِ بدر میں پہنچے۔ کفار کا لشکرِ جرار تھا۔ ان کے پاس سامانِ حرب بہت زیادہ تھا۔ وہ آہنی لباس زیب تن کئے ہوئے تھے۔ وہ اسلام کے درخت کو بیخ و بُن سے اکھاڑ پھینکنے پر تلے ہوئے تھے۔ وہ مسلمانوں کو تہہ تیغ کرنے کے درپے تھے۔ وہ اس ہستی کو ختم کرنے کا ارادہ کئے تھے جس پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے سلام بھیجتے ہیں۔ جس کی تعریف و توصیف میں اللہ تعالیٰ نے بارہا کلماتِ حسنہ ارشاد فرمائے ہیں۔ جس ہستی کو اللہ تعالیٰ نے یٰس و طٰہٰ والضحیٰ کے علاوہ یآَیُّھَا الْمُزَمِّلُ اور یآَ یُّھَا الْمُدَثِّرُ کے دلگداز اور مایہ ناز القابات سے خطاب فرمایا ہو۔ جس کی ہر خواہش پر اللہ تعالیٰ نے لبیک کہا ہو۔ جس کی ہر بات پر اللہ تعالیٰ خوش ہوئے ہوں اور جس ہستی کی اللہ تعالیٰ خود نگہبانی فرما رہے ہوں۔ آج اس ہستی کو ختم کرنے کے لئے، باغِ نبوت کو اجاڑنے کے لیے، محبوب خدا کا مقابلہ کرنے کیلئے، حق و انصاف کے پیکر کو مٹانے کے لئے، مضبوط ارادوں کے پہار کو ریزہ ریزہ کرنے کے لئے، ہمت و بہادری کے مجسمہ کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے لیے، جودوسخا کے سورج کو غروب کرنے کے لئے، محبت و الفت کے چراغ کو بجھانے کے لئے، خانوادۂ نبوت کو برباد کرنے کے لئے، خرمنِ رسول پر بجلیاں گرانے کے لئے اور دینِ اسلام کے گلِ خوشبودار کو گل چیں کی طرح توڑ ڈالنے کے لئے کمر بستہ تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے لئے یوں تو ہر مصیبت اور ہر آزمائش کڑی تھی لیکن غزوہ بدر کو خاص اہمیت حاصل ہے کہ یہ کفر اور اسلام کی پہلی ٹکر تھی اور وہ بھی ان حالات میں جب کفر عروج پر تھا اور اسلام ابتدائی مراحل طے کر رہا تھا۔

Marfat.com

بقول شاعر

صفیں باندھے کھڑے تھے سامنے ایمان والے بھی
خدا والے، محمدؐ والے بھی قرآن والے بھی
نمائش تھی، نہ شوکت تھی، نہ گھوڑے تھے نہ جوڑے تھے
نہ کلغی تھی، نہ طرہ تھا، کمندیں تھیں نہ کوڑے تھے
نمازِ عجز کے سجدے تڑپتے تھے جبینوں میں
چٹانوں کی طرح مضبوط دل رکھتے تھے سینوں میں
تھے ان کے پاس دو گھوڑے چھ زرہیں آٹھ شمشیریں
پلٹنے آئے تھے یہ لوگ دنیا بھر کی تقدیریں
نہ تیر و تیغ پر تکیہ نہ خنجر پر نہ بھالے پر بھروسہ تھا
خدا پر اور اپنے کملی والے پر بھروسہ تھا
قریشی فوج کا طوفان جب بڑھتا چلا آیا
تو اطمینان سے اس کملی والے نے یہ فرمایا
کہ اے ایمان والو آ رہی ہے فوج باطل کی
تمہارے عزم سے ٹکرا رہی ہے موج باطل کی
تمہیں سر دے کے اب ایمان کو محفوظ رکھنا ہے
مگر آئینِ نظم و ضبط کو ملحوظ رکھنا ہے

حضور ﷺ نے مجاہدین اسلام کی صف بندی کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ اے اللہ اگر آج یہ مٹھی بھر مسلمان ختم ہو گئے تو دنیا میں تیرا نام لینے والا کوئی نہ رہے گا۔ حضور ﷺ اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ مشرکینِ مکہ وہ بد بخت لوگ ہیں جو انسانیت کے لئے عذاب بن چکے ہیں جن سے انسانیت کو نجات دلانا ایک مقدس

Marfat.com

فریضہ ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا کے لئے ایک رستا ہوا ناسور بن چکے ہیں جنہیں انسانیت کی بھلائی کے لئے اپریشن کے ذریعہ باہر نکال پھینکنا ہی واحد علاج ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں فسق و فجور کی آگ جلا رہے ہیں جسے ٹھنڈا کرنا ہی انسانیت کے لئے فیضِ عام کے مترادف ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں بدبودار مردار کی شکل اختیار کر چکے ہیں جنہیں گہری قبر میں گاڑنا ہی انسانیت سے اچھا سلوک ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو پیپ کا بہتا ہوا دریا بنے ہوئے ہیں جس کا رخ جہنم کی طرف موڑنا ہی انسانیت کے ساتھ اچھا برتاؤ ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو وحشی درندوں کا روپ دھار چکے ہیں جن کا شکار کرنا ہی انسانیت پر احسان ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو خاردار درخت کی صورت میں جمے کھڑے ہیں جنہیں کاٹ دینا ہی انسانیت سے نیکی ہے۔ چنانچہ معرکہ کا آغاز ہوا تو باطل کا ہر وار کوہِ ثبات سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا۔ ظلم کے سمندر کی ہر لہر اچھل کر ٹوٹ گئی۔ غرور و تکبر کے بلبلے یکے بعد دیگرے منہدم ہو گئے۔ مجاہدینِ اسلام نے ابوجہل اور دیگر کئی بڑے بڑے سرداروں کے سر قلم کر دیئے۔ کفر کا شیرازہ بکھر گیا۔ مشرکینِ مکہ کو منہ کی کھانی پڑی۔ لات و منات کے پجاریوں کے بلند بانگ دعوے خاک میں مل گئے۔ دینِ اسلام کا نخل بے بہار نہ ہوا۔ عظمتِ اسلام اور حرمتِ دین پر کوئی حرف نہ آیا۔ مشرکینِ مکہ میدان چھوڑ کر بھاگ گئے اور اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو فتح عطا فرمائی۔ مشرکینِ مکہ اور حضور ﷺ کے درمیان دوسرا معرکہ احد کے مقام پر ہوا۔ غزوہ احد کے آغاز سے پہلے حضورؐ نے چند صحابہ کو ایک درہ پر کھڑا کیا تاکہ اس جانب سے دشمن حملہ نہ کر سکے۔ چنانچہ جب غزوہ کا آغاز ہوا تو مجاہدینِ اسلام نے مشرکینِ مکہ کے دانت کھٹے کر دیئے۔ مشرکینِ مکہ میدان چھوڑ کر بھاگ گئے اور مجاہدین مالِ غنیمت لوٹنے لگے۔ جن صحابہ کو حضورؐ نے درہ پر کھڑا کیا تھا وہ یہ سمجھے کہ فتح ہو گئی ہے اس لئے وہ بھی مالِ غنیمت لوٹنے میں مصروف ہو گئے۔ مشرکین مکہ کے بھاگنے والے ایک دستہ

Marfat.com

نے درہ خالی دیکھا تو موقع کو غنیمت جان کر اُس درہ سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ چنانچہ حضورؐ کا دانت مبارک پتھر لگنے سے شہید ہو گیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے چند ساتھیوں کو اپنے ساتھ لے کر اُن حملہ آوروں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اس اثنا میں رات کا اندھیرا چھا گیا اور مشرکینِ مکہ نے اپنی راہ لی۔ غزوہ خندق میں بھی مسلمانوں نے مثالی دفاعی جنگ لڑی اور مشرکین مکہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ پھر حضورؐ نے مکہ پر فوج کشی کی تو کسی نے مقابلہ کرنے کی جرآت نہ کی۔ سب نے آپؐ کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ اسلام کا پرچم سر بلند ہو گیا اور مشرکین مکہ اپنی گردنیں جھکا کر اس پرچم تلے جمع ہو گئے۔ کعبہ کو بتوں سے پاک کر دیا گیا۔ وہ لوگ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کے درپے تھے جب قیدی کی صورت میں آپؐ کے سامنے پیش کئے گئے تو آپؐ نے انہیں معاف فرما دیا۔ اُن کے کان سنتے تھے مگر دل یقین نہ کرتے تھے۔ آپؐ کی نرمی اور رحم دلی کی وجہ سے مشرکینِ مکہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ بقول شیخ سعدیؒ

تو کریمی و رسولِ تو کریم
صد شکر کہ ہستیم میانِ دو کریم

آسمان پر ستاروں کے جھرمٹ میں جگمگاتے ہوئے چاند کی تابانی جس طرح دنیا کے کونے کونے میں اپنی نورانی کرنیں بچھا کر اسے دلکش و دلپذیر اور دلگداز و بےنظیر بنا دیتی ہے۔ اسی طرح آنحضرتؐ کی عزت وعظمت والی ذات جب اس جہان میں چمکی تو گمراہی و جہالت کی چادر پھڑ پھڑا کر تار تار ہو گئی۔ رشد و ہدایت کی شمعیں اس طرح فروزاں ہوئیں کہ دنیا کی اندھیری کوٹھڑی جگمگانے لگی۔ خیر و برکت کے دھارے کچھ اس طرح سے بہے کہ اجڑے ہوئے چمن میں پھر سے بہار آ گئی اور وہ لوگ جو شریر، عیار، مکار، دغاباز اور لٹیرے تھے آنحضرتؐ کی شفقت بھری تعلیمات سے خلوص و وفا، محبت و اخوت، ہمدردی و ایثار اور نیکی و بھلائی کے پیکر بن گئے۔ وہ

Marfat.com

معاشرہ جس میں بیٹی کو منحوس، بہن کو بدبخت، ماں کو ڈائن اور بیوی کو جنس بازاری سمجھا جاتا تھا آنحضرتؐ کی تعلیمات نے بیٹی کو باعثِ رحمت، بہن کو باعثِ برکت، ماں کو جنت کی مالکہ اور بیوی کو گھر کی ملکہ قرار دیا۔ حضورؐ ہی کے دم قدم سے مومن کی جنت اس کی ماں کے قدموں تلے قرار دی گئی۔ حضورؐ ہی کی برکت سے باپ کی عزت و تکریم لازم ٹھہری اور حضورؐ ہی کے فیضانِ فیض سے مومن بھائی چارا اور اخوت کی لڑی میں پروئے گئے۔ وہ معاشرہ جس میں پشت در پشت جنگ و جدل اور فسق و فجور برپا رہتا تھا، حضورؐ ہی کی بدولت اپنے چلن بدل گیا۔ وہ معاشرہ جس میں سچ بولنا عیب سمجھا جاتا تھا حضورؐ ہی کے طفیل صدیق اکبرؓ جیسی ہستیوں سے آراستہ ہوا۔ وہ معاشرہ جس میں عدل و انصاف کے نام کی کوئی جنس نہ تھی، حضورؐ ہی کے فیضانِ تعلیم سے فاروقِ اعظمؓ جیسی عادل و منصف شخصیتوں سے مزین ہوا۔ وہ معاشرہ جس میں لوٹ مار کا دور دورہ تھا حضورؐ ہی کی تعلیمات سے اُس معاشرہ میں حضرت عثمانؓ جیسے غنی اور سخی لوگ پیدا ہوئے۔ وہ معاشرہ جس میں جہالت و گمراہی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی حضورؐ ہی کی وجہ سے علم و فضل کا منبع کہلانے لگا اور اُس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ جیسی صاحبِ علم و بصیرت ہستی پیدا ہوئی۔ وہ معاشرہ جس میں خدا سے کھلی بغاوت کی جاتی تھی حضورؐ ہی کے صدقہ سے تابع فرمان ہو گیا۔ وہ معاشرہ جو دوسروں کے لئے تکلیف کا باعث تھا حضورؐ ہی کے دم قدم سے راحت اور سکھ کا موجب ٹھہرا۔ وہ معاشرہ جو جہنم کی طرف بڑی تیزی سے بھاگا جا رہا تھا حضورؐ ہی کی تعلیمات حسنہ نے اس کا رخ جنت کی طرف موڑ دیا۔ وہ معاشرہ جو بدوؤں اور چرواہوں سے اٹا پڑا تھا حضورؐ ہی کے فیضانِ فیض سے اس کے سامنے روم و ایران کی شان و شوکت خون میں لتھڑی تڑپ رہی تھی اور مسلمان قیصر و کسریٰ کے تخت و تاج کو پاؤں کی ٹھوکریں مار رہے تھے۔

Marfat.com

بقول اقبال

؎ مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے
وہ کیا تھا زورِ حیدرؓ، فقرِ بو ذرؓ، صدقِ سلیمانیؓ

بقول شاعر

؎ اسلام کی عظمت کے منارے ہیں صحابہؓ
ہیں چاند محمدﷺ تو ستارے ہیں صحابہؓ
ہم شان سے کہتے ہیں ہمارے ہیں صحابہؓ
واللہ ہمیں جان سے پیارے ہیں صحابہؓ

اللہ تعالیٰ نے دنیا کو ایسے ستارہ سے منور فرمایا جس کا آسمانی چاند بھی دست بستہ غلام ہے۔ وہ ستارہ وجہِ کائنات، روحِ کائنات اور جانِ کائنات ہے۔ وہ ستارہ دنیا کی سیاہی مٹانے کے لئے آیا، دنیا کی اندھیر کوٹھڑی میں روشنی لے کر آیا، نور لے کر آیا، اجالا لے کر آیا، سرگشتہ وراہ گم کردہ لوگوں کے لئے رہنما بن کر آیا اور خدا سے ٹوٹی ہوئی مخلوق کو اس سے جوڑنے کے لئے آیا۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو ایسے باکمال ستارہ سے فروزاں فرمایا کہ گمراہی اُس کے قدموں تلے دب کر رہ گئی۔ خالقِ کائنات نے دنیا کو ایسے مقتدر ستارہ سے مزین فرمایا جس کی ہر مقدس کرن نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی وانکساری کا اقرار کیا۔ جس کی ہر کرن نے دنیا کے منہ پر نور کا غازہ مل دیا اور جس کی ہر کرن نے کفروشرک کا شیرازہ بکھیر دیا۔ اُس ستارہ نے سسکتی ہوئی انسانیت کو زبردستوں کے ظلم سے نجات دلائی، ظالموں کو ظلم سے روکا، غریبوں کی مدد کی اور یتیموں کو سہارا دیا۔ اُس ستارہ نے معاشرہ کو پیار ومحبت، اخوت ومودت اور اخلاق و اخلاص کا درس دے کر انسان کو ایسی سیدھی راہ پر گامزن کیا جس کی ایک جانب رضائے الٰہی کے پھول کھلے ہیں اور دوسری جانب قربِ الٰہی کی حسین پنکھڑیاں بکھری

Marfat.com

ہیں۔ جو حضرات اس ستارہ کی دکھائی ہوئی سیدھی راہ پر گامزن ہوئے انہیں خدا کے حضور سے اطمینانِ قلب کی دولت ملی۔ انہیں خدا کے دربار سے شرافت کی خلعت نصیب ہوئی۔ خدا نے انہیں تحفہ کے طور پر عزت عطا فرمائی۔ خدا نے اُن کے چہروں پر رعب وجلال کا حُسن نمایاں کر دیا۔ خدا نے ان کے سروں پر نیابت الٰہی کا عمامہ رکھ دیا اور خدا نے ان کی زبان میں صدق وصفا کی شیرینی بھر دی۔ جب ہی تو حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں یہ اشعار پیش کیے۔

وَاَجْمَلُ مِنْکَ لَمْ تَرْقَطُّ عَیْنِیْ
وَاَکْمَلُ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّاءً مِنْ کُلِّ عَیْبٍ
کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ

حضرت علامہ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ بے اختیار پکار اٹھے

مَوْلَایَ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ
ھُوَالْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُہٗ
لِکُلِّ ھَوْلٍ مِنَ الْاَھْوَالِ مُقْتَحِمٖ

حضرت شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ یوں گویا ہوئے کہ

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ
کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ
صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

Marfat.com

حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

ے نسیماں جانبِ بطحا گزر کن
ز احوالم محمدؐ را خبر کن
توئی سلطانِ عالم یا محمدؐ
زروئے لطف سوئے من نظر کن
بَبَر ایں جانِ مشتاقم در آنجا
فدائے روضۂ خیر البشر کن
مشرف گرچہ شد جامیؔ زلطفش
خدایا ایں کرم بارِ دگر کن

حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ یوں رقم طراز ہوئے کہ

ے نمی دانم چہ منزل بود، شب جائے کہ من بودم
بہ ہر سو رقصِ بسمل بود، شب جائے کہ من بودم
پری پیکر نگارِ سرو قدِ لالہ رخسار
سراپا آفتِ دل بود، شب جائے کہ من بودم
رقیباں گوش بر آواز ، او در ناز و من ترساں
سُخن گفتن چہ مشکل بود، شب جائے کہ من بودم
خدا خود میرِ مجلس بود، اندر لا مکاں خسروؔ
محمدؐ شمعِ محفل بود، شب جائے کہ من بودم

حضرت احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رنگ میں فرمایا کہ

ے وہ کمالِ حُسنِ حضورؐ ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

Marfat.com

وہ لا مکاں کے مکیں ہوئے سرِ عرش تخت نشیں ہوئے
وہ نبیؐ ہے جس کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب
گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب، میرا سجود بھی حجاب
تیری نگاہِ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل غیاب و جستجو، عشق حضور و اضطراب

حضرت مولانا ظفر علی خان رحمۃ اللہ علیہ یوں گویا ہوئے

وہ شمع اجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں
اک روز چمکنے والی تھی سب دنیا کے درباروں میں
جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نقطہ وروں سے حل نہ ہوا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں
وہ جنس نہیں ایمان جسے لے آئیں دوکانِ فلسفہ سے
ڈھونڈے سے ملے گی عاقل کو قرآن کے سیپاروں میں

حضرت محمد علی ظہوری قصوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

وہ کیسا سماں ہو گا وہ کیسی گھڑی ہو گی
جب پہلی نظر میری روضے پہ پڑی ہو گی
وہ شیشۂ دل غم سے میلا نہ کبھی ہو گا
تصویر مدینے کی جس دل میں جڑی ہو گی

Marfat.com

چارہ نہ کوئی کرنا اک نعت سنا دینا
ناچیز ظہوری کی جب سانس اڑی ہو گی

حضور نبی اکرم ﷺ کے دور سے نعت کہی جا رہی ہے، لکھی جا رہی ہے، پڑھی جا رہی ہے اور سنی جا رہی ہے۔ کہنے والوں نے عطر و گلاب اور مشک و عنبر سے زبان دھو کر نعت کہی، لکھنے والوں نے شہپرِ جبریلؑ کو قلم بنا کر نعت لکھی، پڑھنے والوں نے لحن داؤدی مستعار لے کر نعت پڑھی اور سننے والوں نے نوائے سروش سمجھ کر نعت سنی، مگر سب کی حسرت ابھی نا تمام ہے۔ نعت دراصل شاعر کا سرمایۂ فن، مومن کا وظیفۂ حیات، دانشور کی آبروئے فکر، اہلِ دل کا سامانِ شوق، شب زندہ داروں کی آخری پہر کی بانگِ بلالؓ، پروانے کا سوز، بلبل کا ساز، قلب کا گداز، آئینۂ روح کی تاب، آبشارِ محبت کا ترنم، قلزمِ عشق کی موج، منزلِ سعادت کا چراغ، کتابِ زیست کا عنوان، حیاتِ عشق کی گرمی، سینۂ کائنات کا راز، دیدۂ غمناک کا موتی، خاکِ حجاز کی مہک، فضائے طیبہ کی نکہت، ازل کی صبح، ابد کی شام اور عارف کے رتجگوں کا حاصل ہے۔ نعت سے غنچۂ روح کھلتا ہے، چشمۂ جان ابلتا ہے، گلشن ایمان مہکتا ہے، بحرِ شوق اُمڈتا ہے، افقِ فکر چمکتا ہے، ذوقِ سینہ مچلتا ہے، قلبِ کون و مکاں دھڑکتا ہے، حُسنِ زندگی نکھرتا ہے اور ذکرِ مصطفیٰ ﷺ بلند ہوتا ہے۔

نعت سے دماغ کو پاکیزگی، قلب کو روشنی، افکار کو تازگی، خیالات کو توانائی، الفاظ کو رنگینی اور لہجے کو رعنائی ملتی ہے۔ نعت مضمون کو عزت، عنوان کو شہرت، اسلوب کو ندرت، بیان کو وسعت اور کلام کو قوت عطا کرتی ہے۔ نعت تخیل کے نازک آبگینے، عشق کے بے بہا خزینے، حروف و الفاظ کے رواں دواں سفینے اور اظہار و بیان کے خوبصورت قرینے کا نام ہے۔ یا یوں کہئے کہ انسانی ذہانت جب عروج پر پہنچتی ہے تو نعت بن جاتی ہے۔ صبحِ سعادت جب طلوع ہوتی ہے تو نعت بن جاتی ہے۔ اسلامی

Marfat.com

ثقافت جب ثمر بار ہوتی ہے تو نعت بن جاتی ہے۔ فکری صداقت جب نصیب ہوتی ہے تو نعت بن جاتی ہے۔ خفتہ قسمت جب جاگ اٹھتی ہے تو نعت بن جاتی ہے اور طلبِ صادق جب موج بن کر کروٹ لیتی ہے تو نعت بن جاتی ہے۔

حضرت حسان بن ثابتؓ کی عظمت و رفعت، علامہ بصیریؒ کی سطوت و فضیلت، شیخ سعدیؒ کی حلاوت و متانت، مولانا رومیؒ کی فصاحت و بلاغت، مولانا جامیؒ کی محبت و مودت، امیر خسروؒ کی حیرت و محویت، غالب کی فنی مہارت و ادبیت، فاضل بریلویؒ کی فکری طہارت اور ایمانی حرارت، علامہ اقبالؒ کی حکمت و علمیت، مولانا ظفر علی خان کی حمیت و جرآت اور محمد علی ظہوری قصوری کی روحانی نسبت و عقیدت جب شاعری کے قالب میں ڈھلتی ہے تو نعت بن جاتی ہے۔ نعت دراصل عشق کا خراج اور حُسن کی معراج ہے۔ نعت آہوں کی صدا اور آنسوؤں کی دعا ہے اور نعت حُسن و عشق اور علم و عرفان کا نقطۂ اتصال ہے"۔

بقول ریاض حسین چودھری

نعت کیا ہے؟ عشق کے ساگر میں غرقابی کا نام
نعت کیا ہے؟ میرے ہر جذبے کی سیرابی کا نام
نعت کیا ہے؟ ہجر میں سانسوں کی بے تابی کا نام
نعت کیا ہے؟ گنبدِ خضریٰ کی شادابی کا نام
نعت ہے بے آب صحراؤں میں پانی کی سبیل
نعت ہے اسمِ محمدؐ ہی کا اس نقشِ جمیل

آنحضرت ﷺ کے مرتبہ و مقام اور آپ کی حقیقت سے کوئی شخص کما حقہٗ واقف نہیں ہوسکا۔ آپ کا فرمان ہے کہ "یَا اَبَا بَکْرٍ لَمْ یَعْرِفْنِیْ حَقِیْقَۃُ غَیْرَ رَبِّیْ (اے ابوبکرؓ! میری حقیقت کو میرے رب کے علاوہ کوئی نہیں جانتا)۔ اگر کسی

Marfat.com

نے قلم اٹھایا بھی ہے تو یہی کہہ سکا ہے کہ

؎ یا صاحب الجمال و یا سید البشر
من وجهک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہٗ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

سلطان العارفین ابو یزید طیفور بن عیسٰی بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ”عامہ مومنین کے مقام کی غایت اولیاء کی ابتدا ہے اور اولیاء کے مقام کی نہایت شہیدوں کے مقام کی ابتدا ہے اور شہیدوں کے مقام کی غایت صدیقوں کے مقام کی ابتدا ہے اور صدیقوں کے مقام کی غایت نبیوں کے مقام کی ابتدا ہے اور نبیوں کے مقام کی غایت رسولوں کے مقام کی ابتدا ہے اور رسولوں کے مقام کی غایت اولوالعزم کے مقام کی ابتدا ہے اور اولوالعزم کے مقام کی نہایت حضرت محمد مصطفٰی ﷺ کے مقام کی ابتدا ہے اور حضرت محمد مصطفٰی ﷺ کے مقام کی نہایت معلوم نہیں۔ سوائے حق تعالٰی کے کوئی آپ کے مقام کی نہایت نہیں جانتا۔ روزِ ازل میں اور میثاق کے دن روحوں کا مقام اِن ہی مراتب پر تھا جو مذکور ہوئے اور روزِ حساب بھی ان ہی مراتب پر ہوگا“۔

بقول غالبؔ

؎ غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است

آنحضرت ﷺ نے تریسٹھ برس کی عمر مبارک میں ۱۲ ربیع الاول ۱۱ سن ہجری روز دو شنبہ کو دوپہر ڈھلے اس عالم فانی سے رحلت فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ° آپ ﷺ مدینہ منورہ میں آرام فرما ہیں۔ اس آرام گاہ کے متعلق کسی شاعر نے درست کہا

Marfat.com

ہے کہ

؎ ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنیدؒ و با یزیدؒ این جا

Marfat.com

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کا اسم گرامی عبد اللہ اور آپ کے والد ماجد کا نام مبارک ابو قحافہ عثمان تھا۔ آپ کی کنیت ابو بکر اور صدیق، عتیق آپ کے لقب ہیں۔ آپ کی ولادت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے دو سال اور چار ماہ بعد ہوئی۔ آپ کا سلسلہ نسب رسول اللہ ﷺ کے خاندان سے مرہ بن کعب سے ملتا ہے۔ مرہ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان چھ واسطے ہیں۔ اسی طرح مرہ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ میں چھ واسطے ہیں۔ آپ کی بیٹی حضرت عائشہ صدیقہؓ حضور سرور کائنات ﷺ کے نکاح میں تھیں۔ مردوں میں سب سے پہلے حضرت صدیق اکبرؓ ایمان لائے۔ اسلام لاتے ہی آپ نے تبلیغ کا کام شروع کر دیا۔ چنانچہ حضرات عشرہ مبشرہ میں سے عبد الرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، عثمان بن عفان، زبیر بن العوام اور طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ ہی کہ دعوت سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ صحابہ کرام میں آپ کے لئے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ کے والد ماجد آپ کی تمام اولاد اور آپ کا پوتا ابو عتیق محمد بن عبد الرحمٰن سب صحابی ہیں، رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ آپ تجارت کیا کرتے تھے۔ معراج کی تصدیق بھی سب سے پہلے آپ ہی نے فرمائی تھی۔ قرآن حکیم کی تلاوت کے دوران آپ زار و قطار روتے تھے۔ ہجرت کی شب آپ ہی حضور ﷺ کے ہمراہ تھے۔ غار ثور میں آپ کے ساتھ گزرے ہوئے وقت کو حضور ﷺ نے آپ کی تحسین کے الفاظ سے یاد فرمایا۔ نبی اکرم ﷺ کے بعد آپ مسلمانوں کے پہلے خلیفہ منتخب ہوئے۔ خدا اور رسول اللہ ﷺ کے احکام پر آپ کا ہر قدم ہوتا تھا۔ خلافت سنبھالتے ہی آپ نے جس ثابت قدمی اور پامردی سے اس نازک وقت میں اسلام کی کشتی کو بچایا وہ توفیق حق سے آپ ہی کا کام تھا۔ آپ نے منکرین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کیا۔ کیونکہ آپ سمجھتے تھے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اسلام کی راہ میں رکاوٹ بن گئے ہیں انہیں معاشرہ سے خارج

Marfat.com

کرنا ہی بہتر ہے۔ آپؓ نے مسیلمہ کذاب کے خلاف جہاد کر کے اس کا خاتمہ کیا۔ حضرت عمرؓ نے منکرینِ زکوٰۃ کے خلاف نرمی اختیار کرنے کا مشورہ دیا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جواب دیا کہ اے عمرؓ مجھے امید تھی کہ امورِ خلافت میں تم میری مدد کرو گے مگر تم مجھے اس مشورہ سے رسوا کرنا چاہتے ہو تم تو زمانہ جاہلیت میں بڑے جبار تھے اسلام میں کیوں سُست ہو گئے اور فرمایا میں ضرور اس شخص کو قتل کروں گا جس نے زکوٰۃ اور نماز میں تفریق کی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے یقین ہو گیا کہ خداوند کریم نے اس مسئلہ میں آپؓ کو شرح صدر کر دیا۔ حضرت صدیق اکبرؓ کی شان میں قرآنِ پاک کی کئی آیات نازل ہوئی ہیں آپؓ نے تمام مال رضا مندی خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قربان کر دیا تھا۔ ابتدا سے انتہا تک آپ نے بجز تسلیم امر حق کوئی دوسری راہ اختیار نہیں کی۔ جب لوگ آپ کی مدح کرتے تو آپ یوں کہتے ”خدایا! تو میرا حال میری نسبت بہتر جانتا ہے اور میں اپنا حال ان کی نسبت بہتر جانتا ہوں۔ خدایا تو مجھے بہتر بنا دے اس سے جو وہ گمان کرتے ہیں اور میرے وہ گناہ بخش دے جو ان کو معلوم نہیں۔ اور جو وہ کہتے ہیں اس پر مجھے گرفت نہ کر“۔ حضرت صدیق اکبرؓ صحیح معنوں میں عاشقِ رسول تھے۔ آپؓ فرماتے تھے کہ جس امر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمل کیا کرتے تھے میں اسے کئے بغیر نہیں چھوڑتا۔ اگر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حال سے کسی امر کو چھوڑ دوں تو مجھے ڈر ہے کہ سنت سے منحرف ہو جاؤں گا۔ (نسیم الریاض بحوالہ ابوداؤد بخاری)۔ آپؓ نے فرمایا ”تاریکیاں پانچ ہیں اور ان کے چراغ بھی پانچ ہیں۔ حبِ دنیا تاریکی ہے اور اس کا چراغ تقویٰ ہے۔ گناہ تاریکی ہے اور اس کا چراغ توبہ ہے۔ قبر تاریکی ہے اور اس کا چراغ لا الہٰ الا اللہ ہے۔ آخرت تاریکی ہے اور اس کا چراغ نیک عمل ہے۔ پل صراط تاریکی ہے اور اس کا چراغ یقین ہے“۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ تقریباً سوا دو برس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے چھوٹے تھے اور سوا دو برس ہی آپ خلافت پر متمکن رہے۔

Marfat.com

آخر ۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۳ھ کو دوشنبہ کے دن خالق حقیقی سے جا ملے۔ مدفن بھی حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گنبد خضریٰ میں ہے۔

Marfat.com

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ آپ کا وطن فارس ہے۔ آپ کا والد آتش پرست تھا۔ پہلے آپ دین مجوس سے بیزار ہو کر دین موسوی میں داخل ہوئے بعد از آں دین نصاریٰ اختیار کیا اور شام و روم میں راہبانِ نصاریٰ کی خدمت میں رہے۔ آخری راہب جس کے پاس آپ تھے مرنے لگا تو اس نے آپ کو نبی آخر الزماں ﷺ کی بشارت دی، پتا بتایا اور نصیحت کی کہ تم ان کا دین اختیار کرنا۔ اس لئے راہب مذکور کے مرنے پر آپ نے ایک قافلہ کے ساتھ مدینہ کی راہ لی۔ اہل قافلہ نے آپ کو بنو قریظہ کے ایک یہودی عثمان بن سہل کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ جب مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو حضرت سلمان فارسیؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دینِ اسلام اختیار کیا۔ پھر نبی اکرم ﷺ کے وسیلہ سے پانچویں سال ہجرت میں اس یہودی کی غلامی سے آزاد ہو گئے۔ غزوہ احزاب میں جب خندق کھودنے لگے تو حضور ﷺ نے خندق مسلمانوں میں تقسیم فرما دی۔ حضرت سلمانؓ کے بارے میں مہاجرین و انصار میں اختلاف پیدا ہوا۔ ہر ایک فریق کا دعویٰ تھا کہ سلمانؓ ہم میں سے ہیں۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سلمان منا اھل البیت۔ آپ نے باوجود حصول شرف صحبت سرور عالم ﷺ حضرت ابو بکر صدیقؓ سے طریقت حاصل کی اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے ساتھ محبت رکھتے تھے۔ آپ اصحاب صفہ میں سے ہیں۔ آپؓ ان تین صحابیوں میں سے ہیں جن کا بہشت مشتاق ہے۔ آپؓ ان چار صحابیوں میں سے ہیں جن کو خدا دوست رکھتا ہے اور اپنے حبیب پاک کو ان کی دوستی کا ارشاد فرماتا ہے آپؓ ان چار بزرگوں میں سے ہیں جن کی نسبت حضرت معاذ بن جبلؓ نے اپنی وفات کے وقت نصیحت کی کہ ان کے پاس علم تلاش کرنا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں حضرت سلمانؓ کو مدائن کا گورنر بنا دیا اور پانچ ہزار درہم وظیفہ مقرر فرمایا

Marfat.com

لیکن آپ وظیفہ تو اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے اور بوریا بافی سے اپنا گزارہ کرتے۔ آپؓ کے پاس ایک دھاری دار کمبل تھا جس کا کچھ حصہ آپ اوڑھ لیتے اور کچھ حصہ نیچے بچھا لیتے۔ گورنری کی حالت میں بھی یہی کمبل پاس رہتا۔ بعض ناواقف لوگ آپؓ کی ظاہری حالت دیکھ کر آپؓ سے بطور مزدور اپنا اسباب اٹھواتے لیکن جب راستے میں معلوم ہو جاتا کہ یہ امیر شہر ہیں تو عذر کرتے کہ ہم خود اٹھا لیتے ہیں مگر آپؓ فرماتے کہ حسبِ وعدہ منزل تک پہنچا کر آؤں گا۔ گورنری کی حالت میں ایک جماعت آپ کے پاس آئی اس وقت آپ بوریا بافی کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا آپ یہ کام کیوں کر رہے ہیں حالانکہ آپ گورنر ہیں اور آپ کا وظیفہ مقرر ہے۔ آپؓ نے جواب دیا کہ میں یہ پسند کرتا ہوں کہ اپنے ہاتھ کی کمائی کھاؤں۔ جب آپؓ کی وفات کا وقت آیا تو اپنی بیوی سے کہا کہ کچھ کستوری جو تمہارے پاس ہے اسے پانی میں گھول کر میرے سر کے گرد چھڑک دو کیونکہ اب ایک قوم آنے والی ہے جو نہ انسان ہیں نہ جن۔ آپؓ کی بیوی کا بیان ہے کہ میں آپ کا ارشاد بجا لائی اور گھر سے باہر نکلی۔ آواز آئی السلام علیک یا ولی اللہ۔ السلام علیک یا صاحب رسول اللہ۔ جب میں اندر آئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ آپؓ کی روح پرواز کر گئی ہے اور آپ ایسے لیٹے ہوئے ہیں کہ گویا سو رہے ہیں۔ آپؓ کی وفات اڑھائی سو سال کی عمر میں (۱۰ رجب) ۳۳ھ کو شہر مدائن میں ہوئی۔

Marfat.com

حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیقؓ

آپ حضرت امام زین العابدینؒ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ حضرت قاسمؒ اپنے والد ماجد کے بعد اپنی پھوپھی حضرت وعائشہ صدیقہؓ کے ہاں پرورش پاتے رہے۔ آپ نے اکتسابِ فیوض اور نعمت جدی حضرت سلمان فارسیؓ سے حاصل کی اور حضرت امام زین العابدینؒ کی صحبت بھی اختیار کی۔ حضرت قاسم کبار تابعین اور فقہائے سبعہ میں سے ہیں۔ آپ امام و عالم وفقیہ و پرہیز گار اور کثیر الحدیث تھے یحیٰ بن سعید انصاری کا قول ہے کہ ہم نے مدینہ منورہ میں کسی کو ایسا نہ پایا کہ اُسے قاسم پر فضیلت دیں۔ ایوب سختیانی کا بیاں ہے کہ میں نے کسی کو قاسمؒ سے افضل نہ دیکھا۔ بقول امام بخاری آپ افضل اہل زمانہ تھے۔ ابوالزناد کہتے ہیں کہ میں نے کسی کو قاسمؒ سے بڑھ کر سنت کا عالم نہ پایا اور نہ کسی فقیہہ کو آپ سے زیادہ صاحبِ علم دیکھا۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ میں نے قاسمؒ کو نماز پڑھتے دیکھا۔ ایک اعرابی آیا۔ اس نے آپ سے پوچھا کہ تم اور سالم دونوں میں بڑا عالم کون ہے۔ قاسمؒ نے کہا سبحان اللہ۔ اعرابی نے پھر وہی سوال کیا۔ آپ نے جواب دیا سالم وہ ہیں۔ ان سے پوچھ لے۔ ابن اسحاق نے اس کی توجیہہ میں کہا کہ قاسمؒ نے پسند نہ کیا کہ کہہ دیں میں اعلم ہوں۔ کیونکہ یہ تو تزکیہ نفس ہے اور یہ بھی نہ کہا کہ سالم اعلم ہیں کیونکہ یہ جھوٹ ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے تھے کہ اگر امر خلافت میرے اختیار میں ہوتا تو میں قاسم کے سپرد کر دیتا۔ جب وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت قاسم نے وصیت کی کہ مجھے ان کپڑوں میں کفنانا جن میں نماز پڑھا کرتا تھا۔ (یعنی قمیض و ازار بند و چادر) آپ کے صاحبزادے نے عرض کیا۔ ابا جان کیا ہم دو کپڑے اور زیادہ کر دیں۔ جواب دیا۔ جان پدر! حضرت ابوبکر صدیقؓ کا کفن بھی تین ہی کپڑے تھے۔ مردے کی نسبت زندہ کو نئے کپڑوں کی زیادہ ضرورت ہے۔ آپ نے ستر سال کی عمر میں (۲۴ جمادی الاول) ۱۰۶ھ میں وفات پائی۔

Marfat.com

حضرت امام جعفر صادقؒ

آپ کی کنیت ابوعبداللہ اس مبارک جعفر اور بوجہ صدق مقال لقب صادق ہے۔ آپ امام باقر کے صاحبزادے امام زین العابدینؒ کے پوتے اور حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیقؓ کے نواسے یعنی امام جعفر صادقؒ کی والدہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پوتے حضرت امام قاسم کی صاحبزادی تھی۔ آپ کی ولادت ۱۳، ربیع الاول ۸۰ھ بروز دوشنبہ ہے۔ آپ تبع تابعین میں سے ہیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے ولدنی ابوبکر مرتین یعنی میں ابوبکر صدیقؓ سے دومرتبہ پیدا ہوا ہوں۔ اس پر حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ حضرت امام کا نسب صوری اور معنوی حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ہے اس واسطے آپ نے ایسا فرمایا ہے۔ یعنی اول ولادت ظاہری کہ ان کی والدہ کے باپ حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر ہیں اور دوم ولادت باطنی کہ عالم باطن بھی انہوں نے حضرت قاسم سے پایا ہے۔ آپ کی امامت اور سیادت پر سب کا اتفاق ہے۔ شہوات و لذاتِ دنیا سے بے حد اجتناب فرماتے تھے۔ مدینہ منورہ میں آپ ظاہری و باطنی علوم کا مرکز تھے۔ عمرو بن ابی المقدم کا قول ہے کہ میں جس وقت امام جعفر صادقؒ کو دیکھ لیتا ہوں معلوم ہو جاتا ہے کہ آپ خاندانِ نبوت سے ہیں۔ علامہ ذہبیؒ نے آپ کو حفاظِ حدیث میں شمار کیا ہے آپ کامل زہد و ورع تھے۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک، یحیٰی بن سعید انصاری، ابن جریج، محمد بن اسحاق، موسیٰ بن جعفر، سفیان ثوری، سفیان یمینہ آپ کے شاگرد تھے۔ ایک مرتبہ سفیان ثوری نے کہا کہ کچھ وصیت فرمایئے۔ فرمایا اے سفیان دروغ گو کو مروت نہیں ہوتی اور حاسد کو راحت نہیں ہوتی، بدخلق کو سرداری نہیں ہوتی اور ملوک کو اخوت نہیں ہوتی۔ عرض کیا کچھ اور فرمایئے فرمایا انے سفیان اپنے تئیں اللہ تعالیٰ کے محارم سے بچانا تاکہ عابد ہو اور جو کچھ قسمت میں ہو گیا اس پر راضی ہونا کہ مسلم ہو۔ فاجر سے صحبت مت رکھ کہ تجھ پر فجور غالب نہ آجائے۔ اپنے معاملہ میں

Marfat.com

ایسے آدمیوں سے مشاورت کر کہ طاعتِ خدا خوب کرتے ہوں۔ پھر سفیان ثوری نے عرض کیا کچھ اور فرمایئے فرمایا اے سفیان جو شخص چاہے کہ اس کی عزت بلا ذات وقبیلہ کے ہو اور ہیبت بلا حکومت ہو اس سے کہو کہ گناہ چھوڑ دے اور اطاعت اختیار کرے اور فرمایا جو شخص ہر آدمی کے ساتھ صحبت رکھتا ہے وہ سلامت نہیں رہتا اور جو کوئی برے راستہ جاتا ہے اسے اتہام لگتا ہے اور اپنی زبان کو قابو میں نہیں رکھتا وہ پشیمان ہوتا ہے۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ سے انس رکھتا ہے اسے خلق سے وحشت ہو جاتی ہے فرمایا بہت سے ایسے گناہ ہیں کہ جس کی وجہ سے بندہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہو جاتا ہے اور بہت سی عبادتیں ایسی ہیں کہ جن کی وجہ سے بندہ اللہ تعالیٰ سے دور ہو جاتا ہے کیونکہ مطیع مغرور گنہگار ہوتا ہے اور گنہگار نادم مطیع ہوتا ہے۔ امام جعفر صادقؓ کے عجز و عاجزی کا یہ عالم تھا کہ ایک روز آپ مع اپنے خادموں کے بیٹھے تھے فرمانے لگے آؤ آپس میں اقرار کریں کہ ہم میں سے جس کو نجات ہو وہ باقی سب کی شفاعت کرے۔ سب نے عرض کیا اے فرزندِ رسول اللہ ﷺ آپ کو ہماری شفاعت کی کیا حاجت ہے کہ آپ کے جد شفیع خلائق ہیں فرمایا کہ مجھ کو اپنے افعال سے شرم آتی ہے کہ ان کو لے کر پیش ہوں۔ آپ سے کسی نے دریافت کیا کہ درویش صابر فاضل تر ہے یا تونگر شاکر۔ فرمایا درویش صابر۔ کیونکہ تونگر کا دل کیسہ میں لٹکا رہتا ہے اور درویش کا اللہ تعالیٰ میں۔ ایک روز حضرت امام جعفر صادقؓ مکہ میں سے گزر رہے تھے دیکھا کہ ایک عورت جس کے آگے ایک مردہ گائے پڑی ہے رو رہی ہے۔ حضرت امام نے پوچھا کیا بات ہے۔ عورت نے عرض کی کہ میرا اور میرے بچوں کا گزارہ اسی گائے کے دودھ پر ہوتا تھا۔ اب مر گئی ہے اس لئے حیران ہوں کہ کیا کروں۔ امام جعفر صادقؓ نے فرمایا کہ کیا تو چاہتی ہے کہ خدا تعالیٰ اس کو دوبارہ زندہ کر دے۔ عورت نے جواب دیا مجھ پر تو مصیبت پڑی ہے اور آپ ہنسی کرتے ہیں۔ امام نے فرمایا کہ میں ہنسی نہیں کرتا اسی

Marfat.com

وقت آپ نے دعا فرمائی اور گائے کے ایک ٹھوکر ماری، فی الفور گائے اٹھ کھڑی ہوئی اور آپ لوگوں میں مل گئے۔ ایک روز امام جعفر صادقؓ نے فرمایا کہ پانچ لوگوں کی صحبت سے اجتناب کرنے میں بہتری ہے اول جھوٹے سے کیونکہ اس کی صحبت فریب میں مبتلا کر دیتی ہے۔ دوم بیوقوف سے کیونکہ تمہاری منفعت سے زیادہ تمہیں نقصان پہنچائے گا۔ سوم کنجوس سے کیونکہ وہ تمہارا بہترین وقت ضائع کرے گا۔ چہارم بزدل سے کیونکہ وقت پڑنے پر ساتھ چھوڑ دے گا۔ پنجم فاسق سے کیونکہ وہ ایک نوالہ کی طمع میں کنارہ کش ہو کر مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ آپؓ نے فرمایا نیکی کامل نہیں ہوتی سوائے تین باتوں کے۔ اول جب نیکی کرو تو اسے بڑا نہ سمجھو۔ دوسرے اسے پوشیدہ رکھو تیسرے اس میں تاخیر نہ کرو۔ کیونکہ جب تم خود اس کو بڑی نہیں سمجھو گے تو اللہ کے ہاں بڑی ہو جائے گی جب چھپاؤ گے کامل ہو جائے گی جب جلدی کرو گے خوشگوار ہو جائے گی۔

آپ نے مدینہ منورہ میں ۱۵ رجب ۱۴۸ء میں اڑسٹھ سال کی عمر میں وصال فرمایا اور جنت البقیع میں قبہ اہلبیت میں مدفون ہوئے۔

Marfat.com

حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامیؒ

آپ کا نام مبارک طیفور بن عیسیٰ تھا۔ آپ ۱۳۶ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا دادا پہلے مجوسی تھا پھر مسلمان ہو گیا۔ آپ کے دو اور بھائی جن کا نام آدم و علی تھا۔ وہ بھی عابد و زاہد تھے مگر آپ زہد و عبادت میں اُن سے بڑھے ہوئے تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ جس وقت بایزیدؒ میرے پیٹ میں تھا اُس وقت کوئی مشتبہ غذا کھا بیٹھتی تو اندر بیقراری شروع ہو جاتی اور تاوقتیکہ قے نہ کر دیتی آرام نہ آتا۔ بچپن میں

آپ نے مکتب میں پڑھنے کے دوران جب سورہ لقمان کی یہ آیت پڑھی اَنِ اشْکُرْلِیْ وَلِوَالِدَیْکَ یعنی شکر کر میرا اور اپنے والدین یعنی ماں باپ کا۔ تو آپ استاد صاحب سے رخصت لے کر گھر آئے اور اپنی والدہ ماجدہ سے عرض کی کہ اللہ پاک یہ ارشاد فرماتا ہے کہ شکر کر میرا اور اپنے ماں باپ کا۔ لیکن اب میری یہ عرض ہے کہ یا تو مجھے خدا سے مانگ لیں کہ بالکل آپ ہی کا ہو رہوں ورنہ خدا کو سونپ دیں تا کہ اُسی کا ہو رہوں۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے جواب دیا میں نے تجھے اپنا حق بخش دیا اور راہ خدا میں چھوڑ دیا۔ یہ سن کر آپ بسطام سے نکلے اور تیس سال تک بادیۂ شام میں ریاضت و مجاہدہ کرتے رہے۔ آپ نے تقریباً ایک سو تیرہ اور بعض کے نزدیک ایک سو سترہ پیرانِ عظام سے فیض حاصل کیا۔ آپ کی علم باطن میں حضرت امام جعفر صادقؓ کی روحانیت سے تربیت ہے۔ جس وقت آپ نماز پڑھتے تو آپ کے سینہ کی ہڈیوں سے ہیبتِ حق و تعظیم شریعت سے اس قدر چرچراہٹ کی آواز نکلتی کہ لوگوں کو سنائی دیتی۔

کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ سخت سے سخت مجاہدہ کون سا ہے جو آپ نے راہ خدا میں کیا ہے فرمایا اس کا بیاں ممکن نہیں۔ اس نے کہا کہ آسان سے آسان تکلیف تو بتا دیجئے جو آپ کے نفس نے اٹھائی ہے۔ فرمایا ہاں یہ تو سن لو۔ ایک دفعہ میں نے اپنے نفس کو کسی طاعت کی طرف بلایا۔ اس نے میرا کہا نہ مانا۔ اس پر میں نے اسے ایک

Marfat.com

سال پیا سار کھا۔ کہا اے نفس یا عبادت کر یا پیا سا مر۔

آپ کے پاس ایک اونٹ تھا اس پر اپنا اور اپنے مریدوں کا اسباب لاد کر حج کو جا رہے تھے کسی نے کہا اس بیچارے اونٹ پر بوجھ بہت زیادہ لاد دیا ہے اور یہ بڑا ظلم ہے۔ اس پر حضرت بایزید بسطامیؒ نے جواب دیا اے جوانمرد بوجھ اٹھانے والا اونٹ نہیں ہے غور سے دیکھ کہ اونٹ کی پیٹھ پر کچھ بوجھ ہے یا نہیں۔ پھر اس نے جو غور سے دیکھا تو بوجھ اونٹ کی پیٹھ سے ایک ہاتھ اونچا تھا۔ کہنے لگا عجیب معاملہ ہے۔ شیخؒ نے فرمایا کہ اگر میں اپنا حال تم سے پوشیدہ رکھتا ہوں تو تم مجھے ملامت کرتے ہو اور اگر ظاہر کرتا ہوں تو اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ کیا کیا جائے۔ فرمایا کہ تم بعض شخصوں کو میری زیارت سے لعنت ہوتی ہے اور بعض پر رحمت ہوتی ہے۔ فرمایا لعنت اس وجہ سے کہ وہ آیا اس وقت مجھ پر حالت غالب ہوئی اور مجھ کو اپنے آپ میں نہ پایا۔ ناچار میری غیبت کرے گا۔ دوسرا آیا حق کو مجھ پر غالب پایا۔ مجھ کو معزور کہا۔ اس پر رحمت ہوگی۔

ایک مرتبہ شیخ ابوسعید میخورانی حضرت بایزید بسطامیؒ کی خدمت میں بغرض امتحان آئے۔ آپ نے فرمایا میرے مرید ابوسعید راعی کے پاس جاؤ کیونکہ ولایت و کرامت ہم نے اسے بخش دی ہے۔ جب ابوسعید وہاں پہنچے تو راعی کو دیکھا کہ صحرا میں نماز پڑھ رہے ہیں اور بھیڑیئے آپ کی بھیڑوں کی گلہ بانی کر رہے ہیں۔ جب نماز سے فارغ ہوئے پوچھا کیا چاہتے ہو۔ گرم روٹی اور انگور؟ راعی نے ہاتھ کی لکڑی کے دو ٹکڑے کر کے ایک اپنے آگے اور دوسرا اس کے آگے گاڑ دیا۔ فوراً انگور لگے مگر راعی کی طرف کے سفید اور اس کی طرف کے سیاہ تھے۔ اس نے راعی سے سبب پوچھا۔ راعی نے جواب دیا کہ میری طلب بطور یقین اور تیری طلب بطور امتحان تھی۔ ہر چیز کا رنگ اس کے حال کے موافق ہوا کرتا ہے۔ اس کے بعد راعی نے ابوسعید

Marfat.com

میخو رانی کو اپنی گدڑی دی۔ فرمایا اسے سنبھال کر رکھنا مگر جب وہ حج کو گئے تو عرفات میں وہ گدڑی غائب ہوگئی جب واپس بسطام آئے تو وہ گدڑی راعیؒ کے پاس تھی۔

ایک مرتبہ حضرت بایزید بسطامیؒ سے قحط کی شکایت کی گئی اور عرض کیا گیا کہ دعا فرمایئے اللہ تعالیٰ بارش بھیجے۔ یہ سن کر آپ نے سر جھکا لیا۔ پھر سر اٹھا کر فرمایا جاؤ اپنے پرنالوں کو درست کرو بارش آ گئی۔ چنانچہ مینہ برسنا شروع ہوا اور ایک دن رات برستا رہا۔ حضرت بایزید بسطامیؒ کے استغراق کا یہ عالم تھا کہ آپ کے پاس ایک مرید بیس سال سے تھا۔ آپ ہر روز اس سے پوچھا کرتے کہ تیرا نام کیا ہے۔ وہ ہر روز بتا دیتا۔ آخر کار ایک روز اس نے کہا کہ میں بیس سال سے آپ کی خدمت میں ہوں اور آپ ہر روز میرا نام دریافت کرتے ہیں اور بھول جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں ہنسی نہیں کرتا جب سے اس کا نام دل میں آ گیا ہے کچھ یاد نہیں۔ ہر روز تیرا نام پوچھ لیتا ہوں اور ہر روز بھول جاتا ہوں۔

ایک روز حالتِ وجد میں حضرت بایزید بسطامیؒ کی زبان سے نکلا سبحانی ما اعظم شانی۔ یعنی میں پاک ہوں اور میری شان بہت بری ہے۔ حالتِ وجد کے بعد جب ارادت مندوں نے استفسار کیا کہ یہ جملہ آپ نے کیوں کہا؟ تو فرمایا کہ مجھے تو علم نہیں۔ اگر آئندہ اس قسم کا کوئی جملہ میری زبان سے نکلے تو مجھے قتل کر دینا۔ اس کے بعد جب دوبارہ حالتِ وجد میں آپؒ نے پھر وہی جملہ کہا تو آپ کے مریدوں نے حسبِ حکم آپ کے قتل کا ارادہ کر کے چھریاں چلانی شروع کیں تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے چھریاں پانی میں چل رہی ہوں اور آپ کے اوپر قطعاً کوئی اثر نہیں ہو رہا۔ حالتِ وجد ختم ہونے کے بعد مریدوں نے پھر جب واقعہ بیان کیا تو فرمایا کہ اصل بایزید تو میں ہوں، جن کو تم نے دیکھا وہ بایزید نہیں تھے۔

ایک مرتبہ بایزید بسطامیؒ مدینہ منورہ برائے زیارت روضہ منورہ جا رہے تھے

Marfat.com

ایک شہر میں داخل ہوئے تو لوگ آپ کے گرد جمع ہو گئے۔ جب آپ وہاں سے نکلے تو اپنے پیچھے لوگوں کا ہجوم دیکھ کر پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ جواب ملا کہ یہ آپ کے ساتھ ہی رہیں گے۔ آپ نے چاہا کہ یہ لوگ کس طرح آپ سے دور ہو جائیں۔ چنانچہ بعد نماز فجر آپ نے لوگوں سے متوجہ ہو کر یہ آیت پڑھی اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ (بیشک میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں پس تم میری عبادت کرو) یہ سن کر انہوں نے کہا کہ یہ تو دیوانہ ہے اور آپ کو چھوڑ کر چلے گئے۔ ابو علی جوز جانی سے ان الفاظ کی نسبت سوال کیا گیا جو بایزیدؒ سے منقول ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم بایزیدؒ کے حال کو تسلیم کرتے ہیں شاید وہ الفاظ ان سے غلبۂ حال یا حالتِ سکر میں صادر ہوئے ہیں۔ جو شخص بایزیدؒ کا مقام حاصل کرنا چاہے اسے بایزیدؒ کی طرح مجاہدہ نفس کرنا چاہئے تب وہ بایزیدؒ کے کلام کو سمجھے گا۔ ایک مرتبہ حضرت بایزید بسطامیؒ نے کسی امام کے پیچھے نماز پڑھی۔ نماز کے بعد امام نے پوچھا کہ آپ کا کھانا کہاں سے چلتا ہے۔ آپ نے جواب دیا ذرا صبر کرو میں اپنی نماز کو دوبارہ پڑھ لوں تب تمہاری بات کا جواب دوں گا کہ جو شخص روزی دینے والے کو نہ جانے اس کے پیچھے نماز جائز نہیں۔

ایک مرتبہ کسی نے حضرت بایزید بسطامیؒ سے دریافت کیا کہ آپ کا پیر کون ہے تو آپ نے جواب دیا کہ ایک بڑھیا۔ کیونکہ ایک مرتبہ آپ غلبہ شوق و جوش توحید اور کمال بیخودی کی حالت میں صحرا میں نکل گئے۔ آپ کو ایک بڑھیا ملی جو بوجھ اٹھائے ہوئے تھی۔ اس نے آپ کو بوجھ اٹھانے کو کہا۔ اس وقت آپ کی کیفیت یہ تھی کہ اپنے تئیں بھی نہ اٹھا سکتے تھے۔ چنانچہ آپ نے ایک شیر کو اشارہ کیا وہ قریب آیا تو آپ نے بوجھ اس شیر کی پیٹھ پر لاد دیا اور بڑھیا سے پوچھا کہ جب تو شہر میں جائے گی تو کیا کہے گی کہ میں نے کسی کو دیکھا۔ اس پر بڑھیا نے جواب دیا کہ میں کہوں گی کہ میں نے ایک ظالم اور متکبر کو دیکھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شیر کو مکلّف نہیں بنایا اس لئے اسے

Marfat.com

تکلیف دینا ظلم ہے پھر بڑھیا نے کہا کہ تو باوجود اس بات کے چاہتا ہے کہ اہل شہر جانیں کہ شیر تیرا مطیع ہے اور تو صاحبِ کرامت ہے یہ تکبر ہے۔ یہ سن کر آپ نے توبہ کی اور کہا کہ بڑھیا کی یہ بات میرا پیر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جس کام کو میں موخر سمجھتا تھا وہی سب پر مقدم نکلا اور وہ میری والدہ کی رضا تھی۔ جو کچھ میں ریاضات ومجاہدات اور مسافرت میں ڈھونڈتا رہا وہ سب اسی میں پایا۔ ایک رات میری ماں نے پانی مانگا میں پانی لینے چلا گیا۔ کوزہ میں پانی نہ تھا۔ گھڑے میں بھی نہ ملا۔ ناچار ندی پر چلا گیا جب وہاں سے پانی لایا تو اتنے میں والدہ سوگئی تھیں۔ سردی کی رات تھی میں کوزہ اٹھائے کھڑا رہا جب انکی آنکھ کھلی تو پانی پیا اور مجھے دعا دی اور فرمایا کوزہ نیچے کیوں نہ رکھ دیا؟ عرض کی کہ میں ڈرتا رہا کہ آپ جاگ جائیں اور میں حاضر نہ ہوں۔ ایک اور موقع پر والدہ محترمہ نے فرمایا کہ آدھا دروازہ بند کر دو۔ میں صبح تک سوچتا رہا کہ کون سا آدھا بند کروں۔ دائیں طرف کا یا بائیں طرف کا تاکہ والدہ کے حکم کے خلاف نہ ہو۔ صبح کے وقت مجھے مل گیا جو میں ڈھونڈتا تھا۔ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت بایزیدؒ ہماری جماعت میں اس طرح ہیں جیسا کہ حضرت جبرائیل فرشتوں میں۔ دیگر سالکیں کے میدان کی انتہا بایزیدؒ کے میدان کی ابتدا ہے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ نے فرمایا اگر تم کسی شخص میں کرامات دیکھو یہاں تک کہ وہ ہوا میں اڑتا ہو تو اس پر فریفتہ نہ ہو جاؤ جب تک یہ نہ دیکھ لو کہ وہ امر و نہی، حفظ حدود اور آدابِ شریعت میں کیسا ہے۔ فرمایا میں نے اللہ کو اللہ کے ساتھ پہچانا اور ماسوا کو اللہ کے نور کے ساتھ پہچانا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں رب العزت کو دیکھا تو پوچھا اے میرے پروردگار! میں تجھے کس طرح پاؤں؟ ارشاد ہوا کہ اپنے نفس کو تین طلاقیں دے اور میری طرف آ۔ فرمایا نیکوں کی صحبت، نیک کام کرنے سے بہتر ہے اور بدوں کی صحبت برے کام کرنے سے بدتر ہے۔ فرمایا سچا عابد، سچا عامل وہ ہے

Marfat.com

جو تیغ جہد سے تمام خواہشات کا سر کاٹ دے اور اس کی تمام شہوات وتمنائیں محبت حق میں فنا ہو جائیں۔ فرمایا عارف کا ادنیٰ مقام یہ ہے کہ صفاتِ خداوندی کا مظہر ہو جائے۔ فرمایا جو کوئی اللہ تعالیٰ کو جانتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سوا اپنی زبان کو دوسرے کے ذکر میں نہیں کھولتا۔ فرمایا جن کو اللہ رب العزت دوست رکھتا ہے ان کو تین خصلتیں عطا فرماتا ہے۔ سخاوت دریا کی سخاوت جیسی اور شفقت آفتاب کی شفقت کی مانند اور تواضع زمین کی تواضع کی مانند۔ فرمایا ساری کوششیں مجاہدے میں صرف کر کے خدائے پاک کے فضل پر اپنی نظر رکھنا چاہیئے نہ کہ اپنے فعل پر۔ فرمایا کہ عارف اور عاشق الٰہی کا دل اس چراغ کی مانند ہے جو صاف آئینہ کی قندیل میں دھرا ہو کہ اس کی روشنی عالم ملکوت کو روشن کرتی ہے اور جب یہ حال ہے تو پھر اس کو تاریکی اور اندھیرے سے کیا خوف ہے۔ جب آپ سے پوچھا کہ فرض اور سنت کیا ہے تو فرمایا کہ حق تعالیٰ کی محبت فرض اور دنیا کا ترک کرنا سنت ہے۔ فرمایا میں نے باری تعالیٰ کو خواب میں دیکھا! مجھ سے فرمایا کہ اے بایزید میں تیرا ہوں جیسا کہ تو میرا ہے۔ آپؒ نے فرمایا متکبر شخص معرفت کی بو تک نہیں پہنچ سکتا۔ آپؒ نے ۱۵ شعبان ۲۶۱ ھ کو وفات پائی اور بسطام شہر میں دفن ہوئے۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ)

Marfat.com

عاشق یزدانی حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ

آپ کا اسم گرامی علیؒ بن احمد اور کنیت ابوالحسن ہے۔ آپ کی تربیت حضرت بایزید بسطامیؒ کی روحانیت سے بطریق اویسیت ہوئی۔ شریعت وطریقت میں آپ کی عظمت و بزرگی مسلمہ تھی۔ ہمیشہ ریاضت ومجاہدہ میں مشغول اور حضور ومشاہدہ میں مستغرق رہتے تھے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ ہر سال دھستان قبور شہداء کی زیارت کو جایا کرتے تھے۔ راستہ میں جب خرقان پہنچتے تو اس طرح سانس لیتے جیسے کچھ سونگھتے ہیں۔ ایک مرتبہ مریدین نے عرض کی کہ حضرت ہمیں تو کسی قسم کی خشبو نہیں آتی آپ کیا سونگھتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اس چوروں کے گاؤں سے ایک مردِ حق آگاہ کی خشبو آتی ہے۔ اس کا نام علی اور کنیت ابوالحسن ہوگی۔ اس میں تین باتیں مجھ سے زیادہ ہوں گی۔ وہ اہل وعیال کا بوجھ اٹھائے گا، کھیتی باڑی کرے گا اور درخت لگایا کرے گا۔ سبحان اللہ یہ پیش گوئی حضرت بایزید بسطامیؒ کی درست ثابت ہوئی۔

حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کا ابتدا میں معمول تھا کہ خرقان میں با جماعت نماز عشا ادا کر کے بسطام میں حضرت بایزید بسطامیؒ کے مزار پر حاضر ہو کر مراقبہ میں ان کی روح مبارک سے ادباً کھڑے ہو کر فیض حاصل کرتے اور اللہ کریم سے دعا کرتے کہ الٰہی جو مرتبہ تو نے بایزیدؒ کو عطا فرمایا ہے مجھے بھی عطا فرما دے۔ لیکن ادب کا یہ عالم تھا کہ بسطام سے الٹے پاؤں واپس آتے اور خرقان پہنچ کر عشاء کے وضو سے ہی نماز فجر ادا کرتے۔ بارہ سال اس معمول کو آپ نے استقامت سے ادا کیا تو حضرت بایزید بسطامیؒ کی قبر مبارک سے آواز آئی کہ اے ابوالحسن اب تمہارے بیٹھنے کا وقت آ گیا ہے۔ یہ سن کر عرض کیا کہ حضور میں بالکل ان پڑھ ہوں اور رموزِ شریعت سے ناواقف ہوں اس لئے میری ہمت افزائی فرمائیے۔ پھر آواز آئی کہ تو نے جو کچھ خدا سے مانگا وہ

Marfat.com

تمہیں مل گیا۔ فاتحہ شروع کیجیے۔ جب آپ خرقان میں پہنچے تو قرآن ختم کرلیا اور علوم ظاہری وباطنی آپ پر منکشف ہوگئے۔

خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ نے چالیس سال تک نماز فجر عشاء کے وضو سے ادا فرمائی۔ اس کے باوجود انکساری کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ مریدوں سمیت آپ کو سات روز تک کھانا میسر نہ آیا۔ ساتویں روز ایک شخص آٹے کی بوری اور ایک بکری لے کر آیا اور اس نے کہا کہ میں یہ صوفیوں کے لئے لایا ہوں۔ آپؒ نے درویشوں سے کہا کہ تم میں جو صوفی ہے وہ لے لے کیونکہ مجھ میں تو ہمت نہیں کہ صوفی ہونے کا دعویٰ کروں۔ یہ سنکر کسی نے نہ لیا اور وہ شخص واپس لے گیا۔

ایک مرتبہ شیخ المشائخ حضرت ابوالعمر ابوعباسؒ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ کے پاس آئے۔ آپؒ کے سامنے پانی رکھا ہوا تھا۔ شیخ المشائخ نے پانی میں ہاتھ ڈالا اور ایک زندہ مچھلی نکال کر حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ کے سامنے رکھ دی۔ حضرت خواجہ نے پاس ہی جو تنور روشن تھا اس تنور میں ہاتھ ڈال کر ایک زندہ مچھلی نکالی اور شیخ المشائخ کے سامنے رکھ دی۔ اور فرمایا کہ آگ سے زندہ مچھلی نکالنی چاہئے۔ تب حضرت ابوالعمر ابوعباسؒ نے کہا کہ آؤ اس تنور میں دونوں چھلانگ لگائیں دیکھیں زندہ کون نکلتا ہے؟ تب حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ نے فرمایا کہ آؤ اپنی نیستی میں غوطہ لگائیں دیکھیں کہ اس کی ہستی کے ساتھ زندہ ہو کر کون نکلتا ہے۔ یہ سن کر ابوالعمر ابوعباسؒ خاموش ہوگئے۔ شیخ المشائخ ابوالعمر ابوعباسؒ فرمایا کرتے تھے کہ ابوالحسنؒ کے خوف سے بیس سال تک مجھے نیند نہیں آئی اور میں جس مقام پر پہنچتا ہوں انہیں اپنے سے چار قدم آگے پاتا ہوں۔

حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ کی دنیاوی مال ودولت سے بے نیازی اور اللہ پاک سے آپ کے تعلق کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ باغ کی کھدائی کے دوران چاندی

Marfat.com

برآمد ہوئی تو آپ نے اس جگہ کو بند کر کے دوسری جگہ کھدائی شروع کی تو وہاں سے سونا برآمد ہوا پھر اسی طرح تیسری جگہ سے مروارید اور جواہرات برآمد ہوئے تو آپ نے انہیں ہاتھ لگانے کی بجائے فرمایا اے اللہ ابوالحسن ان چیزوں پر فریفتہ نہیں ہوسکتا۔ یہ تو کیا اگر دین و دنیا دونوں بھی مہیا ہو جائیں تب بھی میں سوائے تیری ذاتِ پاک اور تیری محبت و عشق کے اور کسی کی طرف توجہ اور خیال نہیں کروں گا۔ خداوندا مجھے تو تیرے عشق و محبت اور تیری ذاتِ پاک کی دولت چاہیے۔

شیخ بوعلی سینا جب حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ کی زیارت کو ان کے در پر پہنچے تو دستک دے کر ان کی بیوی سے دریافت کیا کہ شیخ ابوالحسن کہاں ہیں۔ آپ کی بیوی یہ سن کر بہت جھنجھلائیں اور کہا کہ اس جھوٹے کو شیخ کہتے ہو وہ جنگل میں لکڑیاں لینے گیا ہے۔ یہ سن کر بوعلی سینا جنگل کی طرف چل دیئے مگر دل میں طرح طرح کے خیالات آ رہے تھے۔ اتنے میں انہوں نے دیکھا کہ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ شیر کی پیٹھ پر لکڑیاں لادے چلے آتے ہیں۔ بوعلی سینا نے حیران ہو کر پوچھا کہ آپ کا تو یہ مقام ہے کہ شیر بھی آپ کا فرمانبردار ہے اور آپ کی بیوی صاحبہ کا آپ سے یہ معاملہ۔ تب آپ نے فرمایا کہ بھائی اگر میں ایسی بھیڑنی (بیوی) کا بوجھ نہ اٹھاؤں تو یہ شیر بھلا میرا بار کیونکر اٹھاتا۔ پھر آپ مکان پر آئے اور بہت سی اسرار کی باتیں آپ سے ظہور میں آئیں۔

شیخ ابوالحسن خرقانیؒ نے دیوار بنانے کے لئے مٹی میں پانی ڈالا ہوا تھا اٹھ کر فرمانے لگے کہ مجھے یہ دیوار بنانی ہے معذور رکھئے۔ یہ کہہ کر دیوار بنانے لگے۔ اچانک تیشہ آپ کے ہاتھ سے گر پڑا۔ بوعلی سینا نے اٹھ کر دینا چاہا مگر اٹھنے سے پہلے وہ تیشہ خود ہی شیخ ابوالحسن خرقانیؒ کے ہاتھ میں پہنچ گیا۔ یہ دیکھ کر بوعلی سینا کو اور تصدیق ہوئی چنانچہ وہ بہت ہی معتقد ہو کر واپس تشریف لے گئے۔ آئے تھے ممتحن ہو کر اور گئے شاگرد ہو کر۔

ایک مرتبہ سلطان محمود غزنوی حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ کی زیارت کو آیا تو پہلے اس

Marfat.com

نے قاصد بھیجا کہ محمود غزنی سے آپ کی زیارت کو آیا ہے آپ ذرا تکلیف گوارا فرما کر بادشاہ کے خیمہ تک تشریف لائیں مگر حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ نے سلطان محمود غزنوی کے خیمہ تک جانے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ سلطان محمود غزنوی نے امتحان کی غرض سے اپنے غلام ایاز کو اپنا شاہانہ لباس پہنایا خود ایاز غلام کا لباس پہن لیا اور دس لونڈیوں کو بھی مردانہ لباس پہنا کر حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ کے پاس آیا۔ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ بادشاہ کی آمد پر احتراماً کھڑے نہ ہوئے۔ سلطان محمود جو کہ غلامانہ لباس میں تھا اس نے حضرت خواجہ سے کہا کہ آپ بادشاہ کی تعظیم کو کھڑے نہیں ہوئے تب آپ نے فرمایا میاں یہ تو تمام دام اور فریب ہے آپ نے محمود کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا محمود ان دس نامحرموں کو باہر بھیج دے۔ محمود نے اشارہ کیا اور وہ سب لونڈیاں باہر چلی گئیں۔ محمود نے کہا حضرت بایزید بسطامیؒ کی کوئی بات سنایئے۔ آپؒ نے فرمایا کہ حضرت بایزید بسطامیؒ نے فرمایا کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے بدبختی سے نجات پائی۔ تب محمود نے کہا کہ کیا بایزیدؒ کا مرتبہ حضور نبی اکرم ﷺ سے بھی زیادہ ہے کہ ابولہب اور ابوجہل اور کئی منکروں نے انہیں دیکھا اور وہ بدبخت کے بدبخت ہی رہے۔ تب حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ نے سلطان محمود کو اس کے جواب میں فرمایا کہ اے محمود دیکھ ادب کا لحاظ رکھ اور اپنی یہ لن ترانی اپنے ہی پاس رہنے دے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کو سوائے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے کسی نے نہیں دیکھا اور فرمایا اے محمود میری اس بات پر یہ دلیل ہے۔ وَتَرَاهُمْ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ۔ یعنی اے محبوب تو ان کو دیکھتا ہے جو تیری طرف نظر کرتے ہیں حالانکہ وہ تجھ کو نہیں دیکھ سکتے۔ یعنی تیری ذات ایسی نہیں جو چربیلی آنکھوں سے دکھائی دے بلکہ تیری ذات ایسی ہے کہ جس کے دیکھنے کے لئے دل کی آنکھوں کی ضرورت ہے۔ سلطان محمود کو آپ کی یہ مدلل بات پسند آئی اور عرض کی

Marfat.com

کہ حضور مجھے کچھ نصیحت فرمایئے۔آپ نے فرمایا محمود چار چیزوں کا خیال رکھو اول جو چیز کہ شریعت پاک نے منع کی ہو اس سے پرہیز کرو۔دوم نماز با جماعت پڑھو۔سوم سخاوت کرو چہارم خدا کی مخلوق پر شفقت اور مہربانی کرو۔محمود نے عرض کی میرے لئے دعائے خاص فرمایئے آپ نے فرمایا محمود تیری عاقبت محمود ہو۔سلطان محمود نے ایک تھیلی اشرفیوں کی نذر کی تو آپ نے فرمایا اے محمود اس کو اٹھا لے کیونکہ میں اس کو طلاق دے چکا ہوں۔محمود نے تھیلی اٹھا لی اور عرض کی کہ اچھا آپ اپنا تبرک تو مجھے عنایت فرمائیں۔تب آپ نے اپنا ایک پیراہن محمود کو دیا۔جب محمود جانے کو اٹھا تو حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ اس کی تعظیم کو کھڑے ہو گئے۔سلطان محمود نے کہا حضرت جب میں آیا تو آپ نے توجہ نہ کی اور اب یہ تعظیم کیسی؟ آپ نے فرمایا آتے وقت تو بادشاہی خیال میں ممتحن بن کر آیا تھا اس لئے میں کھڑا نہیں ہوا اور اب جاتے وقت تو انکساری اور درویشی کے ساتھ جا رہا ہے اور میں فقیری کا نور تیرے چہرے پر چمکتا دیکھ رہا ہوں اس لئے کھڑا ہو گیا ہوں۔چنانچہ سلطان محمود روانہ ہو گیا۔

جب سلطان محمود غزنوی سومنات پر حملہ آور ہوا تو مقابل فوج کو اپنی فوج سے زیادہ زور آور اور سرکش پا کر محمود کے دل میں طرح طرح کے خیالات آنے لگے۔گھمسان کی جنگ جاری تھی پس سلطان محمود نے شکست کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے گھوڑے سے اتر کر حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ کا پیراہن ہاتھ میں لیا اور اللہ رب العزت کے حضور سجدہ ریز ہو کر کہا الٰہی جس کا یہ مبارک پیراہن ہے اُس کا اور اس کے پیراہن کا وسیلہ تیرے دربار میں پیش کرتا ہوں ان مخالفوں پر فتح عطا فرما۔مجھے یہاں سے جو بھی مال غنیمت ملے گا فقیروں اور درویشوں کی نذر کروں گا۔یکا یک مخالفوں میں اس قدر نا اتفاقی پیدا ہوئی کہ خود ہی آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے۔سلطان محمود کو فتح نصیب ہوئی۔اُسی رات سلطان محمود کو خواب میں حضرت خواجہ ابوالحسن

Marfat.com

خرقانیؒ نے فرمایا اے محمود تو نے اس چھوٹے سے کام کے لئے اللہ جل جلالہٗ کی بارگاہ میں خرقہ کا وسیلہ دیا۔ یہ خوب نہیں کیا کیونکہ اگر تو اس وقت یہ درخواست کرتا کہ اس خرقہ کے طفیل سارے کفار مسلمان ہو جائیں۔ تو سب کے سب مسلمان ہو جاتے۔

حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ نے فرمایا کہ تہتر (۷۳) سال میں نے اس طرح حق تعالیٰ کے ساتھ زندگی بسر کی کہ ایک سجدہ بھی شریعت اور فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نہیں کیا۔ اور ایک سانس بھی نفس کی موافقت پر نہ لیا۔ آپؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ روئے زمین کے خزانوں کو حاضر کیا اور مجھے دکھائے۔ میں نے کہا خداوند میں ان خزانوں پر فریفتہ نہ ہوں گا۔ پھر حق تعالیٰ کی طرف سے خطاب ہوا کہ فقیر ابوالحسن! دنیا اور آخرت میں تجھے حصہ نہیں ہے اور ان دونوں کے عوض میں میں تیرا خدا ہوں۔ آپؒ نے فرمایا جب سے میں نے اللہ کہا ہے تب سے کسی مخلوق کی طرف متوجہ نہیں ہوا ہوں۔ آپؒ نے فرمایا کہ سبحانہٗ تعالیٰ نے میری طرف خطاب کیا کہ جنہوں نے تیری نہر سے پانی پیا، اُن سب کو تیری طفیل ہم نے بخشدیا۔ یہ خاندان نقشبندیہ کے مریدوں کے لئے خوشخبری ہے جو اُن کی قرب و رضا اور عشقِ ربانی والی نہر سے فیضیاب ہو کر اپنی پیاس بجھا رہے ہیں۔ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ نے فرمایا کہ ایک روز اللہ تعالیٰ نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جو کوئی تیری مسجد میں آئے اُس کے گوشت و پوست پر آتشِ دوزخ حرام ہیں اور جو شخص تیری مسجد میں دو رکعت نماز تیری زندگی میں یا تیرے بعد ادا کرے قیامت کے روز عابدوں میں اُٹھے گا۔ آپؒ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص نیکوں کا ذکر کرتا ہے تو اس وقت اک سفید نورانی ابر آتا ہے اور نیکوں کا ذکر کرنے والے پر اس نورانی ابر سے رحمت برستی ہے۔ اور جب کوئی اللہ جل جلالہٗ کا ذکر کرتا ہے تو ایک ہرا ابر چڑھ کر آتا ہے اور اس اللہ جل جلالہٗ کا ذکر کرنے والے پر اُس ہرے ابر سے عشق برستا ہے اور اُس ذاکر کا دل اور دل کی کھیتی

Marfat.com

ہری بھری ہو جاتی ہے۔ آپؒ نے فرمایا چالیس سال سے میرا نفس ٹھنڈے پانی اور کھٹی چھاچھ کا ایک گھونٹ طلب کرتا ہے مگر اب تک میں نے اُس کو نہیں دیا۔

آپؒ نے فرمایا مجھے تین چیزوں کی انتہا معلوم نہ ہو سکی۔ حق سبحانہٗ کی معرفت، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت اور نفس کا مکر۔

حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ کی عاجزی اور انکساری اور ادب واحترام کا یہ عالم تھا کہ وفات کے وقت آپ نے وصیت فرمائی کہ میری قبر تیس گز گہری کھودنا تاکہ حضرت بایزید بسطامیؒ کی قبر سے اونچی نہ رہے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ آپؒ کا وصال ۱۵ رمضان، ۴۷۵ھ کو ہوا۔ مشہور ہے کہ آپ نے فرمایا تھا کہ جو شخص میرے مزار کے پتھر پر ہاتھ رکھ کر جو دعا مانگے گا وہ قبول ہو جائے گی۔ اور یہ بات کئی لوگوں کے تجربہ میں آ چکی ہے۔

Marfat.com

حضرت شیخ ابوعلی فارمدی طوسی قدس سرہٗ العزیز

آپ کا اسم گرامی فضل بن محمد بن علی اور کنیت ابو علی ہے۔ آپ طوس کے ایک گاؤں فارمد میں ۴۰۷ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے مختلف اساتذہ سے علم فقہ وحدیث حاصل کیا۔ آپ وعظ وتذکیر میں امام ابوالقاسم قشیری صاحب رسالہ کے شاگرد ہیں اوراس میدان میں اپنے زمانہ میں منفرد حیثیت رکھتے تھے۔ علم تصوف میں آپ کو حضرت شیخ ابوالحسن خرقانیؒ سے بطریق اویسیت انتساب ہے اوران کے علاوہ حضرت شیخ ابی القاسم گرگانیؒ سے بھی کہ وہ بھی شیخ ابوالحسن خرقانیؒ کے مرید وخلیفہ تھے۔

شیخ ابوعلی فارمدیؒ اپنی تعلیم کی کیفیت یوں بیان فرماتے ہیں:۔

''میں آغاز جوانی میں نیشاپور میں طالب علم تھا۔ میں نے سنا کہ شیخ ابوسعید بن ابی الخیر قدس سرہٗ آئے ہوئے ہیں اور وعظ فرماتے ہیں۔ میں اُن کی زیارت کے لئے گیا۔ جب میری نظر اُن کے جمال پر پڑی میں اُن پر شیدا ہوگیا۔ اور طائفہ صوفیہ کی محبت میرے دل میں زیادہ ہوگئی۔ ایک روز میں مدرسہ میں اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا کہ میرے دل میں شیخ ابوسعید کی زیارت کی کی تمنا پیدا ہوئی۔ اور وہ وقت شیخ کے باہر نکلنے کا نہ تھا۔ میں نے چاہا کہ صبر کروں مگر نہ کرسکا۔ ناچار اٹھ کر باہر آیا جب چوراہہ پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ شیخ ایک بڑی جماعت کے ساتھ جارہے ہیں۔ میں بھی اُنکے پیچھے ہولیا۔ شیخ ایک جگہ پہنچے۔ میں بھی ساتھ چلا گیا اور ایک گوشہ میں بیٹھ گیا جہاں شیخ کی نظر مجھ پر نہ پڑتی تھی۔ وہاں سماع شروع ہوگیا اور شیخ کو وجد آگیا اور حالتِ وجد میں شیخ نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ جب سماع سے فارغ ہوئے تو شیخ نے کپڑے اتار ڈالے اور وہ آپ کے سامنے پارہ پارہ کئے گئے۔ شیخ نے ایک تریز وآستین علیحدہ کرلی اور آواز دی کہ ابوعلی طوسی

Marfat.com

کہاں ہے۔ خیال کیا کہ شیخ تو مجھے دیکھتے اور جانتے بھی نہیں۔ شاید اُن کے کسی مرید کا نام ابوعلی ہوگا۔ اس لئے میں خاموش ہو رہا۔ شیخ نے دوسری بار آواز دی میں نے جواب نہ دیا۔ تیسری مرتبہ آواز دی تو لوگوں نے کہا کہ شیخ تم کو جانتے ہیں۔ میں اٹھ کر شیخ کے سامنے آیا۔ شیخ نے وہ تریز و آستین مجھے عطا کی اور فرمایا کہ یہ تیرا حصہ ہے، میں نے وہ کپڑا لیا اور آداب بجالایا اور اُسے لے جا کر ایک محفوظ جگہ میں رکھ دیا۔ میں ہمیشہ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ مجھے اُن کی خدمت میں بہت سے فائدے اور روشنی ظاہر ہوئی اور حالات وارد ہوئے۔ جب شیخ نیشا پور سے چلے گئے تو میں استاد، امام ابوالقاسم قشیریؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُن سے وہ حالات بیان کئے جو مجھ پر وارد ہوئے تھے۔ آپؒ نے فرمایا اے لڑکے! جا علم پڑھنے میں مشغول رہ۔ مگر وہ روشنی روز بروز زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ میں تین سال اور علم پڑھنے میں لگا رہا۔ یہاں تک کہ ایک روز میں نے قلم دوات سے نکالا تو سفید نکلا، میں امام کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ ماجرا کہہ سنایا۔ آپ نے فرمایا کہ اب علم تجھ سے دست بردار ہو گیا تو بھی علم سے دست بردار ہو جا اور طریقت کے کام میں لگ جا اور معاملہ میں مشغول ہو جا۔ چنانچہ میں اپنا سامان مدرسہ سے خانقاہ میں لے آیا۔ اور استاد امام کی صحبت میں رہنے لگا۔ ایک روز استاد حمام میں تنہا تھے۔ میں نے جا کر چند ڈول پانی کے حمام میں ڈالے۔ جب حضرت امام نکلے تو نماز پڑھ کر پوچھا کہ کون شخص تھا جس نے حمام میں پانی ڈالا۔ میں بدیں خیال کہ شاید خلاف مرضی ہو خاموش رہا۔ آپ نے پھر پوچھا میں نے جواب نہ دیا۔ آپؒ نے تیسری بار پوچھا تو میں نے جواب دیا کہ خادم تھا۔ امام نے فرمایا کہ اے ابوعلی! جو

Marfat.com

کچھ میں نے ستر سال میں پایا تو نے پانی کے ایک ڈول سے پا لیا۔ میں کچھ عرصہ امام کی خدمت میں مجاہدہ کرتا رہا۔ ایک روز مجھ پر ایسی حالت طاری ہوئی کہ میں اُس میں گم ہو گیا۔ یہ واقعہ میں نے حضرت امام سے عرض کیا۔ تو فرمایا اے ابوعلی! سلوک میں میری دوڑ دھوپ اس مقام سے اوپر نہیں۔ جو کچھ اس مقام سے اوپر ہے مجھے اس کی رسائی کا راستہ معلوم نہیں۔ یہ سن کر میں نے اپنے دل میں سوچا کہ مجھے ایسے پیر کی ضرورت ہے جو اس مقام سے اوپر لے جائے، وہ حالت زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ میں نے شیخ ابوالقاسم گرگانی کا نام سنا ہوا تھا اس لئے طوس کی طرف روانہ ہوا۔ شہر میں پہنچ کر میں نے ان کا مکاں دریافت کیا۔ میں وہاں چلا گیا۔ آپ اپنے مریدوں کی ایک جماعت کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ کر حاضر خدمت ہوا۔ آپ مراقبہ میں تھے۔ میرے جانے پر سر اٹھا کر فرمایا۔ ابوعلی! آؤ کیا چاہتے ہو؟ میں سلام کر کے بیٹھ گیا اور اپنے حالات بیان کئے۔ آپ نے فرمایا تمہیں یہ ابتدا مبارک ہو۔ ابھی تم کسی درجہ پر نہیں پہنچے۔ ہاں اگر تربیت پاؤ گے تو بڑے درجہ پر پہنچ جاؤ گے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ میرے پیر یہ ہیں۔ اور وہیں قیام کیا۔ انہوں نے مدتوں مجھ سے طرح طرح کی ریاضت اور مجاہدہ کرایا۔ بعد ازاں اپنی صاحبزادی کا نکاح مجھ سے کر دیا۔ ابھی آپ نے مجھ سے وعظ کہنے کے لئے ارشاد نہ فرمایا تھا۔ کہ ایک روز شیخ ابوسعید میہنہ (میہنہ ایک دیہات کا نام ہے) سے طوس میں آئے ہوئے تھے۔ میں اُن کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو فرمایا ابوعلی! وہ زمانہ آ گیا ہے کہ تم کو طوطی کی طرح گویا کریں گے۔ اس بات کو بہت دن نہ گزرے تھے کہ شیخ ابوالقاسمؒ نے مجھ سے فرمایا کہ

Marfat.com

وعظ کہو۔ اُس وقت شیخ ابوسعید کے ارشاد کا مطلب مجھ پر ظاہر ہو گیا''۔

اس کے بعد شیخ ابوعلی طوس سے نیشاپور تشریف لے گئے اور اپنے پُر تاثیر وعظ کے سبب سے امراء بالخصوص نظام الملک کے ہاں بے حد قبولیت حاصل کی۔ ابن سمعانی کا قول ہے کہ ابوعلی لسان خراسان و شیخ خراسان تھے۔ اور اپنے اصحاب و مریدین کی تربیت میں طریقہ حسنہ رکھتے تھے۔ آپ کے وعظ کی مجلس گویا ایک باغ تھا جس میں طرح طرح کے شگوفے تھے۔ آپ کا انتقال ربیع الثانی ۴۷۷ھ میں طوس میں ہوا۔

Marfat.com

حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہ'

آپ کا اسم گرامی یوسف بن ایوب اور کنیت ابو یعقوب ہے۔ آپ کی پیدائش موضع بوزنجرد (ہمدان کا دیہات ہے) میں ۴۴۰ھ میں ہوئی۔ آپ نے اٹھارہ سال کی عمر میں بغداد پہنچ کر ابو اسحاق شیرازیؒ کی شاگردی اختیار کی اور فقہ اصول فقہ و مذہب میں ماہر ہو گئے۔ نیز دیگر اکابرین سے علم حدیث حاصل کیا۔ اس کے بعد عبادت و ریاضت و مجاہدہ کا طریقہ اختیار کیا۔ خواجہ ابو علی فارمدی سے انتساب ہے۔ خرقہ شیخ عبداللہ جوینیؒ سے لیا۔ نیز شیخ حسن سمنانیؒ کی صحبت میں بھی رہے۔ علوم و معارف میں قدم راسخ تھا۔ فتویٰ و احکام شرعیہ میں دستِ قدرت کامل حاصل ہو گئی۔ وعظ فرمانا شروع کیا تو لوگوں کو آپ سے بہت نفع ہوا۔ علماء و فقہا کا جم غفیر آپ کی مجلس میں حاضر رہتا۔ آپ پانچویں صدی کے مجدد تھے۔ بغداد، اصفہان، سمرقند، بخارا اور خراسان وغیرہ کے لوگ بکثرت آپ سے مستفید ہوئے۔ خواجہ یوسف ہمدانیؒ اُن مشائخ میں ہیں جن کی صحبت میں خواجہ معین الدین چشتیؒ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ حاضر رہے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں یوسف ہمدانیؒ کی زیارت کو گیا۔ انہوں نے مجھے دیکھا تو کھڑے ہو گئے۔ مجھے اپنے پاس بٹھا کر تمام حالات مجھ سے ذکر کیے، میری تمام مشکلات کا حل فرمایا پھر ارشاد کیا کہ اے عبدالقادر لوگوں کو وعظ سنایا کرو۔ میں نے عرض کی کہ میں عجمی ہوں اور فصحائے بغداد کے سامنے کس طرح بات کروں۔ آپ نے فرمایا تم کو اب فقہ، اصول فقہ، اختلافِ مذہب، لغت، تفسیر قرآن سب کچھ یاد ہے۔ تم میں وعظ کہنے کی صلاحیت ہے۔ بر سر منبر وعظ کہو، کیونکہ میں تجھ میں وہ چیز پاتا ہوں جس کی اصل و فرع (جڑ و درخت) زمین و آسمان میں پہنچے ہوئے ہیں۔ حضرت خواجہ یوسف ہمدانیؒ کا مذہب حنفی تھا۔ آپ ساٹھ سال سے زیادہ مسند ارشاد پر قائم رہے۔

Marfat.com

ہمدان میں ایک عورت کے لڑکے کو فرنگی قید کر کے لے گئے۔ وہ روتی ہوئی حضرت خواجہ یوسف ہمدانیؒ کی خدمت میں آئی۔ آپ نے فرمایا، صبر کر۔ اُس نے کہا مجھ سے صبر نہیں ہوسکتا۔ آپ نے یوں دعا فرمائی۔ **اللّٰھم فکّ اسرہ و عجلّ فرجہ** (خدایا اس کی بیڑی توڑ دے اور اُس کا غم جلدی دور کر دے) پھر اس عورت سے فرمایا اپنے گھر جا تو لڑکے کو گھر میں پائے گی۔ وہ چلی گئی۔ کیا دیکھتی ہے کہ لڑکا گھر میں ہے۔ وہ حیران ہوئی اور لڑکے سے کیفیت دریافت کی۔ اُس نے بیان کیا کہ میں ابھی قسطنطنیہ میں تھا۔ میرے پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں اور نگہبان مجھ پر مقرر تھے۔ اتنے میں ایک شخص آیا جس کو میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اُس نے مجھے اٹھا لیا اور آنکھ جھپکنے میں مجھے یہاں لے آیا۔ یہ سُن کر وہ عورت پھر حضرت خواجہ کی خدمت میں آئی اور لڑکے کا قصہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کیا تو امرِ الٰہی سے تعجب کرتی ہے؟

ایک روز حضرت خواجہ یوسف ہمدانیؒ ایک مجمع میں وعظ فرما رہے تھے۔ دو فقیہوں نے جو اس مجلس میں حاضر تھے آپ سے کہا کہ چپ رہو۔ تم تو بدعتی ہو۔ آپ نے فرمایا۔ تم چپ رہو۔ زندہ نہ رہو۔ وہ دونوں وہیں مر گئے۔

حضرت خواجہ یوسف ہمدانیؒ ایک مرتبہ بغداد میں مدرسہ نظامیہ میں وعظ فرماتے تھے ایک فقیہہ ابن سقا نامی اٹھا اور اس نے آپ سے ایک سوال کیا۔ آپؒ نے فرمایا بیٹھ جا۔ تیرے کلام سے کفر کی بُو آتی ہے۔ تیری موت اسلام پر نہ ہوگی۔ اس واقعہ کے ایک مدت بعد ایک نصرانی شاہ روم کی طرف سے آیا اور خلیفہ سے ملا۔ ابن سقا نے اس کے ساتھ نشست و برخاست شروع کر دی۔ وہ نصرانی ابن سقا کو اپنے ہمراہ لے گیا۔ قسطنطنیہ پہنچ کر شاہ روم سے ملا اور عیسائی ہو گیا۔ اور عیسائی ہی مرا۔ کہتے ہیں کہ ابن سقا حافظ قرآن اور قاری تھا۔ مرض موت میں ایک شخص نے اُسے دیکھا کہ ایک پرانے پنکھے سے مکھیاں اُڑا رہا ہے۔ اُس سے پوچھا گیا کیا تمہیں کچھ قرآن یاد

Marfat.com

ہے بولا نہیں سب بھول گیا۔

حضرت خواجہ یوسف ہمدانیؒ نے فرمایا تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحبت (حضور و آ گاہی) رکھو۔ اگر یہ میسر نہ آ سکے تو اُس شخص کے ساتھ صحبت رکھو جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحبت رکھتا ہے۔

مرد (جگہ کا نام) میں آپ کا قیام دیر تک رہا۔ بعد ازاں آپ ہرات تشریف لے گئے۔ وہاں سے پھر مرد کو آتے تھے کہ راستہ میں ۵۳۵ھ میں انتقال ہوا۔ اور وہیں دفن ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد آپ کے مرید وہاں سے آپؒ کی نعش مبارک مرد لے آئے اور اب مزار مبارک مرد میں ہے۔

Marfat.com

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ

آپ صدق وصفا میں کامل اور متابعت شرح وسنت رسول ﷺ میں کوشاں اور خواجگان طریقت کے سردفتر تھے۔ سلسلہ نقشبندیہ کے ممتاز رکن ہونے کے علاوہ آپکی روش بلاتمیز سلسلہ وفرقہ مقبول خاص و عام ہے۔ آپکے والد ماجد کا اسم گرامی عبدالجمیل ہے جو امام عبدالجمیل کے نام سے مشہور تھے۔ آپ اپنے وقت کے عالم ظاہر و باطن ہونے کے علاوہ حضرت خضر علیہ السلام کے صحبت دار تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے آپ کے والد کو بشارت دی تھی کہ تمہارے گھر لڑکا پیدا ہوگا اس کا نام عبدالخالق رکھنا۔ اُس کو ہم اپنی فرزندی میں لے لیں گے اور اپنی نسبت سے بہرہ مند کریں گے۔ آپ امام مالک کی اولاد سے تھے اور روم میں سکونت پذیر تھے۔ خواجہ امام عبدالجمیلؒ حوادث زمانہ کے سبب روم سے ماوراء النہر آ گئے اور قصبہ غجدوان میں جو کہ متصل بخارا ہے قیام فرمایا۔ وہیں خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔ خواجہ بہاؤالدین نقشبندی بخاری قدس سرہٗ کا بیان ہے کہ خواجہ عبدالخالق اپنے استاد صدر الدینؒ علیہ الرحمۃ کے پاس تفسیر پڑھ رہے تھے۔ جب اس آیت پر پہنچے

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ط اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ.

(الاعراف۔ع ۷)

”تم اپنے رب کو زاری اور پوشیدگی کے ساتھ پکارو۔ تحقیق وہ حد سے زیادہ تجاوز کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا“۔

تو آپ نے استاد صاحب سے پوچھا کہ اس پوشیدگی کی حقیقت اور اس کا طریقہ کیا ہے۔ اگر ذاکر بلند آواز سے ذکر کرے یا ذکر کرتے وقت اعضا سے حرکت کرے تو غیر شخص اس ذکر سے واقف ہو جاتا ہے اور اگر دل سے ذکر کرے تو بحکم حدیث الشیطان یجری من الانسان مجری الدم (شیطان انسان میں خون

Marfat.com

کی طرح چلتا ہے۔ ابوداؤد) تو شیطان ذکر سے واقف ہو جاتا ہے۔ استاد نے فرمایا کہ یہ علم لدنی ہے۔ اگر خدا نے چاہا تو اہل اللہ میں سے تمہیں کوئی واقف راز مل جائے گا اور بتا دے گا۔ اس کے بعد خواجہ عبدالخالق اہل اللہ کی تلاش میں رہے۔ یہاں تک کہ ایک روز حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے فرمایا کہ میں نے تم کو اپنی فرزندی میں قبول کیا۔ میں تمہیں ایک سبق بتاتا ہوں اسے دہراتے رہنا۔ تم پر اسرار کھل جائیں گے۔ پھر وقوف عددی کی تعلیم دی اور فرمایا حوض میں غوطہ لگا کر دل سے **لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ** ﷺ کہو۔ حضرت خواجہ نے اسی طرح کیا اور ورد میں مشغول رہے یہاں تک کہ بہت سے اسرار کھل گئے۔ جب آپ کی عمر بائیس سال کی ہوئی اُس وقت حضرت خواجہ یوسف ہمدانیؒ بخارا تشریف لائے۔ چنانچہ آپؒ حضرت خضر علیہ السلام کے فرمان کے مطابق اُن کی خدمت میں حاضر رہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام آپ کے پیر سبق ہیں اور خواجہ یوسف ہمدانیؒ آپ کے پیر صحبت وخرقہ ہیں۔ خواجہ یوسف اور اُن کے مشائخ ذکر بالجہر کیا کرتے تھے لیکن چونکہ خواجہ عبدالخالق غجدوانی کو ذکر خفی کی تلقین حضرت خضر علیہ السلام سے ہوئی اس لئے خواجہ یوسف ہمدانیؒ نے اس میں ردو بدل نہیں کیا۔ بلکہ فرمایا جس طرح تمہیں تلقین ہوئی ہے کئے جاؤ۔ آپ ریاضات و مجاہدات میں مشغول ہو گئے۔ اپنے حالات پوشیدہ رکھے لیکن اس کے باوجود ملک شام میں بہت سے لوگ آپ کے مرید ہو گئے۔

ایک روز ایک درویش حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی کی خدمت میں کہہ رہا تھا کہ اگر خدا تعالیٰ مجھے دوزخ و بہشت کے درمیان اختیار دے تو میں دوزخ کو اختیار کروں گا کیونکہ میں تمام عمر اپنے نفس کی مراد پر نہیں چلا اور اُس صورت میں بہشت میرے نفس کی مراد ہوگی۔ حضرت خواجہ نے اس درویش کے کلام کی تردید کی اور فرمایا

Marfat.com

کہ بندے کو اختیار سے کیا کام۔ جہاں مالک بھیجے چلا جائے اور جہاں ٹھہرائے ٹھہر جائے۔ بندگی اسی کا نام ہے نہ کہ جو تم کہہ رہے ہو۔ اُس شخص نے پوچھا کہ سالکانِ طریقت پر شیطان کا غلبہ ہوتا ہے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جو سالک فنائے نفس کو نہ پہنچا ہوا ہو شیطان اُس پر غصہ کے وقت قابو پاتا ہے لیکن جو اس مقام پر پہنچ گیا ہو اُس کو غصہ نہیں آتا بلکہ غیرت آتی ہے۔ اور جہاں غیرت ہوتی ہے شیطان وہاں سے بھاگ جاتا ہے۔ اور یہ صفت اس شخص میں ہوتی ہے جو کتاب اللہ کو دائیں ہاتھ میں اور سنت رسول اللہ ﷺ کو بائیں ہاتھ میں لئے ہوئے ہو اور ان دونوں کی روشنی میں راستہ چلتا ہو۔

ایک دفعہ ایام عاشورا میں لوگوں کی ایک بڑی جماعت آپ کی خدمت میں حاضر تھی اور آپ معرفت پر کلام فرما رہے تھے۔ اچانک ایک جوان زاہدوں کی صورت میں خرقہ پہنے اور کندھے پر جانماز رکھے ہوئے آیا اور گوشہ میں بیٹھ گیا۔ حضرت خواجہ نے اُس کی طرف نظر کی۔ کچھ دیر کے بعد وہ اٹھ کر کہنے لگا اے خواجہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔

اتقوا فراسة المؤمن فانه ینظر بنور الله عز و جل۔

''مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ عزوجل کے نور سے دیکھتا ہے''۔

اس حدیث کا سر کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس حدیث کا سر یہ ہے کہ تو زنار کو توڑ دے اور ایمان لا۔ اُس نے کہا، پناہ بخدا کہ میرے پاس زنار ہو۔ حضرت خواجہ نے خادم کی طرف اشارہ کیا۔ چنانچہ خادم اٹھا اور اُس جوان کے بدن پر سے خرقہ اٹھا دیا۔ پس خرقہ کے نیچے سے زنار کا ظاہر ہونا تھا، کہ وہ جوان زنار توڑ کر ایمان لے آیا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا۔ یارو! آؤ ہم بھی اس نو مسلم کی طرح اپنے زنار توڑ ڈالیں اور ایمان لائیں۔ جس طرح اس نے زنار ظاہری کو توڑا ہے ہم اپنے زنار باطنی جس سے

Marfat.com

مراد خود پسندی ہے توڑ ڈالیں تاکہ اس کی طرح ہم بھی بخشے جائیں۔ یہ سن کر حاضرین پر عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ وہ حضرت خواجہ کے قدموں پر گر کر توبہ کرنے لگے۔

ایک دفعہ حضرت خواجہ مع مریدوں کے حج بیت اللہ کو جاتے تھے۔ راہ میں سب پر تشنگی نے غلبہ کیا۔ ناگاہ ایک کنویں پر پہنچے مگر وہاں رسی اور ڈول نہ تھا۔ نہایت مایوسی ہوئی۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ میں تو نماز ادا کرتا ہوں تم پانی پیو اور وضو کرو۔ مریدوں نے جو یہ سنا تو سمجھ گئے کہ اس میں بھید ہے۔ پھر کنوئیں پر گئے تو حضرت خواجہ کی برکت سے کنواں منہ تک بھر گیا تھا۔ سب نے پانی پیا اور وضو کیا۔ ایک شخص نے ایک برتن میں پانی بھر لیا۔ فی الفور پانی کنویں کی تہہ پر پہنچ گیا۔ کسی نے یہ بات حضرت خواجہ سے عرض کی تو فرمایا یاروں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہ کیا ورنہ قیامت تک پانی تہہ پر نہ پہنچتا۔

حضرت خواجہ کی وفات ۱۲ ربیع الاول ۵۷۵ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزارِ مبارک غجدوان میں ہے۔

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی کے کلمات قدسیہ میں چند آپ کی اصطلاحات ہیں جن پر طریقہ نقشبندیہ کی بنا ہے۔

۱- ہوش دردم:

اس سے مراد یہ ہے کہ سالک پاس انفاس کرے یعنی اپنے نفس کی نگہداشت کرے۔ اُس کا ہر سانس حضور و آگاہی سے ہو اور کسی سانس میں اللہ تعالیٰ سے غافل نہ ہو۔ حضرت خواجہ نقشبندی قدس سرہ' فرماتے ہیں کہ کسی سانس کو ضائع نہ ہونے دو، سانس کے خروج و دخول اور دخول و خروج کے درمیان محافظت چاہیے کہ کوئی وقفہ غفلت کا نہ پایا جائے۔ یہ عمل تفرقہ اندرونی کے دفعیہ کے واسطے ہے۔ اسے دوام حضور کہتے ہیں۔ راقب اللہ تجد تجاھک۔ اس سے یہ مراد ہرگز نہیں کہ سانس کی

Marfat.com

طرف متوجہ ہو کیونکہ سانس غیر اللہ ہے بلکہ حضور ذات کی طرف دائماً متوجہ ہو۔
بقول شاعر

؎ تصور میں مدام رہنا عبادت اس کو کہتے ہیں
خودی کو چھوڑ کر جانا ریاضت اس کو کہتے ہیں

۲-نظر بر قدم:

اس سے مراد یہ ہے کہ سالک راہ چلتے میں اپنے پاؤں کی پشت پر نظر رکھے تا کہ بے جا نظر نہ پڑے، دل محسوسات متفرقہ سے پراگندہ نہ ہونے پائے۔، راہ چلتے اِدھر اُدھر نہ دیکھے کہ موجب فساد عظیم و مانع حصول مقصود ہے۔ یہ عمل تفرقہ بیرونی کے دفعیہ کے واسطے ہے۔

۳-سفر در وطن:

(سیر در انفس) اس سے مراد صفات ذمیمہ سے صفات حمیدہ کی طرف انتقال کرنا ہے۔ خواجگان نقشبندیہ نے مقام بقا میں جو سیر انفسی سے تعلق رکھتا ہے بجائے سیر آفاقی کے اسی سیر کیفی کو اختیار کیا ہے۔ اور ظاہری سفر اتنا ہی کرتے ہیں کہ پیر کامل تک پہنچ جائیں۔ دوسری حرکت جائز نہیں رکھتے اور ملازمت شیخ سے دوری نہیں چاہتے۔ اور ملکہ آگاہی کے حصول میں نہایت کوشش کرتے ہیں۔ اس لئے وہ سیر آفاقی کو جو دور دراز راستہ ہے حتی الامکان پسند نہیں کرتے بلکہ سیر انفسی کے ضمن میں اُسے قطع کرتے ہیں اور ملکہ آگاہی کے حصول کے بعد سفر کرتے ہیں یا اقامت۔ دوسرے سلسلوں میں سلوک کو سیر آفاقی سے شروع کرتے ہیں اور سیر انفسی پر ختم کرتے ہیں۔ سیر انفسی سے شروع کرنا سلسلہ نقشبندیہ کا خاصہ ہے۔ کہ سیر انفسی جو دوسروں کی نہایت ہے وہ اکابر نقشبندیہ کی بدایت ہے۔ واضح رہے کہ سیر آفاقی مطلوب کو اپنے سے باہر ڈھونڈتا ہے اور سیر انفسی اپنے میں آنا اور اپنے دل کے گرد پھرنا ہے۔

Marfat.com

ہمچو نا بینا مبر ہر سوئے دست
با تو زیر گلیم است ہر چہ است

۴-خلوت درانجمن:

اس سے مراد یہ ہے کہ سالک جمیع اوقات جلوت یعنی کھانے پینے، چلنے پھرنے کام کاج کرنے، بات چیت وغیرہ میں اپنا قلب اللہ تعالیٰ سے مشغول رکھے۔ خواجہ اولیائے کبیر فرماتے ہین کہ خلوت درانجمن یہ ہے کہ سالک اگر بازار میں جائے تو ذکر میں استغراق کے سبب سے کوئی آواز نہ سنے۔ ظاہر میں خلائق کے ساتھ اور باطن میں حق کے ساتھ ہونا چاہیے۔ ابتدا میں یہ معاملہ بتکلف ہوتا ہے اور انتہا میں بے تکلف۔

بقول شاعر

عجب انداز از خود رفتگی ہے
بھری محفل میں سب کے درمیاں ہوں

۵-یادکرد:

اس سے مراد یہ ہے کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہے۔ یعنی کہ خواہ ذکر لسانی ہو خواہ ذکر قلبی ہو اور خواہ ذکر جوارح ہو۔ اللہ کے ذکر سے غافل نہ ہو۔

۶-بازگشت:

اس سے مراد یہ ہے کہ جب ذاکر کلمہ توحید کا ذکر دل سے کرے تو ہر بار کلمہ توحید کے بعد دل کی زبان سے کہے خدایا میرا مقصود تو ہے اور تیری رضا۔

۷-نگہداشت:

اس سے مراد یہ ہے کہ قلب کو خطرات وحدیث نفس سے نگاہ میں رکھا جائے یعنی حضوری قلب سے کلمہ طیبہ کا تکرار کیا جائے۔ ذکر مقامی ہو۔ خوشی اور غم میں یعنی ہر حالت میں حضور قائم رہے۔

Marfat.com

۸-یادداشت:

اس سے مراد یہ ہے کہ توجہ سالک کی طرف ذات بیچون وبچگون حق سبحانہٗ و تعالیٰ بغیر الفاظ وخیال کے یعنی دوام آگاہی بر سبیل ذوق ہے۔ اگر دوام آگاہی اس قدر غالب ہو کہ کثرت کونیہ اس کی مزاحم نہ ہو بلکہ اپنے وجود کا بھی شعور نہ رہے تو اسے فنا کہتے ہیں۔ اگر اس بے شعوری کا بھی شعور نہ رہے تو اسے فنا کہتے ہیں۔ اگر اس بے شعوری کا بھی شعور نہ رہے تو اسے فناء الفناء، جمع الجمع اور عین الیقین کہتے ہیں۔

مذکورہ بالا آٹھ اصطلاحات کے علاوہ آپ کی تین اور اصطلاحات ہیں جو درج ذیل ہیں۔

۱۔وقوف عددی:

اس سے مراد یہ ہے کہ ذکر میں سانس چھوڑتے وقت عدد طاق کا لحاظ رکھے۔ عدد جفت پر سانس نہ چھوڑے۔ آداب وشرائط کی رعایت کے ساتھ ایک سانس میں اکیس ۲۱ بار نفی واثبات کرنے کا ثمر فناء ہے۔

۲۔وقوف زمانی:

اس سے مراد یہ ہے کہ سالک پاس انفاش کو ملحوظ رکھے یعنی ہر وقت خیال رکھے کہ سانس حضوری میں گزرتا ہے یا غفلت میں یعنی وقت ضائع نہ کرے۔ اس کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ بندہ اپنے حال سے آگاہ رہے۔ یعنی اگر وقت طاعت میں گزرا ہے تو شکر بجالائے اور اگر معصیت میں گزرا ہے تو عذر خواہی کرے۔ اسی طرح حالتِ بسط میں شکر اور قبض میں استغفار کرے۔ صوفیائے کرام کی اصطلاح میں اسے محاسبہ کہتے ہیں۔

۳۔وقوف قلبی:

اس کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ ذکر کے وقت حق سبحانہٗ سے واقف وآگاہ رہے۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ بندہ اثنائے ذکر میں قلب کی طرف متوجہ رہے اسے ذکر میں مشغول کرے اور ذکر کے مفہوم سے غافل نہ ہونے دے۔

Marfat.com

حضرت خواجہ عارف ریوگری قدس سرہٗ

آپ کا اسم گرامی عارف ہے۔ آپ کا قصبہ ریوگر بفاصلہ اٹھارہ میل از بخارا ہے۔ وہیں آپ کی پیدائش ہوئی۔ خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ کے چار خلفاء خواجہ احمد صدیقؒ، خواجہ اولیائے کبیر، خواجہ سلیمان کرمینی اور خواجہ عارف ریوگری تھے۔ خواجہ بہاءالدین نقشبندیہ قدس سرہٗ کی نسبت وارادت ان میں سے خواجہ عارفؒ تک پہنچتی ہے۔

حضرت خواجہ عارف کا مولد و مدفن موضع ریوگر ہے جو غجدوان سے تقریباً ایک کوس ہے اس لئے خواجہ عارف تقریباً تمام عمر حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ کی خدمت میں حاضر رہے اور آپ کے وصال کے بعد ریاضت وعبادت اور ہدایت خلق میں مشغول رہے۔ آپؒ علم وحلم، زہد وتقویٰ، ریاضت وعبادت اور متابعتِ سنت رسول اللہ ﷺ میں عالی شان تھے۔ آپؒ نے ۶۱۶ھ میں وفات پائی۔

تصوف میں عارف نامہ آپ کا ایک رسالہ موسیٰ زئی شریف (ڈیرہ اسمٰعیل خان) میں موجود ہے۔

Marfat.com

حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی قدس سرہ'

آپ کا اسم گرامی محمود اور جائے پیدائش موضع انجیر فغنہ ہے جو علاقہ بخارا میں قصبہ وابکنہ کا ایک گاؤں ہے۔ آپ وابکنہ میں رہا کرتے تھے۔ آپ کا ذریعہ معاش گل کاری تھا۔ حضرت خواجہ محمود انجیر فغنویؒ افضل واکمل خلیفہ حضرت خواجہ عارف ریوگریؒ کے ہیں۔ خواجہ عارف ریوگریؒ نے اپنے اخیر وقت کے آنے پر آپ کو اپنا خلیفہ بنایا۔ آپؒ ذکر جہر بھی کرتے تھے۔ جس پر خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ کے فرزند و خلیفہ خواجہ کبیر قدس سرہ' نے اعتراض کیا کہ آپ نے پیرانِ کبار کے برخلاف کیوں ذکر جہر اختیار کیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ مجھ کو میرے پیر صاحب نے آخر نفس میں فرمایا تھا کہ ذکر جہر رکھو۔

مولانا حافظ الدین بخاری کہ علمائے کبار سے اور حضرت خواجہ محمد پارساؒ کے جداعلیٰ تھے۔ کثیر تعداد علماء کے روبرو حضرت خواجہ محمود انجیر فغنویؒ سے دریافت کیا کہ آپ ذکر جہر کس نیت سے کرتے ہیں فرمایا کہ خفتہ بیدار ہو اور غافل آگاہ ہو، باستقامت، شریعت وطریقت کی راہ پر آئے اور بحقیقت توبہ کی رغبت کرے۔ مولانا نے فرمایا آپ کی نیت صحیح ہے۔ آپ کو یہ شغل مباح ہے۔ لیکن ذکر جہر کی کچھ حد فرمایئے جس سے حقیقت ومجاز، آشنا و بیگانہ ممتاز ہو جائے۔ خواجہ محمودؒ نے فرمایا ذکر جہر اس شخص کو مسلم ہے جس کی زبان دروغ وغیبت سے پاک ہو، حلق لقمہ شبہ سے پاک ہو اور اس کا دل ریا سے پاک ہو۔

آپ ۱۷ ربیع الاول ۷۱۷ء میں (شاہ عرفانی) اس دنیائے فانی سے رخصت ہوئے۔ آپ کا مزار وابکنہ (نزد بخارا) میں ہے۔

Marfat.com

حضرت خواجہ علی رامیتنی قدس سرہ

آپ کا اسم مبارک علی ہے، بخارا سے دو کوس پر قصبہ رامتین میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت خضر علیہ السلام کے صحبت دار تھے اور انہی کے اشارہ سے حضرت خواجہ محمودؒ کے مرید ہوئے۔ جس وقت حضرت خواجہ محمودؒ کا وقت اخیر ہوا تو آپ نے حضرت علی رامیتنیؒ کو اپنی خلافت سپرد کی اور اپنے جمیع اصحاب آپ کے تفویض کئے۔ اہل طریقت آپ کو حضرت عزیزان کہتے ہیں۔ آپ قطب وقت تھے اور صنعت بافندگی میں مشغول رہتے تھے۔ کسی نے آپ سے کہا کہ ایمان کیا ہے؟ آپ نے اپنے پیشہ کے موافق جواب دیا کندن و پیوستن 'یعنی توڑنا اور جوڑنا۔ یعنی خلق سے توڑنا اور خالق سے جوڑنا۔ سالک آپ کی صحبت سے ایک روز میں حقیقت کو پہنچ جاتا اور حضور طلب لے کر واپس جاتا۔ آپ نے فرمایا مرد وہ ہے جس کو تجارت اور خرید و فروخت خدا کے ذکر سے غافل نہ کر سکے اور آدھا مرد وہ ہے جس کے شغل سے ذکر قلبی کی بھی لذت آتی ہے مگر وہ صرف اسی پر قناعت کرے اور نامرد وہ ہے جو منافق ہو یعنی ذکر کرے مگر خدا کے لیے نہ کرے۔ اتفاقات زمانہ سے آپ رامتین سے باورد تشریف لائے اور ایک مدت تک یہاں کے لوگوں کو راہ خدا بتاتے رہے۔ بعد ازاں شہر خوارزم میں مقیم ہوئے اور حسب معمول ہدایت خلق اور ریاضت و مجاہدہ میں مشغول رہے۔ خوارزم میں بہت سے لوگ آپ کے سلسلہ میں داخل ہوئے۔

حضرت عزیزان باشارہ غیبی ولایت بخارا سے خوارزم پہنچے تو شہر کے دروازہ پر پہنچ کر آپ نے دو درویشوں کو بادشاہ کے پاس بھیجا کہ اگر اجازت ہو تو ہم شہر میں اقامت اختیار کریں۔ نیز درویشوں کو کہا کہ اگر بادشاہ اجازت دیدے تو مہری و دستخطی اجازت نامہ لیتے آنا۔ جب درویش بادشاہ کے دربار میں پہنچے اور مدعا عرض کیا تو بادشاہ اور اس کے ارکان ہنس پڑے اور کہنے لگے سادہ اور نادان ہیں پھر بطور مذاق

Marfat.com

بادشاہ کا مہری و دستخطی اجازت نامہ ان کے حوالے کر دیا۔ آپ نے قدم مبارک شہر میں رکھا اور گوشہ نشیں ہو کر اوراد و اذکار میں مشغول ہو گئے۔ آپ نے معمول بنایا کہ ہر روز صبح کے وقت مزدور گاہ سے ایک دو مزدوروں کو اپنے مکان پر لے جا کر فرماتے کہ پورا وضو کرو اور نماز عصر تک ہمارے پاس رہو اور ذکر کرو بعد ازاں اپنی مزدوری لے کر چلے جاؤ۔ مزدور بہت خوشی سے ایسا کرتے اور آپ کی صحبت میں رہتے۔ مگر جو مزدو ایک دن اس طرح آپ کے پاس رہتا آپ کی صحبت اور برکت اور آپکی تاثیر و تصرف باطنی سے اس میں یہ وصف پیدا ہو جاتا کہ آپ کی جدائی گوارا نہ کرتا۔ اس طرح کچھ مدت کے بعد وہاں کے اکثر لوگ آپ کے مرید بن گئے۔ رفتہ رفتہ کسی نے بادشاہ کو خبر دی کہ اس شہر میں ایک شخص آیا ہے اکثر لوگ اس کے مرید ہو گئے ہیں اندیشہ ہے کہ اس کے سبب ملک میں کوئی فتنہ و فسانہ پیدا ہو جائے۔ جس کا انسداد بعد میں مشکل ہو جائے۔ بادشاہ نے بھی اس وہم میں پڑ کر حضرت عزیزاںؒ کے اخراج کا حکم دے دیا۔ آپ نے انہی دو درویشوں کے ہاتھ اجازت نامہ بادشاہ کی خدمت میں بھیج دیا کہ ہم تمہارے شہر میں تمہاری ہی اجازت سے آئے تھے۔ اگر تم اپنے حکم کے خلاف کرتے ہو تو ہم یہاں سے چلے جاتے ہیں۔ اس پر بادشاہ اور اس کے ارکان دولت بہت شرمندہ ہوئے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے محبین و مخلصین میں سے ہو گئے۔

حضرت سیداتا اور حضرت عزیزاں ہمعصر تھے۔ اور کبھی کبھی ایک دوسرے سے ملاقات کیا کرتے تھے۔ اوائل میں سیداتا کے دل میں حضرت عزیزان کے متعلق صفائی نہ تھی۔ ایک روز سیداتا سے آپ کی جناب میں بے ادبی ہو گئی۔ اتفاقاً ان ہی ایام میں ترکوں کی ایک جماعت حملہ آور ہوئی اور سیداتا کے ایک لڑکے کو پکڑ کر لے گئی۔ سیداتا کو معلوم ہو گیا کہ یہ حادثہ اس بے ادبی کے سبب سے وقوع میں آیا ہے۔

Marfat.com

اس لئے حضرت عزیزان سے معافی مانگی اور آپ کی دعوت کی۔ آپ قبول فرماتے ہوئے سیداتا کے ہاں تشریف لائے۔ اس دعوت میں بڑے بڑے علماء اور مشاہیر وقت حاضر ہوئے۔ اس روز حضرت عزیزان نہایت خوش اور بڑی کیفیت کے عالم میں تھے۔ جب خادم نمک دان لایا اور دستر خوان بچھایا گیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ علی اپنی انگلی نمک پر نہ رکھے گا اور ہاتھ کھانے کی طرف نہ بڑھائے گا جب تک کہ سیداتا کا لڑکا دستر خوان پر حاضر نہ ہو جائے۔ یہ کہہ کر آپ نے کچھ دیر سکوت فرمایا۔ تمام حاضرین اس کے منتظر تھے۔ اچانک سیداتا کا لڑکا اس گھر کے دروازے سے آ حاضر ہوا۔ یک بارگی مجلس میں شور برپا ہوگیا۔ لوگ حیران رہ گئے اور اس لڑکے کے آنے کی کیفیت لڑکے ہی سے دریافت کی۔ اس نے کہا میں اس سے زیادہ نہیں جانتا کہ ابھی میں ترکوں کے ہاتھ قید تھا اور مجھے اپنے ملک میں لے جارہے تھے۔ اب دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے سامنے حاضر ہوں۔ اہل مجلس کو یقین ہوگیا کہ یہ حضرت عزیزان کا تصرف ہے۔ سب آپ کے پاؤں پر گر پڑے اور آپ کے مرید ہو گئے۔

ایک دفعہ ایک مہمان حضرت عزیزانؒ کے گھر آیا۔ اس وقت آپ کے گھر کھانے کے لئے کوئی چیز نہ تھی۔ بہت دلگیر تھے کہ ناگاہ ایک طعام بیچنے والا لڑکا جو آپ کے معتقدین میں سے تھا ایک ٹوکری روٹیوں سے بھری ہوئی لایا اور التجا کی کہ میں خادموں کے لئے لایا ہوں۔ امیدوار ہوں کہ آپ قبول فرمائیں گے۔ حضرت عزیزانؒ کو اس کی یہ خدمت بہت پسند آئی۔ جب آپ کھانا کھلا چکے تو مہمان کے جانے کے بعد لڑکے کو بلا کر کہا ہم تیری اس خدمت سے بہت خوش ہیں۔ اب تیری جو مراد ہے مانگ انشاء اللہ پوری ہو جائے گی۔ لڑکا نہایت ہوشیار تھا بولا کہ میں چاہتا ہوں کہ خواجہ عزیزان بن جاؤں۔ آپؒ نے فرمایا یہ تو بہت مشکل ہے کیونکہ اس بھاری بوجھ کو اٹھانے کی تجھ میں طاقت نہیں ہے۔ لڑکے نے عرض کی کہ میری اس کے علاوہ

Marfat.com

کوئی آرزو نہیں ہے۔ تب حضرت نے فرمایا کہ اسی طرح ہو جائے گا۔ اور اس کا ہاتھ پکڑ کر خلوت خاص میں لے گئے اور اس پر توجہ ڈالی۔ وہ لڑکا تھوڑی ہی دیر میں صورت وسیرت میں بعینہٖ مثل عزیزان بن گیا۔ اس کے بعد کم وبیش چالیس روز زندہ رہا پھر انتقال کر گیا۔

حضرت عزیزان کے دو فرزند تھے۔ ایک خواجہ محمد جو خواجہ خرد کے نام سے مشہور تھے کیونکہ حضرت عزیزان کے اصحاب حضرت عزیزان کو خواجہ بزرگ کہا کرتے تھے اور خواجہ محمد کو خواجہ خرد۔ دوسرے خواجہ ابراہیم تھے جو خواجہ محمد سے چھوٹے تھے۔ جب حضرت کا زمانہ وفات نزدیک آیا تو آپ نے حضرت ابراہیم کو اجازت وخلافت عطا فرمائی۔ بعضے یاروں کے دل میں آیا کہ بڑے صاحبزادے کی موجودگی میں جو عالم وعارف ہیں چھوٹے کو کیوں خلیفہ بنایا گیا ہے۔ اس پر حضرت عزیزانؒ نے فرمایا کہ خواجہ خرد ہمارے بعد زیادہ نہ ٹھہریں گے بلکہ جلدی ہمارے پاس پہنچیں گے۔ چنانچہ ویسا ہی وقوع میں آیا۔ حضرت عزیزانؒ کی وفات کے انیس روز بعد خواجہ خرد نے بروز دوشنبہ وقت چاشت ۱۷ ماہ ذی الحجہ ۷۱۵ھ میں وفات پائی اور خواجہ ابراہیم نے ۷۹۳ھ میں انتقال فرمایا۔

حضرت عزیزانؒ نے فرمایا کہ جو شخص مسند ارشاد پر بیٹھے اور لوگوں کو راہ خدا بتائے اسے پرندے پالنے والے کی طرح ہونا چاہئے۔ جو ہر ایک پرندہ کے پوٹے سے واقف ہوتا ہے اور ہر ایک کو اس کے مناسب خوراک دیتا ہے اسی طرح مرشد کو بھی چاہیے کہ اپنے مریدوں میں سے ہر ایک کی تربیت اس کی استعداد وقابلیت کے مطابق کرے۔

آپؒ نے فرمایا اگر تمام روئے زمین پر خواجہ عبدالخالق غجدوانی کے فرزندانِ معنوی میں سے ایک بھی ہوتا تو منصور کبھی سولی پر نہ چڑھتا۔ یعنی اگر خواجہؒ کے فرزانِ

Marfat.com

معنوی میں سے ایک بھی زندہ ہوتا تو وہ منصور کی تربیت کر کے اس مقام سے اوپر لے جاتا۔

آپؒ نے فرمایا سالکانِ طریقت کو ریاضت و مجاہدہ بہت کرنا چاہئے تا کہ وہ کسی مرتبہ و مقام پر پہنچ جائیں۔ لیکن ایک راستہ اس سب سے نزدیک ہے کہ جس سے مقصود کو بہت جلدی پہنچ سکتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ سالک خدمت کے ذریعے کسی صاحب دل کے دل میں جگہ پائے۔

آپؒ نے فرمایا ایسی زبان سے دعا کرو کہ جس سے گناہ نہ کیا ہو تا کہ وہ دعا درجہ قبولیت پائے یعنی دوستانِ خدا کے آگے التجا اور تواضع کرو کہ وہ تمہارے واسطے دعا کریں۔

حضرت عزیزانؒ کی تصانیف میں ایک رسالہ بھی ہے اس رسالہ میں آپ نے فرمایا ہے کہ سالک راہ کو یہ شرطیں نگاہ رکھنی چاہئیں۔ طہارت، خاموشی، خلوت، روزہ، ذکر، نگہداشت خاطر، رضا بحکم خدا، صحبت صالحاں، شب بیداری، نگہداشتِ لقمہ ہیں۔

آپ نے ۲۸ ذی القعد ۷۱۵ھ ایک سو تین سال کی عمر میں وفات پائی۔ مرقد خوارزم میں ہے۔

Marfat.com

حضرت خواجہ محمد بابا سماسی قدس سرہ‘

طریقت میں آپ کا انتساب حضرت عزیزان سے ہے۔آپ کا مولد موضع سماس ہے جو کہ بخارا سے نو میل اور رامتین سے ایک فرسنگ کے فاصلہ پر واقع ہے۔ خواجہ محمد بابا کو اس کی نسبت سے سماسی کہتے ہیں۔ جب حضرت عزیزان کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنے اصحاب میں سے خواجہ محمد بابا کو اپنی خلافت و نیابت کے لئے انتخاب کیا اور تمام اصحاب کو ان کی متابعت و ملازمت کا حکم دیا۔ ذکر الٰہی میں خواجہ محمد بابا سماسیؒ کی محویت و استغراق کا یہ عالم تھا کہ موضع سماس میں آپ کا ایک چھوٹا سا باغ تھا جہاں آپ کبھی کبھی تشریف لے جاتے اور انگوروں کی شاخوں کو اپنے دست مبارک سے کاٹتے تو غلبہ حال و استغراق کی وجہ سے آری آپ کے دست مبارک سے گر جاتی اور آپ بیخود ہو جاتے۔ یہ بیخودی دیر تک رہتی۔ جب ہوش میں آتے تو پھر شاخ انگور کو کاٹنے لگتے اور پھر وہی کیفیت آپ پر طاری ہو جاتی۔

حضرت شاہ نقشبندؒ سے پہلے خواجہ محمد بابا سماسیؒ جب بھی کوشک ہندواں سے گزرتے تو فرماتے ”ازیں خاک بوئے مردے می آید زود باشد کہ کوشک ہندواں قصر عارفاں شود“ یعنی کہ اس زمین سے ایک مرد کی خوشبو آتی ہے۔ جلد ہی ایسا ہوگا کہ کوشک ہندواں قصرِ عارفاں بن جائے گا۔ ایک مرتبہ پھر آپؒ اسی جگہ تشریف لے گئے تو فرمایا کہ اب خوشبو زیادہ ہوگئی ہے اور بے شک وہ مرد پیدا ہو گیا ہے۔ اس وقت حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ کی ولادت کو تین روز ہو چکے تھے۔ چنانچہ خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ کے جد امجد آپ کو لے کر حضرت بابا سماسیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت بابا سماسیؒ نے فرمایا یہ ہمارا فرزند ہے اور ہم نے اس کو اپنی فرزندی میں قبول کیا اور اصحاب سے کہا یہی وہ مرد ہے جس کی ہم نے خوشبو سونگھی تھی۔ یہ لڑکا اپنے وقت کا مقتدا ہوگا۔ بعد ازاں سید امیر کلال کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا تم میرے

Marfat.com

فرزند بہاؤ الدین کے حق میں شفقت وتربیت سے دریغ نہ کرنا اگر تم اس میں کوتاہی کرو گے تو میں تمہیں ہرگز معاف نہیں کروں گا۔ سید امیر کلال نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر ادب سے جواب دیا کہ اگر میں کوتاہی کروں گا تو مرد نہیں ہوں۔

حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ سے منقول ہے کہ جب میری عمر اٹھارہ سال یا کچھ کم وبیش کی ہوئی تو میرے جد امجد کو میرے نکاح کی فکر ہوئی۔ انہوں نے مجھے خواجہ محمد بابا سماسیؒ کے بلانے کے لئے بھیجا تا کہ ان کے قدم کی برکت سے یہ کام انجام کو پہنچ جائے۔ جب میں آپ کی زیارت سے مشرف ہوا تو پہلی کرامت جو دیکھنے میں آئی یہ تھی کہ اس رات آپ کی صحبت سے مجھ میں بڑا تضرع و نیاز پیدا ہوا۔ رات کے اخیر حصہ میں اٹھ کر میں نے وضو کیا اور آپ کی مسجد مبارک میں جا کر دو رکعت نماز پڑھی اور سر سجدے میں رکھ کر دعا و تضرع بہت کی۔ اس اثنا میں میری زبان سے نکلا ''خدایا! مجھے بلا کا بوجھ اٹھانے اور اپنی محبت کی محنت برداشت کرنے کی توفیق عطا فرما۔'' صبح کو جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے از روئے فراست و بصیرت میری رات کی سرگزشت سے آگاہ ہو کر فرمایا۔ اے فرزند! دعا میں یوں کہنا چاہئے ''خدایا! اس بندہ ضعیف کو اپنے فضل و کرم سے اسی پر قائم رکھ جس میں تیری رضا ہے۔'' پھر فرمایا کہ بے شک خدا عزوجل کی رضا تو اس میں ہے کہ بندہ بلا میں مبتلا نہ ہو ۔ اگر وہ بنا بر حکمت اپنے کسی دوست پر بلا بھیجتا ہے تو اپنی عنایت سے اس دوست کو اس بلا کے برداشت کرنے کی قوت عطا فرماتا ہے اور اس کی حکمت اس پر ظاہر کر دیتا ہے۔ اپنے اختیار سے بلا طلب کرنا دشوار ہے۔ گستاخی نہ کرنی چاہئے۔ بعد ازاں کھانا لایا گیا۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے تو آپ نے دستر خوان پر سے ایک روٹی مجھے دی۔ میں لینا نہ چاہتا تھا۔ آپ نے فرمایا لے لو کام آئے گی۔ میں نے وہ روٹی لے لی اور آپ کے ہمراہ قصر عارفاں کی طرف روانہ ہوا۔ اثنائے راہ میں میرے باطن میں

Marfat.com

جب کوئی خطرہ پیدا ہوتا تو آپ فرماتے کہ باطن کی حفاظت چاہئے۔ان حالات کے مشاہدے سے حضرت کی نسبت میرا یقین واعتقاد زیادہ ہوتا جاتا تھا۔راستے میں ایک جگہ پہنچے جہاں حضرت کا ایک محبّ و مخلص تھا۔وہ بڑی بشاشت اور عاجزی سے پیش آیا۔جب آپ اس کے مکان میں اترے تو آپ نے اس کے اضطراب وبیقراری کو دیکھ کر فرمایا سچ بتاؤ اس اضطراب کا سبب کیا ہے؟اس نے عرض کیا کہ گھر میں دودھ کا پنیر تو حاضر ہے مگر روٹی موجود نہیں ہے۔حضرت خواجہ نے میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا وہ روٹی لاؤ۔تم نے دیکھا کہ آخر کام آگئی۔یہ پہلے حالات ہیں جو میں نے حضرت بابا سماسیؒ سے مشاہدہ کئے۔

خواجہ محمد بابا سماسی قدس سرہٗ کا سنہ وصال ۱۰ جمادی الآخر ۷۵۵ھ ہے۔مزار مبارک موضع سماس میں ہے۔

Marfat.com

خواجہ شمس الدین سید امیر کلال قدس سرہ'

آپ عالی نسب سید تھے آپ کوزہ گری کا شغل رکھنے کی وجہ سے کلال (یعنی کوزہ گر) ہی مشہور ہو گئے آپ کا مولد و مدفن قریہ سوخار ہے جو نواح بخارا میں سماسی سے پانچ فرسنگ کے فاصلہ پر ہے۔ آپ کا انتساب حضرت خواجہ محمد بابا سماسیؒ سے ہے۔ حضرت سید امیر کلال قدس سرہ' ابتدائے جوانی میں کشتی لڑا کرتے تھے ایک روز رامیتن میں آپ کشتی لڑنے میں مشغول تھے کہ خواجہ محمد بابا سماسی قدس سرہ' کا اس طرف سے گزر ہوا تو آپ ایک دیوار کے سایہ میں ٹھہر گئے اور حضرت امیر کلال قدس سرہ' کے حالات میں محو ہو گئے۔ حضرت خواجہ قدس سرہ' کے ایک خادم نے پوچھا کہ اے مخدوم! آپ ان لوگوں میں جو بدعت میں مشغول ہیں کس واسطے حیران ہیں۔ فرمایا کہ اس میدان مین ایک مرد ہے اور اس صید گاہ میں ایک ایسا شکار ہے کہ کاملین زمانہ اس کی صحبت سے فیضیاب ہوں گے۔ کیونکہ اس کی پرواز نہایت بلند ہے۔ ہم اسی مرد کے منتظر ہیں کہ کاش وہ ہمارے جال میں آ پھنسے۔ اسی اثنا میں حضرت امیر کلالؒ کی نظر خواجہ محمد بابا سماسی قدس سرہ' پر پڑی اور ان کے دل کا پرندہ خواجہ محمد بابا سماسی قدس سرہ' کی محبت کے جال میں آ پھنسا۔ اس طرح حضرت امیر کلالؒ بے اختیار خواجہ محمد بابا سماسی قدس سرہ' کے پیچھے پیچھے ان کے دولت خانہ پر پہنچے۔ اسی روز حضرت خواجہ نے ان کو طریقہ عالیہ کی تلقین کی اور اپنی فرزندی میں قبول کیا۔ اس کے بعد حضرت امیر کلال کو کسی نے بھی کشتی کے میدان میں نہ دیکھا۔ اس واقعہ کے بعد آپ بطریق خواجگان ریاضت میں مشغول رہے یہاں تک حضرت بابا سماسی قدس سرہ' کی تربیت کے سایہ میں درجہ تکمیل وارشاد پر پہنچے۔

ایک روز اتفاقاً رامیتن کے ایک باغ میں حضرت امیر کلالؒ نے اپنے کپڑے دھوئے۔ جب ان کو خشک کرنا چاہا تو یاروں سے فرمایا کہ کانٹوں کی باڑوں پر

Marfat.com

نہ پھیلاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ باڑ کو نقصان پہنچے اور نہ درختوں کی شاخوں پر پھیلاؤ کہ مبادا شاخیں ٹیڑھی ہو جائیں اور زمین پر بھی نہ پھیلاؤ تا کہ مویشیوں کی گھاس خراب نہ ہو۔ یہ سن کر یار عاجز رہ گئے اور پوچھنے لگے کہ اے امیر کلالؒ آپ کس طرح خشک کیا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں اپنے کپڑوں کو اپنی پیٹھ پر پھیلا لیا کرتا ہوں۔ اور پیٹھ سورج کی طرف کر کے خشک کر لیا کرتا ہوں۔ پھر فرمایا اے یارو! اگر باڑ کو نقصان پہنچے یا کسی درخت کی شاخ ٹیڑھی ہو جائے یا مویشیوں کی گھاس خراب ہو جائے تو تم باغ کے مالک کے آگے یا عذر پیش کرو گے۔ یہ عمل تم خلاف شریعت کرتے ہو۔ دوسروں کی ملک میں تصرف جائز نہیں۔ گناہ کو خواہ صغیرہ ہو سہل نہ سمجھو۔ آدمی گناہ کو سہل سمجھنے کے سبب دوزخ میں جاتا ہے۔

حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ جب آپ پیٹ میں تھے اگر اتفاقاً کبھی مشتبہ لقمہ میرے پیٹ میں چلا جاتا تو اس قدر درد ہوتا کہ میں بیہوش ہو جاتی۔ جب یہ کیفیت کئی بار گزری تو مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ بات اس بچے کے قدم کی برکت سے ہے جو میرے پیٹ میں موجود ہے۔

ایک روز حضرت امیر اپنے اصحاب کے ساتھ خواجہ ابو حفص کبیر بخاری نور اللہ مرقدہٗ کی مسجد میں تشریف رکھتے تھے اور مناسک حج بالتفصیل بیان فرما رہے تھے۔ ایک بے اعتقاد شخص کے دل میں خیال آیا کہ حضرت امیر نے کعبہ کو کب دیکھا ہے کہ بیان کر رہے ہیں۔ یہ مسائل تو وہ بیان کرے جس نے کعبہ دیکھا ہو۔ کچھ دیر کے بعد حضرت امیر کلالؒ باہر نکلے اور اس شخص کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اے نادان! دیکھ تجھے کیا دکھائی دیتا ہے۔ اس نے جو نظر اٹھائی تو دیکھا کہ کعبہ حضرت امیر کے سر پر طواف کر رہا ہے۔ حضرت نے فرمایا اے نادان! جس کے پاس ایک درہم نہ ہو وہ اس خیال میں ہے کہ کسی کے پاس کچھ نہیں۔ تاوقتیکہ تیرے دل کی آنکھ نہ کھلے تجھے کچھ نظر نہ آئے

Marfat.com

گا۔

ایک روز حضرت امیر کلال قدس سرہ' اپنے اصحاب کے ساتھ بخارا کی جامع مسجد کو جارہے تھے ایک کسان اپنے کھیت میں کام کررہا تھا اس کے غلام نے پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ آقا نے جواب دیا کہ یہ مفت خورے ہیں۔ حضرت امیر کلالؒ نے نور کرامت سے معلوم کرلیا۔ اوراسی وقت فرمایا کہ یارو! حضرت امیر کلال نے فرمایا ہے کہ درویشوں کے حق میں بے اعتقادی نہ کرو اوران کو چشم حقارت سے نہ دیکھو تاکہ دنیا سے ذلیل وخوار ہوکر نہ جاؤ۔ یار حیران ہوئے کہ حضرت نے یہ کیا فرمایا۔ جب مسجد سے واپس آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ شخص (آقا) درد گردہ کے سبب سے قریب الموت ہے۔ جب نزدیک پہنچے تو اس نے کہا کہ مجھے حضرت امیر کلالؒ کے پاس لے چلو۔ جب نزدیک لائے تو حضرت نے فرمایا کہ اس شخص نے کارگر تیر کھایا ہے اس کا علاج نہیں ہوسکتا اسے واپس لے جاؤ۔ اس کا کام تمام ہو چکا ہے۔ چنانچہ وہ گھر پہنچتے ہی مر گیا۔

ایک روز حضرت امیر کے اصحاب کی ایک جماعت جگر دوں اتار رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی زیارت کو گئی۔ جب انہوں نے کچھ فاصلہ طے کیا تو دیکھتے ہیں کہ ایک شیر ان کے راستے میں کھڑا ہے وہ حیران ہوئے۔ حضرت امیر کلالؒ تشریف لائے اور شیر کی گردن پکڑ کر راستہ سے ایک طرف کر دیا۔ جب وہ گزر گئے تو شیر نے بطور تعظیم سر جھکا دیا اور چلا گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد اصحاب نے حضرت سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ تھا تو فرمایا کہ جو ظاہر و باطن میں حق تعالیٰ سے ڈرتا ہے سب چیزیں اس سے ڈرتی ہیں۔

ایک روز حضرت امیر کلال قدس سرہ' جامع مسجد بخارا سے نماز جمعہ ادا کر کے اپنے گھر کو روانہ ہوئے۔ راستے میں فتح آباد و کلا آباد کے درمیان امیر تیمور مع فوج خیمہ زن تھا۔ حضرت امیر کلال قدس سرہ' نے اپنے یاروں سے پوچھا کہ یہ کون ہیں۔

Marfat.com

انہوں نے عرض کی کہ یہ امیر تیمور کا خیمہ ہے۔ امیر تیمور یہ سن کر خیمہ سے نکلا اور حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ اے مخدوم! میں آج آپ کی زبان سے کچھ سننا چاہتا ہوں جس سے میرے دل کو کچھ تسکین ہو۔ حضرت نے فرمایا فقیر جب تک حضرت عزیزان کی روحانیت سے اشارہ نہ پائے اپنی طرف سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ مگر تم منتظر رہو۔ جب حضرت امیر گھر پہنچے تو نماز عشا کو جماعت کے ساتھ ادا کر کے حضرت عزیزاں کی روحانیت کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنے ایک محرم شیخ منصور کو جو قراماں میں رہتا تھا طلب کر کے ارشاد فرمایا کہ فوراً امیر تیمور کے پاس جاؤ اور اسے پیغام دو کہ مشائخ بخارا کی ارواح طیبہ نے مملکت خوارزم تمہیں عطا کر دی ہے تم بے توقف سوار ہو کر وہاں پہنچ جاؤ۔ امیر تیمور نے ایسا ہی کیا اور خوارزم سے مظفر و منصور واپس آیا۔

ایک روز سلطان کے دربار میں ایک مجرم پیش ہوا۔ سلطان نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ جلاد اسے قصاص گاہ میں لے گیا۔ اس کی آنکھیں باندھ لیں۔ اور تلوار اس کی گردن پر ماری مگر تلوار نے اثر نہ کیا۔ دوسری بار اسی طرح کیا مگر تلوار نے اثر نہ کیا تیسری بار ایسا ہی کیا گیا مگر کوئی اثر نہ ہوا۔ جلاد نے دیکھا کہ تلوار کھینچتے وقت مجرم ہونٹ ہلاتا تھا اور منہ میں کچھ کہتا تھا۔ جلاد نے پوچھا۔ خدا کی عزت کی قسم کہ جس کے سوا کوئی معبود بحق نہیں تو سچ بتا کہ کیا کہتا تھا؟ اس نے جواب دیا کہ اپنے شیخ کو یاد کرتا تھا۔ جلاد نے پوچھا کہ تیرا شیخ کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرے شیخ وسید امیر کلال ہیں۔ پوچھا کہ اس وقت کہاں ہیں؟ جواب دیا کہ علاقہ بخارا میں قریہ سوخار میں ہیں۔ یہ سن کر جلاد نے تلوار پھینک دی اور فوراً روانہ ہوتے ہوئے کہا کہ وہ بزرگ جو مرد کو تلوار کے نیچے سے بچالے اگر کوئی اس کی خدمت بجالائے تعجب نہیں کہ حق تعالیٰ اسے دوزخ کی آگ سے بچالے۔

حضرت امیر کلال قدس سرہٗ اپنے معارف میں اپنے یاروں سے ہمیشہ فرمایا

Marfat.com

کرتے تھے کہ اگر عبادت میں تمہاری پیٹھ کبڑی ہو جائے اور ریاضت میں تمہارا جسم کمان کے چلے کی طرح باریک ہو جائے تو خدائے خالق کے جلال و عظمت کی قسم کہ ہر گز مقصود تک نہ پہنچو گے جب تک کہ اپنے لقمہ اور خرقہ کو پاک نہ رکھو اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی پیروی نہ کرو۔ کیونکہ تمام کاموں کی اصل اسی پر ہے۔

جب حضرت امیر کلال قدس سرہٗ پر ضعف غالب ہوا تو آپ نے اپنے صاحبزادوں اور یاروں کو جمع کیا اور وصیتیں فرمائیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

آپؒ نے فرمایا جب تک تم زندہ رہو طلب علم سے ایک قدم دور نہ رہو کیونکہ طلب علم تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔ اول علم ایمان دوم علم نماز سوم علم روزہ چہارم علم زکوٰۃ پنجم علم حج اگر استطاعت ہو ششم والدین کی خدمت ہفتم صلہ رحم اور رعایت ہمسایہ کا علم ہشتم خرید و فروخت کا علم اگر ضرورت ہو نہم حلال و حرام کا علم کیونکہ بہت سے آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ بے علمی کے سبب سے تباہی کے بھنور میں گر پڑتے ہیں۔

آپؒ نے فرمایا کہ تم توبہ کرتے رہو کیونکہ توبہ تمام بندگیوں کا سر ہے۔ توبہ یہ نہیں کہ زبان سے کہو کہ میں توبہ کرتا ہو۔ توبہ یہ ہے کہ تم پہلے اپنے گناہوں سے دل میں پشیمان ہو اور نیت کرو کہ آئندہ اس گناہ کی طرف نہ جاؤں گا اور ہمیشہ رب العزت سے ڈرتے رہو اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور گریہ وزاری ایسی کرو کہ توبہ کا اثر اپنے باطن میں مشاہدہ کرو تا کہ تائب کا نام تم پر صادق آئے۔

آپؒ نے فرمایا چاہئے کہ روزی کا غم تم اپنے دل سے نکال دو اور آخرت اور ادائے بندگی کے غم کو اپنے دل میں جگہ دو۔ کیونکہ تمام کاموں میں اصل یہ ہے۔

آپؒ نے فرمایا چاہیے کہ تم خدا داں بنو اور خدا خواں بھی۔ اور ایسے کام میں مشغول رہو کہ جس سے دنیا کے خیال میں تمہارا دین نہ جاتا رہے۔ ہر وقت خدا تعالیٰ

Marfat.com

سے ڈرتے رہو کیونکہ کوئی عبادت خدا ترسی سے بہتر نہیں ہے۔ نیز چاہئے کہ جب تم ذکر خدا میں مشغول ہو تو کلمہ لا الہ سے تمام ماسوائے حق کی نفی کرو اور غیر شرع باتیں نہ کرو اور الا اللہ سے تمام مشروعات کا اثبات کرو۔ اور اپنے دل میں اس امر کو نگاہ رکھو کہ کوئی عبادت وسجدے کے لائق نہیں سوائے خدا تعالیٰ کے جو باپ بیٹے اور مدد سے بے نیاز ہے۔ جب تم نے یہ بات جان لی تو تم ذاکرین میں سے ہو گے۔ اور جان لو کہ کپڑے کو پانی، زبان کو خدا تعالیٰ کا ذکر اور تمہارے جسم کو نماز کا ہمیشہ ادا کرنا پاک کر دیتا ہے اور تمہارے مال کو زکوٰۃ اور تمہاری راہ کو مطالبہ حقوق کرنے والوں کی رضا مندی اور تمہارے دین کو شرک سے بچنا پاک کر دیتا ہے۔ یارو! اخلاص اختیار کرو اور اخلاص کے ساتھ رہو۔

آپؒ نے فرمایا ہر حال میں امر معروف اور نہی منکر بجا لاؤ ور ہمیشہ دل میں غیر شرع امر اور بدعت کے منکر رہو۔ تاکہ قیامت کے دن تم درماندہ نہ ہو۔

مذکورہ بالا وصیتوں کے بعد حضرت امیر کلال قدس سرہ تنہائی کے گوشہ میں تشریف لے گئے اور تین دن تک آپ نے کسی صاحبزادے سے بات نہ کی۔ تین دن کے بعد آپ نے خدا تعالیٰ کی بہت حمد کی۔ حاضرین مجلس نے سوال کیا کہ اے مخدوم! آپ نے اس مقام میں بہت حمد کی ہمیں بھی معلوم ہونا چاہئے کہ اسکا سبب کیا ہے۔ حضرت امیر کلالؒ نے فرمایا تین دن سے تنہائی کے گوشہ میں لوگوں کی ملاقات سے متنفر تھا اور مراقبہ میں دریائے حیرت میں غوطہ زن تھا کہ ہمارا اور ہمارے یاروں کا کیا حال ہے۔ ہاتف غیبی نے ہمارے باطن میں ندا دی کہ اے امیر کلالؒ! ہم نے تجھ پر اور تیرے یاروں پر اور تیرے دوستوں پر اور ان لوگوں پر کہ جن پر آپ کے مطبخ کی مکھی بیٹھی ہو رحمت کی اور سب کے گناہ معاف کر دیئے۔ تم خوش ہو کہ خدا تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے تم پر رحمت کرے گا اور تمہارے گناہ سے درگزر کرے گا۔ حضرت امیر

Marfat.com

کلال ؒسی روز جوار رحمت الٰہی میں پنجشنبہ ۸ جمادی الآخر ۷۷۲ھ کو چل بسے۔

حضرت امیر کلال قدس سرہٗ نے اپنے اصحاب کو حضرت خوجاہ بہاؤ الدین نقشبند کی متابعت کا حکم دیا تھا۔ کہتے ہیں کہ حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کے ایک سو چودہ خلیفے تھے۔

Marfat.com

خواجہ خواجگان خواجہ سید بہاؤالدین نقشبند قدس سرہ'

آپ کی ولادت با سعادت محرم الحرام ۷۱۸ھ میں کوشک ہندواں میں ہوئی۔آپ کی پیدائش سے پہلے حضرت بابا سماسی قدس سرہ' آپ کے تولد مبارک کی بشارت دی تھی اور فرمایا تھا کہ اس زمین سے ایک مرد کی خوشبو آتی ہے جلد ہی ایسا ہوگا کہ کوش ہندواں قصر عارفاں بن جائے گا۔تولد سے تیسرے روز آپ کے جدامجد آپ کو حضرت باب سماسی قدس سرہ' کی خدمت میں لے گئے آپ نے ان کو اپنی فرزندی میں قبول کیا اور اپنے خلیفہ سید امیر کلال قدس سرہ' سے آپ کی تربیت کے بارے میں عہد لیا۔لڑکپن ہی سے ولایت کے انوار و آثار آپ کی پیشانی سے ظاہر و آشکارا تھے۔

آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ میرا فرزند بہاؤالدین چار سال کا تھا کہ ہماری گائے جو حاملہ تھی کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ یہ گائے گوسالہ سفید پیشانی جنے گی۔چنانچہ چند ماہ کے بعد قدرت حق تعالیٰ سے اس گائے نے ایسا ہی گاؤ سالہ جنا۔جنہوں نے میرے فرزند کی بات سنی وہ حیران ہوئے۔آپ متبع سنت، مطیع شریعت بطریق اعلیٰ تھے۔سلوک و تصوف کو قرآن وحدیث کے ساتھ موافقت کرتے۔یاد خدا، فکر حق اور کھانے پینے میں حلال طیب کے لئے بہت احتیاط فرماتے یہاں تک کہ شبہات سے بھی احتراز فرماتے۔مہمان نوازی میں ایثار فرماتے۔اپنا خاص مکان نہ رکھتے، نوکر نہ رکھتے۔سادہ لباس پہنتے۔ ہر ایک دوست کے ساتھ تواضع سے پیش آتے اور درویشوں کی نہایت تعظیم فرماتے۔آپ طریقہ نقشبندیہ کے امام ہیں۔کمخواب بافی کے پیشے کی وجہ سے اسم ذات اللہ کا نقش دلوں پر بٹھانے کی وجہ سے آپ نقشبند مشہور ہیں۔

آپ کو آداب طریقت کی تعلیم بظاہر حضرت سید امیر کلال قدس سرہ' سے ہے لیکن بطریق اویسیت حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ' سے مستفیض ہوئے۔

چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ اوائل احوال میں گزشتہ اولیائے عظام کے مزارات پر حاضری

Marfat.com

دیا کرتا تھا۔ ایک رات میں تین مزاروں پر گیا۔ جس مزار پر پہنچتا ایک چراغ ٹمٹماتا نظر آتا حالانکہ چراغ میں پورا تیل اور بتی ہوتی مگر بتی کو ذرا اکسانے کی ضرورت ہوتی تا کہ تیل سے باہر آجائے اور بتی بخوبی جلے۔ شروع رات میں خواجہ محمد واسعؒ کے مزار پر پہنچا تو وہاں اشارہ ہوا کہ خواجہ محمود انجیرؒ کے مزار پر جانا چاہئے۔ میں جب وہاں پہنچا تو وہاں دو شخص آئے اور انہوں نے دو تلواریں میری کمر پر باندھیں اور گھوڑے پر سوار کر کے اس کی باگ مزار مزداخن کی طرف پھیر دی۔ جب وہاں پہنچا تو فتیلہ اور چراغ اسی حالت میں تھا میں بیٹھ گیا اور اسی توجہ میں غیبت ہوگئی اور دیکھا کہ دیوار شق ہوگئی اور ایک بڑا تخت ظاہر ہوا اور تخت پر ایک بزرگ بیٹھا اور اس کے سامنے سبز پردہ لٹکا ہوا ہے، تخت کے گرد ایک جماعت حاضر ہے میں نے ان میں خواجہ بابا سماسی قدس سرہٗ کو دیکھا اور جان گیا یہ جماعت بزرگوں کی ہے دل میں خیال گزرا کہ یہ بزرگ تخت پر بیٹھے ہوئے کون ہیں کہ اسی اثنا میں ایک شخص ان میں سے اٹھا کہ وہ بزرگ خواجہ عبدالخالق غجدوانی ہیں۔ اور یہ جماعت ان کے خلیفے ہیں اور سب کے نام بتائے کہ یہ خواجہ احمد صدیقؒ یہ خواجہ اولیا کبیرؒ، یہ خواجہ عارف ریوگریؒ، یہ خواجہ محمود انجیرؒ، یہ خواجہ علی رامیتنیؒ، اور خواجہ محمد بابا سماسیؒ ہیں۔ اور یہ بھی کہا کہ خواجہ محمد بابا سماسیؒ کو تم نے زندگی میں دیکھا ہے۔ یہ تمہارے پیر ہیں اور تم کو کلاہ عطا فرمائی ہے۔ میں نے کہا ہاں ان کو تو میں پہچانتا ہوں مگر کلاہ کا قصہ بہت دنوں کا ہے وہ مجھ کو یاد نہیں کہ کس جگہ رکھی ہے۔ فرمایا کہ کلاہ تمہارے گھر میں ہے اور فرمایا تجھے یہ کرامت عطا ہوئی ہے کہ جو بلا نازل ہو وہ تیری برکت سے دور ہو جائے گی۔

اس وقت اس جماعت نے کہا کہ کان لگا کر سنو، حضرت خواجہ بزرگ ارشادات فرماویں گے وہ تجھے راہ حق کے سلوک میں کام آئیں گے۔ میں نے اس جماعت سے عرض کی کہ میں حضرت خواجہ کو سلام عرض کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے وہ

Marfat.com

پردہ آگے سے اٹھایا، میں نے حضرت خواجہ کو سلام عرض کیا حضرت نے جواب اور ارشادات فرمائے جو سلوک کے ابتداء وسط اور انتہا سے تعلق رکھتے تھے۔ ان میں سے ایک یہ تھا کہ جو چراغ تجھے اس حالت میں دکھائے گئے ہیں وہ تیرے لئے بشارت ہیں کہ تجھ میں اس راستے کی استعداد و قابلیت ہے، مگر استعداد کی بتی کو اکسانا چاہیے تا کہ روشن ہو جائے اور اسرار ظاہر ہوں۔ دوسرا ارشاد جس کی آپ نے تاکید فرمائی یہ تھا کہ ہر حال میں جادہ شریعت و استقامت پر ثابت قدم رہنا چاہیے، عزیمت و سنت پر عمل کرنا اور بدعت سے دور رہنا چاہیے۔ ہمیشہ سنت رسول ﷺ اور آثار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی تلاش میں سرگرداں رہنا چاہیے۔ ان ارشادات کے ختم ہونے پر فرمایا تیرے حال کی صداقت کا شاہد یہ ہے کہ تو مولانا شمس الدین انکنوی کے پاس جانا اور کہنا کہ فلاں ترک نے ایک شخص سقا نام پر دعویٰ کیا ہے، حق اس ترک کی طرف ہے اور تم سقا کی رعایت کرتے ہو۔ اگر سقا مدعی کی جانب کی حقیقت کا منکر ہو تو اس سے کہنا ''اے سقائے تشنہ'' وہ اس بات کو جانتا ہے، دوسرا شاہد یہ ہے کہ سقا نے ایک عورت سے زنا کیا ہے جب وہ حاملہ ہوگئی تو اس حمل کو اسقاط کر کے بچہ کو فلاں جگہ انگور کے درخت کے نیچے دفن کر دیا ہے، پھر ان خلیفوں نے فرمایا جب تو یہ پیغام مولانا شمس الدین کو پہنچا دے تو دوسرے دن صبح کے وقت حضرت سید امیر کلال قدس سرہ' کی خدمت میں روانہ ہو جانا، راستے میں ایک بوڑھا ملے گا جو تجھے ایک گرم روٹی دے گا وہ روٹی لے لینا لیکن اس سے بات نہ کرنا اس کے بعد تمہیں ایک قافلہ ملے گا پھر ایک سوار ملے گا جسے تو نصیحت کرے گا اور وہ تیرے ہاتھ پر توبہ کرے گا۔ حضرت عزیزانؒ کی کلاہ جو تیرے پاس ہے اس کو لے کر حضرت سید امیر کلالؒ کی خدمت میں جانا۔

بعد ازاں اس جماعت نے مجھے ہلا دیا اور میں ہوش میں آ گیا۔ صبح کو اپنے

Marfat.com

مکان کی طرف گیا اور متعلقین سے کلاہ کا دریافت کیا، بولے مدت ہوئی وہ کلاہ فلاں جگہ میں ہے۔ جب میں نے حضرت عزیزانؒ کی کلاہ دیکھی تو میرا حال دگرگوں ہو گیا اور میں بہت رویا۔ اسی وقت وابکنہ میں آیا اور نماز فجر مولانا شمس الدین کی مسجد میں پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر میں نے مولانا سے وہ قصہ بیان کیا۔ سقا حاضر تھا لیکن وہ مدعی کی جانب سے حقیقت کا منکر ہو گیا۔ میں نے سقا سے کہا میرا ایک گواہ یہ ہے کہ تو سقائے تشنہ ہے، تجھے عالم معنی سے کچھ حصہ نہیں، وہ خاموش ہو گیا۔ میں نے کہا میرا دوسرا گواہ یہ ہے کہ تو نے ایک عورت سے زنا کیا۔ اس کے حاملہ ہونے کے بعد تیرے حکم سے اسقاط حمل کیا گیا اور بچہ کو تو نے فلاں جگہ میں انگور کے درخت کے نیچے دفن کر دیا۔ سقا نے اس سے انکار کیا، مولانا اور مسجد کے لوگ اس جگہ پہنچے اور تلاش کی تو وہاں بچہ مدفون پایا۔ سقا نے معافی مانگی۔ جب دن گزرا میں دوسرے روز آفتاب نکلنے کے وقت حسب ہدایت حضرت امیر کلال کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں مجھے ایک بوڑھا ملا۔ اس نے مجھے گرم روٹی دی، میں نے لے لی اور اس سے کوئی بات نہ کی۔ آگے بڑھا تو ایک قافلہ ملا۔ قافلے والوں نے پوچھا کہ تو کہاں سے آ رہا ہے میں نے کہا ابکنہ سے۔ وہ بولے کب روانہ ہوا میں نے کہا طلوع آفتاب کے وقت، اور جس وقت ان سے ملا چاشت کا وقت تھا۔ وہ متعجب ہوئے کہ ابکنہ یہاں سے چار فرسنگ ہے اور ہم اول شب روانہ ہوئے تھے جب میں آگے بڑھا تو ایک سوار ملا، میں نے سلام کیا، اس نے کہا تو کون ہے تمہاری صورت دیکھ کر مجھے ڈر معلوم ہوتا ہے۔ میں نے کہا میں وہ ہوں جس کے ہاتھ پر تو توبہ کرے گا۔ چنانچہ وہ سوار فی الفور گھوڑے سے اترا اور توبہ کی۔ اس کے ساتھ بہت سی شراب تھی وہ سب اس نے پھینک دی۔ پھر میں اس جگہ پہنچا جہاں حضرت سید امیر کلالؒ تشریف رکھتے تھے میں نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت عزیزان کی کلاہ ان کے آگے رکھ دی۔ حضرت امیر کلالؒ ایک لحظہ

Marfat.com

خاموش رہے پھر فرمایا کہ یہ کلاہ حضرت عزیزان کی ہے۔ میں نے جواب اثبات میں دیا۔ حضرت امیرؒ نے فرمایا کہ اس کے بارے میں یوں اشارہ ہوا ہے کہ اس کو دو پردوں کے درمیان محفوظ رکھو۔ میں نے قبول کیا اور کلاہ لے لی۔ بعد ازاں حضرت امیر کلالؒ نے مجھے ذکر کی تلقین کی اور بطریق خفیہ نفی و اثبات میں مشغول کیا۔ میں ایک مدت تک اس سبق میں مشغول رہا۔ عزیمت پر عمل کیا اور ذکر بالجہر نہ کیا کیونکہ مجھے اخبار و آثار رسول کریم ﷺ وصحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین پر عمل کا حکم تھا۔ اس لئے علماء کرام کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ احادیث پڑھا کرتا تھا آثار صحابہ معلوم کر کے ہر ایک پر عمل کرتا اور اس کا نتیجہ اپنے باطن میں مشاہدہ کرتا۔ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ اوائل احوال میں نو ماہ تک فیض کا دروازہ مجھ پر بند رہا اور میں باوجود کوشش بسیار گوہر مقصود حاصل نہ کر سکا اور سخت بے چین ہو گیا اور چاہا کہ مخلوق کی خدمت و ملازمت میں مشغول ہو جاؤں کہ میرا گزر ایک مسجد کی جانب سے ہوا جس پر یہ شعر لکھا ہوا تھا۔

؎ اے دوست بیا کہ ما ترائیم

بیگانہ مشو کہ آشنائیم

یہ شعر پڑھتے ہی مجھ پر رقت طاری ہو گئی اور عنائت الٰہی سے وہ دروازہ پھر مجھ پر کھل گیا۔ فرماتے ہیں کہ ایک رات مسجد زیورتوں میں ایک ستو کے پیچھے روبقبلہ بیٹھا تھا کہ ناگاہ فنا کا اثر ظاہر ہونے لگا اور رفتہ رفتہ بیخود ہو گیا۔ اس حالت فنا میں ارشاد ہوا کہ ہوشیار ہو جاؤ جو مطلوب و مقصود ہے وہ تمہیں مل گیا، کچھ دیر بعد ہوش میں آ گیا۔ فرماتے ہی کہ اس قصہ کے بعد ایک روز باغ میں تھا (جس میں آپ کا مزار مقدس ہے) متعلقین کی جماعت ساتھ تھی ناگاہ عنائت الٰہی کے جذبات کا اثر ظاہر ہونے لگا، اضطراب اور بیقراری میں روبقبلہ ہو بیٹھا کہ اچانک غیبت فنائے حقیقی تک

Marfat.com

پہنچ گئی، میں اس فنا میں کیا دیکھتا ہوں کہ میری روح کو آسمانوں پر ملکوت سے آگے لے گئے اور اس مقام پر پہنچا کہ میری روح ستارہ کی شکل میں نورِ بے نہایت کے دریا میں محو و ناپدید ہوگئی اور میرے قالب میں حیات ظاہری کا کچھ نشان نہ رہا۔ میرے گھر والے اور متعلقین اس حالت میں گریہ وزاری کرتے تھے یہاں تک کہ میں آہستہ آہستہ وجود بشریت میں آگیا، وہ غیبت وفنا کم وبیش چھ گھنٹے تک رہی تھی۔ فرماتے ہیں کہ منازل ومقامات کے طے کرنے میں حضرت حسین بن منصورت حلاج کی صفت دو مرتبہ میرے وجود میں ظاہر ہوئی کہ وہ آواز جوان سے ظہور میں آئی تھی مجھ سے بھی ظاہر ہو جائے، بخارا میں ایک سولی تھی اور اپنے آپ کو اس سولی کے نیچے دونوں دفعہ لے گیا اور کہا کہ تیری جگہ یہی سولی ہے، اور پھر عنایت الٰہی سے میں اس مقام سے عبور کر گیا۔

فرمایا کہ حضرت اویس قرنیؒ کی روحانیت کا اثر علائق ظاہری و باطنی سے تجرد کلی اور انقطاع تمام ہے اور امام محمد علی حکیم ترمذی کی روحانیت کا اثر بے صنعتی محض ہے۔ فرمایا کہ میں نے سلطان العارفین بایزید بسطامیؒ، شیخ جنیدؒ، شیخ شبلیؒ اور حسین بن منصور حلاجؒ کے مقامات کی سیر کی، جہاں وہ پہنچتے تھے میں بھی وہاں پہنچا یہاں تک کہ صفات انبیاء کی سیر میں ایسی بارگاہ میں پہنچا کہ جس سے بڑی کوئی بارگاہ نہ تھی۔ یہ بارگاہ محمد ﷺ ہے، سلطان العارفین جب اس بارگاہ تک پہنچتے تھے تو انہوں نے چاہا کہ سیر کرنے میں آنحضرت ﷺ کی مماثلت کریں لیکن ان کو روک دیا گیا مگر میں نے ایسی گستاخی نہ کی بلکہ سرِ نیاز و تعظیم آپ کے آستانہ عزت واحترام پر رکھا۔

خواجہ بہاء الدین نقشبندی قدس سرہٗ سے کسی نے کرامت طلب کی تو آپ نے جواب دیا میری یہی کرامت ہے کہ باوجود اس قدر گنہگار ہونے کے مجھے نہ زمین نگل لیتی ہے نہ آسمان سے کوئی عذاب اترتا ہے اور میں چلتا پھرتا ہوں۔

ایک درویش نے یہ قصہ بیان کیا کہ ایک روز حضرت خواجہ ایک حوض کے

Marfat.com

کنارے پر کھڑے جو شہر بخارا سے قبلہ کی طرف ہے۔ اس حال مین ایک درویش جو لوگوں میں ارشاد وتربیت میں مشہور تھا آپ سے ملنے آیا۔ حضرت خواجہ نے اس سے فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ تمہارا ارادہ خوارزم جانے کا ہے۔ اس نے عرض کی کہ ہاں۔ خواجہ نے فرمایا کہ ہم تمہیں خوارزم نہ جانے دیں گے۔ اس نے کہا ایسا نہ کہئے، آپ کو اس بات کی قدرت نہیں۔ اتفاقاً اسی اثنا میں مولانا حمید الدین شاشی مع ایک جماعت کے خواجہ کی ملاقات کو آئے۔ حضرت خواجہ نے وہ قصہ مولانا سے ذکر کر کے فرمایا کہ آپ گواہ رہیں ہم اس درویش کو خوارزم نہ جانے دیں گے۔ مولانا نے کہا کہ ہم بھی گواہ ہوئے۔ اس کے بعد وہ درویش خوارزم کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ اقشیہ میں پہنچا جو نواح بخارا میں قافلہ کے اترنے کی جگہ ہے۔ تو بادشاہ وقت کے قاصد آپہنچے اور انہوں نے خوارزم کا رستہ بند کر دیا۔ اس درویش نے اہل قافلہ کے ساتھ تدبیر کی اور راستے سے برطرف ہو کر کچھ مسافت طے کر کے پھر خوارزم کی راہ ہو لئے۔ مگر وہ قاصد ان کے پیچھے آپہنچے۔ اور اس درویش کو مع قافلہ کے گرفتار کر لیا اور بخارا کی طرف لے آئے۔ اس درویش نے شیخ سیف الدین باخرزی قدس سرہ کے نواسہ خواجہ داؤد سے التجا کی اور کچھ مال دے کر قاصدوں سے رہائی پائی۔ جب یہ خبر مولانا حمید الدین کو پہنچی تو انہوں نے بہت تعجب کیا اور فرمایا کیا خواص بندگانِ الٰہی نے اس طرح تصرف کیا ہے۔

حضرت خواجہ کے ایک درویش کا بیان ہے کہ میرے پچیس دینار گم ہو گئے۔ لوگوں نے حضرت خواجہ سے یہ قصہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ان دیناروں کو اس گھر کی لونڈی لے گئی ہے۔ آپ نے لونڈی کو حکم دیا کہ دینار دے دو۔ اس نے کہا کہ میں نے فلاں جگہ زمین میں دفن کر دیئے ہیں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ جو زمین میں مدفون ہیں وہ صرف تین دینار ہیں۔ حاضرین متعجب ہوئے۔ جب دیکھا گیا تو زمین

Marfat.com

میں تین ہی دینار تھے۔

ایک روز حضرت خواجہ قصر عارفاں میں تھے اور شیخ شادی عذیوت سے آئے تھے۔ وہ ایک قصور کے سبب جوان سے سرزد ہوا تھا عذرخواہی کرتے تھے۔ خواجہ نے فرمایا کہ نذرانہ چاہئے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ایک بیل لاتا ہوں۔ خواجہ نے فرمایا کہ نذرانہ میں بیل قبول نہیں۔ اڑتالیس دینار جو عذیوت میں تم نے مدت سے دیوار کے سوراخ میں چھپائے ہوئے ہیں اور دھوئیں نے وہ جگہ سیاہ کردی ہے نذرانہ میں لانے چاہئے۔ یہ سن کر شیخ شادی کا حال دگرگوں ہوگیا۔ اس لئے کہ سوراخ میں چھپانے کے وقت کسی کو اطلاع نہ تھی۔ وہ جلدی عذیوت گئے اور وہ دینار لاکر خدمت میں پیش کئے۔ حضرت خواجہ نے ان میں سے ایک دینار شیخ شادی کو واپس کردیا اور فرمایا کہ یہ حرام ہے۔ تجھے یہ کہاں سے ملا۔ اس وقت شیخ شادی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ان سینتالیس دیناروں سے ایک بیل خرید کر کھیتی کر اور بندگانِ خدا کی خدمت میں صرف کر۔ اس کے بعد شیخ شادی سے اس ایک دینار کا حال دریافت کیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ حضرت خواجہ کا مرید بننے سے پہلے میں ایک مدت تک قمار بازی کرتا رہا۔ وہ دینار قمار سے حاصل ہوا تھا۔

حضرت خواجہ کے ایک مخلص کا بیان ہے کہ جس زمانے میں دشت قبچاق کی طرف سے ایک لشکر نے بخارا پر حملہ کر کے بہت سی مخلوق کو ہلاک اور بہت سوں کو قید کر لیا تھا تو اس وقت وہ میرے بھائی کو بھی قید کر کے لے گئے۔ میرے والد بیٹے کے غم میں بہت پریشان تھے۔ مجھے ہمیشہ کہا کرتے کہ اگر تو میری رضامندی چاہتا ہے تو اپنے بھائی کی تلاش میں قبچاق کی طرف جا۔ چونکہ مجھے حضرت خواجہ سے بڑی عقیدت تھی میں مہمات میں ان ہی کی طرف رجوع کیا کرتا تھا۔ میں نے یہ قصہ بھی ان سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا جلدی جا اور باپ کی رضامندی حاصل کر۔ میں نے ایک

Marfat.com

درہم بطور نذر آپ کی خدمت میں پیش کیا جسے آپ نے قبول کیا۔ مگر پھر مجھے واپس کر دیا اور فرمایا کہ اسے اپنے پاس رکھنا۔ اس میں بڑی برکتیں ہوں گی۔ جس وقت سفر میں تم کو کوئی مہم پیش آئے تو ہماری طرف متوجہ ہونا۔ میں حسبِ ارشاد روانہ ہو گیا۔ اس سفر میں تھوڑی سے تجارت سے مجھے بڑا نفع ہوا اور بغیر کسی دشواری کے اپنے بھائی کو خوارزم میں پالیا۔ قیدیوں کی جماعت کے ساتھ کشتی میں سوار ہو کر ہم بخارا کی طرف روانہ ہو گئے۔ کشتی میں لوگ بہت تھے۔ ناگاہ مخالف ہوا چلنے لگی اور کشتی کے غرق ہو جانے کا اندیشہ ہوا۔ لوگوں نے فریاد شروع کی۔ اس پریشانی کی حالت میں میرے کان میں کسی کی آواز آئی جو حضرت خواجہ کو یاد کر رہا تھا۔ اسی وقت مجھے حضرت خواجہ کا وہ ارشاد یاد آیا کہ جس وقت تم کو کوئی مہم پیش آئے تو میرے طرف متوجہ ہونا۔ میں نے حضرت خواجہ کی طرف توجہ کی اسی وقت حضرت خواجہ مجھے دکھائی دیئے۔ میں نے سلام عرض کیا۔ ان کی برکت سے ایک لمحہ میں ہوا ٹھہر گئی اور دریا کی لہر موقوف ہو گئی۔ تھوڑی مدت کے بعد ہم دونوں بھائی بخارا میں حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کیا۔ حضرت خواجہ نے مسکرا کر فرمایا کہ جس وقت کشتی میں تم نے ہمیں سلام کیا تھا ہم نے سلام کا جواب دیا تھا مگر تم نے نہ سنا تھا۔

خواجہ علاؤالدین عطاء بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت خواجہ درویشوں کی جماعت کے ساتھ ایک درویش کے حجرے میں تھے۔ اس جماعت میں سے بعض حضرت خواجہ کے اشارے سے دستر خوان کے سامان کے لئے نکلے اور دو فریق ہو گئے۔ ایک فریق بازار صرافاں کی طرف روانہ ہوا۔ انہوں نے حضرت خواجہ کو بازار میں دیکھا اور خیال کیا کہ آپ حجرے سے نکل آئے ہیں۔ دوسرا فریق چوک کی طرف گیا اور انہوں نے حضرت خواجہ کو چوک میں دیکھا اور وہی خیال کیا جو فریق اول نے کیا تھا۔ بعد ازاں وہ اخی محمد سے بازار میں ملے اور اپنا قصہ اس سے بیان کیا۔ اس نے

Marfat.com

کہا کہ میں نے ابھی حضرت خواجہ کو فلاں جگہ دیکھا ہے کہ ایک طرف کو تشریف لے جا رہے ہیں۔ یہ سن کر درویش حیران ہوئے کہ حضرت خواجہ سے کہاں جا کر ملیں۔ اسی فکر میں تھے کہ ایک درویش آیا اور اس نے کہا کہ حضرت خواجہ فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب نے کس واسطے اتنی دیر لگا دی۔ انہوں نے سارا قصہ درویش سے بیان کیا۔ اس نے کہا کہ جس وقت تم حجرے سے نکلے ہو صاحب حجرہ اور میں حضرت خواجہ کی خدمت میں رہے ہیں۔ آپ حجرے سے نہیں نکلے۔ اس وقت آپ نے مجھے تمہارے پیچھے بھیجا ہے۔ اصحاب حیران ہوئے اور اسی حالت میں حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے کیفیت دریافت کی اور اپنا قصہ بیان کیا۔ آپ نے تبسم فرمایا اور صاحب حجرہ یہ سن کر بہت رویا۔ اسی وقت حضرت نے فرمایا کہ ایک دفعہ ماہ رمضان کی شام کو حضرت عزیزان قدس سرہٗ کی تیرہ جگہ دعوت ہوئی۔ آپ نے قبول فرمائی۔ راوی کا بیان ہے کہ میں ان دعوتوں میں سے ایک میں حاضر تھا۔ میں نے دوسری جگہوں سے جو دریافت کیا تو یہی سنا کہ حضرت عزیزان تمام جگہوں پر حاضر تھے۔

(بقول حضرت مجدد الف ثانیؒ اس صورت میں اولیائے کرام تو اپنی جگہ میں ہوتے ہیں مگر ان کے لطائف مختلف اجساد سے متجسد اور مختلف اشکال سے متشکل ہو کر ایک ہی آن میں متعدد جگہوں میں اعمالِ عجیبہ وقوع میں لاتے ہیں۔ بعض وقت اس تشکل کی ان کو خبر تک نہیں ہوتی۔ یہ تجسد و تشکل کبھی عالم شہادت میں ہوتا ہے اور کبھی عالم مثال میں پایا جاتا ہے) (مکتوب احمدیہ۔ دفتر دوم مکتوب ۵۸)

ایک درویش بیان کرتا ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ میرے غریب خانہ میں تشریف لائے۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ گھر میں آٹا نہ تھا۔ میں اسی دن آٹے کی بوری لے آیا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اس آٹے کو خرچ کرتے رہو مگر اس کی کمی بیشی کا حال کسی سے ذکر نہ کرنا۔ حضرت خواجہ دو مہینے غریب خانہ میں رہے۔ ہر روز درویش

Marfat.com

اور دوست آپ کی زیارت کو آتے تھے۔ اسی آٹے میں سے پکتا رہا۔ اور بحال خود اتنا ہی رہا۔ بعد ازاں میں نے خلاف ارشاد حضرت خواجہ یہ قصہ اپنے اہل وعیال سے ذکر کر دیا۔ پھر وہ برکت نہ رہی۔

ایک روز حضرت خواجہ کا ایک درویش نیک روز نام سوخار سے آپ کی خدمت میں آیا۔ وہ بہت دلگیر تھا۔ حضرت نے سبب پوچھا۔ اس نے عرض کی کہ سوخار میں ایک شخص حسین نام نے مجھے بہت برا بھلا کہا مگر اس سے مجھے رنج نہ ہوا۔ جب اس نے آپ کی بے ادبی کی تو مجھے نہایت رنج ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ جلدی دنیا و آخرت میں رسوا ہوگا۔ ایک روز کا بیان ہے کہ جب حضرت خواجہ نے یہ فرمایا نماز عصر کا وقت تھا۔ میں آپ کی خدمت سے رخصت ہو کر نماز مغرب کے وقت سوخار پہنچا۔ میں نے دیکھا کہ حسین اپنے خادم کے لیے زراعت میں کھانا لے کر جا رہا ہے۔ جب خادم کھانا کھانے لگا تو حسین اپنے خادم کا کام کرنے لگا۔ اسی وقت ایک بھیڑیا آیا جس نے لپک کر حسین کی ناک اور ہونٹ نوچ لئے اور اس کی شکل نہایت بھونڈی ہو گئی ۔ وہ لوگوں میں رسوا ہو گیا۔ اسکا قصہ مشہور ہو گیا اور حسین گرگ گرفتہ اس کا لقب ہوا۔

ایک درویش کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ عذیوب میں درویش اسحاق کے مکان میں کھانا تیار کر رہے تھے۔ تنور میں آگ شعلہ زن تھی۔ اسی حالت میں آپ نے اپنا دست مبارک اس تنور میں ڈال دیا اور کچھ دیر تک رکھا۔ بعد ازاں نکال لیا۔ عنایت الٰہی سے دست مبارک کا بال تک نہ جلا۔

خواجہ علاؤ الدین عطار نے یہ بیان کیا کہ ایک روز موسم سرما میں حضرت خواجہ نے درلیش امیر حسین سے فرمایا کہ ایندھن بہت سا جمع کر لینا چاہیے۔ جب حسب الارشاد بہت سا ایندھن جمع ہو گیا تو دوسرے دن برف گرنے لگی اور چالیس دن تک گرتی رہی۔ اسی حال میں حضرت خواجہ شیخ شادی کو ساتھ لے کر خوارزم کی

Marfat.com

طرف روانہ ہوئے۔ جب ندی کے کنارے پر پہنچے تو آپ نے شیخ شادی سے فرمایا کہ پانی پر قدم رکھ کر گزر جاؤ۔ شیخ نے توقف کیا۔ آپ نے دوبارہ ہیبت سے شیخ کی طرف نگاہ کی۔ شیخ بے خود ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو قدم پانی پر رکھ کر روانہ ہوئے۔ حضرت خواجہ بھی ان کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ جب پانی سے گزر گئے تو خواجہ نے شیخ سے فرمایا کہ اپنے موزوں کو دیکھو۔ اس کی کوئی جگہ بھیگی یا نہیں۔ شیخ شادی نے دیکھا کہ موزوں کی جگہ قدرت الٰہی سے نہ بھیگی تھی۔ اسی طرح ایک دفعہ حضرت خواجہ ایک طرف جا رہے تھے۔ شیخ امیر حسین اور چند درویش ساتھ تھے۔ ایک نالہ کے پل پر پہنچے۔ آپ نے شیخ سے فرمایا کہ پانی سے گزر جا۔ حسب اشارہ شیخ پانی میں کود پڑے اور حضرت پل پر سے گزر گئے۔ کچھ دیر کے بعد فرمایا امیر حسین پانی سے نکل آ۔ شیخ پانی سے نکل آئے اور ان کے کپڑے خشک تھے۔ خواجہ نے پوچھا کہ جس وقت تم پانی میں کودے تمہارا کیا حال تھا۔ عرض کی کہ میرا حال اچھا تھا۔ میں ایک نہایت صاف مکان میں تھا۔ کچھ دیر کے بعد ایک دروازہ ظاہر ہوا۔ آپ کی آواز سن کر میں اس دروازے سے باہر نکل آیا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت خواجہ نسف میں تھے۔ جاڑے کا موسم تھا۔ حضرت کو بخارا جانے کا اتفاق ہوا۔ خواجہ محمد پارسا اور درویشوں کی ایک بڑی جماعت آپ کے ہم رکاب تھی۔ مینہ برسنے لگا اور ہر لحظہ زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ حضرت نے خواجہ محمد پارسا کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ مینہ سے کہہ دو ٹھہر جا۔ خواجہ محمد پارسا نے حضرت کی موجودگی میں ایسی گستاخی نہ کی۔ حضرت نے فرمایا کہ میں تجھ سے کہتا ہوں کہ یوں کہہ دے۔ اے مینہ! ٹھہر جا۔ پس خواجہ محمد پارسا نے کہا۔ اے مینہ ٹھہر جا۔ اسی وقت مینہ بند اور مطلع صاف ہو گیا اور سورج نکل آیا۔ ایک روز حضرت خواجہ ایک درویش کو کسی طرف روانہ کر رہے تھے۔ آپ نے حسب عادت اس کو بغل میں لیا اور

Marfat.com

اس پر نظر عنایت ڈالی۔ اتفاقاً اخی محمد جو حضرت کے بڑے درویشوں میں تھا اس درویش کے آگے آگے جاتا تھا۔ایک ساعت کے بعد وہ درویش گر پڑا اور اس کی روح قالب سے نکل گئی۔ جب اخی محمد نے یہ حال دیکھا تو وہ جلد حضرت خواجہ کی خدمت میں پہنچا اور ماجرا عرض کیا۔ حضرت خواجہ اس درویش کے پاس تشریف لے گئے اور اپنا قدم مبارک اسکے سینے پر رکھا۔ وہ ہلنے لگا اور اسکی روح قالب میں آئی گئی۔ بعد از آن حضرت خواجہ نے فرمایا کہ میں نے اس کی روح چوتھے آسمان میں پائی اور باذن اللہ وہاں سے واپس کر لی۔

ایک درویش کا بیان ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ اور شیخ شمس الدین، خلیفہ سید امیر کلال اس ندی کے کنارے بیٹھے تھے جو شیخ سیف الدینؒ اور شیخ حسن بلغاریؒ کے مزار کے سامنے ہے اور آپس میں باتیں کر رہے تھے۔اسی اثنا میں مچھلی کے قصہ کا ذکر آیا جو ایک دفعہ شیخ سیف الدین اور شیخ حسن کے درمیان گزرا تھا۔ شیخ شمس الدین کلال نے کہا کہ بے شک اولیاء اللہ کے ایسے تصرفات ہوئے ہیں۔ کیا اس زمانے میں بھی کوئی ایسا بزرگ ہے جس سے ایسے حالات ظہور میں آتے ہیں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا ایسے بزرگ بھی ہوتے ہیں کہا گر مثلاً اس ندی کی طرف اشارہ کر دیں کہ الٹی بہے تو الٹی بہنے لگے۔ حضرت خواجہ یہ فرما ہی رہے تھے کہ وہ ندی الٹی بہنے لگی۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ میں یہ نہیں چاہتا۔ اس پر وہ ندی بدستور سابق بہنے لگی۔ لوگوں نے اس کرامت کا مشاہدہ کیا اور حضرت خواجہ کی کمال ولایت کا اعتراف کیا۔

حضرت علاؤ الدین عطار قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ہمارے مرشد حضرت خواجہ کی نظر عنائت کی برکت سے طالبوں کا یہ حال تھا کہ قدم اول میں سب سعادت مراقبہ سے مشرف ہو جاتے تھے۔ جب نظر عنائت زیادہ ہوتی تو درجہ عدم اور پھر مقام فنا کو پہنچ جاتے۔ اس حال میں حضرت خواجہ یوں فرمایا کرتے کہ ہم تو دولت وصال

Marfat.com

کے واسطہ ہیں، ہم سے منقطع ہوکر مقصودِ حقیقی کو ملنا چاہئے۔

خواجہ علاؤالدین عطاءؒ کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ کے انتقال کے وقت ہم سورہ یٰسین پڑھ رہے تھے۔ جب سورۃ نصف ہوئی تو انوار ظاہر ہونے لگے۔ ہم کلمہ پڑھنے میں مشغول ہوگئے۔ اس کے بعد حضرت خواجہ کا سانس منقطع ہوگیا۔ حضرت کی عمر تہتر سال کی تھی۔ دوشنبہ کی رات ۳ ربیع الاول ۷۹۱ھ میں وفات پائی۔ مزار مبارک قصر عارفاں میں ہے۔

Marfat.com

حضرت خواجہ علاؤالدین عطار قدس سرہ'

آپ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ' کے خلیفہ اول تھے۔ آپ کا اسم مبارک محمد بن محمد بخاری المعروف علاؤالدین عطارؒ ہے۔ آپ دراصل اہل خوارزم تھے۔ جب آپ کے والد ماجد نے اس دنیائے فانی سے کوچ فرمایا تو آپ نے ترکہ سے کوئی چیز قبول نہ کی اور حالتِ تجرید میں بخارا کے ایک مدرسہ میں تحصیل علوم میں مشغول ہوگئے۔ خوردسالگی میں آپ کی طبیعت مبارک فقر کی طرف مائل تھی۔ ابھی بچہ ہی تھے کہ ایک روز حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ' نے آپ کی والدہ سے فرمایا کہ جب علاؤالدینؒ بالغ ہو تو مجھ کو خبر کرنا۔ چنانچہ آپ بالغ ہوئے تو ایک روز حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ' خود قصرِ عارفاں سے تشریف لائے اور مدرسہ میں جہاں حضرت علاؤالدین پڑھتے تھے گئے دیکھا کہ ایک حجرہ میں ٹوٹے پھوٹے بوریہ پر اینٹ سرہانے رکھے ہوئے مطالعہ کر رہے تھے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ' کی صورت دیکھ کر تعظیم کو اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت خواجہ کو اپنی جگہ بٹھایا۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ' نے فرمایا کہ آج میری لڑکی بالغ ہوئی ہے۔ اگر تم قبول کرو تو تم سے نکاح کر دوں۔ حضرت علاؤالدینؒ نے عرض کیا کہ میری عین سعادت ہے۔ مگر میرے پاس سامان کچھ نہیں ہے۔ تب حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ میری لڑکی کی قسمت میں رزق مقرر ہے کہ وہ خزانۂ غیب سے پہنچتا رہے گا تم اس کا کچھ فکر مت کرو۔ چنانچہ آپ رضا مند ہوگئے۔ بعد نکاح حضرت خواجہ علاؤالدینؒ خواجہ خواجگان خواجہ نقشبند قدس سرہ' سے بیعت ہو کر آپ کی صحبت میں کافی وقت گزارنے لگے۔ حضرت خواجہ قدس سرہ' کی آپ پر نظر خاص تھی۔ مجالس میں آپ کو اپنے پاس بٹھاتے اور بار بار آپ کی طرف متوجہ ہوتے بعض محرموں نے حضرت خواجہ سے اس کا سبب دریافت کیا۔ تو فرمایا کہ میں ان کو اپنے پاس بٹھاتا ہوں تا کہ ان کو بھیڑیا نہ کھا جائے۔ اسکے نفس کا بھیڑیا

Marfat.com

گھات میں ہے اس لئے میں ہر لحظہ ان کا حال دریافت کرتا رہتا ہوں۔ چنانچہ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ' کی توجہات عالیہ سے آپ بہت جلد درجہ کمال پر پہنچ گئے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ' اپنی حیات ہی میں بہت سے طالبوں کی تربیت آپ کے سپرد کر دیتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ علاؤالدین نے ہمارا بوجھ بہت ہلکا کر دیا ہے۔ آپ سے بہت سے انوار و آثار ولایت بدرجہ اتم و اکمل ظہور میں آئے اور آپ کے حسن تربیت وصحبت کی برکت سے بہت سے لوگ مرتبہ کمال و تکمیل تک پہنچ گئے۔ قدوۃ المحققین سید شریف جرجانیؒ جو آپ کے اصحاب میں سے تھے بارہا فرمایا کرتے تھے کہ جب تک میں خواجہ علاؤالدین عطار کی صحبت سے مشرف نہ ہوا میں نے خدا کو نہ پہچانا۔ بعد انتقال حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ' ان کے جمیع اصحاب نے حضرت خواجہ علاؤالدین عطار کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حتیٰ کہ حضرت خواجہ محمد پارساؒ نے بھی کہ جن کی نسبت سے حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ' فرمایا کرتے تھے کہ جو مجھ کو دیکھنا چاہے وہ محمد پارسا کو دیکھے۔ حضرت خواجہ علاؤالدین صاحب طریقہ خاص ہیں۔ انکے طریقہ کو علائیہ کہتے ہیں۔ جسکا ذکر حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے مکتوبات (دفتر اول۔ مکتوبات ۲۹۰) میں بالتفصیل کیا ہے۔

بخارا میں علماء کی دو جماعتوں کے درمیان رؤیت باری تعالیٰ میں بحث چھڑ گئی۔ جو کسی صورت ختم نہ ہوتی تھی۔ انہوں نے بالاتفاق حضرت خواجہ علاؤالدین عطارؒ کو ثالث تسلیم کر لیا اور آپ سے فیصلہ طلب کیا۔ آپ نے منکرین رؤیت باری تعالیٰ کو فرمایا تم تین دن باوضو ہماری مجلس میں حاضر ہو بعد ازاں ہم فیصلہ دیں گے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا تیسرے روز کے آخرت میں ان پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ بیہوش ہو کر زمین پر لوٹنے لگے۔ جب ہوش میں آئے تو نہایت نیازمندی سے عرض کرنے لگے کہ ہم رؤیت حق پر ایمان لائے۔ اس کے بعد وہ کبھی حضرت خواجہؒ کی

Marfat.com

خدمت سے علیحدہ نہ ہوئے۔

آپ مرض الموت میں حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ‘ کو دیکھتے ان سے باتیں کرتے اور انکی باتوں کو سنتے تھے۔

حضرت خواجہ محمد پارسا ؒ نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ علاؤ الدین اپنی وفات سے سات سال پہلے عید رمضان کی رات کو بخارا میں تھے۔ اس رات حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ‘ کے ایک درویش نے واقعہ میں دیکھا کہ ایک نہایت بڑی شاندار بارگاہ ہے۔ حضرت خواجہ علاؤ الدین حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ‘ کے ساتھ اس بارگاہ کے قریب ہیں۔ معلوم ہوا کہ وہ بارگاہ حضرت رسالت پناہ ﷺ کی ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ‘ زیارت کے لئے اس بارگاہ میں داخل ہوئے اور تھوڑی دیر کے بعد وہاں سے خوش وخرم نکلے اور فرمایا کہ مجھے یہ کرامت عطا کی گئی ہے کہ جو شخص میری قبر کے گرد چاروں طرف سو سو فرسنگ کے اندر دفن ہوگا میں باذن الٰہی اس کی شفاعت کروں گا۔ اور عطار ؒ کو ان کی قبر سے ہر طرف چالیس فرسنگ تک شفاعت کا مرتبہ عطا ہوا ہے اور میرے محبوں اور پیروی کرنے والوں کو ان کی قبروں سے ایک ایک فرسنگ تک شفاعت کا مرتبہ ملا ہے۔

حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار ؒ نے فرمایا مرشد سے تعلق غیر ہے اور آخر میں اس کی نفی کرنی چاہئے لیکن ابتدا میں سبب وصول ہے اور اس کے ماسوا کی نفی کرنی چاہئے اور اس کی رضا جوئی کرنی چاہئے۔ فرمایا، ریاضت سے مقصود نفی تعلقات جسمانی اور توجہ تام بعالم ارواح ہے اور سلوک سے مقصود یہ ہے کہ بندہ اپنے اختیار و کسب سے ان تعلقات کو جو راہ کے مانع ہیں قطع کر کے گزر جائے۔

فرمایا، مزارات مشائخ سے فیض اسی قدر حاصل ہوتا ہے جس قدر کہ ان پر اعتقاد ہوتا ہے۔

Marfat.com

فرمایا، طریقہ مراقبہ طریقہ نفی اثبات سے اعلیٰ واولیٰ ہے کہ طریقہ مراقبہ سے مقام نورانیت، تصرف ملک وملکوت میں پہنچ جاتا ہے۔ فرمایا۔ خاموشی ان تین صفتوں سے خالی نہ ہو، نگاہ داشتِ خطرات یا مطالعہ ذکر دل یا مشاہدہ احوال جو کہ دل پر گزرتا ہو۔

حضرت خواجہ عطاؤالدین عطار قدس سرہ، علم شریعت میں کامل تھے اور اتباع سنت میں عمل بر عزیمت میں ایک خاص شان رکھتے تھے۔ ۲۰ رجب ۸۰۲ھ بعد از نماز عشاء آخری وقت کلمہ توحید زبان پر تھا کہ داعی اجل کو لبیک کہا۔ مزار مبارک موضع جفانیاں میں ہے۔

Marfat.com

حضرت خواجہ محمد یعقوب چرخی قدس سرہٗ

آپ کا اسم گرامی محمد یعقوب اور آپ کے والد ماجد کا نام عثمان تھا۔ آپ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ کے بڑے اصحاب میں سے ہیں۔ چونکہ آپ کی تکمیل حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار سے ہی ہوئی اس سبب سے انہی کے خلفاء میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ غزنی کے قرب و جوار میں چرخ نامی گاؤں کے رہنے والے تھے۔ ابتدا میں جامع ہرات میں اور بعد میں دیارِ مصر میں تحصیل علوم ظاہری میں مختلف علماء کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کر کے فراغت حاصل کی تو آپ کو سلوک کا خیال آیا۔ چنانچہ آپ حضرت بزرگ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے جس کا قصہ آپ خود یوں بیان کرتے ہیں۔

''جب اللہ تعالیٰ کی عنایت سے طلب کی خواہش اس فقیر کے دل میں پیدا ہوئی تو خدا تعالیٰ کا فضل قائد و عصا کش کی طرح مجھ کو کشاں کشاں حضرت خواجہ بزرگ کی خدمت میں لے گیا۔ میں بخارا میں ان کی صحبت میں حاضر ہوتا اور انکے کرم عمیم سے توجہ پاتا۔ یہاں تک کہ خدائے بے نیاز کی ہدایت سے مجھے یقین ہو گیا کہ حضرت خواجہ خواص اولیاء اللہ سے ہیں اور کامل مکمل ہیں۔ غیبی اشارات اور بہت سے واقعات کے بعد میں نے کلام اللہ شریف سے فال لیا تو یہ آیت نکلی۔

اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ (سورہ انعام رکوع ۱۰)

یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے۔ پس تو ان کی ہدایت کی پیروی کر۔

میں شام کے وقت، فتح آباد میں جو اس فقیر کا مسکن تھا شیخ عالم سیف الحق والدین باخرزیؒ (متوفی ۶۵۸ھ) کے مزار کی طرف متوجہ بیٹھا تھا کہ اچانک خدا تعالیٰ

Marfat.com

کی قبولیت کا قاصد آ پہنچا اور مجھ میں بیقراری پیدا ہوئی ۔ میں نے حضرت خواجہ ۔ خدمت میں حاضر ہونے کا قصد کیا۔ جب میں موضع کوشک ہندواں (قصر عارفاں) میں جو آپ کی قیام گاہ تھا پہنچا تو حضرت خواجہ کو راستے میں منتظر پایا ۔ آپ لطف واحسان سے پیش آئے ۔اور نماز شام کے بعد صحبت کا شرف بخشا۔ آپ کی ہیبت مجھ پر اس قدر غالب ہوئی کہ دیکھنے کی مجال نہ رہی۔ آپ نے فرمایا ''علم دو ہیں ۔ایک قلب کا علم اور یہ نبیوں اور رسولوں کا علم ہے اور دوسرا زبان کا علم ۔ اور یہ علم بنی آدم پر حجت ہے۔ امید ہے کہ علم باطن سے تجھے حصہ ملے گا۔'' پھر فرمایا کہ حدیث میں ہے۔

اذا جالستم اھل الصدق فجالسوھم بالصدق فانھم جواسیس القلوب یدخلون فی قلوبکم و ینظرون الیٰ ھممکم.

جب تم اہل صدق کی صحبت میں بیٹھو تو انکے پاس صدق سے بیٹھو۔ کیونکہ وہ دلوں کے جاسوس ہیں تمہارے دلوں میں داخل ہو جاتے ہیں اور تمہارے ارادوں کو دیکھ لیتے ہیں۔

ہم مامور ہیں اپنے آپ کسی کو قبول نہیں کرتے ۔ آج رات دیکھیں گے کہ تیرے بارے میں کیا ارشاد ہوتا ہے تا کہ اس پر عمل کیا جائے ۔ وہ رات مجھ پر ایسی سخت گزری کہ عمر بھر کوئی رات ایسی نہ گزری تھی ۔ میں ڈرتا تھا کہ مبادا رد کر دیں ۔ جب میں نے صبح کی نماز آپ کے ساتھ پڑھی تو فرمایا کہ قبولیت کا اشارہ ہوا ہے ۔ ہم کسی کو قبول نہیں کرتے اگر کرتے ہیں تو دیر سے کرتے ہیں تا کہ دیکھیں کہ کوئی کس نیت سے آتا ہے اور کس وقت آتا ہے ۔ پھر آپ نے اپنے مشائخ کا سلسلہ خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ تک بیان فرمایا اور اس فقیر کو وقوف عددی میں مشغول کیا اور فرمایا کہ یہ علم لدنی کا پہلا سبق ہے ۔ جو خاصانِ خدا میں سے ایک بزرگ جو بقول مشہور حضرت خضر علیہ السلام تھے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ کو پڑھایا تھا ۔ بعد ازاں میں ایک مدت تک

Marfat.com

حضرت خواجہ کی خدمت میں رہا۔ یہاں تک کہ آپ نے اس فقیر کو بخارا سے سفر کی اجازت دے دی اور فرمایا کہ جو کچھ تجھے ہم سے ملا ہے وہ بندگانِ خدا تک پہنچا دینا تا کہ ان کی سعادت کا سبب ہو۔ اور رخصت کے وقت تین بار فرمایا۔ ترا بخدا سپردیم (ہم نے تجھے خدا کے سپرد کیا) اس سپرد کرنے سے بہت امید ہوگئی کیونکہ حدیث میں ہے۔

ان اللّٰہ تعالیٰ اذا استودع شیء حفظہ

جب کوئی چیز حوالہ خدا کی جائے۔ اللہ تعالیٰ اسکی حفاظت کرتا ہے۔

جب میں بخارا سے روانہ ہو کر شہر کش میں پہنچا اور کچھ مدت وہاں رہا تو حضرت خواجہ کی خبر پہنچی۔ میرے دل پر رنج اور صدمہ ہوا اور بڑا خوف غالب ہو گیا کہ مبادا عالم طبیعت کی طرف پھر میلان ہو جائے اور طلب کی خواہش نہ رہے۔ میں نے حضرت خواجہ کی روحانیت کو دیکھا کہ آپ نے حضرت زید بن حارثہؓ کا تذکرہ کیا اور یہ آیت پڑھی۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ج قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ ط (آل عمران۔ ع ۱۵)

اور محمدؐ تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے بہت رسول ہو چکے۔ پھر کیا اگر وہ مر گئے یا مارے گئے تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے۔

چونکہ میں آپ کی صحبت سے محروم ہو گیا تھا اس لئے خیال ہوا کہ درویشوں کے کسی دوسرے گروہ سے جاملوں اور انکے طریقہ میں مشغول ہو جاؤں۔ میں نے پھر حضرت خواجہ کی روحانیت کو دیکھا کہ فرماتے ہیں۔

قال زید بن الحارثۃ الدین واحد

فرمایا زید بن حارثہ نے کہ دین ایک ہی ہے۔

اس سے میں سمجھ گیا کہ اجازت نہیں ہے۔ آپ نے صحابہ کرام میں سے

Marfat.com

حضرت زید بن حارثہ کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ حضرت زید رسول اللہ ﷺ کے پسر خواندہ یعنی منہ بولے بیٹے تھے۔ ہمارے حضرات خواجگان طالبوں کو فرزندی میں قبول فرماتے ہیں پس ان کے اصحاب انکے منہ بولے بیٹے ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم

ایک دفعہ میں نے حضرت خواجہ کو دیکھا اور پوچھا کہ میں آپ کو قیامت میں کس عمل سے پاؤں۔ فرمایا تشرع سے یعنی شریعت پر عمل کرنے سے۔ ان بشارتوں سے اس ارشاد کی طرف اشارہ ہوا جو آپ عالم حیات میں فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے جو کچھ پایا وہ بفضل الٰہی قرآن وحدیث پر عمل کرنے سے اور اس عمل سے نتیجہ طلب کرنے سے اور تقویٰ وحدود شرعیہ کی رعایت ملحوظ رکھنے سے اور عزیمت پر اور طریقہ اہل سنت وجماعت پر چلنے سے اور بدعت سے پرہیز کرنے سے پایا۔

جب حضرت خواجہ نے فقیر کو بخارا سے سفر کی اجازت دی تو اشارۃً حضرت خواجہ علاؤالدین کی متابعت کا حکم دیا تھا۔ حضرت خواجہ کی وفات کے بعد میں موضع کش سے بدخشاں چلا گیا تھا۔ میں وہیں تھا کہ حضرت نے مجھے چغانیاں سے ایک خط لکھا اور اس اشارہ متابعت کو یاد دلایا۔ اس لئے میں چغانیاں میں چند سال آپ کی صحبت میں رہا۔ آپ سب پر بالخصوص اس فقیر پر بے حد لطف وکرم فرماتے تھے۔ جب آپ کا وصال ہو گیا تو میں نے چاہا کہ میں حضرت خواجہ بزرگ کے اس ارشاد کی تعمیل کروں کہ تجھے جو کچھ ہم سے پہنچا ہے اسے بندگانِ خدا تک پہنچا دینا اور مناسب حال حاضرین کو بطریق خطاب اور غائبین کو بذریعہ کتابت تبلیغ کرنا۔ فقیر اپنے تئیں اس خدمت کا اہل نہیں سمجھتا۔ مگر اعتقاد یہ ہے کہ حضرت خواجہ کا اشارہ حکمت سے خالی نہ ہوگا۔''

حضرت مولانا یعقوب چرخی قدس سرہ صاحب تصانیف بھی ہیں۔ آپ نے قرآن مجید کے اخیر دو پاروں کی تفسیر لکھی ہے جس کے مطالعہ سے بڑا ذوق وشوق پیدا ہوتا ہے۔ رسالہ انسیہ بھی آپکی تصنیف ہے۔ جس میں آپ نے حضرت خواجہ بزرگ

Marfat.com

قدس سرہ' کے حالات درج کیے ہیں۔

حضرت مولانا یعقوب چرخی قدس سرہ' کی وفات شریف ۵ صفر ۸۵۱ھ میں ہوئی۔ مزار مبارک قریہ ہلفتو میں ہے جو ماوراء النہر کے مضافات میں سے ہے۔

Marfat.com

حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار قدس سرہ

آپ کا اسم مبارک عبید اللہ ہے۔ ناصر الدین اور احرار آپ کے لقب ہیں۔ آپ باغستان میں جو واقع توران کے مفاضات سے ہے ماہِ رمضان ۸۰۶ھ میں پیدا ہوئے۔ تولد کے بعد چالیس دن تک ایام نفاس میں آپ نے اپنی والدہ کا دودھ نہیں پیا۔ جب والدہ ماجدہ نے نفاس سے پاک ہو کر غسل کر لیا تو پینا شروع کر دیا۔ آپ کے جد امجد حضرت خواجہ شہاب الدین قدس سرہ' کہ قطب وقت تھے دم آخر میں اپنے پوتوں کو وداع کرنے بلایا اور حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ کہ اس وقت بہت کم سن تھے اپنے جد امجد کے پاس آئے تو انہیں دیکھ کر وہ تعظیم کو اٹھ کھڑے ہوئے اور گود میں لے لیا اور فرمایا کہ اس فرزند کے بارے میں مجھ کو بشارت نبوی ہے کہ یہ پیر عالم گیر ہوگا اور اس سے طریق وشریعت کو رونق ہوگی۔ ایام طفولیت ہی میں رشد وہدایت کے آثار اور عنایت الٰہی کے انوار آپ کی پیشانی میں نمایاں تھے۔ تین چار سال کی عمر ہی میں مکتب میں آمد ورفت تھی اور بچپن ہی میں مزارات مشائخ پر حاضری دیتے تھے۔ آپ کے ماموں خواجہ ابراہیم علیہ الرحمۃ کو آپ کی تعلیم کا بہت خیال تھا۔ مگر آپ کا شغل باطنی کا غلبہ علم ظاہر کے مقابلہ میں زیادہ تھا۔ حضرت خواجہ فضل اللہ ابو اللیثی جو سمرقند کے اکابر علماء سے تھے فرماتے تھے کہ ہم خواجہ عبید اللہؒ کے کمال باطن کو نہیں جانتے مگر اتنا جانتے ہیں کہ انہوں نے علوم ظاہری بہت ہی کم پڑھا ہے لیکن ایسا دن کم ہوگا کہ وہ تفسیر بیضاوی شریعت میں ہمارے سامنے کوئی شبہ پیش کریں اور ہم سب اس کے حل سے عاجز نہ آئے ہوں۔ بائیس برس کی عمر سے انتیس برس کی عمر تک آپ سفر میں رہے۔ اس عرصہ میں آپ کو بہت سے مشائخ زمانہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملا۔ چنانچہ سمرقند میں آپ اکثر مولانا نظام الدین خلیفہ حضرت علاؤالدین عطار قدس سرہ' کی صحبت میں حاضر ہوتے تھے۔ آپ کی تشریف آوری سے پہلے ایک روز مولانا نے

Marfat.com

مراقبہ کے بعد نعرہ مارا۔ جب سبب دریافت کیا گیا تو فرمایا مشرق کی طرف سے ایک شخص نمودار ہوا جس کا نام خواجہ عبید اللہؒ ہے۔ اس نے تمام روئے زمین کو لے لیا۔ وہ عجیب بزرگ شخص ہے۔ کسی نے پوچھا کہ یہ جوان کون ہے۔ مولانا نے فرمایا ''وہ خواجہ عبید اللہ ہیں عنقریب دنیا کے سلاطین ان سے فیضیاب ہوں گے۔''

حضرت خواجہ عبید اللہ مولانا یعقوب قدس سرہٗ کی خدمت میں رخصت پا کر پھر ہرات میں آئے اور کم وبیش ایک سال وہاں رہے۔ بعد ازاں انتیس سال کی عمر میں وطن مالوف کی طرف مراجعت فرمائی اور تاشقند میں مقیم ہو کر زراعت کا کام ایک شخص کی شراکت میں شروع کیا۔ دونوں ایک جوڑی بیل سے کھیتی کا کام کرنے لگے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کی زراعت میں بڑی برکت دی۔ آپ کے مال ومنال، گلہ ومواشی اور اسباب واملاک اندازہ کی حد سے زائد تھے۔ مگر یہ سب درویشوں کے لئے تھے۔ آپ کے گھوڑوں کے باندھنے کی میخیں سونے یا چاندی کی تھیں لیکن ان سے تعلق نہیں تھا۔ چنانچہ آپ فرماتے تھے کہ میخیں مٹی میں گاڑی جاتی ہیں نہ کہ عارف کے دل میں۔ آپ اس صدی کے مجدد تھے اور طریقہ نقشبندیہ کے اماموں میں سے ہیں۔ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے خلفاء میں سے ہیں۔

مولانا شیخ ابوسعید جو میرزا شاہرخ کے زمانہ میں نہایت خوبصورت جوان تھے بیاں کرتے ہیں کہ جوانی میں ایک بار ایک خوبصورت عورت سے اتفاقاً میری ملاقات ہوگئی۔ وہ میرے مکان میں آگئی۔ میں نے چاہا کہ خلوت میں اس سے بات چیت کروں۔ اس اثنا میں ناگاہ میں نے حضرت خواجہ کی آواز سنی کہ فرماتے ہیں۔ ابوسعید! چہ کارمے کنی؟ یہ سن کر میری حالت بدل گئی اور میرے دل پر ہیبت طاری ہوگئی اور میرے اعضاء میں رعشہ پیدا ہوگیا۔ میں نے اٹھ کر اس عورت کو فوراً اپنے مکان سے نکال دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد جب حضرت تشریف لائے۔ جب آپ کی نظر

Marfat.com

مجھ پر پڑی تو فرمانے لگے کہ اگر حق تعالیٰ کی توفیق تیری یاوری نہ کرتی شیطان تجھ کو برباد کردیتا۔

مولانا ناصر الدین اتراری جو حضرت عبید اللہ احرار کے خادموں میں سے تھے بیان کرتے ہیں کہ حضرت نے واقعہ میں دیکھا تھا کہ آپ کی مدد سے شریعت کو تقویت پہنچے گی۔ آپ کے مبارک دل میں آیا کہ یہ بات سلاطین کی مدد کے بغیر حاصل نہ ہوگی۔ اس غرض سے آپ سمرقند کی طرف آئے۔ اس وقت میرزا عبداللہ بن میرزا ابراہیم بن میرزا شاہرخ بن امیر تیمور ولایت سمرقند کا حاکم تھا میں اس سفر میں آپ کی خدمت میں تھا۔ جب آپ سمرقند میں پہنچے تو میرزا عبداللہ کا ایک امیر آپ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ یہاں آنے سے ہماری غرض تمہارے میرزا کی ملاقات ہے۔ اگر تمہارے ذریعہ سے یہ کام ہو جائے تو خوب ہے۔ اس امیر نے بے ادبی سے جواب دیا کہ ہمارا میرزا بے پروا جوان ہے اس سے ملاقات مشکل ہے۔ درویشوں کو ایسی باتوں سے کیا مطلب۔ آپ نے خفا ہو کر فرمایا کہ ہم کو سلاطین کی ملاقات کا حکم ہوا ہے۔ ہم اپنے آپ نہیں آئے۔ اگر تمہارا میرزا پروا نہیں کرتا تو دوسرا لایا جائے گا جو پروا کرے گا۔ جب وہ امیر چلا گیا تو آپ نے اس کا نام سیاہی سے اس مکان کی دیوار پر لکھا اور اپنے لعاب دہن سے مٹا دیا اور فرمایا کہ ہمارا کام اس بادشاہ اور اس کے امیروں سے نہیں چل سکتا۔ اور اسی روز روانہ ہوئے۔ ایک ہفتہ کے بعد وہ امیر مر گیا اور ایک مہینے کے بعد سلطان ابوسعید میرزا ابن محمد میرزا ابن میرانشاہ بن امیر تیمور اطراف ترکستان سے ظاہر ہوا اور اس نے میرزا عبداللہ پر حملہ کر کے اسے (۸۵۵ھ میں) قتل کر ڈالا۔

حضرت خواجہ احرار فرماتے ہیں کہ ہمت سے مراد دل کا ایک امر پر اس طرح جمع کرنا ہے کہ اس کے خلاف دل میں نہ آئے۔ ایسی ہمت سے مراد مختلف نہیں ہوتی۔

Marfat.com

فرماتے ہیں کہ اوائل جوانی میں جب کہ ہم مولانا سعدالدین کاشغری کے ساتھ ہرات میں تھے اور دونوں سیر کیا کرتے تھے تو کبھی کشتی لڑنے والوں کے اکھاڑہ میں جا پہنچتے اور اپنی قوت اور توجہات کا امتحان کرتے۔ دو پہلوانوں میں سے ایک کی طرف توجہ مبذول کرتے تو وہ غالب آ جاتا پھر مغلوب کی طرف متوجہ ہوتے تو وہ غالب آ جاتا اس طرح کئی بار اتفاق ہوا۔ مقصود یہ تھا کہ معلوم ہو جائے کہ ہمت کی تاثیر کس درجہ پر پہنچی ہے۔

حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اگر تجھ سے پوچھا جائے کہ توحید کیا ہے تو جواب دے کہ غیر حق سبحانہ کی آگاہی سے دل کا آزاد کرنا توحید ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ وحدت کیا ہے تو جواب دے کہ غیر حق سبحانہ کے وجود کے علم وشعور سے دل کی خلاصی وحدت ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ اتحاد کیا ہے تو جواب دے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی ہستی میں استغراق اتحاد ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ سعادت کیا ہے تو جواب دے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی دید کے ساتھ خودی سے خلاصی سعادت ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ شقاوت کیا ہے تو جواب دے کہ خودی میں رہنا اور حق سے باز رہنا شقاوت ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ وصل کیا ہے تو جواب دے کہ وجود حق سبحانہ کے نور کے شہود کے ساتھ اپنے آپ کا نسیان وصل ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ فصل کیا ہے تو جواب دے کہ دل کا غیر حق سبحانہ سے جدا کرنا فصل ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ سُکر کیا ہے تو جواب دے کہ ایسے حال کا دل پر ظاہر ہونا کہ دل اس چیز کو پوشیدہ نہ رکھ سکے جس کا پوشیدہ رکھنا اس حال سے پہلے واجب تھا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا پیر کون ہے؟ پیر وہ شخص ہے کہ جو کچھ رسول اللہ ﷺ کا پسندیدہ نہیں وہ اس میں نہ رہا ہو اور جو کچھ آپ کا پسندیدہ ہے وہ اس میں رہ گیا ہو بلکہ وہ اور اس کی خواہش تمام اس میں گم ہو گئی ہو اور وہ آئینہ ہو گیا ہو کہ جس میں

Marfat.com

سوائے نبی ﷺ کے اخلاق واوصاف کے کچھ نہ ہو۔ اس مقام میں وہ صفات نبویؐ سے متصف ہونے کے سبب سے حق سبحانہ کے تصرف کا مظہر ہو جاتا ہے اور تصرف الٰہی سے اصحاب استعداد کے باطن میں تصرف کرتا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ مرید وہ ہے کہ ارادت کی آگ کی تاثیر سے اس کی خواہش جل گئی ہو اور اس کی مرادوں میں سے کچھ نہ رہا ہو۔ اور اپنے دل کی بصیرت سے پیر کے آئینہ میں مراد کا جمال دیکھ کر اس نے سب قبلوں سے منہ پھیر لیا ہو اور پیر کا جمال اس کا قبلہ ہو گیا ہو اور پیر کی بندگی میں آزادی سے فارغ ہو کر سوائے پیر کے آستانہ کے اپنے سرنیاز کو کہیں خم نہ کرتا ہو۔ اور سب سے منہ پھیر کر اپنی سعادت پیر کی قبولیت میں اور اپنی شقاوت پیر کے رد میں سمجھتا ہو۔ بلکہ نیستی کا خط وجود کی پیشانی پر کھینچ کر وجود غیر کے شعور کے تفرقہ سے رہائی پا گیا ہو۔

حضرت خواجہ احرار قدس سرہ' ایک روز سادات کی توقیر و تعظیم کے بارے میں فرما رہے تھے کہ جس بستی میں سادات رہتے ہوں میں اس میں رہنا نہیں چاہتا کیونکہ ان کی بزرگی اور شرف زیادہ ہے۔ میں ان کی تعظیم کا حق بجا نہیں لا سکتا۔

حضرت خواجہ احرار کی تاریخ وفات شب شنبہ ۲۹ ربیع الاول ۸۹۵ھ ہے۔ شام و خفتن کے درمیان آپ کا نفس شریف منقطع ہونے لگا تو مکان میں بہت سی شمعیں روشن کی گئیں جن سے وہ مکان نہایت روشن ہو گیا۔ اس حال میں اچانک دیکھا گیا کہ آپکے دونوں ابرو مبارک کے درمیان سے ایک نور چمکتی بجلی کی طرح نمودار ہوا جس کی شعاع نے شمعوں کے نور کو مات کر دیا۔ حاضرین نے اس نور کا مشاہدہ کیا۔ بعد ازاں آپ کا وصال ہو گیا۔ سمرقند کے محلّہ خواجہ کفشیر میں محوطہ حلایاں میں دفن ہوئے۔ آپ کی اولاد بزرگوار نے آپ کے مرقد مبارک پر عالیشان عمارت تعمیر کر دی اور قبر مبارک کو نہایت عمدہ وضع پر بنایا۔

Marfat.com

حضرت خواجہ محمد زاہد وخشی قدس سرہ'

آپ خواجہ یعقوب چرخی قدس سرہ' کے نواسہ تھے۔ آپ کا انتساب سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت خواجہ احرار سے ہے۔ آپ نے ذکر کی تلقین حضرت خواجہ یعقوب چرخیؒ کے کسی خلیفہ سے لی تھی۔ جب خواجہ احرارؒ کے ارشاد کا آوازہ آپ کے کان میں پہنچا تو حصار سے سمرقند کی طرف روانہ ہوئے اور سمرقند میں پہنچ کر محلّہ وانسرا میں اترے۔ محلّہ وانسرا سے حضرت خواجہ کا مسکن تین کوس پر تھا۔ حضرت کو بذریعہ کشف معلوم ہو گیا کہ مولانا زاہد ہماری ملاقات کے لئے آرہے ہیں۔ آپ کے دل میں آیا کہ مولانا کے استقبال کے لئے نکلیں۔ عین دوپہر کے وقت آپ نے فرمایا کہ سواری کا اونٹ لاؤ۔ آپ اس پر سوار ہو گئے۔ تمام مریدین ساتھ تھے۔ کسی کو یہ معلوم نہ تھا کہ آپ کہاں جارہے ہیں۔ آپ نے اونٹ کو اسکے حال پر چھوڑ دیا کہ جہاں چاہے چلا جائے۔ جب حضرت خواجہ مولانا محمد زاہد کی قیام گاہ پر پہنچے تو اونٹ خود بخود رک گیا اور حضرت اتر پڑے۔ مولانا کو حضرت کی تشریف آوری کی خبر ہوئی تو بے اختیار دوڑے آئے اور حضرت کا استقبال کیا اور آپ کے پاؤں کو بوسہ دیا۔ مولانا نے خلوت میں اپنے واردات و معاملات و مقامات حضرت کے آگے پیش کئے اور بیعت کی خواہش کی۔ حضرت نے آپ کو بیعت کر کے اسی مجلس میں درجہ تکمیل تک پہنچا دیا اور خلافت عطا کر کے وہیں سے رخصت کر دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت کے بعض اصحاب آتش غیرت میں جلنے لگے کہ مولانا محمد زاہد کو آپ نے پہلی ہی صحبت میں خلافت عطا فرما دی حالانکہ ہم برسوں سے آپ کی خدمت کر رہے ہیں۔ مگر ہم پر یہ عنایت نہیں فرمائی۔ حضرت نے فرمایا کہ مولانا زاہد چراغ اور تیل بتی تیار کر کے ہمارے پاس آئے تھے ہم نے اس کو صرف روشن کر کے رخصت کر دیا ہے۔ یہ معاملہ حضرت خواجہ کے تصرف عظیم اور مولانا کے کمال استعداد و قابلیت پر دلالت کرتا ہے۔

مولانا محمد زاہد قدس سرہ' کا وصال موضع وخش نواح بلخ میں برلبِ دریائے جیہوں مضافاتِ حصار میں ربیع الاول ۹۳۶ھ میں ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔

Marfat.com

حضرت خواجہ درویش محمد قدس سرہ'

حضرت مولانا درویش محمد قدس سرہ' حضرت مولانا محمد زاہد قدس سرہ' کے بھانجے تھے آپ بیعت سے پندرہ سال قبل زہد و ریاضت میں مشغول رہتے تھے اور تجریدی حالت میں ویرانوں میں رہا کرتے تھے۔ ایک روز بھوک کی شدت سے لاچار ہوکر آسمان کی طرف منہ اٹھایا تو اسی وقت حضرت خضر علیہ السلام حاضر ہوئے اور فرمایا کہ اگر صبر و قناعت مطلوب ہے تو خواجہ محمد زاہد کی خدمت میں جاؤ وہ تم کو صبر وقناعت سکھا دیں گے۔ یہ سنکر اپنے ماموں حضرت خواجہ محمد زاہد کی خدمت میں حاضر ہوکر داخل طریقہ نقشبندیہ ہر کر رتبہ کمال و تکمیل کو پہنچے۔ اوران کے انتقال کے بعدان کے نائب ہو گئے۔ تقویٰ، عمل بعزیمت اور حفظ نسبت میں آپ شان عظیم رکھتے تھے۔ آپ گمنامی بہت زیادہ پسند کرتے تھے۔ اسی واسطے بچوں کو قرآن مجید پڑھایا کرتے تھے تاکہ کسی کو آپ کے حال وکمال سے آگاہی نہ ہونے پائے۔ ایک روز ایک ترک درویش کا آپ کے شہر سے گزرہوا۔ اس نے فرمایا کہ یہاں ایک مرد خدا کی بو آتی ہے اور مولانا درویش محمد کی طرف اشارہ کیا۔

آپ کے صاحبزادے خواجہ امکنگیؒ سے روایت ہے کہ میرے والد صاحب کی شہرت کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک روز ایک درویش نے میرے والد صاحب سے شیخ نور الدین خوانی کا ذکر کیا۔ والد ماجد نے میری طرف مخاطب ہوکر فرمایا۔ بیٹا! یہ شیخ بہت بزرگ معلوم ہوتے ہیں جب اس طرح ان کے آنے کا اتفاق ہوگا میں بھی ان سے ملوں گا۔ اس ارشاد کے چند روز بعد شیخ نور الدین خوانی کا نواح امکنہ سے گزر ہوا تو میرے والد جو میلے کچیلے کپڑے زیب تن کئے ہوئے تھے انہی کپڑوں کے ساتھ کچھ ہدیہ لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے میرے والد صاحب سے خوب معانقہ کیا اور دیر تک بغلگیر رہے۔ پھر شیخ دوزانو مراقب ہوکر بیٹھ گئے اور میرے

Marfat.com

والد صاحب بھی بیٹھے رہے۔ بعد ازاں والد صاحب نے اجازت چاہی تو چند قدم چل کر رخصت کیا۔ والد صاحب کے چلا آنے کے بعد شیخ نے حاضرین مجلس سے پوچھا کہ یہاں کے طالبانِ خدا اس بزرگ کے پاس بہت آمد و رفت رکھتے ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ یہ تو کوئی شیخ نہیں بلکہ ایک ملا ہیں جو بچوں کو قرآن پڑھانے میں مشغول رہتے ہیں۔ شیخ نورالدین نے فرمایا کہ یہاں کے لوگ کیسے اندھے اور مردہ دل ہیں کہ ایسے درویش کامل سے فائدہ وفیض حاصل نہیں کرتے۔ چنانچہ شیخ کی یہ بات مشہور ہوگئی اور لوگوں نے آپ کے پاس آنا شروع کر دیا لیکن لوگوں کے اس رجوع پر آپ عموماً دل تنگ ہوتے اور گمنامی کی لذت کو یاد کیا کرتے تھے۔

شیخ حسین خوارزمی کردی قدس سرہٗ جہاں کہیں تشریف لیجاتے وہاں کے مشائخ کی ان کے تصرفات کے سامنے کوئی ہستی نہ رہتی۔ جو درویش آپ کی ملاقات کو آتا آپ اس کی نسبت سلب کر لیتے۔ ایک دفعہ شیخ کردیؒ کا گزر مولانا درویش محمد کے شہر میں ہوا۔ دوسرے مشائخ کے علاوہ حضرت مولانا بھی ملاقات کے لئے روانہ ہوئے۔ روانگی سے قبل مولانا نے شیخ موصوف کی نسبت اپنے باطن میں اندر ہی اندر سلب کر لی۔ ادھر شیخ حسین اپنے آپ کو نسبت سے خالی پا کر حیران و پریشان ہوئے۔ جب حضرت مولانا ملاقات کے لئے سوار ہوئے تو اس وقت شیخ نے اپنے باطن میں نسبت کی بو پائی۔ جیسا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کی بو پائی تھی۔ شیخ اونٹ پر سوار ہو کر نسبت کی بو کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے۔ جس قدر شیخ حضرت مولانا سے قریب ہوتے جاتے تھے اپنی گمشدہ نسبت کی بو زیادہ محسوس کرتے جب اثنائے راہ میں شیخ و مولانا میں باہم ملاقات ہوئی تو وہ بو بھی وہیں منقطع ہوگئی۔ اس وقت شیخ نے جان لیا کہ میری نسبت حضرت مولانا نے اپنے تصرف سے سلب کر لی ہے۔ شیخ نے نہایت انکساری اور بے حد تواضع کی۔ اور نہایت

Marfat.com

عاجزی سے کہا کہ مجھ کو یہ علم نہ تھا کہ یہ اقلیم آپ کے زیر حکومت ہے میں فوراً یہاں سے چلا جاتا ہوں۔ حضرت مولانا کو شیخ موصوف پر رحم آ گیا اور ان کی نسبت سلب شدہ واپس کردی اور شیخ کردیؒ نے اسی وقت اپنے آپ کو نسبت سے معمور پایا۔ تو اسی وقت اپنی قیام گاہ پر واپس آ کر اپنے وطن روانہ ہو گئے۔

حضرت مولانا درویش محمد قدس سرہٗ کا انتقال انیس محرم الحرام ۹۷۰ ہجری کو ہوا۔ موضع اسقرار مضافات شہر سبز ماوراء النہر میں آپ کا مزار مبارک ہے۔ مادۂ تاریخ مست عشق ۹۷۰ نکلتا ہے۔

Marfat.com

حضرت خواجہ خواجگی امکنگی قدس سرہ'

آپ کا اسم مبارک خواجگی تھا۔ آپ کی ولادت باسعادت ۹۱۸ھ موضع امکنہ نزد بخارا میں ہوئی۔ آپ حضرت خواجہ درویش محمدؒ کے صاحبزادے تھے اور اپنے والد محترم سے ہی علوم ظاہری و باطنی حاصل کئے اور اپنے والد صاحب سے بیعت ہو کر ان ہی کی تربیت سے مقام تکمیل وارشاد تک پہنچے اور تیس سال سے زیادہ عرصہ مسندِ رشد و ہدایت پر متمکن رہے۔ باوجودیکہ آپ نہایت معمر ہو چکے تھے۔ اور ہاتھ کانپتے تھے لیکن اپنے مہمانوں کے لیے کھانا خود لاتے تھے۔ حتیٰ کہ ان کی سواریوں کی بھی خبر گیری خود فرماتے تھے آپ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ' کے اصل طریقہ کے سختی سے پابند تھے۔ ذکر جہر جو حادثاتِ زمانہ سے طریقہ میں کچھ نہ کچھ داخل ہو گیا تھا اس سے سخت پرہیز واحتراز فرماتے تھے۔ عابد و زاہد اور صاحب کرامات تھے۔ طالبانِ طریقت کے لئے اپنے وقت کے مرجع تھے۔ باطنی تصرف کا یہ عالم تھا کہ علماء، فضلاء، امراء وفقراء ہر وقت آپ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ ملوک وسلاطین بھی آپ کے آستانہ عالیہ کی خاک کو آنکھوں کا سرمہ بناتے تھے۔

سلطان عبداللہ خان والی توران نے خواب میں دیکھا کہ ایک عظیم الشان خیمہ کھڑا ہے جس میں حضرت محمد مصطفی ﷺ رونق افروز ہیں اور ایک بزرگ ہاتھ میں عصا لئے ہوئے دروازہ پر کھڑے ہیں اور لوگوں کی معروضات ومہمات حضور ﷺ کی بارگاہِ عالیہ میں پیش کر کے جواب لاتے ہیں۔ اسی اثنا میں حضور ﷺ نے ان کے ہاتھ میں ایک تلوار بھیجی اور انہوں نے وہ تلوار لا کر میری کمر میں لٹکا دی۔ فی الفور عبداللہ خان کی آنکھ کھل گئی۔ عبداللہ نے اس بزرگ کا حلیہ بتا کر لوگوں میں تلاش شروع کر دی کہ مصاحب نے عرض کی کہ اس حلیہ کے بزرگ خواجہ امکنگی ہیں۔ سلطان یہ سنکر بہت خوش ہوا اور بڑے شوق سے تحائف اور ہدیہ لے کر آپ کی خدمت میں

Marfat.com

حاضر ہوا۔ آپ کا حلیہ بعینہٖ وہی پایا جو کہ خواب میں دیکھا تھا۔ سلطان نے نہایت انکساری، نیاز مندی اور تواضع سے نذرانہ قبول کرنے کی درخواست کی لیکن حضرت مولانا نے قبول نہ کیا۔ فرمایا حلاوتِ فقر قناعت اور ناداری میں ہے۔ سلطان نے آیۃ واطیعو اللہ و اطیعو الرسول و اولی الامر منکم کی طرف اشارہ کیا۔ تب مجبوراً قبول فرمایا۔ اس کے بعد سلطان تقریباً ہر روز صبح آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔

ایک بادشاہ پیر محمد خان سمرقند کے بادشاہ باقی محمد خان پر پچاس ہزار سوار لے کر حملہ آور ہوا۔ باقی محمد خان تابِ مقابلہ نہ لا کر حضرت خواجہ امکنگی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرضِ دعا کی۔ آپ خود بہ نفس نفیس پیر محمد خان کے پاس تشریف لے گئے اور اس کو سمجھایا کہ مسلمانوں کو آپس میں لڑانا اچھا نہیں لیکن اس نے کچھ پرواہ نہ کی۔ ناراضگی کی حالت میں واپس تشریف لے آئے اور باقی محمد خان کو فرمایا کہ تم قلت لشکر کی کچھ فکر نہ کرو۔ دشمن سے مقابلہ کرو۔ فتح انشاء اللہ تمہاری ہوگی۔ چنانچہ مولانا باجماعت درویشاں لشکر کے پیچھے تھے اور میدانِ جنگ کے قریب اک پرانی مسجد میں مراقب ہوئے۔ باقی محمد خان کو فتح عظیم نصیب ہوئی اور پیر محمد قتل ہوا۔

ایک دفعہ تین طالب علم مختلف ارادوں سے حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایک نے نیت کی کہ اگر فلاں قسم کا کھانا آپ نے کھلایا تب صاحبِ کرامت سمجھوں گا۔ دوسرے نے دل میں کہا کہ اگر فلاں قسم کا میوہ کھلائیں تو وہ ولی ہیں۔ تیسرے نے دل میں کہا کہ اگر فلان حسین لڑکے کو مجلس میں حاضر کر دیں تو صاحبِ خوارق ہیں۔ حضرت مولانا نے پہلے کو وہی کھانا جو اس نے خیال کیا تھا کھلایا اور دوسرے کو اس کی نیت کے مطابق میوہ کھانے کو دیا اور تیسرے سے فرمایا کہ درویشوں کو جو حالات و کمالات نصیب ہوتے ہیں وہ بمتابعت شریعت ہوتے ہیں۔ ان سے امر نامشروع صادر نہیں ہوتا اس لئے تمہاری نیت پوری نہیں کی۔ اس کے بعد

Marfat.com

تینوں سے فرمایا کہ درویشوں کے پاس بہ نیت امتحان نہ آنا چاہئے کیونکہ اس کو بے ادبی کہتے ہیں۔ اور بے ادب فیض و برکت سے محروم رہتا ہے۔ ان کی زیارت خالصتاً للہ کرنی چاہیے۔

حضرت مولانا خواجہ امکنگی قدس سرہ نے فرمایا کرامت کا کچھ اعتبار نہیں۔ کیونکہ ان کے احوال مختلف ہوتے ہیں۔ اکثر اوقات اولیاء ایسی باتوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ ایسی نیت سے آنے والے کے واسطے نقصان دہ ہے اور ان سے محرومی ہوتی ہے تو آنے والے بداعتقاد ہو کر صحبت کی برکات سے محروم رہ جاتے ہیں۔ اس لیے انکی خدمت میں خاص اللہ تعالیٰ کے واسطے آنا چاہیے تاکہ فیض باطنی کا کچھ حصہ ملے۔

ایک دفعہ ایک درویش نے بیان کیا کہ میں ایک رات حضرت خواجہ کے پاس جاتا تھا کہ راستہ میں کانٹا لگ گیا۔ عرض حال کی تو آپ نے فرمایا اے برادر جب تک کانٹا نہیں لگتا پھول ہاتھ نہیں آتا۔

آپ کے انتقال سے تھوڑے دن پہلے آپ نے خواجہ محمد باقی باللہؒ اپنے خلیفہ کو خط لکھا جس کے آخر پر مندرجہ ذیل دو شعر تھے۔

زماں تا زماں مرگ یاد آیدم
ندانم کنوں تاچہ پیش آیدم
جدائی مبادا مرا از خدا
دگر ہر چہ پیش آیدم شایدم

اس خط کے پہنچتے ہی آپ اس دنیائے فانی سے رخصت ہو کر خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ تاریخ وصال ۲۲ شعبان المعظم ۱۰۰۸ اور آپ کا مولد و مرقد قریہ امکنہ نزد بخارا شریف ہے۔ آپ نے تقریباً نوے سال کی عمر پائی۔ مادہ تاریخ وفات شیخ زماں ۱۰۰۸ھ نکلتا ہے۔

Marfat.com

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ'

حضرت خواجہ محمد باقی عرف باقی باللہ اور والد مکرم کا اسم گرامی قاضی عبدالسلام سمرقندی قریشی تھا۔ جو صاحب وجد و حال تھے اور ایک عرصے سے اپنے قبیلہ سمیت کابل میں سکونت پذیر تھے۔ ۹۷۱ھ میں حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ' کی کابل میں ولادت ہوئی۔ بچپن میں ہی بزرگی و ولایت کے آثار آپ کی پیشانی سے ظاہر تھے۔ آپ نے علوم ظاہری مولانا صادق حلوائی جو علمائے عصر میں ممتاز تھے سے حاصل کیئے اور مولانا کی رفاقت میں کابل سے ماورالنہر چلے گئے اور تھوڑے عرصہ میں امتیاز حاصل کرلیا۔ اسی دوران آپ کو درویشی اور فقیری کا شوق ہوا اور بہت سے مشائخ کبار کی خدمت میں حاضری دی اور بعض جگہ توبہ بھی کی مگر استقامت نہ ہوئی۔ کافی عرصہ اولیاء اللہ کی تلاش میں حیراں و سرگرداں رہے۔ اسی تگ و دو میں آپ تمام ماورالنہر، بلخ، بدخشاں، سمرقند، لاہور وغیرہ میں بڑے بڑے مشائخ کی صحبت میں رہے۔ جس زمانہ میں آپ لاہور میں تھے وہاں آپ کی ملاقات ایک مجذوب سے ہوئی جو آپ کو گالیاں دیتا اور پتھر مارتا تھا لیکن آپ نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا۔ آخرکار ایک روز اس کو آپ پر رحم آگیا اور آپ کے لئے بہت دعا فرمائی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت سے آپ کو خواب میں حضرت خواجہ نقشبندؒ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور خواب میں توبہ کی توفیق حاصل ہوئی۔ پھر آپ کو دوسرے طریقہ سے سلوک کے لیے غیبی اشارے بھی ہوئے لیکن آپ طریقہ نقشبندیہ پر قائم رہے۔ آخرکار حضرت شیخ بابا والی نقشبندی قدس سرہ' کی خدمت میں کشمیر میں ۹۹۹ھ میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا اور قبولیت کا دروازہ کھل گیا اور فیضانِ الٰہی پہنچنا شروع ہو گئے۔ لیکن حضرت شیخ ۱۰۰۱ھ کو انتقال فرما گئے تو خواجگانِ نقشبندیہ کی پاک روحیں طرح طرح کی تلقین کرنے لگیں اور ان کی توجہ سے نسبت میں قوت پیدا ہوگئی اور اسی دوران حضرت خواجہ املنگی

Marfat.com

قدس سرہ‘ کی خدمت میں رسائی ہوگئی جہاں خوشی ورغبت سے بیعت کر کے خواجگان کا طریقہ حاصل کیا۔ حضرت خواجہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اویسی تھے اور آپ نے حضرت خواجہ نقشبندی قدس سرہ‘ بلکہ خود رسالتمآب ﷺ کی روحانیت سے تربیت پائی تھی۔ جیسا کہ آپ کے اشعار سے ظاہر ہوتا ہے۔

شنیدم کاشف رازِ نہانی
ابو القاسم چراغ گرگانی
کہ بودے درد جاں نامِ اویسش
کہ باشد شربے از جام اویسش

حضرت خواجہ املنگیؒ نے بیعت فرمانے کے بعد آپ پر خاص عنایات ورعایات فرمائیں اور آپ کے احوال سُن کر تین دن تین رات اپنی صحبت میں رکھا اور اعلیٰ وارفع مقاماتِ باطنیہ سے سرفراز فرمایا اور فرمایا تمام کام بعنایات الٰہی اس سلسلہ عالیہ کے اکابر کی روحانیت کی تربیت سے انجام کو پہنچا ہے۔ اب تم پھر ہندوستان جاؤ تا کہ تمہارے ذریعہ سے یہ سلسلہ عالیہ وہاں پھلے پھولے اور رونق پائے اور وہاں سے عالی قدر تمہاری تربیت اور برکت سے کامیابی حاصل کریں۔ آپ نے انکسار اور تواضع کے طور پر بہت ہی عذر پیش کئے لیکن حضرت خواجہ کا اصرار بڑھتا ہی گیا اور استخارہ کا حکم دیا۔ آپ استخارہ کے نتیجہ میں ہندوستان تشریف لے گئے۔ ہندوستان پہنچ کر ایک سال کے قریب آپ لاہور میں رہے اور وہاں کے بہت سے علماء وفضلاء آپ کے گرویدہ ہوگئے اس کے بعد آپ شہر دہلی جو کہ دارالاولیاء اور بیت الفقراء تھا، میں تشریف لائے اور قلعہ فیروزی میں سکونت اختیار کی اور یہاں سے تادم آخر علیحدہ نہ ہوئے۔ اس طریقہ کے آپ پہلے بزرگ تھے جو ہندوستان تشریف لائے۔ اگر کوئی بیعت کے لئے حاضر ہوتا تو عموماً ٹال دیا کرتے اور کہتے تم کسی اور جگہ رہبر تلاش کرو۔

Marfat.com

مگر صادق العقیدہ طالب آپ کے آستانہ کو نہ چھوڑتے تو ناچار قبول فرماتے۔

ایک دفعہ ایک خراسانی جوان حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مزارِ پُرانوار پر رہا کرتا تھا اور حضرت خواجہ کی روح سے پیرِ کامل کی طلب کیا کرتا تھا۔ جب حضرت خواجہ باقی باللہؒ دہلی تشریف لائے تو اُس جوان کی دکھایا گیا کہ طریقہ نقشبندیہ کے ایک مردِ کامل اس شہر میں تشریف لائے ہیں تم اُس کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔ چنانچہ وہ شخص حاضر ہوا تو حضرت خواجہ باقی باللہؒ نے فرمایا کہ میں اس لائق نہیں ہوں وہ کوئی اور بزرگ ہوں گے۔ اس قدر انکساری ظاہر کی کہ وہ شخص واپس چلا گیا۔ رات کو اُس کو پھر خواب میں حضرت خواجہ نے فرمایا کہ جس کے پاس تو گیا وہی ہے جس کا میں نے تمہیں حکم دیا تھا۔ اُس نے دوسرے دن پھر حاضر ہو کر عرض کی لیکن حضرت خواجہ نے پھر ٹال دیا۔ بلکہ کہہ دیا کہ اگر کوئی کامل مرد مل جائے تو مجھے بھی اطلاع دینا میں بھی اُن کی خدمت کروں۔ لیکن وہ شخص نہ ٹلا۔ ناچار آپ نے بیعت فرمایا۔ وہ پھر آپ کے آستانہ سے منسلک ہو گیا اور وہیں کا ہو رہا۔

ایک روز لاہور کے ایک فقیر نے واقعہ میں دیکھا کہ حضرت خواجہ گھوڑے پر سوار جا رہے ہیں اور بہت سے لوگ آپ کے پیچھے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ یہ قطب وقت ہے۔ بعد ازاں اُس درویش نے حاضر خدمت ہو کر قبولیت کی درخواست کی۔ آپ نے حسب معمول عذر پیش کیا۔ وہ بے چارہ مسجد میں آ کر درویشوں کے مجمع میں روتا ہوا کہنے لگا کہ یارو! کیا ناز و انداز و گداز ہے کہ اپنا جمال دکھا کر میرا دل لے لیا ہے اب حاضر خدمت ہوا ہوں تو یوں جواب دیتے ہیں اور آستانہ سے نکالتے ہیں۔ کیا کروں کہاں جاؤں۔ اُس نے اِس ماجرا کو ایسے پیرایہ میں بیان کیا کہ بہت سے حاضرین بیہوش ہو گئے اور عجیب شور برپا ہوا۔ یہاں تک کہ شور حضرت خواجہ کے کان تک پہنچا تو آپ نے پوچھا کہ یہ شور کیسا ہے۔ عرض کیا گیا

Marfat.com

ع کز لب شیرین تو شور یست در ہر خانہ

آپ نے تبسم فرمایا اور اس درویش کو بلا کر تلقین سے سرفراز فرمایا۔

گو آپ کسی طالب کو فی الفور داخل سلسلہ نہ فرماتے لیکن جب امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نہایت لطف و مہربانی سے پیش آئے اور فی الفور بیعت فرما کر سلسلہ عالیہ میں داخل فرمایا۔

حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہٗ کی خدمت میں ایک بانجھ عورت حاضر خدمت ہو کر عرض گزار ہوئی کہ خاوند دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہے کیونکہ مجھ سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ اس وقت حضرت خواجہؒ معجون فلاسفہ کھا رہے تھے۔ تھوڑی سی معجون کھا کر باقی اس عورت کو دے دی اور فرمایا اسی وقت یہی مادۃ الحیات ہے۔ اس عورت نے وہی لے کر کھایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اولاد دی اور اس کے خاوند نے نکاح ثانی کا ارادہ ترک کر دیا۔

ایک عورت کا تین سال کا لڑکا حصار فیروز آباد کی دیوار سے گر پڑا۔ اور گرتے ہی اس کے سر کو سخت چوٹ لگی۔ خون بہنے لگا اور وہ بے ہوش ہو گیا۔ سب کہنے لگے کہ نہیں بچے گا۔ گریہ زاری کرتے ہوئے ماں بچے کو حضرت خواجہؒ کی خدمت میں پیش کر کے اس کی زندگی کی ملتمس ہوئی۔ حضرت کی عادت تھی کہ توجہ اور تصرف کو ظاہر نہ کرتے تھے۔ آپ نے طب کی ایک کتاب طلب کی اور فرمایا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لڑکا زندہ رہے گا۔ حاضرین متعجب ہوئے کہ کون سی کتاب یہ بتاتی ہے؟ آپ تھوڑی دیر خاموش رہے۔ اس دوران وہ قریب المرگ لڑکا اپنی اصلی حالت میں آ گیا۔ لوگ حیران ہوئے۔

ایک دن ایک فوجی افسر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کا خادم گھوڑے

Marfat.com

کو پکڑے ہوئے تھا۔آپ مسجد سے باہر تشریف لائے تو آپ کی کیمیا نظر اس خادم پر پڑ گئی ۔وہ بے ہوش ہو کر گر گیا پھر اٹھا تو پھر گر گیا اور گیند کی طرح لڑھکتا رہا۔رات کا کچھ حصہ بے قرار رہا اور پھر حالت جنون میں جنگل کی طرف چلا گیا بعد از آں اس کا کہیں سراغ نہ ملا کہ کہاں گیا۔

ایک دفعہ ایک خطیب منبر پر تھا کہ اس پر آپ کی نظر پڑ گئی ۔اسی وقت وہ تڑپ کر منبر سے گر پڑا۔

ایک چشتیہ شیخ زادہ حضرت خواجہ کا مرید ہوا تو اتفاقاً اس کو ایک مرض لاحق ہوا۔کسی نے یہ معاملہ حضرت خواجہ سے بیان کیا۔آپ نے فرمایا کہ اس کے دل میں یہ خیال گزرا تھا کہ اس طریقہ کو چھوڑ کر اپنے بزرگوں کی نسبت حاصل کرنی چاہیے ۔اور یہ بات مجھ پر ظاہر ہوگئی اس لئے مجھے غیرت آئی ہے اور یہی وجہ علالت ہے۔اس شخص نے مریض سے بیاں کیا تو اس نے تصدیق کی اور توبہ وندامت ظاہر کی ۔اور اس آدمی کو فوراً آرام ہو گیا۔

حضرت میر نعمان فرماتے ہیں کہ اپنی لڑکی کی انا کو لڑکی نے کئی بار کہا کہ حضرت کی مرید بن جاؤ ۔مگر اس نے انکار کیا۔ایک موقعہ پر میں نے اپنی چھوٹی لڑکی اور انا کو خواجہؒ کی خدمت میں بھیج دیا۔آپ نے شیر خوار لڑکی کو نہایت لطف و شفقت سے اٹھالیا۔لڑکی نے حضرت کی داڑھی کی طرف ہاتھ کیا تو ایک بال اس کے ہاتھ میں رہ گیا۔آپ نے فرمایا یہ لڑکی ہم سے یادگار لے رہی ہے ۔وہ موئے مبارک ہم نے بطور یادگار رکھ لیا کہ انہی ایام میں حضرت نے انتقال فرمایا۔ جب وہ انا واپس لوٹی تو اس پر مستی اور سکر غالب آئی ۔تو اس سے پوچھا کہ یہ تمہاری کیا حالت ہوئی ۔اس نے بتایا کہ حضرت خواجہ ساعت بہ ساعت عجیب ہیبت ناک شکلوں میں ظاہر ہوتے تھے اس کے سوا میں کچھ نہیں جانتی ۔صرف اتنا جانتی ہوں کہ اسی دن سے میرا دل ذاکر ہو

Marfat.com

گیا ہے۔ حضرت خواجہ سے اس عورت کا حال عرض کیا تو آپ نے تبسم فرمایا اور اس کو ذکر کی تلقین کی اور وہ دہلی میں صاحبِ حال عورتوں میں سے ہوگئی۔

ایک مرتبہ نائب حاکم نے آپ کے ہمسایہ پر بہت ظلم کیا اور چاہا کہ گھر سے نکال دے۔ حضرت خواجہ نے اس کو بہت سمجھایا اور فرمایا اس محلّہ میں ایک فقیر رہتا ہے اس سے درگزر کر۔ لیکن وہ نہ مانا۔ آپ نے فرمایا ہمارے خواجگان بہت غیور ہیں۔ صرف تیری نہیں بلکہ اوروں کی جانیں بھی جائیں گی۔ لیکن اس نے کوئی پرواہ نہیں کی۔ دو تین روز بعد ہی اس پر چوری کا الزام تھا اور اس کو مع خویشاں قتل کر دیا گیا۔ آپ کے تصرفات نہایت قوی تھے۔

دہلی شہر میں ایک فاضل نے ایک جوان عورت سے شادی کی لیکن بہت عرصہ تک اس پر قادر نہ ہوسکا۔ دوا اور دعا سب کچھ کیا لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ ایک دن حضرت خواجہؒ کہیں جا رہے تھے کہ اس نے گھوڑے کی لگام تھام لی اور نہایت عجز و انکساری سے عرض حال کی۔ حضرت کو رحم آ گیا اور گھوڑے سے اتر کر اس کو سینہ سے لگا کر معانقہ فرمایا اور فرمایا جاؤ فتح ہے۔ فاضل موصوف نے اسی وقت اپنے میں عجیب قوت و طاقت محسوس کی۔ اور اس کے بعد تمام عمر کسی دوا کے بغیر اپنی بیوی پر قادر رہا۔

شیخ تاج الدین جو حضرت خواجہ کے جلیل القدر خلفاء میں سے ہیں بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہمارے خواجہ عجیب کیفیت کے ساتھ دریا کے ساحل کی طرف متوجہ ہوئے۔ قبا کے بند کھلے، سینہ ننگا، عمامہ پریشان، چہرہ مبارک سے شکستگی اور قلق و اندوہ کے آثار نمایاں۔ آپ کی یہ کیفیت دیکھ کر میں بھی آپ کے پیچھے ہولیا۔ کچھ دیر کے بعد آپ کو میرا احساس ہوا۔ نہایت آہ و درد کے ساتھ فرمایا کہ تاج اس قدر واردات اور احوال اور فیوضات اور انوار و اسرار مجھ پر وارد ہو رہے ہیں کہ اگر یہ دریا سیاہی ہو جائے تو ان کے لکھنے کے لئے کافی نہ ہو۔ مگر مجھے ان سے کیا کام۔ میرا مطلوب دید و دانش سے دور ہے۔

Marfat.com

طلب بے چون و مطلب ہیچ گونہ
نہ آن را شبہ و ز ایں را نمونہ

یہ بھی شیخ تاج الدین کا بیان ہے کہ ایک روز میں صف جماعت میں حضرت خواجہ کے پہلو میں تھا۔ نماز کے درمیان آپ پر گریہ و اضمحلال کے غلبہ کے آثار محسوس ہوئے۔ نماز سے فارغ ہوکر آپ اسی حالت میں حجرے میں تشریف لے گئے۔ میں بھی آپ کے پیچھے آیا اور آپ کو اسی حال میں پایا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے خلاف ادب گستاخانہ عرض کیا کہ اس بے اختیار رونے اور اندوہ و آشفتگی کا سبب کیا ہے۔ فرمایا تو اس بات کو دریافت نہ کر۔ ہم کو اس درد و اندوہ میں رہنے دے۔ چونکہ خواجہ کی عنایت نے مجھے بہت دلیر کر دیا تھا میں نے اصرار کیا تو فرمایا عین نماز میں جو مومن کی معراج ہے میری روح نے مقصود وراء الوراء کی طلب میں عروج کیا اور حتی المقدور اس کی جستجو میں کوشش کی مگر جب کامیاب نہ ہوئی تو ناچار حیراں و گریاں اپنے تئیں قفس قالب میں لا ڈالا۔ اس کا یہ گریہ و اندوہ اسی حسرت کی وجہ سے تھا۔ جب آپ کی عمر تقریباً چالیس سال ہوئی تو آپ نے اپنی بی بی صاحبہ کو فرمایا کہ جب میری عمر چالیس ہو گی تو مجھے ایک عظیم واقعہ پیش آئے گا۔ پھر ایک دن فرمایا کہ خواب میں دیکھا کہ مجھے فرمایا گیا ہے کہ جس کام کے لیے تمہیں بلایا گیا ہے وہ پورا ہو چکا ہے۔ پھر ایک دن فرمایا کہ تھوڑے دنوں میں سلسلہ نقشبندیہ کے کسی بزرگ کا انتقال ہوگا وہ قطب زمانہ ہوگا۔ غرض امراض جسمانی نے آپ پر غلبہ پایا اور ۲۵ جمادی الثانی ۱۰۱۲ھ ہفتہ کے دن اسمِ ذات کا ورد کرتے ہوئے جان بحق تسلیم کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ط مرقد مبارک بیرون شہر دہلی بجانب اجمیری دروازہ خواجہ حسام الدین کی کوشش سے نہایت زینت سے تعمیر ہوا۔ آپ کی وصیت کے مطابق مرقد شریف پر گنبد نہیں بنایا گیا۔ صرف بلند چبوترہ بنا دیا گیا ہے۔ حضرت خواجہ کے تصرف کو دیکھئے کہ اس چبوترے پر سخت گرمی کے موسم میں بھی پاؤں کو تکلیف و حرارت محسوس نہیں ہوتی۔

Marfat.com

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہٗ

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی ولادت باسعادت جمعۃ المبارک کی رات ۱۴ شوال المکرّم ۹۱۷ھ کو ہوئی۔ آپ کے والد ماجد حضرت مخدوم عبدالاحدؒ نے آپ کا اسم مبارک شیخ احمد، کنیت ابوالبرکات اور لقب بدرالدین رکھا۔

جامع الدرر میں یہ حدیث بیان کیا گئی ہے کہ حضور علیہ وسلم ﷺ نے فرمایا کہ گیارہویں صدی کے شروع میں میری امت میں ایک شخص پیدا ہوگا۔ وہ شخص نورِ عظیم ہوگا۔ اس کا نام میرا ہی نام ہوگا۔ وہ دو بادشاہوں کے درمیان مبعوث ہوگا اور اس کی شفاعت سے قیامت کے دن ہزاروں لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔

شیخ الاسلام حضرت احمد جامؒ کے مقامات میں لکھا ہے کہ شیخ صاحب نے فرمایا کہ میرے بعد سترہ آدمی احمد نام کے پیدا ہوں گے۔ اُن میں سے آخری شخص آنحضرت ﷺ کی ہجرت کے ہزار سال بعد ہوگا اور امتِ محمدیؐ کے تمام اولیاء سے افضل ہوگا۔

حضرت شیخ خلیل اللہ بدخشیؒ نے مقامات میں لکھا ہے کہ ایک روز شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا سبحان اللہ خواجگان کے سلسلہ سے ایک شخص ہندوستان میں پیدا ہوگا جو امتِ محمدیؐ کے تمام اولیاء سے افضل ہوگا۔ لیکن افسوس کہ میری زندگی اُس وقت تک وفا نہ کرے گی ورنہ میں اس کی خدمت کرتا۔ بعدازاں ایک خط اپنی نیازمندی اور عذر و معذرت کا لکھ کر اپنے بڑے خلیفہ کو دیا کہ اسے سنبھال کر رکھو اور جب حضرت مجدد الف ثانی مبعوث ہوں تو نہایت عاجزی اور نیازمندی سے ان کی خدمت میں پیش کر دینا تاکہ وہ ہمارے حق میں دعائے خیر فرمائیں۔ چنانچہ خواجہ عبدالرحمٰن بدخشیؒ نے اس مکتوب کو تجدید قیومیت کے دسویں سال حضرت مجدد الف ثانیؒ کی خدمت میں پیش کیا۔

Marfat.com

حضرت شیخ سلیم چشتیؒ ایک روز مراقبہ میں مستغرق تھے۔ اس اثناء میں آپ نے دیکھا کہ سرِ زمین ہند سے ایک نور ظاہر ہوا جس کی روشنی نے زمین و آسمان کو گھیر لیا۔ شیخ صاحبؒ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ الٰہی، یہ کس کا نور ہے۔ ندا آئی کہ امتِ محمدی میں سے ایک شخص اس شہر میں پیدا ہوگا جو تمام اولیائے امت سے افضل ہوگا اور ساری خلقت اس کے فیض سے ہدایت پائے گی اور احکاماتِ شرعیہ اس کی طفیل از سرِ نو تازہ ہوں گے۔

ایک روز حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جنگل میں مراقبہ فرما رہے تھے کہ آسمان سے ایک نور عظیم ظاہر ہوا جس سے تمام جہان منور ہو گیا اور دم بہ دم اس نور کی روشنی بڑھتی گئی۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ کس شخص کا نور ہے۔ الہام ہوا کہ اس نور کا مالک تمام اولیائے امتِ محمدیؐ سے افضل ہے جو آپ کے پانچ سو سال بعد پیدا ہوگا اور ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کی تجدید کرے گا۔ وہ شخص نہایت ہی خوش نصیب ہوگا جو اس کی زیارت کرے گا۔ اس کے فرزند اور خلفاء بارگاہِ احدیت کے صدر نشین ہوں گے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد کا بیان ہے کہ آپ کی ولادت سے پہلے میں نے خواب میں دیکھا کہ تمام جہان میں ظلمت پھیل گئی ہے۔ سور، بندر اور ریچھ لوگوں کو ہلاک کر رہے ہیں۔ اسی اثنا میں میرے سینے سے نور نکلا اور اس میں ایک تخت ظاہر ہوا۔ اس تخت پر ایک شخص تکیہ لگائے بیٹھا ہے اور اُس کے سامنے تمام ظالموں، زندیقوں اور ملحدوں کو بکرے کی طرح ذبح کر رہے ہیں۔ کوئی شخص بآواز بلند کہتا ہے وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا o اس خواب کی تعبیر حضرت مخدوم نے حضرت شاہ کمال کیتھلی سے دریافت کی۔ انہوں نے بعد توجہ فرمایا کہ تمہارے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ جس سے الحاد

Marfat.com

بدعت کی تاریکی دور ہوگی اور اس سے رشد و ہدایت کا سلسلہ ساری دنیا میں پھیل جائے گا۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ، کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ میرے فرزند شیخ احمد کی ولادت کے بعد مجھے غشی سی ہوگئی۔ کیا دیکھتی ہوں کہ تمام اولیائے امت ہمارے گھر آئے ہوئے ہیں۔ اور ایک شخص کہتا ہے کہ حق تعالیٰ نے گزشتہ و آئندہ تمام اولیاء کے سارے کمالات اپنے فضل و کرم سے شیخ احمد کو عنایت فرما دیے ہیں اور انہیں اپنی رحمتوں کا خزینہ بنا دیا ہے۔ دوستو اس کی زیارت کرو کیونکہ پروردگار کا حکم ہے کہ جو شخص اس کی زیارت کرے گا میں اس کے گناہ بخش دوں گا اور وہ شخص روز قیامت خاص مقربین میں شامل ہوگا۔

حضرت مخدوم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ احمد کی ولادت کی شب میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت خاتم المرسلین ﷺ ہمارے گھر تشریف فرما ہوئے ہیں اور تمام انبیاء اور آسمانی فرشتے آنحضرت ﷺ کے ہمراہ ہیں اور آپ کو مبارک دے رہے ہیں۔ حضور سرکارِ دو عالم ﷺ نے بڑی خوشی سے شیخ احمد کو اپنی گود میں اٹھالیا۔ اُن کے دائیں کان میں اذان دی اور بائیں میں تکبیر کہہ کر فرمایا کہ یہ میرا فرزند اور میرے کمالات کا وارث اور میرا نائب ہوگا۔ یہ سن کر میرے دل کو بہت تسلی ہوئی۔

حضرت مخدوم رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ میرے فرزند شیخ احمد کی ولادت کے دن میں نے مراقبہ میں دیکھا کہ فرشتے، انبیاء اور اولیاء کی ارواح اس کثرت سے زمین پر آئیں کہ سارا شہر سرہند پرنور ہوگیا۔ میں نے دیکھا کہ نور کے جھنڈے لہرا رہے ہیں اور ان کی شعاعوں سے باطن کی آنکھ بھی چندھیا رہی ہے فرشتے بلند آواز سے کہہ رہے ہیں کہ انبیاء کے تمام کمالات بطریق وراثت اور اولیاء کے تمام کمالات بطور ریاست خاتم المرسل ﷺ کے فرزند کو جو آنحضرت ﷺ کا قائم

Marfat.com

مقام اور نائبِ امم ہے۔ یعنی شیخ احمد مجدد الف ثانی کو حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے عنایت فرمائے ہیں۔ امتِ محمدی ﷺ کے تمام اولیاء و اصفیاء اس کی اطاعت کریں۔ کیونکہ وہ سب میں سے افضل ہیں۔

حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور حضرت مخدوم کے مرشد محترم حضرت شیخ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کی ولادت باسعادت کی شب سرہند میں تھا خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان سے فرشتے قطار در قطار کعبہ کی طرف چلے آرہے ہیں۔ پھر وہ شہر سرہند کا رخ کرتے ہیں۔ کعبہ کی چھت پر منادی ہو رہی ہے کہ لوگو آج کی رات ملک ہند میں ایک شخص پیدا ہوا ہے جس کے سبب حق تعالیٰ دین اسلام کو عزت دے گا۔

تواریخ میں مذکور ہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ایام ولادت میں ایک رات بادشاہ نے خواب میں دیکھا کہ شمال کی طرف سے یعنی سرہند کی طرف سے جو کہ دہلی سے شمال کیطرف ہے۔ یکبارگی تند ہوا آئی اور تخت کو اکبر بادشاہ سمیت اٹھا کر لے گئی۔ اس ہوا نے تھوڑی دیر بعد بادشاہ کو تخت سمیت زمین پر دے مارا۔ بادشاہ ہڑ بڑا کر اٹھ بیٹھا اور اس خواب کے خوف سے سات روز تک اس کی زبان بند رہی۔ وزراء اور مصاحبین خاص شاہی حاذق طبیبوں کو اکبر بادشاہ کے پاس لائے۔ ساتویں روز بادشاہ نے گفتگو کی اور کہا کہ مجھے کوئی عارضہ نہیں۔ اُس نے اپنے خواب کو بیان کیا تو عقلمند تاڑ گئے اور انہیں اس بات کا یقین ہو گیا کہ اکبر بادشاہ پر کوئی آسمانی بلا نازل ہونے والی ہے جو اس کے باطل دین اور رسم و آئین کو درہم برہم کر دے گی۔ خان اعظم اور سید صدر جہاں مسرور ہوئے کہ اکبر کو دینِ الٰہی کی سزا ملنے کا وقت قریب آگیا ہے۔ نجومیوں نے جب بادشاہ کو حضرت مجدد الف ثانیؒ کی ولادت کی خبر سنائی تو اس پر دہشت طاری ہو گئی۔ یوں خاموش ہو گیا جیسے اُس کی زبان کو کسی نے تالا لگا دیا ہے۔

Marfat.com

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ' کا نسب شریف حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بدیں ترتیب ملتا ہے۔ ا۔شیخ احمد بن شیخ عبدالاحد (۲) شیخ زین العابدین (۳) بن شیخ عبدالحیٔ (۴) بن شیخ محمد (۵) بن شیخ حبیب اللہ (۶) بن شیخ رفیع الدین (۷) بن شیخ نصیر الدین (۸) بن شیخ سلیمان (۹) بن شیخ یوسف (۱۰) بن شیخ اسحاق (۱۱) بن شیخ عبداللہ (۱۲) بن شیخ شعیب (۱۳) بن شیخ احمد (۱۴) بن شیخ یوسف (۱۵) بن شیخ شہاب الدین (۱۶) علی المقلب بہ فرخ شاہ بن شیخ نصیر الدین (۱۷) بن شیخ محمود (۱۸) بن شیخ سلیمان (۱۹) بن شیخ مسعود (۲۰) بن شیخ عبداللہ (۲۱) الواعظ الاصغر بن شیخ عبداللہ (۲۲) الواعظ الاکبر بن شیخ ابوالفتح (۲۳) بن شیخ اسحاق (۲۴) بن شیخ ابراہیم (۲۵) بن شیخ ناصر (۲۶) بن شیخ عبداللہ (۲۷) بن امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ'۔

آپ کے اجداد میں سے شیخ شہاب الدین علی ملقب بہ فرخ شاہ ہیں جو سلاطین کابل کے بڑے امراء وزراء میں سے تھے۔شیخ ممدوح پہلے مسلمان امیر ہیں جنہوں نے غزنی و کابل سے ہندوستان میں آکر دین اسلام کو رواج دیا۔حضرت شیخ فریدالدین شکر گنج قدس سرہ' کا نسب بھی شیخ موصوف سے ملتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ' کے چھٹے جدامجد امام رفیع الدین ہیں جو علم ظاہر و باطن کے جامع تھے۔آپ کو خلافت سید جلال الدین بخاری معروف بہ مخدوم جہانیاں سے ہے۔آپ پہلے شیخ ہیں جنہوں نے ہندوستان مین سکونت اختیار کی۔شہر سرہند کی بنا آپ ہی سے ہوئی۔جس کی کیفیت اس طرح ہے کہ اس شہر کی آبادی کی جگہ ایک وحشت ناک جنگل تھا۔جس میں درندے رہا کرتے تھے۔اس جنگل کا نام ہندی میں سہرند (سہ بمعنی شیر، رند بمعنی جنگل) یعنی بیشۂ شیر تھا۔اس سرزمین کے نواح میں کوئی شہر نہ تھا۔صرف ایک سامانہ شہر تھا جو یہاں سے ۲۴ میل پر تھا۔لوگ روپیہ خزانہ

Marfat.com

میں داخل کرنیکے لئے سامانہ جایا کرتے تھے۔ اس لئے اس نواح کی رعایا بالخصوص زعایائے براس نے جو یہاں سے چھ سات کوس تھا اوچہ میں جا کر حضرت مخدوم جہانیاں کی خدمت میں جو سلطان فیروز شاہ کے مرشد تھے عرض کی کہ آپ دہلی تشریف لے جائیں اور سلطان سے درخواست کریں کہ یہاں ایک شہر بنایا جائے۔ اس لئے مخدوم جہانیاں اپنے وطن مالوف سے دہلی آئے۔ سلطان نے آپ کا استقبال کیا۔ اور پہلی ہی ملاقات میں منظوری دے دی کہ فلاں مقام پر شہر آباد کیا جائے۔ امام رفیع الدین کا بڑا بھائی خواجہ فتح اللہ جو بادشاہ کا وزیر تھا اس کام کو انجام دینے کے لئے مقرر ہوا۔ خواجہ موصوف دو ہزار آدمیوں کو ساتھ لے کر وہاں آ کر عمارت کے کام میں مشغول ہوئے۔ پہلے ۷۶۰ھ میں قلعہ کی بنا اس ٹیلہ پر رکھی جہاں جنگل تھا۔ مگر ہر روز جتنی دیوار تیار ہوتی دوسرے دن گری ہوئی نظر آتی۔ جب اس امر کی اطلاع بادشاہ کو ہوئی تو اس نے اس کا علاج سید مخدوم جہانیاں کے سپرد کر دیا۔ سید موصوف نے اپنے خلیفہ و امام نماز شیخ رفیع الدین کو جو سنام میں رہا کرتے تھے حکم دیا کہ تم اپنے ہاتھ سے قلعہ کی بنیاد رکھو اور اس شہر میں سکونت اختیار کرو کیونکہ وہاں کی ولایت تمہارے متعلق ہے۔ چنانچہ حضرت امام اس جگہ آئے اور مکاشفہ سے معلوم کیا کہ بادشاہی لوگ ایک خدا دوست شخص کو زبردستی مزدوروں میں شامل کر لیتے ہیں اور وہ رات کو توجہ ڈال کر دیوار گرا دیتا ہے۔ آپ نے منع فرمایا اور اپنے دست مبارک سے بنائے قلعہ کی بنیاد کی اینٹ رکھی۔ اور قلعہ اور شہر کی تعمیر حضرت امام کے اہتمام سے انجام کو پہنچی۔ اختتام تعمیر پر حضرت امام نے یہاں سکونت اختیار کی۔ منقول ہے کہ حضرت امام کو معلوم ہوا کہ وہ خدا دوست شیخ شرف الدین بو علی قلندر تھے۔ حضرت امام رفیع الدین قدس سرہ کا مزار مبارک قصبہ سرہند سے باہر قریب ہی اب تک موجود ہے۔

شیر خوارگی کے زمانے میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ اتفاقاً سرہند

Marfat.com

تشریف لائے۔ حضرت مخدوم آپ کو شاہ صاحب کی خدمت میں لے آئے۔ شاہ صاحب نے اپنی زبان مبارک آپ کے منہ میں دے دی۔ آپ اسے دیر تک چوستے رہے۔ پھر شاہ صاحب نے فرمایا خاطر جمع رکھو یہ لڑکا بڑی عمر کا ہوگا۔ اور عالم، عامل اور عارف کامل ہوگا اور میرے تیرے جیسے بہت سے اس سے پیدا ہوں گے۔

جب آپ سن تعلیم کو پہنچے تو آپ کو مکتب میں داخل کر دیا گیا۔ تھوڑی مدت میں آپ نے قرآن مجید حفظ کر لیا۔ بعد ازاں اکثر علوم متداولہ آپ نے اپنے والد بزرگوار سے حاصل کئے۔ اس کے بعد آپ سیالکوٹ تشریف لے گئے اور وہاں معقولات کی بعض کتابیں فاضل محقق مولانا کمال کشمیری سے اور حدیث کی بعض کتابیں مولانا یعقوب کشمیری سے پڑھیں۔ مولانا یعقوب سے جو قطب مکرم شیخ حسین خوارزمی کبروی کے اکابر خلفاء میں سے تھے۔ حرمین شریفین میں جا کر کبار محدثین سے تصحیح حدیث کی ہوئی تھی۔ علاوہ ازیں حضرت مجدد نے تفسیر واحدی و دیگر مولفات واحدی اور تفسیر بیضاوی اور دیگر مصنفات بخاری و مشکوٰۃ المصابیح و شمائل ترمذی و جامع صغیر سیوطی اور قصیدہ بردہ وغیرہ کی اجازت عالم ربانی قاضی بہلول بدخشانی سے حاصل کی تھی۔ قاضی موصوف کو کتب مذکورہ کی اجازت شیخ عبدالرحمٰن بن مندب سے تھی جن کا گھر آبا و اجداد بیت الحدیث چلا آتا تھا۔ الغرض آپ سترہ سال کی عمر میں علوم ظاہری کی تحصیل کے سب مرحلے طے کر کے اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہو کر تدریس میں مشغول ہوئے اور طلبہ علوم کو اپنی برکات سے بہرہ ور فرماتے رہے۔ اسی اثناء میں آپنے عربی فارسی میں متعدد رسالے نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ تحریر فرمائے۔ چنانچہ رسالہ تحلیلیہ، رسالہ اثباتِ نبوت اور رسالہ ردِ شیعہ انہی رسائل میں سے ہیں۔

آگرہ کے مشاہیر علماء کا شہرہ سن کر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے دل

Marfat.com

میں ان حضرات کی ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوا۔ چنانچہ آپ وہاں تشریف لے گئے۔ اور کچھ عرصہ وہیں قیام کیا۔ اس عرصہ میں آپ کو کئی دفعہ ابوالفضل کی مجلس میں حاضر ہونے کا موقع ملا۔ وہ آپ کی خاص رعایت وتعریف کیا کرتا تھا۔ ایک دن اس نے فلاسفہ اوران کے علوم کی توصیف میں نہایت مبالغہ کیا۔ جس سے علمائے دین کی توہین لازم آتی تھی۔ آپ سے یہ کب برداشت ہوسکتا تھا۔ فرمایا کہ امام غزالیؒ نے رسالہ منقذ عن الضلال میں لکھا ہے کہ وہ علوم جن کے واضح فلاسفہ اپنے تئیں بتاتے ہیں مثلاً ہئیت، نجوم وطب یہ کتب انبیائے سابقین سے سرقہ ہیں۔ اور ریاضی وغیرہ جو فلاسفہ کے طبع زاد ہیں دین میں کس کام آتے ہیں۔ ابوالفضل یہ سن کر خفا ہوا۔ اور کہنے لگا کہ غزالی نے نامعقول کہا ہے۔ حضرت یہ سن کر ناراض ہو گئے اور مجلس سے اٹھ آئے۔ اٹھتے وقت فرمایا کہ اگر تو ہم سے اہل علم کی صحبت کا ذوق رکھتا ہے تو ایسی دوراز ادب باتوں سے زبان کو بند رکھ۔ آپ کئی روز اس کی مجلس میں تشریف نہ لے گئے۔ یہاں تک کہ ایک شخص کو اس نے آپ کی خدمت میں بھیجا اور معافی مانگ کر بلایا۔ ایک روز آپ ابوالفضل کے بھائی فیضی کے ہاں تشریف لے گئے۔ وہ ان ایام میں اپنی تفسیر بے نقط (مواطع الالہام) لکھ رہا تھا۔ وہ آپ کو دیکھ کر خوش ہوا۔ اور کہنے لگا کہ خوب موقع پر آئے ہو۔ ایک مقام درپیش ہے۔ کہ جس کی تاویل حروف غیر معجمہ میں دشوار ہے۔ میں نے ہر چند دماغ سوزی کی ہے مگر دل خواہ عبارت نہیں سوجھتی۔ یہ سن کر آپ نے اس صفحہ کے مطالب کثیرہ حروف بے نقط میں کمال بلاغت سے تحریر فرمائے۔ کہ جس سے فیضی حیران رہ گیا۔ اس واقع سے آپ کی زبردست علمی قابلیت ظاہر ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی شادی شیخ سلطان کی دختر نیک اختر سے ہوئی۔ بتایا جاتا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ اکبر آباد سے واپس آرہے تھے

Marfat.com

کہ اثنائے راہ دہلی اور سرہند کے مابین تھانیسر شہر سے آپ کا گزر ہوا۔ وہاں کے رئیس شیخ سلطان تھے۔ جو اکبر بادشاہ کے مقرب خاص تھے۔ ایک رات شیخ سلطانؒ نے حضور سرکارِ دو عالم ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ فرماتے تھے کہ تمہاری بیٹی سب لڑکیوں سے زیادہ نیک اور پرہیز گار ہے۔ تمہاری اور تمہاری بیٹی کی سعادت اسی میں ہے کہ اس کا نکاح شیخ احمد سے کردو جو میرا فرزند اور نائب اتم ہے۔ شیخ سلطانؒ بیدار ہوئے تو اس خواب کی صداقت پر انہیں یقین آ گیا۔ لیکن وہ حیران تھے کہ یہ شیخ احمد کون ہیں؟۔ دوسری رات حضور خاتم النبین ﷺ نے حضرت قیوم اول مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا حلیہ مبارک بیان فرمایا۔ شیخ سلطانؒ اسی وقت جاگ پڑے اور حضرت شیخ احمدؒ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ تھانیسر میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوگئی۔ جو علامات حضور سرکارِ دو عالم ﷺ نے بیان فرمائی تھیں شیخ احمدؒ کو دیکھ کر شیخ سلطانؒ کو اطمینان قلب نصیب ہوا۔ آپ نے حضرت مجددؒ سے خواب کی کیفیت بیان کی تو آپؒ نے فرمایا کہ اس معاملہ میں میرا اختیار نہیں۔ اگر میرے والد بزرگوار اس بات کو منظور فرمائیں تو مجھے منظور ہوگا۔ حضرت مجددؒ نے شیخ سلطانؒ سے ملاقات اور ان کے خواب کا ذکر حضرت مخدوم عبد الاحد رحمۃ اللہ علیہ سے کیا تو آپ نے اس اقدام کو حضرت مجددؒ کی فرمانبرداری اور سرکارِ دو عالم ﷺ کی رضا کے روبرو سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے شادی کی اجازت دے دی۔ چنانچہ آپؒ شیخ سلطانؒ کی بیٹی سے شادی کر کے اپنے وطن مالوف میں لے آئے۔ وطن پہنچ کر آپ نے سلوک طریقہ صوفیا میں قدم رکھا اور اپنے والد بزرگوار کی صحبت میں بہت سے فوائدِ باطنی حاصل کئے۔ چنانچہ آپ رسالہ مبدا و معاد میں لکھتے ہیں کہ ''اس درویش کو اصل نسبت فردیت کہ جس سے عروج اخیر مخصوص ہے اپنے والد بزرگوار سے حاصل ہوئی تھی۔ اور والد بزرگوار کو ایک بزرگ (شاہ کمال کیتھلیؒ) سے ہاتھ لگی تھی۔ جو جذبہ قوی

رکھتے تھے اور خوارزق میں مشہور تھے نیز اس درویش کو عبادت نافلہ بالخصوص ادائے نماز نافلہ کی توفیق اپنے والد بزرگوار کی مدد سے ہے۔ اور والد بزرگوار کو یہ سعادت اپنے شیخ (رکن الدین بن شیخ عبدالقدوس گنگوہی) سے حاصل ہوئی تھی جو سلسلہ چشتیہ میں تھے''۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضہ مقدسہ رسول کریم ﷺ کا شوق مدت سے دامنگیر تھا۔ مگر اپنے والد ماجد کی کبرسنی کے سبب سے اس ارادے کو ملتوی رکھا ہوا تھا۔ آپ کے والد ماجد نے ۲۷ جمادی الاخرے ۱۰۰۷ھ میں اسی سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ اس لئے انتقال کے دوسرے سال آپ حج کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ راستے میں جب دہلی پہنچے تو مولانا حسن کشمیری نے جو آپ کے دوستوں میں سے تھے حضرت خواجہ باقی باللہ کی بہت تعریف کی اور ان سے ملنے کی ترغیب دی۔ چونکہ آپ کو نسبت نقشبندیہ عالیہ کا شوق پہلے سے تھا اس لئے آپ حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ مہربانی سے پیش آئے اور آپ کا ارادہ وقصد دریافت کیا۔ آپ نے اپنا عزم ظاہر کیا۔ حضرت خواجہ کا شیوہ یہ نہ تھا کہ کسی طالب کو بذاتِ خود اپنے آپ اخذ طریقہ کا اشارہ کریں۔ یا ایسے سفر مبارک سے روک کر اپنی خانقاہ میں سکونت کے لئے ارشاد فرمائیں۔ مگر چونکہ اس شہباز بلند پرواز کی قابلیت واستعداد بلند پر نظر عالی تھی اس لئے اپنی عادت سے تجاوز کر کے فرمایا کہ اگرچہ تم سفر مبارک کا ارادہ رکھتے ہو لیکن کچھ مدت کم سے کم ایک ماہ یا ایک ہفتہ فقراء کی صحبت میں رہو تو کیا حرج ہے۔ چنانچہ حسب الارشاد آپ نے ایک ہفتہ کا قیام اختیار فرمایا۔ ابھی دو روز بھی نہ گزرے تھے کہ حضرت خواجہ کے کشش و تعرف سے آپ پر اخذ طریقہ نقشبندیہ کا شوق غالب ہوا۔ آپ نے حضرت خواجہ سے عرض کیا۔ حضرت خواجہ نے فی الفور داخل طریق کر لیا اور خلوت میں لے جا کر توجہ

Marfat.com

شروع کی۔ چنانچہ اسی وقت آپ کا دل ذاکر ہو گیا۔ اور روز بروز ترقیات وعروجات ظاہر ہونے لگے۔ ان ایام میں ایک روز حضرت خواجہ نے آپ کے رشد و بلند استعداد کو دیکھ کر آپ کو خلوت میں طلب کیا اور وہ وقائع بیاں کئے جو اس سے چند سال پیشتر آپ کے علو حال و کمال کی نسبت معائنہ کئے تھے۔ از آنجملہ ایک یہ تھا کہ آپ نے فرمایا کہ جب میرے مخدوم مولانا خواجہ امکنگی قدس سرہٗ نے مجھے حکم دیا کہ تم ہندوستان میں جاؤ تا کہ یہ سلسلہ شریفہ تمہارے ذریعہ سے وہاں جاری ہو جائے تو میں نے اپنے تیئں اس خدمت کے لائق نہ سمجھ کر عذر کیا۔ آپ نے استخارہ کے لئے فرمایا۔ میں نے استخارہ میں دیکھا کہ گویا ایک طوطی ایک شاخ پر بیٹھا ہے۔ میں نے اپنے دل میں نیت کی کہ اگر وہ طوطی شاخ سے اڑ کر میرے ہاتھ پر بیٹھ جائے تو میرے لئے اس سفر میں بہت سے فتوح ظاہر ہوں گے۔ اس خیال کا آنا تھا کہ طوطی اڑ کر میرے ہاتھ پر آ بیٹھا ۔ اور میں نے اپنا لعاب دہن اُس کے منہ میں ڈالا۔ اور اس طوطی نے میرے منہ میں شکر ڈالی۔ دوسرے روز میں نے یہ واقعہ حضرت مولانا خواجہ امکنگی قدس سرہٗ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ طوطی ہندوستان کا جانور ہے۔ ہندوستان میں تمہارے دامن برکت سے ایک بزرگ کا ظہور ہو گا۔ جس سے ایک جہان روشن ہو جائے گا۔ اور تم بھی اُس سے بہرہ ور ہو گے۔ یہ واقعہ بیان کر کے حضرت خواجہ نے آپ سے فرمایا کہ حضرت مولانا کا اشارہ تمہاری طرف تھا۔ دوسرا واقعہ یہ ہے آپ سے فرمایا کہ جب میں حضرت مولانا خواجہ امکنگی قدس سرہٗ سے رخصت ہو کر ہندوستان آیا اور تمہارے شہر سرہند میں پہنچا تو واقعہ میں مجھے بتایا گیا کہ تم قطب کے پڑوس میں اترے ہو۔ اور اس قطب کے حلیہ سے بھی اطلاع بخشی گئی۔ صبح کو اُٹھ کر میں شہر کے درویشوں اور گوشہ نشینوں کی ملاقات کے لئے گیا لیکن کسی کو اس حلیہ کے مطابق نہ پایا۔ اور نہ کسی میں قطبیت کے آثار نظر آئے۔ میں نے خیال کیا کہ شہر

Marfat.com

والوں میں سے کسی میں قطبیت کی قابلیت ہوگی کہ جس کا ظہور بعد میں ہوگا۔ مگر جس روز میں نے تم کو دیکھا تمہارا حلیہ اس حلیہ کے مطابق پایا۔ اور اس قابلیت کا نشان بھی تم میں دیکھا گیا۔ حضرت خواجہ قدس سرہ' نے یہ بھی فرمایا کہ واقعہ میں دیکھا گیا کہ میں نے ایک بڑا چراغ جلایا ہے جس کی روشنی ساعت بساعت بڑھتی جاتی ہے اور لوگوں نے اس چراغ سے بہت سے چراغ روشن کر لئے ہیں۔ میں سر ہند کے نواح میں پہنچا تو وہاں کے جنگل وصحرا کو مشعلوں سے پُر پایا۔ اس بات کو بھی میں نے تمہارے معاملہ کی طرف اشارہ سمجھا۔ حاصل کلام یہ کہ خدا تعالیٰ کی عنایت اور حضرت خواجہ کی تربیت کی برکت سے جو کچھ حضرت شیخ نے دو تین ماہ میں حاصل کیا وہ بیان میں نہیں آ سکتا۔ ایک طالب کی ترغیب کے لئے خود حضرت شیخ نے اس کا ذکر بطریقِ جمال اپنے مکتوب دفتر اول مکتوب ۲۹۰ میں کیا ہے۔ جسے بخوفِ طوالت میں یہاں نقل نہیں کرتا۔

حضرت خواجہ نے کئی بار فرمایا ہے کہ شیخ احمد کی سرعت سیر کا سبب یہ ہے کہ وہ محبوب و مراد ہیں۔ حضرت شیخ کو حضرت خواجہ کی خدمت میں کچھ بہت دن نہ گزرے تھے کہ حضرت خواجہ نے اپنے ایک مخلص کو خط میں یوں لکھا۔

"شیخ احمد نام کا ایک شخص سر ہند کا رہنے والا کثیر العلم اور قوی العمل ہے۔ وہ چند روز فقیر کی صحبت میں رہا۔ اُس کے بہت سے عجیب حالات دیکھنے میں آئے۔ وہ ایسا نظر آتا ہے کہ ایک چراغ ہوگا جس سے جہان کے جہان روشن ہو جائیں گے۔ الحمدللہ اس کے احوال کاملہ میرے نزدیک یقینی ہیں۔ اس شیخ مشار الیہ کے بھائی اور قریبی رشتہ دار ہیں جو سب نیک اور طبقہ علماء سے ہیں۔ جواہر عالیہ سے سمجھ کر کئی سے میں نے ملاقات کی۔ عجیب لیاقت رکھتے ہیں۔ اس شیخ کے بیٹے جو ابھی بچے ہیں اسرارِ الٰہی سے ہیں۔ حاصل کلام شجرہ طیبہ ہیں۔ اللہ اُسے اچھی طرح نشو ونما دے۔ فقرائے بابِ الٰہی

Marfat.com

اور عجیب دل رکھتے ہیں۔'' (زبدۃ المقامات)

غرض کہ حضرت خواجہ قدس سرہ' نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اُس نے ایسا بلند استعداد طالب آپ کی خدمت میں بھیجا۔ جو آپ کی نظر تربیت کی برکت سے تھوڑے ہی عرصہ میں درجہ کمال و تکمیل کو پہنچ گیا۔ اور حضرت شیخ احمد فاروقی قدس سرہ' کو اجازت کاملہ کا خلعت پہنا کر وطن مالوف یعنی سرہند کو روانہ کر دیا۔ اور اپنے طالبوں کی ایک جماعت ان کی خدمت میں متعین کر دی۔

حضرت شیخ وطن میں پہنچ کر حسب الارشاد طالبوں کی تربیت میں مشغول ہوئے اور تھوڑی مدت میں ایک بڑی جماعت کو اپنے فیوضات کے چشمہ سے شاداب کر دیا۔ اسی اثنا میں آپ کی بلند ہمت حاصل شدہ کمال کو قلیل خیال کر کے عروج کی خواہاں ہوئی تو طالبوں کی تربیت سے کنارہ کشی اختیار کی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے وہ مطلب جسے آپ حاصل کرنا چاہتے تھے محض اپنے کرم سے عطا فرمایا۔ چنانچہ آپ اپنے ایک مکتوب میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔

''جب حضرت خواجہ نے مجھے کامل مکمل سمجھ کر طریقہ تعلیم کی اجازت دے دی اور طالبوں کی ایک جماعت میرے سپرد کر دی۔ اُس وقت مجھے اپنے کمال و تکمیل میں کچھ تردد تھا۔ فرمایا یہ تردد کا محل نہیں۔ کیونکہ مشائخ عظام نے ان مقامات کو کمال و تکمیل کا مقام بتایا ہے۔ اگر اس مقام میں کچھ تردد پیدا ہو جائے تو اُن مشائخ کی کمالیت میں شک لازم آئے گا۔ میں نے حسب الارشاد طریقت کی تعلیم شروع کر دی اور طالبوں کے کام میں توجہات مبذول کیں۔ مریدوں میں بڑے اثر محسوس ہوئے یہاں تک کہ سالوں کا کام گھڑیوں پر آ گیا۔ کچھ مدت اس کام میں سرگرم رہا۔ آخر کار پھر اپنے ناقص ہونے کا علم پیدا ہوا۔ اور ظاہر کیا گیا کہ تجلی ذاتی برقی جس کو

Marfat.com

اکابر مشائخ نے نہایت بتایا ہے وہ اس راہ میں پیدا نہیں ہوئی ۔ اور یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ کیا ہے ۔ لہٰذا اس قسم کے کمالات کا حاصل کرنا ضروری ہے ۔ اس وقت اپنے ناقص ہونے کا علم دلائل قاطعہ سے ثابت ہو گیا ۔ طالبانِ خدا جو میرے گرد تھے میں نے ان کو جمع کر کے اپنے ناقص ہونے کا حال بیان کیا اور سب سے رخصت چاہی ۔ مگر طالبوں نے اس بات کو تواضع پر محمول کیا اور استفاضہ سے باز نہ آئے ۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت حق سبحانہ نے احوال منتظرہ حاصل کرا دیے بطفیل اپنے حبیب پاک علیہ وعلی آلہ الصلوٰت والتسلیمات"۔ (دفتر اول مکتوب)

حضرت شیخ احمد قدس سرہ کچھ مدت کے بعد اپنے پیر بزرگوار کی زیارت کے لئے پھر دہلی تشریف لے گئے اور دیر تک ان کی صحبت میں رہ کر بہ نسبت سابق درجات و معاملات بلند حاصل کئے ۔ مگر باایں ہمہ اپنے پیر بزرگوار کا ادب اس درجہ ملحوظ رکھتے تھے کہ اس سے زیادہ متصور نہیں ۔ چنانچہ صاحب زبدۃ المقامات لکھتے ہیں کہ حضرت باقی باللہ قدس سرّہ کے مقبولین میں سے ایک نے مجھ سے بیان کیا کہ جن دنوں ہمارے خواجہ اس خلیفہ عالی درجات یعنی تمہارے شیخ میاں احمد کی طرف نہایت التفات فرماتے تھے اور ان کی تعظیم و توقیر میں مبالغہ کرتے تھے ۔ ایک روز کسی ضرورت کے لئے مجھے ان کے بلانے کو بھیجا ۔ جب میں نے حاضر خدمت ہو کر کہا کہ حضرت پیر دستگیر نے تمہیں بلایا ہے ۔ یہ سنتے ہی آپ کے رخسار کا رنگ ڈر کے مارے متغیر ہو گیا اور غایت خوف و اضطراب سے رعشہ بدن میں پیدا ہو گیا ۔ میں نے اپنے جی میں کہا کہ سبحان اللہ سنا کرتے تھے کہ ع

نزدیکاں را بیش بود حیرانی آج بچشم خود دیکھ لیا ۔

اس کے بعد حضرت شیخ قدس سرّہ سرہند واپس آئے تو طالبوں کی تعداد میں

Marfat.com

اضافہ ہوتا گیا۔ آپ اپنے حالات اور اپنے یاروں اور پیر بھائیوں کی ترقیوں کا حال بذریعہ عرائض اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں عرض کرتے رہے۔ جیسا کہ مکتوبات شریف دفتر اول کے ابتدائی مکتوبات سے ظاہر ہے۔

تیسری بار حضرت شیخ احمد قدس سرّہ دہلی تشریف لے گئے تو حضرت خواجہ نے حد سے زیادہ آپ کا احترام واکرام کیا۔ چنانچہ آپ کے استقبال کے لئے قلعہ فیروزی سے پیدل روانہ ہوئے۔ دروازہ کابلی پر آپ کا استقبال کیا اور بڑے اعزاز سے آپ کو اپنے ہمراہ لے گئے۔ اور اپنے سامنے آپ کو اپنے اصحاب کا سر حلقہ اور صبح و شام کے حلقہ مراقبہ کا مقتدا بنایا۔ القصہ آپ نے اپنے تمام مریدوں کو حضرت شیخ کے حوالہ اور مشیخیت وارشاد کا معاملہ بالکلیہ اُن کے سپرد کر دیا۔ فرمایا کہ ضعف بدن کے آثار بہت ظاہر ہوتے ہیں۔ اب زندگی کی امید بہت کم ہے اور اپنے فرزندانِ گرامی خواجہ عبید اللہ اور خواجہ عبد اللہ کو جو ابھی بچے تھے طلب فرما کر اُن کے حق میں حضرت سے توجہ کی خواہش فرمائی۔ میر محمد نعمان کا بیان ہے کہ جب حضرت خواجہؒ نے اپنے تمام اصحاب کو حضرت شیخؒ کے حوالہ کر دیا تو اُس وقت مجھ سے بھی فرمایا کہ حضرت شیخ کی صحبت کو سعادت سمجھ کر اُن کی خدمت میں رہا کرو۔ چونکہ پیر بھائی ہونے کی وجہ سے نفس میں رعونت متمکن تھی۔ میں نے حضرت خواجہؒ سے عرض کی کہ وہ ہر چند بزرگ ہیں مگر میری توجہ کا قبلہ تو آپ کی درگاہ ہے۔ یہ سن کر حضرت خواجہؒ نے خفا ہو کر فرمایا ''میاں شیخ احمد ایسے آفتاب ہیں کہ ہم جیسے ہزاروں ستارے اُن کے ضمن میں گم ہیں کامل اولیائے متقدمین میں سے خال خال اُن کی مثل ہوئے ہوں گے''۔ (زبدۃ المقامات)

اس کے بعد میں درست اعتقاد اور پوری نیاز مندی سے حضرت شیخؒ کی خدمت میں پہنچا۔

Marfat.com

حضرت خواجہ قدس سرہ نے فقراتِ مدحیہ میں جو حضرت شیخؒ کی شان میں فرمائے ہیں وہ تمام تحریر میں نہیں آسکتے۔ ایک روز فرمایا کہ آپ کامل مردوں اور محبوبوں میں سے ہیں۔ دوسرے موقع پر فرمایا کہ آج آسمان کے نیچے صوفیاء کرام میں سے کوئی آپ جیسا نہیں۔ ایک دفعہ فرمایا کہ صحابہ اور کامل تابعین و مجتہدین کے بعد اخص الخواص میں سے گنتی کے چند آپ جیسے نظر آتے ہیں۔

تیسری دفعہ جب حضرت شیخ وطن واپس تشریف لائے تو اس کے بعد حضرت خواجہ سے آپ کی ملاقات نہیں ہوئی۔ سرہند میں آپ نے چند روز قیام کیا۔ پھر لاہور تشریف لے گئے۔ وہاں کے لوگوں نے آپ کی تشریف آوری کو غنیمت سمجھا اور خواص وعوام میں سے بہت سے لوگ داخل طریقہ ہوئے۔ قیام لاہور کے اثنا میں ایک روز مولانا جمال تلویؒ نے آپ سے سوال کیا کہ آپ جامع علوم ظاہری و باطنی ہیں ۔ مسئلہ وحدت وجود میں جو ظاہر شرع سے چنداں موافقت نہیں رکھتا اور بہت سے اولیائے کاملین کا مشرب ہے۔ آپ کیا فرماتے ہیں۔ اس پر آپ نے مولانا کے کان میں چند کلمے کہے۔ جن کو سُن کر مولانا کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے اور اربابِ حال کی طرح اُن کے چہرے پر تغیر پیدا ہو گیا اور مولانا آپ کے زانو پر ہاتھ لگا کر اسی حالت میں بانکسار تمام رخصت ہوئے۔ کسی کو معلوم نہ ہوا کہ حضرت نے کیا ارشاد فرمایا اور مولانا نے کیا سنا۔

ندانم چہ گفتی چہ انگیختی
کہ گفتی و از دیدہ خون ریختی

جب لاہور میں اربابِ فضل کے ساتھ صحبت گرم تھی۔ ناگاہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے انتقال کی خبر پہنچی۔ آپ بحالت اضطراب دہلی روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر روضہ مقدس کی زیارت کی اور صاحبزادگان و پیر بھائیوں کے غم میں شریک

Marfat.com

ہوئے۔ حضرت خواجہ کے اصحاب آپ کے حلقہ میں بدستور سابق حاضر ہوتے۔ حسبِ وصیت پیر بزرگوار آپ بھی اُن کی طرف صدق دل سے متوجہ ہوتے۔ آپ کی توجہات سے وہی باطنی طراوت و تازگی نظر آنے لگی جو حضرت خواجہ کی حیات میں تھی۔ مگر بعض اصحاب نے ازراہِ حسد آپ کی مخالفت شروع کی مگر کچھ عرصہ بعد انہوں نے متنبہ ہو کر آپ سے معافی مانگی تو آپ نے براہ کرم معاف فرما دیا۔

حضرت شیخ قدس سرہٗ کو اللہ تعالیٰ نے منصب قیومیت عطا فرمایا۔ چنانچہ روضہ قیومیہ میں ہے کہ ایک روز آپ نماز ظہر کے بعد مراقبہ میں بیٹھے تھے۔ ناگاہ آپ نے اپنے اوپر ایک خلعت عالی نورانی پایا۔ ایسا معلوم ہوا کہ یہ خلعت تمام ممکنات کی قیومیت کا ہے۔ جو بوراثت ختم الرسل ﷺ عطا ہوا ہے۔ اتنے میں حضرت سید المرسلین ﷺ تشریف لائے اور اپنے دستِ مبارک سے آپ کے سر پر دستار باندھی اور منصب قیومیت کی مبارک باد دی۔

روضہ قیومیہ میں لکھا ہے کہ تجدید کے تیرھویں سال ایک روز حضرت قیوم اول قدس سرہٗ اپنے چھٹے دادا سرہند کے بانی امام رفیع الدین قدس سرہٗ کے مزار مبارک پر تشریف لے گئے۔ فاتحہ کے بعد امام صاحب کے مزار پر قبرستان کی مغفرت کے لئے جناب الٰہی میں عاجزی والتجا کی۔ الہام ہوا کہ ہم نے ایک ہفتہ کے لئے اس قبرستان پر سے عذاب اٹھالیا۔ پھر التماس کی کہ اے پروردگار تیری رحمت کی کوئی انتہا نہیں، مغفرت اور زیادہ کر۔ پھر الہام ہوا کہ ایک مہینے کے لئے اس قبرستان سے عذاب اٹھالیا۔ حضرت نے پھر التجا کی تو الہام ہوا کہ اچھا ایک سال کے لئے اس قبرستان پر سے ہم نے عذاب اٹھالیا۔ پھر التماس کی تو جناب باری سے بفضل و کرم حکم ہوا کہ ہم نے اپنے فضل سے تمہاری خاطر اس قبرستان سے قیامت تک عذاب اٹھا لیا۔

Marfat.com

ایک روز حضرت قیوم اول قدس سرہ اپنے والد بزرگوار مخدوم عبدالاحد قدس سرہ کے مزار پر تشریف لے گئے۔ اُس وقت آنجناب کے دل میں اس حدیث شریف کے مضمون کا خیال آیا۔ کہ جب کسی عالم کا گزر قبر پر سے ہوتا ہے تو چالیس روز تک صاحب قبر کو عذاب نہین ہوتا۔ یہ خیال آتے ہیں الہام ہوا کہ آپ کی تشریف آوری کے سبب ہم نے اس قبرستان سے قیامت تک عذاب اٹھالیا۔ آئندہ بھی جو شخص اس قبرستان میں دفن کیا جائے گا ہم اپنے فضل وکرم سے بخش دیں گے۔

حضرت شیخ قدس سرہ کا ارشاد ہے کہ زن ومرد جو بالواسطہ یا بلاواسطہ ہمارے طریقہ میں داخل ہوئے ہیں یا قیامت تک ہوں گے وہ سب ہمیں دکھائے گئے ہیں۔ اور ہر ایک کا نام ونسب اور مولد ومسکن ہمیں بتایا گیا ہے۔ اگر ہم چاہیں تو ایک ایک کو بیان کر دیں۔

حضرت شیخ قدس سرہ نے مکتوبات دفتر اول مکتوب ۲۵۹ میں فرمایا ''پہلی امتوں میں جو فقیر ملاحظہ کرتا ہے تو ایسی جگہ کم پاتا ہے کہ جہاں کوئی پیغمبر مبعوث نہ ہوا ہو۔ یہاں تک کہ ہند کی زمین میں بھی جو اس معاملہ سے دور معلوم ہوتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اہل ہند میں سے پیغمبر مبعوث ہوئے ہیں۔ جنہوں نے خدا جل شانہٗ کی دعوت دی ہے۔ اور ہند کے بعض شہروں میں محسوس ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات کے انوار شرک کی تاریکیوں میں مشعلوں کی مثل روشن ہیں۔ فقیر اگر چاہے تو ہند کے ان شہروں کا پتا بتا سکتا ہے۔ اور دیکھتا ہے کہ ان پیغمبروں میں کوئی ایسا ہے کہ اُس پر کوئی ایمان نہیں لایا۔ اور اس کی دعوت کو کسی نے قبول نہیں کیا۔ اور کوئی ایسا ہے کہ اس پر ایک شخص ایمان لایا ہے۔ اور کسی پر دو اور کسی پر تین شخص ایمان لائے ہیں۔ یہ نظر نہین آیا کہ ہند میں تین آدمیوں سے زیادہ کسی پیغمبر پر ایمان لائے ہوں۔ تاکہ چار آدمی ایک پیغمبر کی امت ہوں''۔

Marfat.com

ایک روز حضرت شیخ حلقہ ذکر سے اٹھے اور فرمایا کہ اس حلقہ میں مجھے معلوم ہوا ہے کہ حاضرین میں سے ایک یار مرتد ہو جائے گا۔ میں نے اُس کی پیشانی پر لفظ شقی لکھا ہوا دیکھا ہے۔ یہ سُن کر تمام یاروں پر ہیبت طاری ہوگئی اور ہر ایک خوف کے مارے کانپنے لگا۔ وہ یار شیخ طاہر لاہوری جو صاحبزادگان خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد معصوم کا استاد تھا۔ چند روز کے بعد ویسا ہی وقوع میں آیا۔ شیخ طاہر ایک کافرہ عورت پر عاشق ہو کر مرتد ہو گیا۔ صاحبزادوں نے اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں عرض کی کہ شیخ طاہر کے لئے دعا کیجیے تاکہ وہ پھر مسلمان ہو جائے۔ آپ نے بڑے عجز و نیاز سے دعا کی اور وہ قبول ہوگئی۔ شیخ طاہر عشق مجازی چھوڑ کر آپ کی خدمت میں آیا اور مشرف باسلام ہو کر آپ کی صحبت سے تھوڑے ہی عرصہ میں مراتب عالیہ پر پہنچا۔ آپ نے شیخ طاہر کے اجازت نامہ میں اس قصے کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور مکتوب ۲۱۷ جلد اول میں بھی اسے ذکر کیا ہے۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ جب میں اس بلا کے دفعیہ کے لئے متوجہ ہوا۔ تو میں نے لوح محفوظ میں اس کے دفعیہ کو کسی امر پر معلق نہ دیکھا اور اسے مبرم سمجھا۔ مجھے حیرت ہوئی۔ کیونکہ اخبار و اجماع امت سے مجھے معلوم تھا کہ قضائے مبرم میں تغیر نہیں ہو سکتا۔ اسی اثناء میں مجھے حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی کا قول یاد آ گیا کہ میرے سوا کسی کو قضائے مبرم میں تصرف حاصل نہیں۔ میں نے عرض کی کہ الٰہی! جب تیرے اولیاء میں سے ایک کو یہ دولت حاصل ہے تو میں بھی امیدوار ہوں۔ میں نے بہت عجز و نیاز ظاہر کیا۔ میری دعا قبول ہوگئی۔ اور اس راز کی معرفت بھی مجھے عطا کی گئی اور بتا دیا گیا کہ قضائے معلق دو قسم کی ہے۔ ایک معلق تو وہ ہے جس کی تعلیق لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے اور ایک معلق ایسی ہے کہ اس کی تعلیق علم خدا میں ہے۔ شیخ طاہر کا قضیہ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا قول دوسری قسم میں داخل ہے۔ جس میں پہلی قسم کی مانند تبدیلی کا احتمال ہے۔ چونکہ یہ قسم ثانی لوحِ محفوظ میں

Marfat.com

صورت قضائے مبرم رکھتی ہے۔ اس لئے حضرت غوث اعظمؒ نے اسے مبرم سے تعبیر فرمایا ہے۔

جان محمد جالندھری کا بیان ہے کہ ایک بزرگ درویش نے جسے میں حسب ارشاد حضرت شیخ باغ حافظ رخنہ سے لایا تھا حضرت سے میرے حالات دریافت کرنے کے بعد پوچھا کہ آپ نے اس کو کس سلسلہ میں مرید کیا ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ سلسلہ قادریہ میں۔ اُس نے کہا کہ میں سفارش کرتا ہوں کہ جان محمد کو غوث الثقلین سید محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ' کی زیارت کرادیں۔ اس پر حضرت نے میرا ہاتھ پکڑ کا قطب ستارہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اسے خوب دیکھو۔ میں نے دیکھا کہ ایک سیاہ گدڑی والے بزرگ اس میں سے نکلے اور شیر کی طرح ایک لمحہ میں اس مقام پر آگئے۔ حضرت نے فرمایا حضرت غوث الثقلین یہی ہیں۔ ان کی قدمبوسی کرو۔ چنانچہ میں نے قدم بوسی کی۔ بعدازاں حضرت غوث الثقلین رخصت ہوئے اور ستارہ قطب کی طرف متوجہ ہوئے۔ اوراس میں غائب ہو گئے۔

سید جمال جو حضرت شیخ کے مقبولین سے تھا بیان کرتا ہے کہ ایک جنگل میں اچانک ایک شیر میرے سامنے آیا۔ تنہائی کی وحشت اور اس درندے کی ہیبت سے میں سخت ہراساں ہوا۔ بھاگ جانا بھی ممکن نہ تھا۔ ناچار میں نے حضرت شیخ کی طرف توجہ کی کہ بچایئے۔ میں نے اُسی وقت معاملہ میں دیکھا کہ حضرت عصا ہاتھ میں لئے دوڑے آرہے ہیں۔ آپ نے آتے ہیں نہایت زور سے عصا اُس شیر کے منہ پر مارا۔ جب اس معاملہ سے میری آنکھ کھلی تو میں نے نہ حضرت کو دیکھا اور نہ جنگل میں شیر کا کوئی نشان پایا۔

محمد صادق کابلی جو حضرت شیخ کے بڑے مخلصوں میں سے تھا، مرض جذام میں مبتلا ہو گیا۔ اٹھنے بیٹھنے اور کھانے پینے میں یار اس کی مشارکت سے پرہیز کرنے

Marfat.com

لگے۔ یہاں تک کہ ایک مجلس میں اُس کے ایک خاص یار نے اُس کے ساتھ کھانا کھانے سے علانیہ انکار کیا۔ وہ بیچارہ نہایت شرمندہ و غمگین ہوا۔ اور حضرت سے توجہ کی درخواست کی۔ آپ دفعیہ کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ نے مرض کو اپنے اوپر لے لیا۔ چنانچہ اس کا اثر مریض کے بدن سے آپ کے پاؤں مبارک پر منتقل ہو گیا۔ اس سے اگر چہ مخلصوں کی عقیدت میں زیادتی ہو گئی مگر حضرت پر مرض کے منتقل ہونے سے سب غمگین و بے چین ہو گئے۔ جب حضرت کے صاحبزادوں اور یاروں کی بے چینی دیکھی تو دعا کی کہ یہ مرض آپ سے بھی دور ہو جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے وہ بیماری آپ سے بھی جاتی رہی اور سب خدا کا شکر بجالائے۔

ایک امیر زادہ کو سلطان وقت نے کسی تقصیر کے سبب سے لاہور سے طلب کیا۔ غضب سلطانی کے مشاہدے سے حاضرین کو یقین تھا کہ اُس امیر زادے کو آتے ہی ہاتھی کے پاؤں میں ڈال دیا جائے گا۔ جب وہ سرہند میں پہنچا تو حضرت شیخ کی خدمت میں جان بخشی کے لئے التماس کی۔ حضرت نے فرمایا کہ خاطر جمع رکھو۔ انشاء اللہ تمہیں کوئی تکلیف نہ پہنچے گی۔ بلکہ سلطان تم پر مہربانیاں کرے گا۔ اُس نے نہایت اضطراب میں عرض کیا کہ آپ جو کچھ زبان مبارک سے فرما رہے ہیں وہ مجھے لکھ کر دے دیجئے تا کہ پورا پورا اطمینان ہو جائے۔ حضرت نے اس کے اصرار پر یہ لکھ کر دے دیا۔ کہ چونکہ فلاں امیر زادے نے غضب سلطانی کے خوف سے جو غضب الٰہی کا نمونہ ہے فقراء کی طرف رجوع کیا ہے اس لئے فقراء نے اسے اپنی پناہ میں لے لیا اور اس مہلکہ سے اسے رہائی دے دی۔ کئی دن کے بعد اچانک خبر آئی کہ اس کو سلطان نے اذیت دے کر قید خانہ میں بھیج دیا ہے۔ جب حضرت نے یہ سنا تو مسکرا کر فرمایا کہ فقیر کی نظر میں صبح کی روشنی کی طرح واضح ہے کہ وہ سلطان کیطرف سے شفقت و عنایت ہی دیکھے گا۔ اور یہ خبر جو آئی ہے غلط ہے۔ دو تین روز کے بعد معلوم ہوا کہ

Marfat.com

سلطان اس امیر زادے کو دیکھتے ہی ہنس پڑا۔ اور نصیحت کے طور پر چند کلمے زبان پر لایا۔ پھر بڑی عنایت سے خلعت دے کر رخصت کیا۔

علاقہ سرہند کے ایک فاضل مخلص کا بیان ہے کہ حضرت شیخ سے میری ارادت کا باعث یہ ہوا کہ میرا ایک رشتہ دار تھا جس سے مجھے بڑی محبت تھی وہ ایک مرض شدید میں مبتلا ہو گیا۔ اور دعا و دوا کے لئے فقراء و اطباء کی خدمت میں بہت پھرا۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ ایک شخص نے مجھ سے حضرت شیخ کی تعریف کی۔ میں نے حاضر خدمت ہو کر توجہ کی التماس کی۔ آپ نے فاتحہ پڑھی اور حجرے میں داخل ہوئے۔ ایک لمحہ کے بعد حجرے سے نکل کر آواز دی کہ فلاں شخص جس نے اپنے مریض کے فاتحہ شفا کی درخواست کی تھی کہاں ہے۔ میں حاضر ہوا تو فرمایا کہ ہم فاتحہ مغفرت پڑھتے ہیں۔ میں حیران و غمگین ہو کر اپنے مکان کی طرف جو سرہند سے چند فرسنگ کے فاصلہ پر تھا روانہ ہوا۔ میں نے راستے میں اپنے دل میں کہا کہ حضرت کی یہ دوسری فاتحہ موت کی صریح خبر ہے۔ جب میں گھر پہنچا تو اس مریض کو دفن کر چکے تھے۔ میں نے جو حساب لگایا تو ظاہر ہوا کہ جس وقت حضرت نے مجھے بلا کر فاتحہ مغفرت پڑھی تھی وہ اسی وقت فوت ہوا تھا۔ یہ کرامت دیکھ کر میں آپ کا مرید ہو گیا۔

نواب خانخانان صوبہ دار دکن جو محبّ الفقراء تھا۔ اس امر پر مامور تھا کہ ممالک دکن کو تصرف میں لائے۔ ایک مدت درازیوں ہی گزر گئی۔ معتمدانِ سلطنت نے سلطان سے عرض کی کہ خانخاناں نے پوشیدہ دشمن سے صلح کر لی ہے اور بظاہر جنگ میں مشغول ہے۔ بادشاہ نے فوراً خانخاناں کو معزول کر دیا۔ اور اس بات کا خطرہ ہوا کہ کہیں اسے قتل کرا دے۔ سید میر محمد نعمان نے جو خانخاناں کے آشنا تھے۔ یہ معاملہ حضرت شیخ کی خدمت میں لکھا اور توجہ کیلئے التماس کی۔ حضرت نے میر موصوف کے عریضہ کو پڑھ کر لکھا کہ آپ کے خط کے مطالعہ کے وقت خان موصوف بہت

Marfat.com

عالیشان نظر آئے۔ آپ اُس کے معاملہ میں مطمئن رہیں۔ جب یہ جواب سید صاحب کی خدمت میں پہنچا تو سید صاحب نے بجنسہٖ خانخاناں کے پاس بھیج دیا۔ اُس نے شکریہ ادا کیا اور کہا کہ بزرگوں کی توجہ سے ایسا ہو جانا تعجب کی بات نہیں۔ مگر بظاہر بہت ہی مشکل ہے۔ کیونکہ سلطان وقت میرے حق میں نہایت بدگمان ہو گیا ہے۔ اور حاسد لوگ ہر طرف سے ضرر پہنچانے کی فکر میں ہیں۔ حضرت شیخ کے مکتوب کو دس بارہ روز بھی نہ ہوئے تھے کہ بادشاہ کا دل خانخانان کی طرف سے صاف ہو گیا اور ملک دکن کی صوبہ داری پر بحال کر دیا۔

شیخ محمد مسعود جو حضرت شیخ کے چھوٹے بھائی اور حضرت باقی باللہ قدس سرہ کے مقبول مریدوں سے تھے، تجارت کے لئے قندھار گئے ہوئے تھے۔ اس اثناء میں ایک روز صبح کے وقت حضرت نے اپنے ایک خادم سے فرمایا کہ عجیب معاملہ ہے۔ میں ہر چند محمد مسعود کے احوال کی طرف متوجہ ہوا۔ اور چشم مکاشفہ سے اُس کو تلاش کیا مگر روئے زمین پر کہیں اُس کو نہ پایا۔ بعد ازاں جب میں بغور متوجہ ہوا تو اس کی قبر نظر آئی کہ ابھی فوت ہوا ہے۔ سامعین نے تاریخ اور دن لکھ لیا۔ چند روز کے بعد اُس کے ساتھی واپس آ گئے۔ اور انہوں نے اُس کے مرنے کی تاریخ اور دن وہی بتایا جو حضرت شیخ نے بیان کیا تھا۔

شیخ نور محمد اناری جو حضرت شیخ کے قدیم اور صاحب اجازت تھے۔ اور آٹھ بار حضرت رسالت پناہ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہو چکے تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ میرے بھائی کے گھر میں جن رہتا تھا۔ جو ہمیشہ اُس سے دشمنی کرتا تھا۔ یہاں تک کہ اُس کی اذیت سے میرے بھائی نے انتقال کیا۔ میں بھی اُسی کے گھر میں رہتا تھا۔ بھائی کے انتقال کے بعد ہیبت ناک صورتیں میرے سامنے آنے لگیں اور پھولوں کی خوشبو مہکتی ہوئی محسوس ہونے لگی۔ میرے بھائی کی بھی ابتدائی حالت یہی ہوئی تھی۔

Marfat.com

میرے اقرباء یہ سن کر میری زندگی سے ناامید ہو گئے۔ ایک رات میں اپنی بیوی سے ہم بستر تھا اور ابھی فارغ نہ ہوا تھا کہ وہ جن آ گیا اور ہم دونوں کے اوپر چڑھ کر بیٹھ گیا اور ہمیں ایسا دبایا کہ ہم ہاتھ اٹھانے سے عاجز آ گئے۔ لحاف کو بھی اپنے اوپر سے نہ اٹھا سکے۔ ہم اسی بے قراری میں تھے کہ حضرت شیخ نمودار ہوئے۔ اور آواز دی کہ نور محمد! کچھ خوف نہ کر۔ یہ جن ابھی بھاگ جائے گا۔ کیونکہ شیطان کا مکر کمزور ہوتا ہے۔ جن نے حضرت کی آواز سنتے ہی ہم کو چھوڑ دیا۔ میں اٹھا اور حضرت غائب ہو گئے۔ اس کے بعد میرے گھر میں کسی کو جن کا آسیب نہ ہوا۔ اور جنات وہاں سے جلا وطن ہو گئے۔ میں دیکھتا تھا کہ وہ اپنے ساز و سامان لے کر میرے گھر سے جا رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ حضرت نے ہم کو جلاوطن کر دیا۔ اب ہم موضع شادیوال میں جا کر ٹھہریں گے۔

ایک امیر نے حضرت شیخ قدس سرہ سے عرض کی کہ میں جوانی سے گزر کر بڑھاپے کو پہنچ گیا مگر کوئی فرزند پیدا نہ ہوا۔ جو میرے بعد صفحہ روزگار پر میری یادگار رہتا ۔اس بارے میں آپ توجہ فرمائیں۔ حضرت کچھ دیر تک مراقب رہے۔ پھر فرمایا کہ لوح محفوظ میں اس موجودہ بیوی سے تمہاری قسمت میں کوئی اولاد نہیں ہے۔ اگر دوسری شادی کرو تو اولاد ہو گی۔ اور تمہارے بعد تمہاری یادگار رہے گی۔ اتفاقاً اس کی بیوی نے وفات پائی۔ اور دوسری بیوی سے اس کی شادی ہو گئی۔ جس سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی اور یہ دونوں اس کے بعد یادگار رہے۔

جب حضرت شیخ کے مکتوبات کی جلد اول تیار ہو گئی۔ اور جلد ثانی کے شروع کرنے کی اجازت طلب کی گئی تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ میں اس فکر و حیرت میں ہوں کہ تمام علوم جو تحریر میں آ چکے ہیں خدا تعالیٰ کے نزدیک مقبول و پسندیدہ بھی ہیں یا نہیں۔ دوسرے روز فرمایا ''رات آواز آئی اور ظاہر کیا گیا کہ یہ تمام علوم جو تو نے

Marfat.com

لکھے ہیں بلکہ جو کچھ تیری گفتگو میں آ گیا ہے سب مقبول و پسندیدہ ہے۔ اور میری تحریرات کی طرف اشارہ کر کے بتایا گیا کہ یہ سب ہمارا قول اور ہمارا بیان ہے۔ اس وقت اُن تمام علوم کو میری نظر میں لایا گیا۔ میں ایک ایک کو بطریق اجمال و تفصیل دیکھ رہا تھا۔ خصوصاً اُن علوم کو کہ جن میں ایک وقت مجھے کچھ تردد تھا۔ سب کو میں نے اُسی حکم میں داخل پایا۔ الحمدللہ علی الاحسان''۔ (دیباچہ دفتر سوم مکتوبات)

ایک روز حضرت شیخ نے فرمایا کہ ہم پر ایسا ظاہر کیا گیا ہے کہ ہماری تمام تحریرات حضرت مہدی آخر الزمان علیہ الرحمۃ والرضوان کی نظر سے گزریں گی اور آپ کے نزدیک مقبول ہوں گی۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ' نے تجدید و قیومیت کے پندرھویں سال اپنے خلیفہ شیخ بدیع الدین سہارنپوری کو سلطان ہند جہانگیر کے لشکر کی خلافت دے کر بغرضِ اشاعت طریقہ آگرہ میں بھیجا۔ جہاں اس سلسلہ عالیہ کا کوئی خلیفہ نہ تھا۔ چنانچہ ارکانِ سلطنت میں سے خانخاناں ، اعظم خان، خانجہان لودھی، تربیت خانِ سکندر خان، مرتضٰی خان، دریا خان، سید صدر جہان، اسلام خان اور مہابت خان وغیرہ داخل سلسلہ ہو گئے اور مجلس میں حلقہ گرم ہونے لگی۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ' نے ردروافض میں ایک رسالہ لکھا تھا اور اپنی دیگر تحریرات میں بھی روافض کے عقائد باطلہ کی تردید فرمایا کرتے تھے اس لئے شیعہ آپ کے جانی دشمن ہو گئے تھے۔ جہانگیر کا وزیر آصف جاہ شیعی تھا۔ اس نے جب خلیفہ بدیع الدین کے ارشاد کا حال سنا تو اس نے بہت پیچ و تاب کھایا۔ اور سلطان ہند جہانگیر سے تنہائی میں کہا کہ آج کل شہر سرہند میں ایک شخص احمد نام ہے۔ جس کے بہت سے مرید ہیں۔ اس کا ایک خلیفہ یہاں لشکر میں بھی آیا ہوا ہے۔ آپ کے لشکر کے اراکین اس کے مرید ہو گئے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ شیخ سرہندی آپ کی سلطنت پر ہاتھ ڈالے۔ کیونکہ شاہ اسماعیل صفوی نے

Marfat.com

مریدوں ہی کے ذریعہ سلطنت ایران پر قبضہ کرلیا تھا۔اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جس قدر امراء اس کے معتقدین ہیں اُن کے تبادلے علیحدہ علیحدہ دور دراز علاقوں میں کردیئے جائیں۔ بادشاہ کو وزیر کی رائے بہت پسند آئی۔ چنانچہ دوسرے ہی روز دربار خاص منعقد کر کے خانخاناں کو ملک دکن کی صوبہ داری اور مہابت خاں کو کابل کی صوبہ داری پر متعین کیا۔ اور اسی طرح چارسو حکام کو جو آپ کے معتقد خاص تھے دور دراز علاقوں کے حاکم بنا کر بھیج دیئے۔ جب ان تمام امراء کے اپنے اپنے مقامات پر پہنچنے کی اطلاع دربارِ شاہی میں مل گئی تو جہانگیر بادشاہ نے حاکم سرہند کو شاہی فرمان ارسال کیا کہ شیخ احمد سرہندی کو ساتھ لائے اور خو حاضر ہوکر دربار شاہی میں پیش کرے ۔جب حاکم سرہند فرمانِ شاہی لے کر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ' کی خدمت میں حاضر ہوا تو چند معتقد خاص نے اصرار کیا کہ بادشاہ کے دربار میں جانے سے آپ کو سخت خطرہ ہے۔لیکن آپ تن تنہا حاکم سرہند کے ساتھ جانے کو تیار ہو گئے۔ جب جہانگیر کے دربار میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ پہنچے تو آپ نے آئینِ دربار کے مطابق بادشاہ کو سجدہ نہ کیا۔ جہانگیر نے تو اپنی عادت کے خلاف سکوت اختیار کیا اور حضرت مجدد قدس سرہ' پر کوئی اعتراض نہ کیا لیکن اس وقت وزیر آصف جاہ بادشاہ سے کہنے لگا کہ یہی وہ شخص ہے جو آپ کو سجدہ نہیں کرتا اور اپنے آپ کو نعوذ باللہ حضرت صدیق اکبرؓ سے افضل کہتا ہے۔اس کے بعد بادشاہ کو آپ کا درج ذیل مکتوب پیش کیا گیا جو آپ نے اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ باقی باللہؒ کو تحریر فرمایا تھا۔اس میں آپ کی روحانی سیر وعروج کا ذکر کیا گیا تھا۔

"جب مقام سابق سے اوپر کے مقام تک رسائی ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہ مقام حضرت ذوالنورین کا ہے۔ اور دوسرے خلفاء کا بھی اس مقام میں عبور واقع ہوا ہے۔اور یہ مقام بھی تکمیل وارشاد کا مقام ہے۔اسی طرح اوپر

Marfat.com

کے دو اور مقام بھی جن کا ذکر آتا ہے، مقام تکمیل وارشاد ہیں۔ مقام ذوالنورین سے اوپر ایک اور مقام نظر آیا۔ جب اس مقام تک رسائی ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہ مقام حضرت عمر فاروقؓ کا ہے اور دوسرے خلفاء کا بھی وہاں عبور ہوا ہے۔ اور اس مقام سے اوپر حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ کا مقام ظاہر ہوا۔ اس مقام پر بھی رسائی ہوئی۔ اور اپنے مشائخ میں سے حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ' کو ہر مقام میں اپنے ساتھ پاتا تھا۔ خلفائے دیگر کو بھی اس مقام میں عبور واقع ہوا ہے۔ فرق صرف عبور واقامت کا ہے۔ اور اس مقام سے اوپر کوئی مقام مفہوم نہیں ہوتا۔ سوائے مقام حضرت خاتم المرسلین ﷺ کے علیہ من الصلوٰت اتمہا و من التحیات اکملہا۔ اور حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام کے مقابل ایک اور عجیب نورانی مقام ظاہر ہوا کہ ایسا کبھی نظر نہ آیا تھا۔ یہ مقام حضرت صدیق اکبرؓ کے مقام سے ذرا اونچا تھا۔ جیسا کہ چبوترے کو روئے زمین سے اونچا کر لیتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ وہ مقام محبوبیت کا ہے اور وہ رنگین و منقش تھا۔ میں نے اپنے تئیں اس مقام کے عکس سے رنگین و منقش پایا"۔

جہانگیر بادشاہ نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ' سے پوچھا کیا یہ درست ہے کہ تم خود کو حضرت صدیق اکبرؓ سے بلند مرتبہ سمجھتے ہو؟ آپ نے جواب دیا، ہرگز نہیں۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ میں اس گستاخی کا مرتکب ٹھہروں۔ بادشاہ نے پھر پوچھا کہ پھر آپ کی اس تحریر کا مطلب کیا ہے۔ آپؒ نے جواب دیا۔ میں نے اپنی سیر وعروج کا حال اپنے پیرومرشد کو لکھا ہے اور اس حال سے صوفیاء کو گزرنا پڑتا ہے۔ اور انہیں پھر اپنے مرتبے اور حال میں واپس آنا پڑتا ہے۔ آپؒ نے پھر ایک بے نظیر مثال پیش کی۔ آپ نے دس ہزاری، پنج ہزاری امراء کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا"

Marfat.com

اب اگر ان معزز امراء کی موجودگی میں بادشاہ ان سے کم مرتبہ شخص کو اپنے قریب بلائے اور اس سے کچھ راز کی باتیں کہہ کر واپس کر دے تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ ان امراء کا مرتبہ گھٹ گیا ہے اور اس کم مرتبہ شخص کا مرتبہ بڑھ گیا''۔ بادشاہ اس دلیل سے قطعی طور پر قائل ہو گیا۔ تو آصف جاہ نے حضرت مجدد قدس سرہٗ کے سجدہ تعظیم نہ کرنے کی طرف بادشاہ کو توجہ دلائی۔ تو بادشاہ نے کہا شیخ صاحب آپ کو آدابِ شاہی کا خیال تو کرنا ہی پڑے گا۔ اس لئے بہتری اسی میں ہے کہ آپ سجدہ تعظیمی بجا لائیں۔ یہ بات سنتے ہی حضرت مجدد قدس سرہٗ نے کمال استقامت سے جواب دیا۔ ''ہرگز نہیں ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ غیر اللہ کو سجدہ حرام ہے''۔ جہانگیر نے کہا ''اچھا ہم آپ کو اتنی رعایت دینے کو تیار ہیں کہ اپنا سر صرف یونہی ذرا سا جھکا دیں ہم اسے سجدہ تعظیمی میں شمار کر لیں گے''۔ لیکن آپؒ نے فرمایا ''یہ کسی طرح بھی ممکن نہیں''۔ یہ سن کر جہانگیر آگ بگولا ہو گیا تو اس نے کہا ''ہم شاید آپ کو اتنا مجبور نہ کرتے لیکن اب ہماری زبان سے نکل چکا ہے۔ اس کی تعمیل بہر حال ہونی چاہیے''۔ لیکن آپؒ کے عزم و استقلال میں کوئی فرق نہ آیا اور فرمایا ''تیرے حکم کی تعمیل سے زیادہ میرے لئے اللہ تعالیٰ کا حکم بے حد ضروری ہے۔ کیا تجھے یہ معمولی بات بھی معلوم نہیں کہ سجدہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو جائز نہیں''۔ جہانگیر پر اس تقریر کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اور اپنے حکم پر عمل کرانے کے لئے اپنے چند زور آور امراء کو حکم دیا کہ اِن کا سر جبراً ہمارے سامنے جھکا دیا جائے۔ چند طاقتور امراء نے آپ کے سر اور گدی کو اپنی گرفت میں لیکر آپ کی گردن جھکانے کی کوشش کی لیکن آپ نے اپنی پوری قوت سے خود کو اکڑا لیا۔ جب یہ حربہ بھی ناکام ہو گیا تو مجبوراً جہانگیر نے حکم دیا کہ ان کو اس چھوٹے دروازے سے گزارا جائے تاکہ جب یہ اس میں سے جھک کر گزریں تو اسی کو سجدہ تعظیمی تصور کر لیا جائے۔ آپ اس چھوٹے دروازے سے گزرنے لگے تو آپؒ نے اس دروازے

Marfat.com

میں سے پہلے ایک ٹانگ پھر دروازے کو پکڑ کر دوسری ٹانگ گزاری اور پھر سر کو پشت پر پیچھے جھکا کر دروازے سے نکل گئے۔ ابتدائے آفرینش سے دنیا نے ایسا عجیب و غریب معرکہ کبھی نہ دیکھا ہو گا کہ اپنے وقت کی عظیم دنیاوی طاقت اور عظمت کا مالک شہنشاہ جہانگیر اپنے جاہ وجلال اور قوت و جبروت کے باوجود ایک مرد درویش کی صرف گردن جھکانے میں ناکام ہو گیا۔

آپ کے اس سخت رویہ کو دیکھ کر امراء نے بادشاہ کو کہا کہ اس شخص سے کیا بعید ہے کہ باہر جا کر شورش نہ برپا کر دے۔ چنانچہ جہانگیر نے آپکو گوالیار کے قلعہ میں بند کرنے کے احکامات جاری کر دیئے۔ آپ نے قلعہ گوالیار میں محبوس قیدیوں میں تبلیغ دین کا کام شروع کر دیا اور ہزارہا ہندو مسلمان ہو گئے اور کثیر تعداد میں مسلمان آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی گرفتاری اور قید سے پورے ملک میں تہلکہ مچ گیا۔ اور لوگوں میں ایک عظیم جوش واضطراب پیدا ہو گیا۔ خان خاناں، خان جہاں لودھی، خان اعظم اور دوسرے کثیر امراء نے مہابت خان کو اپنا سردار بنا کر اختیار دیا کہ بادشاہ کے خلاف جو بھی فوجی کارروائی مناسب سمجھے کرے۔ مہابت خاں جو کہ کابل کا گورنر تھا، کا خلوص ومحبت اس درجہ پر پہنچا ہوا تھا کہ اس نے خطبے اور سکے سے بادشاہ کا نام نکال دیا اور فوج لے کر بادشاہ کے مقابلہ کے لئے کابل سے روانہ ہو گیا۔ جہانگیر اور مہابت خان کا مقابلہ دریائے جہلم پر ہوا۔ مہابت خان نے اپنی فوجی طاقت کی کمی کے باوجود اپنے خلوص ومحبت اور نیک نیتی کی وجہ سے جہانگیر کو نہ صرف شکست فاش دی بلکہ شہنشاہ جہانگیر، نور جہاں اور آصف جاہ کو گرفتار کر لیا۔ اور حضرت مجدد قدس سرہٗ کی خدمت میں تحریری پیغام بھیجا کہ بادشاہ اس کی قید میں ہے۔ آپ ہندوستان کی حکومت سنبھال لیں۔ لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مکتوب کی پشت پر لکھ دیا۔ ''تخت

Marfat.com

شاہ کیلئے ہے۔ میں ایک فقیر ہوں۔ فقیر کو بادشاہی سے کیا کام"۔ مہابت خان نے
و مکتوب جہانگیر کو پیش کر کے کہا" کیا امراء نے آپ کو میرے اسی پیر و مرشد کے
خلاف بھڑکایا ہے۔ کہ یہ شورش برپا کر کے بادشاہ کے لئے خطرہ کا موجب ہوگا"۔
شہنشاہ جہانگیر سخت پشیمان ہوا اور اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ اور مہابت خان کو کہا کہ
مجھے حضرت مجدد سے معافی لے دیں۔ کیونکہ میں نے ان پر ظلم عظیم کیا ہے۔ مہابت
خان نے بادشاہ سے کہا کہ حضرت مجدد قدس سرہ' کا اس مراسلہ میں حکم ہے کہ تخت
بادشاہ کے لئے ہے۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے میں آپ کو رہا کرتا ہوں۔
اُسی وقت بادشاہ کو تخت سلطنت پر بٹھا کر خود اس کے سامنے غلامانہ وار دست بستہ کھڑا
ہو گیا۔ اور سوائے سجدہ کے تمام آداب سلطنت بجا لایا۔ بادشاہ نے تخت نشین ہو کر
مہابت خان کے قصور معاف کر دیے اور اس پر شاہانہ عنایتیں بھی کیں۔ اور کشمیر کی
طرف کوچ کر دیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو القا ہوا کہ جن اہم امور کے لئے تمہیں قید
میں رکھا گیا تھا وہ ہم نے اب اپنے فضل و کرم سے پورے کر دیئے ہیں اب زنداں
سے نکلنے کا وقت آ پہنچا۔ حضرت نے فی الفور نماز شکرانہ ادا کی اور اپنے غلاموں کو یہ
بشارت بھی سنائی۔ انہی دنوں میں بادشاہ ابھی کشمیر میں تھا۔ ایک رات اس قدر خوف
زدہ ہوا اور دیکھتا ہے کہ حضرت قدس سرہ' تشریف لائے اور میرا تخت اوندھے منہ گرا۔
اس کے بعد بادشاہ کو سخت غشی کا عالم ہوا۔ بعدہ' کمزور ہو گیا اور حبس بول و دیگر امراض
میں گرفتار رہوا۔ شہزادہ شاہجہان نے یہ حالت دیکھ کر بادشاہ سے کہا کہ میں نے پہلے ہی
سے کہہ دیا تھا کہ حضرت کی رہائی کا مراسلہ فوراً جاری کیا جائے ورنہ آپ کسی سخت
مصیبت میں گرفتار ہوں گے۔ شہنشاہ جہانگیر نے نادم ہو کر ایک عرضی حضرت مجدد
الف ثانی قدس سرہ کی خدمت میں لکھی جس میں اپنی تقصیرات کی معافی کی درخواست
اور لشکر سلطانی میں رونق افروزی کی خواہش درج کی۔ اور گوالیار کے قلعہ کے افسروں

Marfat.com

کے نام احکام جاری کیے کہ فوراً حضرت کو باعزاز تمام قلعہ سے رہا کیا جائے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بادشاہ کی درخواست کے جواب میں لکھا کہ میرا یہاں سے نکلنا چند شرطوں پر مشروط ہے۔

۱۔ بادشاہ کو سجدہ کرنا بالکل بند کیا جاوے۔

۲۔ گاؤکشی کی اجازت عام ملک میں دی جائے اور بادشاہ اپنے ہاتھ سے ایک گائے ذبح کرے۔

۳۔ ملک بھر میں جہاں جہاں مسجدیں شہید کی گئی ہیں وہ ازسرنو تعمیر ہوں۔

۴۔ ایک جامعہ مسجد دربار عام کے مقابل بنائی جائے جس میں عام مسلمان نماز پڑھیں۔

۵۔ حکام مثل قاضی، مفتی، محتسب شرعی قواعد کے مطابق مقرر ہوں۔

۶۔ کفار سے شریعت غرا کے مطابق جزیہ لیا جائے۔

۷۔ ہر ایک خلاف شرع قانون منسوخ کیا جائے اور شریعت محمدیؐ کے احکام رواج پذیر ہوں۔

۸۔ بدعت کے کل کام مسدود کیے جاویں۔

۹۔ ہندوستان بھر کے کل قیدی رہا کیے جائیں۔

اگر یہ سب شرطیں منظور ہوں تو ہم قلعہ سے نکل سکتے ہین۔ بادشاہ کو اسی اثنا میں خواب نظر آیا کہ تیری مرضیں حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی دعا کے سوا دور نہیں ہوسکتیں۔ اور تیری سلطنت کو سوا آپکی توجہ کے قرار نہیں رہ سکتا۔ خواب کے بعد بادشاہ نے کل شرائط منظور کر کے اپنے مقربوں کی ایک خاص جماعت حضرتؒ کو لینے کے لئے روانہ کی۔ حضرت گوالیار سے باہر تشریف لائے اور براہِ سرہند ہمراہ لشکر سلطانی روانہ ہوئے۔ جب حضرت سرہند شریف پہنچے تو اہل شہر دو سال کی طویل جدائی کے بعد

Marfat.com

شرف ملاقات کے لئے شہر سے باہر استقبال کو نکلے اور بہت خوشی اور مبارکباد دی۔ حضرت چند یوم سرہند شریف رہ کر پھر کشمیر کو روانہ ہوئے۔ جب کشمیر پہنچے تو بادشاہ بستر بیماری پر تھا۔ وزیر اور ولی عہد شاہجہان کو استقبال کے لئے بھیجا۔ وہ حضرت قدس سرہ کا باعزاز تمام لشکر میں لائے اور بادشاہ کے پاس لے گئے۔ بادشاہ نے حضرت کی خدمت میں دعائے صحت کی درخواست کی۔ یہ سن کر حضرت نے تجدید وضو کر کے نماز ادا کی اور فرمایا میں دعا کرتا ہوں تو رو۔ شاید اللہ تعالیٰ رحم فرمادیں۔ بادشاہ نے کہا مجھے رونا تو نہیں آتا میں اپنا سر عاجزی کے اظہار میں ننگا کر دیتا ہوں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا اور گناہوں کی معافی کا خواستگار رہا اور تائب ہو کر مرید ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ آپؒ نے معاف فرما کر اپنی غلامی سے سرفراز فرمایا۔ بادشاہ نے فوراً آپ کی پیش کردہ شرائط کے مطابق احکامات جاری فرمادیے۔ مسلمانوں میں خوشی کے آثار ظاہر ہوئے۔ اسلام نے رونق پائی اور شریعت غرا کو رواج ہوا۔ سنت نبویہ از سرنو چمکی اور بدعت کی تاریکی نابود ہوئی۔

الغرض بادشاہ نے حضرت کی دعا سے شفا پائی تو کمال زاری سے استدعا کی کہ حضرت لشکر میں ہمراہ رہیں۔ آپؒ نے درخواست قبول کی اور لشکر شاہی میں اقامت پذیر ہوئے۔ وزیر اعظم آصف جاہ نے بادشاہ کو گمراہ کرنے کے لئے نور اللہ شستری رافضی عالم کو ایران سے بلوایا۔ مگر وہ بادشاہ کے حکم سے قتل کیا گیا۔ اور دیگر نصاریٰ سے آپ کا مناظرہ ہوا جس سے اُن کے پادریوں کو شکست عظیم ہوئی۔ اس کے بعد بادشاہ آپ کے ہمراہ بہت مدت تک ہم سفر رہا۔ لشکر سرہند شریف میں بھی چار ماہ رہا اور گردونواح ہر شہر اور قصبہ میں مسجدیں تعمیر کروائیں۔ اسکے بعد دہلی، بنارس اور اجمیر شریف پہنچ کر حضرت سلطانی لشکر سے علیحدہ ہو کر رخصت ہوئے۔ اُس وقت حضرت کا سن مبارک باسٹھ (۶۲) سال کا تھا۔ اجمیر شریف سے حضرت سرہند شریف

Marfat.com

تشریف لے گئے اور یہاں مکان میں گوشہ اختیار فرمایا اور ارشاد وغیرہ کا سلسلہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کر دیا تھا۔ جو شخص بیعت ہونے آتا اُس کو انہیں کے پاس بھیج دیتے۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے ماہ شعبان میں شب برات کو خلوت خانہ میں شب بیداری کی۔ ناگاہ آدھی رات گزرنے کے بعد آپ گھر میں آئے۔ مخدوم زادوں کی والدہ کی زبان عصمت پناہ سے یہ بات نکلی کہ آج تقدیر کی رات ہے۔ خدا جانے کس کا نام ورق ہستی سے محو کیا گیا اور کس کا ثابت رکھا گیا۔ یہ سن کر حضرت شیخ نے فرمایا کہ آپ تو بطور شک وتردد کے کہہ رہی ہیں۔ اس شخص کا کیا حال ہوگا جو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے کہ اس کا نام اس دنیا کی زندگانی کے صحیفہ سے محو کر دیا گیا۔ اور اشارہ اپنی طرف فرمایا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس بات کے قریباً ساڑھے چھ ماہ بعد آپ پر ضعف غالب آ گیا لیکن عبادات و وظائف میں سرِ مو فرق نہ آیا۔ اسی اثناء میں خیرات وصدقات بکثرت وقوع میں آئے۔ روز وصال کی شب کو آپ نے ان خادموں کو جو راتوں آپ کی خدمت کرتے رہے۔ فرمایا تم نے بہت محنت کی۔ صرف آج کی رات اور محنت ہے کل تمہاری خلاصی ہو جائے گی۔ اس رات آپ بار بار یہ ہندی مصرع پڑھتے تھے

؎ اج ملاوا کنت سون سکھی سب جگ دینوان وار

(اے محرم! آج وصال دوست ہے، میں تمام جہان نثار کرتا ہوں)۔

اسی رات آپ نے وہ تمام دعائیں پڑھیں جن کا ذکر صحیحین میں ہے۔ رات کے تیسرے حصہ میں اٹھ کر وضو کیا۔ تہجد کی نماز کھڑے ہو کر ادا کی اور فرمایا کہ یہ ہماری آخری نمازِ تہجد ہے۔ اور واقعی ایسا ہی ہوا۔ جب صبح ہوئی تو فجر کی نماز باجماعت ادا کی۔ حسبِ عادت مراقبہ کیا۔ بعد ازاں اشراق بڑی دلجمعی سے ادا کی اور دعائیں

Marfat.com

پڑھیں۔ اِس کے بعد فرمایا کہ بول کے واسطے تھال لاؤ۔ خادم نے تھال حاضر کیا لیکن اس میں ریت نہ تھی۔ آپ نے فرمایا کہ تھال میں ریت نہیں۔ احتمال ہے کہ پیشاب کے قطرے لباس پر گریں۔ جب تھال میں ریت ڈال کر حاضر کیا تو فرمایا اب اتنی فرصت نہیں کہ بول کروں اور تازہ وضو کروں۔ اب تو میں وضو سے ہوں۔ اس تھال کو لے جاؤ اور مجھے فرش پر لٹا دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ آپؒ سنتِ نبوی ﷺ کے مطابق لیٹے۔ یعنی سر شمال کی طرف، رخ مبارک قبلہ کی طرف اور دایاں ہاتھ رخسار مبارک کے تلے تھا۔ اس حالت میں ذکر الٰہی میں مشغول ہوئے۔ جب خادم نے دیکھا کہ سانس جلدی آ رہا ہے تو پوچھا کہ مزاج مبارک۔ فرمایا اچھا ہے۔ دو رکعت نماز جو ہم نے پڑھی وہ کافی ہے۔ یہ آخری الفاظ تھے جو آپ نے فرمائے۔ اس کے بعد کسی سے بات نہیں کی۔ صرف ذکر الٰہی میں مشغول رہے۔ القصہ آپ نے بروز سہ شنبہ بوقت بعد از اشراق ایک پہر دن چڑھے ۲۸/ ماہ صفر ۱۰۳۴ھ بمطابق ۱۰ دسمبر ۱۶۲۴ء کو تریسٹھ سال کی عمر میں تریسٹھ دن بیمار رہ کر اس جہانِ فانی سے اللہ اللہ کہتے وصال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور اُس قبہ منورہ میں جو خود آپ نے اپنے بڑے صاحبزادے خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ کے مرقد پر تعمیر فرمایا تھا، دفن ہوئے۔

اس روضہ مقدسہ کو حاجی سیٹھ ولی محمد و حاجی ہاشم خلف حاجی دادا ساکن دوراجی ملک کاٹھیاوار نے دوبارہ بنوایا ہے۔ سنگ مرمر کا نہایت عالیشان خوبصورت گنبد ایسا بنا ہے کہ دل کو سرور اور آنکھوں کو نور بخشتا ہے۔ اس پر ایک لاکھ پینتالیس ہزار روپے صرف ہوئے اور پانچ سال میں تیار ہوا۔ جنوبی دروازہ پر یہ عبارت لکھی ہوئی ہے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ

مزار پُر انوار حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی

نقشبندی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

ایں روضہ منورہ بتاریخ ۱۳۴۴ھ بمطابق ۱۹۲۵ء تعمیر یافت

شاعرِ حال ڈاکٹر سر محمد اقبال مرحوم نے بالِ جبریل میں اس روضہ کی نسبت یوں لکھا ہے۔

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیرِ فلک مطلعِ انوار
اس خال کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمئی احرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان
اللہ نے بر وقت کیا جس کو خبردار

حافظ فتح محمد فاروقی دہلوی متخلص بہ حقیرؔ نے درشانِ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ یوں لکھا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہوا ہوں جب سے دیوانہ مجدد الف ثانیؒ کا
میں ہوں مشہور مستانہ مجدد الف ثانیؒ کا

Marfat.com

چلو اے تشنگانِ بادۂ وحدت پیو چل کر
رواں ہے فیض میخانہ مجدد الف ثانیؒ کا
وہ فاروقی نسب ہیں مشرب ان کا نقشبندی ہے
طریقہ ہے شریفانہ مجدد الف ثانیؒ کا
وہ شمع دین احمد ہیں اور احمدؒ نام ہے ان کا
دلِ عالم ہے پروانہ مجدد الف ثانیؒ کا
محبت جن کو اہل اللہ سے ہو گی وہی دل سے
سنا کرتے ہیں افسانہ مجدد الف ثانیؒ کا
سلاسل چار ہیں جو سب کے سب آپس میں یکدل ہیں
نہیں ہے کوئی بیگانہ مجدد الف ثانیؒ کا
خودی سے دور ہے ہر دم رہا کرتا ہے وہ بے خود
پیا ہے جس نے پیمانہ مجدد الف ثانیؒ کا
خدا کا مصطفیٰ ﷺ کا اور وہ ہے اصحاب کا پیرو
بجا لاوے جو فرمانا مجدد الف ثانیؒ کا
حقیرؔ اہل قیامت سب کہیں گے دیکھ کر مجھ کو
وہ دیکھو آیا دیوانہ مجدد الف ثانیؒ کا

Marfat.com

حضرت شیخ آدم بنوریؒ

سرہند سے بارہ کوس کے فاصلہ پر بنور ایک قصبہ ہے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ‘ کے بڑے خلفاء میں سے تھے۔ آپ ہندوستان کے بڑے مشہور شیخ ہیں۔ آپ سید حسینی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میرے والد نے ایک شب خواب میں دیکھا کہ جناب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے ہیں۔ اپنے سینہ مبارک پر ہاتھ پھیرا اور وہاں سے کوئی چیز نکال کر میرے والد کو دی اور فرمایا کہ اس کو کھالے۔ چنانچہ انہوں نے کھالی۔ بعد ازاں میری والدہ حاملہ ہوئیں اور میں پیدا ہوا۔ اور اب مجھے معلوم ہوا کہ میرا وجود جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عطیہ سے ہے۔

ابتدا میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے حاجی خضر افغان خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ‘ کی خدمت میں بیعت کی۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ‘ کے خلیفہ حاجی صاحب کی خدمت میں حالاتِ عالیہ سے مشرف ہوا اور اپنے حالات ان سے عرض کئے تو انہوں نے فرمایا کہ اس سے زیادہ مجھے خود حاصل نہیں۔ اب تم حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کی محفل میں حاضر ہو جاؤ۔ سو میں حاجی صاحب کی اجازت سے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ‘ کے آستان پر حاضر ہوا اور اپنے حالات خدمتِ مقدس میں عرض کیے۔ آنحضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ یہ شروع شروع کے حالات ہیں۔ مجھے خیال آیا کہ شائد مجھے مرید ہونے کا شوق دلاتے ہیں۔ اس سے زیادہ اور کیا کمال ہوگا۔ لیکن چونکہ میرا اعتقاد اچھا تھا اس لئے میں آپ کی خدمت میں مشغول رہا۔ کچھ مدت بعد مجھے معلوم ہوا کہ جو کچھ مجھے مجدد الف ثانیؒ کی خدمت سے حاصل ہوا اس کے مقابلہ میں سابقہ حالات میں ابتدا ہونے کی قابلیت بھی نہ تھی۔ چند ماہ بعد مجھے خلوت میں بلا کر ارشاد و خلافت کی اجازت عنایت فرمائی اور بنور جانے کیلئے حکم فرمایا۔ میں نے محض

Marfat.com

جناب کی تعمیل ارشاد کے طور پر چند ایک آدمیوں کو طریقہ کی تعلیم دی۔ لیکن میرا دل مسند نشین اور مشیخیت پر مائل نہ تھا۔ جب کچھ مدت بعد میں حاضر خدمت ہوا تو حضرت نے میرے دلی ارادے سے بذریعہ نور باطنی واقف ہوکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم سے ضرور پوچھے گا تم نے باوجود قدرتِ ہدایت اپنے آپ کو معاف رکھا ہے۔ جب حضرت قدس سرہ نے تاکیداً فرمایا تو میں نے مجبوراً یہ کام سرگرمی سے شروع کیا۔

حضرت شیخ آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ ''نکات الاسرار'' میں لکھتے ہیں کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں جن کی ایک توجہ ہمارے ہزار سالہ سلوک سے بہتر ہے۔ جب میں کمالات کے انتہائی مقامات پر پہنچا تو حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ تم پر اللہ تعالیٰ کا بہت بہت شکر واجب ہے کہ تمہیں یہ کمالات نصیب ہوئے جو اس وقت کسی کو کم نصیب ہوں گے۔ میں نے عرض کیا کہ جو کچھ مجھے حاصل ہے سب جناب کی توجہ مبارک کے طفیل حاصل ہے۔ چنانچہ اجمیر شریف میں حقیقت قرآنی کی بشارت عنایت فرمائی۔ سرہند میں مجھے خلافت سے مشرف فرمایا۔ قدس سرہٗ کا وصال ہوگیا تو ہم مہجوروں کے سینے پر داغ حسرت چھوڑ گئے۔ غسل کے وقت حضرت سے خوارق عظیمہ کا ظہور ہوا۔ اکثر یاروں نے حضرت کے وصال کے بعد آنجناب کو اپنے ساتھ نماز باجماعت ادا کرتے ہوئے دیکھا۔ میں حضرت قدس سرہٗ کے وصال کے بعد دو سال تک آنجناب کے مزار مبارک سے فیض حاصل کرتا رہا اور کمالات آنجناب کے روضہ مبارک سے اس طرح حاصل کیے جیسے زندگی میں آنجناب سے فیض حاصل ہوتا تھا۔

حضرت شیخ آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کو قبولیت عامہ وتامہ نصیب ہوئی۔ چنانچہ ہر طرف سے طالبوں کے گروہ پر گروہ آتے اور آپ کے مرید ہوتے اور مشاہدات سے مشرف ہوتے اور آپ کے خلیفہ بن کر مسند ارشاد وتکمیل پر بیٹھتے۔ چار

Marfat.com

لاکھ آدمی آپ کے مرید ہوئے اور ایک ہزار کامل خلفاء آپ کے تھے۔ اور شریعت کی پابندی میں مشہور تھے۔ اتباع سنت و رفع بدعت و استقامت شریعت و طریقت آپ کا شیوہ تھا۔ ریا کو آپ کی محفل میں راہ نہ تھی۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر آپ کا طریقہ تھا۔ اہل دنیا سے ایسے غلبہ اور ہیبت سے کلام کرتے کہ کوئی ادنیٰ آدمی سے بھی اس طرح نہ کرتا تھا۔ آپ کی مجلس میں امراء کی مٹی زیادہ پلید ہوا کرتی تھی۔ کلام آپ کا امر معروف یا حقائق، پر بیان ہوتا تھا۔ رسمی کلام بالکل نہ کرتے تھے۔ اور کبھی کرتے تو اس کے ضمن میں نصیحت اور حکمت ہوتی تھی۔ آپ کو الہام ہوا کہ جو تیرے طریقہ میں ہوگا وہ مرحوم و مغفور ہوگا اور قیامت کے روز تجھ کو علم سبز ظل محمدیؐ عنایت ہوگا کہ تیرے متوسلان طریقہ اس کے نیچے آرام سے ہوں گے۔

شیخ آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک لاہوری مخلص نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو لاہور آنے کی تکلیف دی۔ ان دنوں شاہجہان شہنشاہ ہند بھی لاہور میں تھا۔ حضرت شیخ اُس مخلص کی دعوت کو قبول کر کے پانچ ہزار پٹھان مریدوں سمیت لاہور روانہ ہوئے۔ جب حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ لاہور پہنچے تو بہت لوگ آپ کے مرید ہوئے۔ ہر روز افغانستان سے تین تین چار چار ہزار پٹھان شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے آتے۔ آپ کے پاس اس قدر خلقت آتی کہ بازاروں اور گلی کوچوں میں سے گزرنا مشکل تھا۔ جب بادشاہ نے سنا کہ لاہور میں ایسا شیخ آیا ہے تو اس نے ملنا چاہا۔ اس مطلب کیلئے پہلے ملک العلماء مولوی عبدالحکیم اور اپنے وزیر سعد اللہ خاں کو بھیجا۔ جب وہ حضرت شیخ کے پاس آئے تو حضرت نے انہیں خلوت میں آنے کی اجازت نہ دی۔ وہ خلوت کے باہر خانقاہ میں بیٹھے رہے۔ دیر بعد جب آپ خلوت سے نکلے تو پھر بھی اُن کی چنداں پرواہ نہ کی۔ مولوی صاحب اور وزیر دونوں جید عالم تھے۔ جب علمی گفتگو شروع ہوئی تو حضرت شیخ اول تو ان کی باتوں کو سنتے نہ

Marfat.com

تھے اور اگر سنتے بھی تو جواب اور طرح ہی کا دیتے۔ مولوی صاحب نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے بعض معارف جو علم کلام کے متعلق تھے اور حضرت مجدد قدس سرہٗ کے چند ایک اجتہادیہ مسائل پوچھے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کا جواب کسی اور وقت پر ٹال دیا۔ صرف حضرت مجدد قدس سرہ کے دو تین تصرفات اور بزرگی کا ذکر کیا۔ بعد ازاں خود مولوی صاحب نے ان معارف کی تحقیق بیان فرمائی۔ اور کہا کہ حضرت صاحب! جہاں سے آپ کو یہ کمالات حاصل ہوئے ہیں، میں نے بھی اُسی بارگاہ سے کسب سلوک کیا ہے۔ میں بھی حضرت مجدد قدس سرہ کا منظور نظر تھا۔ میں تو آپ کو اپنی جنس سمجھ کر آیا تھا ورنہ کوئی ضرورت نہ تھی۔ سعد اللہ خان سے بھی حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سرد مہری سے پیش آئے۔ دونوں بادشاہ کے پاس گئے تو سعد اللہ خان نے بادشاہ کو کہا کہ یہ جاہل ہے۔ پٹھان بہت اکٹھے کر رکھے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہیں فتنہ وفساد برپا کرے۔ لیکن مولوی صاحب نے اس بارے میں بادشاہ سے کچھ نہ کہا۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ والا معاملہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ پر بھی وارد ہوا۔ یعنی وزیر نے چغلی کھائی۔ یہ باتیں سن کر بادشاہ کا مزاج حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے منحرف ہو گیا۔ لیکن بادشاہ چونکہ خود حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا مرید تھا اس لئے حضرت شیخ کو کوئی تکلیف نہ دی۔ صرف اتنا حکم دیا کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ حج کو چلے جائیں۔ حضرت شیخ کی نیت پہلے ہی سے حج کی تھی۔ بادشاہ کے کہنے سے حج کیلئے روانہ ہوئے۔ آپ کے مریدوں نے کہا کہ ایسے وقت میں تصرف کا اظہار کرنا چاہیے۔ اس پر حضرت شیخ نے فرمایا کہ بادشاہ میرا ہم پیر ہے میں اس پر تصرف نہیں کروں گا۔ نیز اس طریقہ پر بادشاہ کا حق ہے۔ جب اس بادشاہ کے باپ جہانگیر نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کو تکلیف دی اس نے آنجناب کی رہائی کے لئے بڑی کوشش کی تھی۔ حضرت شیخ دکن کی راہ حجاز پہنچے۔

Marfat.com

عرب میں بھی آپ کو قبولیت عامہ حاصل ہوئی۔ آپ مکہ معظمہ پہنچے اور حج سے فارغ ہو کر مدینہ شریف، روضہ رسول مقبول ﷺ پر حاضر ہوئے۔ مرقد اطہر سے دونوں دست مبارک ظاہر ہوئے۔ اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے بہزار شوق بڑھ کر مصافحہ کیا اور بوسہ لیا۔ یہ معاملہ حاضرین نے مشاہدہ کیا۔ جناب رسالت مآب ﷺ نے آپ پر بہت سی عنایات فرمائیں اور فرمایا یا ولدی انت فی جواری (بیٹا تم میرے پڑوس میں رہو) نیز فرمایا یَا اٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُکَ الْجَنَّۃَ (اے آدم! مع اپنی بیوی جنت میں رہوسہو) یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ حضرت شیخ آدم رحمۃ اللہ علیہ مدینہ شریف میں رہیں اور یہیں فوت ہوں۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مدینہ شریف میں قیام فرمایا اور ۱۰۵۳ھ میں اس جہانِ فانی سے رخصت ہوئے۔ اور حضرت خلیفہ ثالث عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے روضہ کے پاس مدفون ہوئے۔ آپ کا مزار عرب میں شیخ الہدیٰ کے مقبرہ کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت شیخ آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ سے کرامات کا بہت کچھ ظہور ہوا۔ حتیٰ کہ چند مرتبہ مردوں کو بھی زندہ کیا۔ آپ بنور سے سرہند میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے روضہ منورہ کی زیارت کے لئے پاپیادہ آیا کرتے تھے۔

حضرت شیخ آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء شریعت کی پابندی میں مشہور تھے۔ جن کی نسبت خود شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ''نکات الاسرار'' میں فرمایا ہے کہ مجھے تہجد کے بعد الہام ہوا کہ اگر خواجہ قطب الدین اور شیخ فرید الدین اور نظام الدین قدس سرہم العزیز اس وقت ہوتے تو مشیخیت چھوڑ کر میرے مریدوں سے آکر فیض حاصل کرتے۔

Marfat.com

حضرت شیخ سعدیؒ بخاری لاہوری

حضرت شیخ سعدی بخاری لاہوری نقشبندی مجددی حضرت سید آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر خلفاء میں سے تھے۔ مفتی غلام سرور لاہوری نے حدیقۃ الاولیاء میں جن کی تحقیق و تالیف محمد اقبال مجددی نے کی محمد عمر چمکنی میاں کی کتاب ظواہر ورق ۱۱۰، ۱۰۹ اب کے حوالہ سے لکھا ہے کہ شیخ سعدی لاہوری ۱۰۳۳ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نام محمد صادق سعدی اور آپ کے والد کا نام ابدال تھا۔ روضۃ الاسلام میں شرف الدین مجددی کشمیری نے خود آپ کی زبانی ان کے حالات تفصیلاً بیان کئے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں " آپ فرماتے تھے کہ میری عمر ابھی آٹھ سال کی ہو گی کہ میں اپنے گاؤں کے باہر ایک کنوئیں پر وضو کر رہا تھا کہ اتفاقاً ادھر سے سید آدم بنوری کے خلیفہ حاجی سعد اللہ وزیر آبادی (ان کا مسکن سرائے وزیر خاں وزیر آباد ضلع گجرات، پاکستان تھا) بنور جاتے ہوئے وہاں سے گزرے اور مجھے نہایت احتیاط سے وضو کرتے ہوئے دیکھ کر متعجب ہوئے کہ اس کمسنی میں یہ بچہ کس قدر انہماک سے وضو کر رہا ہے۔ اس کے بعد آپ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ مگر میرے دل میں شوق پیدا ہوا کہ ایسے بزرگ آدمی کا ساتھ نہیں چھوڑنا چاہیے۔ چنانچہ میں بھی ان کے پیچھے پیچھے چل پڑا لیکن میں نے یہ احتیاط کی کہ ان سے کافی فاصلے پر پیچھے پیچھے چلتا رہا یہاں تک کہ بنور آ گیا۔ جب حاجی سعد اللہ حضرت سید آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے تمام ساتھیوں کے بارے میں استفسار فرمایا۔ پھر میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ لڑکا ازلی سعادت مند ہے۔ اور میرا نام پوچھا۔ میں نے کہا کہ سعدی۔ آپ نے فرمایا جہاں کہیں بھی جاؤ اور جہاں کہیں بھی رہو تم سعدی ہو۔ تم دنیا میں بھی سعدی اور آخرت میں بھی سعدی۔ پھر مجھ پر بے حد شفقت فرمائی اور اپنے گھر لے گئے۔ اور اس طرح میں نے کئی سال تک آپ کے گھر میں رہ

Marfat.com

کر تعلیم و تربیت اور فیوض روحانی حاصل کئے''۔ مفتی غلام سرور لاہوری نے اپنی کتاب حدیقۃ الاولیاء میں تحریر کیا ہے کہ ہمراہ پیر روشن ضمیر کے حرمین شریفین کو گئے۔ چند سال وہاں بسر کئے۔ جب شیخ آدم بنوریؒ بمقام مدینہ فوت ہوئے تو شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ لاہور میں آئے اور قیام اختیار کیا۔

آپ مادرزاد ولی تھے آپ چالیس سال لاہور میں رہے اور نقشبندیہ سلسلہ کے باکمال بزرگوں میں شمار ہوئے۔آپ کی وجہ سے لاہور میں اس سلسلہ کو غیر معمولی فروغ حاصل ہوا۔ ہزار ہا طالبانِ حق نے آپ سے سلوک و معرفت کی منزلیں طے کیں۔ مستجاب الدعوات تھے۔ مریدان کی تعداد کا کوئی شمار ہی نہ تھا۔ خود فرمایا کرتے تھے۔

''مریدان مانند ستارہ ہائے آسمان از حیطۂ شمار خارج اند''۔

علامہ مولوی نور احمد صاحب چشتی لاہوری مرحوم نے ''تحقیقاتِ چشتی'' میں ''تذکرہ مناقب سید آدم'' کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ شیخ سعدی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا توجہ کرنا آسیب زدہ پر نہایت موثر ہوتا تھا۔ جب آسیب زدہ کو اُن کے روبرو لاتے تھے تو فی الفور باثر نظر فیض وہ آسیب زدہ اچھا ہو جاتا تھا۔ اور بعض اوقات ایسا بھی فرمادیا کرتے تھے کہ آسیب زدہ کے کان میں جا کر کہہ دو کہ شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ اگر خیریت مطلوب ہے تو یہاں سے چلا جا۔ چنانچہ یہ عمل کرتے ہی وہ آسیب زدہ اچھا ہو جاتا تھا۔ آپ کی دعا حل مشکل کے لئے نہایت موثر ہوتی تھی یعنی جو کوئی اہل مشکل آتا تھا مشکل اس کی حضرت کی دعا سے حل ہو جاتی تھی۔

شیخ محمد عمر پشاوری نے اپنی کتاب جواہر السرائر اور شرف الدین کشمیری مجددی نے اپنی کتاب روضۃ السلام میں آپ کے بے شمار مناقب و خوارق بیان کئے ہیں۔ محمد دین کلیم قادری نے اپنی کتاب مدینۃ الاولیاء میں نیز کتاب بلخاریہ میں بھی

Marfat.com

آپ کی بے شمار کرامات مندرج ہیں۔

کسی زمانہ میں آپ کا مقبرہ ایک باغ میں تھا۔ سکھوں کے زمانہ میں یہ باغ اجڑ گیا اور اس باغ کی آبیاری کے لئے جو دو کنوئیں تھے ان میں سے ایک تو سکھ گردی کی نذر ہو گیا لیکن دوسرے کنوئیں پر ملک ہدایت خان بلوچ ساکن مزنگ نے قبضہ کر لیا اور اس نے باغ کی زمین پر کاشت شروع کر دی۔ چنانچہ اب تک اس کی اولاد وہاں مقیم ہے۔ میں مسمّٰی علاؤالدین خان (مصنف کتاب ہٰذا) حضرت شیخ سعدی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر حاضر ہوا تو مزار شریف کے دروازے کی شمالی جانب رہائش پذیر ایک بڑھیا زینب خاتون سے میری ملاقات ہوئی۔ اس بڑھیا نے اپنا تعارف کرواتے ہوئے مجھے بتایا کہ ملک ہدایت خان بلوچ کے دو بیٹے ملک نعمت خان بلوچ لشاری اور ملک برکت خان بلوچ لشاری تھے۔ ملک نعمت خان بلوچ لشاری کا بیٹا ملک عبدالرحمٰن خان بلوچ میرا خاوند تھا۔ جو کہ ۲۸ رفروری ۱۹۷۰ء بمطابق ۲۶ شعبان ۱۳۹۰ھ بروز بدھ ستر سال کی عمر پا کر فوت ہوا۔ ان کی قبر شیخ سعدی بخاری لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ اطہر کے دروازے کے باہر بالکل ساتھ ہی شمالی جانب ہے۔ اور ملک برکت خان بلوچ لشاری کے بیٹے ملک فتح شیر خان لشاری نے ۱۳ رجنوری ۱۹۴۵ء بمطابق ۱۶ محرم الحرام ۱۳۶۴ھ کو وفات پائی۔ ان کی قبر شیخ سعدی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف کے اندر شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں کی جانب جنوب مشرقی کونے میں ہے۔ نیز ملک فتح شیر خان لشاری کے بیٹے ملک سردار عبدالمجید خان لشاری نے ۲۱ رفروری ۱۹۷۷ء بروز ہفتہ انتقال فرمایا۔ اور ان کی قبر انکے باپ کے سرہانے یعنی شیخ سعدی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار کے اندر مشرقی دیوار کے ساتھ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہاں اور بھی کئی قبریں مزار شریف کے باہر تھیں لیکن میری دیکھتی آنکھوں کے سامنے سب آہستہ آہستہ ختم ہو گئیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ

Marfat.com

اراضی بلوچوں والا کنواں مشہور تھی۔ ہم نے آہستہ آہستہ پلاٹ بنا کر اسے فروخت کیا ہے۔اب ہمارے پاس صرف ایک مکان جس میں میں رہ رہی ہوں باقی بچ گیا ہے۔ شیخ سعدی بخاری لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک ہماری زمین میں تھا۔اس لئے اس وقت سے ہم اس کے متولی چلے آرہے ہیں۔ آجکل بھی اس مزار شریف کی نگہداشت میں خود کرتی ہوں (واللہ اعلم)۔

زینت خاتون نامی بڑھیا کے علاوہ میری (راقم الحروف) ملاقات چالیس سالہ جوان محمد اسلم خان ولد بہادر خان سے ہوئی جس کا مکان حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پرانوار کے دروازے کی جنوبی جانب ہے۔ محمد اسلم خان صاحب نے فرمایا کہ میرے والد بہادر خان صاحب کو اللہ کریم اور رسول خدا ﷺ کے بعد حضرت شیخ سعدی بخاری لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے بے پناہ محبت وعقیدت تھی۔ کیونکہ میرے والد فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اس مزار شریف سے بے شمار فیض ہوا ہے۔اس لئے تم بھی تمام زندگی اس مزار پرانوار سے فیض یاب ہوتے رہنا۔ چنانچہ اپنے والد بزرگوار کی نصیحت کے مطابق میں یعنی محمد اسلم خان۔ لیاقت خان، احسان اللہ خان اور افضل زمان، امان اللہ خان پانچوں بھائی اور بلا ولد محمد لطیف اور محمد سلیم ہر سال حضرت شیخ سعدی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک کے موقع پر سہ شنبہ کی شام کو محفل سماع کا انتظام وانصرام کرتے ہیں۔ روضہ اطہر اور مکمل ترمذی سٹریٹ کو جھنڈیوں سے آراستہ و پیراستہ کرتے ہیں۔ دوسرے روز یعنی چہار شنبہ کو زائرین کی کثیر تعداد مزار شریف پر فاتحہ کے لیے آتی ہے۔ کئی دیگیں لنگر شریف کی پکا کر تقسیم کرتے ہیں۔لیکن بہت سے لوگ ایسے مزار شریف پر آتے ہیں جو اپنے گھروں سے لنگر پکا کر لاتے ہیں اور مزار شریف کے قریب خود تقسیم کرتے ہیں۔ (واللہ اعلم بحقیقۃ الحال)۔

آپ نے بتایا کہ لڑکپن میں میں اور عبدالرحمن خان بلوچ کی بیٹی مسرت

Marfat.com

عرف کاکو جو میری ہم عمر تھی وَن کے درخت سے ساتھ جھولا باندھ کر دونوں زور زور سے جھولا جھول رہے تھے۔ جب ہم جھولتے ہوئے مزار شریف کی دیوار سے ذرا سا اونچے ہوئے تو ہمارے جھولے کی دونوں مضبوط رسیاں یکدم ٹوٹ گئیں۔ اور اس زور سے نیچے گرے کہ ہمارے والدین خوف زدہ ہو کر ہمیں پکڑنے دوڑے لیکن سب یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ہمیں معمولی خراش تک نہ آئی تھی۔ (واللہ اعلم)

ایک اور واقعہ محمد اسلم خاں صاحب نے بیان فرمایا کہ ایک تانگہ بان کا کا نامی ابن مائی نور بھری جو کہ اُن کے مکان کی پشت والی گلی میں رہتا تھا، نہایت غریب اور مفلوک الحال انسان تھا۔ مزار شریف کے اندر داخل ہوتے ہی قبر مبارک کے مغرب میں لوہے کا گلا زمین میں گاڑ کر لگایا گیا ہے، وہاں پہلے مٹی کا پیالہ بنا ہوا ہوتا تھا لوگ اس میں نذرانہ ڈال جایا کرتے تھے۔ کاکا نامی تانگہ بان روزانہ مغرب کے بعد آتا اور وہ پیسے اٹھا کر لے جاتا اور گھر میں استعمال کرتا۔ ایک روز اس نے اُن پیسوں کو کسی غلط کام میں استعمال کر لیا۔ دوسری شام جب وہ پیالہ سے پیسے اٹھانے لگا تو اس کا ہاتھ پیالہ کے ساتھ چمٹ گیا۔ وہ رات بھر وہیں بیٹھا رہا۔ دوسرا دن بھی تمام گزر گیا مگر وہ اٹھ کر جا نہ سکا۔ اس کی والدہ دوسری شام اسے ڈھونڈتی ہوئی آئی تو بیٹے کو پیالہ کے ساتھ چمٹا ہوا دیکھ کر حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے قبر مبارک کے قدموں پر گر پڑی اور رو رو کر بیٹے کی طرف سے معافی مانگی۔ کافی لوگوں کی موجودگی میں اس کا ہاتھ جو پیالہ کے ساتھ چمٹا ہوا تھا چھوٹ گیا۔ اور وہ ماں بیٹا حضرت سے معافی مانگتے ہوئے دربار شریف سے باہر نکلے۔ پھر کاکا تانگہ بان نے کبھی اس پیالہ سے پیسے نہ اٹھائے۔ (واللہ اعلم بحقیقۃ الحال)۔

محمد اسلم خان صاحب نے بتایا کہ مزار شریف کے اندر پہلے اینٹوں کا فرش تھا اُسے توڑ کر چپس کا فرش لگانے کے لئے عبدالرحمٰن خان بلوچ اور میرے والد بہادر

Marfat.com

خان صاحب نے مزدور لگائے۔ ایک مزدور نے قبر مبارک کی مشرقی جانب فرش پر کدال مارا تو یکدم تقریباً دو مربع فٹ ایک سرنگ سی قبر مبارک کے اندر جاتی ہوئی ظاہر ہوئی۔ مزدور نے اس سرنگ میں جھانک کر دیکھا تو بے ہوش ہو گیا۔ دوسرا مزدور مزار شریف کے اندر داخل ہوا، اس نے پہلے مزدور کو گرے ہوئے دیکھا تو اس کے قریب پہنچا۔ اس نے بھی سرنگ میں جھانک کر دیکھا تو وہ بھی بے ہوش ہو گیا۔ مزار پُر انوار کا دروازہ جو کہ مغرب کی جانب تھا کھلا ہوا تھا۔ چنانچہ عبدالرحمٰن خان بلوچ اور بہادر خان صاحب باوضو ہو کر اور اپنے سروں کو ڈھانپ کر نہایت عاجزی سے مزار پُر انوار کے اندر داخل ہوئے۔ حضرت شیخ سے مزدوروں کے زوردار کدال مارنے کی معافی مانگی اور پھر مزدوروں کو پکڑا تو انہیں ہوش آ گیا۔ سرنگ میں جھانک کر دیکھا تو وہاں ایک مٹی کا پیالہ ایک لوٹا ایک لکڑی کے جوتوں کا جوڑا اور کوئی چیز لپٹی ہوئی دکھائی دی جیسے کھجور کا مصلہ ہو یا گول تکیہ ہو۔ نیز زمین نہایت احتیاط سے صاف ستھری کی ہوئی دکھائی دی۔ محمد اسلم خان صاحب نے فرمایا کہ میں نے اپنے والد بہادر خان صاحب کے ساتھ اندر جا کر حضرت سے اجازت لے کر ان چیزوں کی زیارت کی۔ پھر ہم نے اس سرنگ کے منہ پر لوہے کی موٹی چادر رکھ دی اور اُسی پر چپس کا فرش لگا دیا۔ (واللہ اعلم بحقیقۃ الحال)۔

آپ نے مزید فرمایا کہ ان کا مکان چونکہ چھوٹا تھا اور اُن کے والد صاحب نے اسکے اوپر دوسری منزل بنانا چاہی تو بہت سی دراڑیں پڑ گئیں۔ وہ بہت پریشان ہوئے۔ چنانچہ بہادر خان صاحب حضرت شیخ سعدی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پُر انوار میں داخل ہوئے اور دوسری منزل بنانے کی حضرت سے اجازت چاہی۔ چنانچہ دوسرے روز بہادر خان صاحب نے فرمایا کہ اب اس علاقے میں دوسری منزل بنانے کی اجازت حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے دے دی ہے۔ پس انہوں نے پہلا

Marfat.com

مکان گرا کر دوبارہ مکان بنایا اور پھر اس علاقے میں مزار شریف سے اونچے مکان بننے شروع ہو گئے۔اور اب چاروں طرف بلند مکان ہیں (واللہ اعلم)۔

مزار شریف کی مشرقی دیوار بالکل سیدھی اور صاف ہے البتہ باقی دیواریں محرابی ہیں جیسے کبھی یہ بارہ دری ہو لیکن اس کی تمام محرابیں بند کر دی گئی ہیں۔اب صرف مغربی دیوار میں ایک دروازہ ہے جو پہلے لکڑی کا بنا ہوا تھا اب موجودہ انتظامیہ نے اسے اتروا کر لوہے کا سات فٹ بلند دروازہ لگوادیا ہے۔دروازے سے اندر داخل ہوتے ہی چبوترے کے ساتھ زمین میں لوہے کا گلا دبا کر لگایا ہوا ہے جس میں لوگ نذرانے ڈالتے ہیں۔شمالی دیوار کے شمال مغربی کونے میں لکڑی کی چار فٹ اونچی الماری دیوار میں نصب کی ہوئی ہے جہاں قرآن حکیم رکھے ہوئے ہیں۔جنہیں زائرین پڑھتے ہیں۔شمالی دیوار کے درمیان میں چراغ روشن کرنے کے لئے چالیس سوراخ بنے ہوئے ہیں جن میں ایک ایک چراغ جلا کر رکھا جا سکتا ہے البتہ ان سوراخوں کے درمیان میں ایک بڑا سوراخ ہے جس میں تین چراغ بیک وقت جلا کر رکھے جاسکتے ہیں۔نیز موجودہ انتظامیہ نے مغربی،شمالی اور جنوبی دیوار میں تین ٹیوب لائٹیں لگا دی ہیں تاکہ مزار شریف کے اندر روشنی کا معقول انتظام ہو جائے۔مزار مبارک کی چاروں دیواریں چھوٹی اینٹ کی بنی ہوئی ہیں جن پر چونے کا پلستر کیا ہوا ہے اور اس پر سفیدی کی ہوئی ہے۔مزار شریف کے دروازے سے دو فٹ اوپر سفید سنگ مرمر کی ایک پلیٹ لگی ہوئی ہے جس پر کندہ ہے

مزار حضرت شیخ سعدی بخاری لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

وفات بروز چہار شنبہ بتاریخ ۳۰ ربیع الثانی ۱۰۸ھ

مولوی نور احمد چشتی مصنف تحقیقات چشتی نے تاریخ وفات اس طرح کہی ہے۔

Marfat.com

ے جناب سعدی بلخار دل بیدار لاہوری
بود بر روح پاک او ہزاراں رحمتِ باری
چواز دنیائے دوں آخر بجنت رفت ای چشتی
ندا آمد ز ہاتف زندہ دل سعدی بلخاری

تاریخ لاہور میں آپ کی تاریخ وفات ''زندہ دل سعدی بلخاری'' سے نکلتی ہے۔

حاجی محمد اسماعیل غوری نقشبندی پشاوری جن کا مزار پشاور میں زیارت گاہِ خاص و عام ہے اور حضرت خواجہ یحییٰ جو اٹک ضلع پشاور کے رہنے والے تھے آپ کے جلیل القدر خلفاء میں سے تھے۔ خواجہ محمد سلیم نقشبندی اور خواجہ محمد غنی نقشبندی بھی آپ کے خلفاء میں سے تھے۔ مخدوم حافظ خواجہ عبدالغفور پشاوری نے بھی آپ سے استفادہ فرمایا تھا اور خرقہ خلافت پایا۔ آپ کے چار صاحبزادے خواجہ محمد سلیم، خواجہ محمد غنی، خواجہ محمد عارف اور خواجہ محمد یوسف تھے۔ تمام صاحبزادے علم وعمل اور زہد و ورع میں اپنے والد بزرگوار کے صحیح جانشین تھے۔

سابق گورنر مغربی پاکستان سردار عبدالرب نشتر کبھی کبھی نذرانہ عقیدت پیش کرنے کے لئے حضرت شیخ سعدی بخاری لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پُر انوار پر حاضر ہوا کرتا تھا۔

Marfat.com

حضرت خواجہ محمد یحییٰ رح

آپ حضرت شیخ سعدی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔آپ اٹک ضلع پشاور کے رہنے والے تھے۔آپ کامل ولی گزرے ہیں۔آپ کے متعلق مشہور ہے کہ بادشاہ وقت نے آپ سے کہا کہ ہم دریا میں قلعہ کا ایک بازو بنانا چاہتے ہیں۔خواجہ محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اے دریا پیچھے ہٹ جا۔دریا فوراً پیچھے ہٹ گیا۔جب قلعہ کا بازو تعمیر ہو گیا تو فرمایا ''آ ٹھیک'' یعنی آرام سے آ۔تو اباسین دریا حسب معمول جاری ہو گیا جو آج تک ہمارے لئے زندہ مثال ہے یہ قلعہ آج بھی موجود ہے اور آپ کا مزار مبارک بھی وہیں ہے۔

حضرت خواجہ عبدالشکور رح

آپ نوشہرہ کے رہنے والے تھے۔آپ بہت کامل ولی گزرے ہیں۔آپ کے فیوضات کابل، قندھار، لنڈی کوتل اور ہزارہ کی طرف پھیلے ہوئے ہیں۔ہزاروں لوگوں نے آپ سے فیض حاصل کیا۔آپ کا مزار مبارک پشاور میں ہے۔

حضرت خواجہ عبدالرزاق رح

آپ حضرت عبدالشکور رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔آپ ہشت نگر پشاور کے رہنے والے تھے۔حضرت محمد صفا رحمۃ اللہ علیہ آپ کے خلیفہ تھے۔آپ اپنے وقت کے مجدد گزرے ہیں۔

حضرت خواجہ محمد صفا رح

آپ ہشت نگر پشاور کے رہنے والے تھے۔کامل بزرگ گزرے ہیں۔بہت سے لوگ آپ سے فیض یاب ہوئے۔

Marfat.com

حضرت خواجہ فقیر محمدؒ

آپ علاقہ ہشت نگر پشاور کے رہنے والے تھے۔ وہاں سے ہجرت کر کے مظفر آباد (کشمیر) میں اقامت اختیار کی۔ آپ کے فیض سے بہت سے لوگ مستفید ہوئے۔ آپ کے خلیفہء خاص حضرت شمس الدین تھے جو مجددِ وقت تھے۔

حضرت خواجہ سید شمس الدینؒ

آپ علاقہ سید پور ضلع مظفر گڑھ (کشمیر) کے رہنے والے تھے۔ آپ نے حضرت فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ ہشت نگری سے خلافت خصوصی حاصل کی۔ آپ مجدد وقت تھے۔ آپ کا مزار مبارک مظفر آباد (کشمیر) میں ہے۔

Marfat.com

جامع شریعت وطریقت حضرت مولانا غلام ربانیؒ

حضرت مولانا غلام ربانی رحمۃ اللہ علیہ تحصیل آلائی بٹگرام صوبہ سرحد میں یتلوس کے مقام پر پیدا ہوئے۔آپ کے والد ماجد محمد عادل اور والدہ ماجدہ نے آپ کی پیدائش پر بہت خوشی منائی اور بچے کا نام نوبت جان رکھا۔(نوبت اس ساز کو کہتے ہیں جو کسی بڑی خوشی کے موقع پر بجایا جاتا ہے اور جس کی آواز دور دور تک سنائی دیتی ہے۔) ابتدائی تعلیم کے بعد آپ حصولِ علم کے لئے دوسرے گاؤں کے عالم مولانا جمدار خان کے پاس پہنچے تو انہوں نے پہلے ہی روز فرمایا کہ آج سے آپ کا نام غلام ربانی ہے۔آپ کا گھرانہ یتلوس سے ہجرت کر کے مستقل طور پر گڑ ہنگ میں آباد ہوا۔اس نسبت سے آپ گڑہنگ کے مولوی صاحب کے نام سے مشہور ہوئے۔

کانبفہ ایک بیابان، سنسان، چٹیل پتھریلی زمین تھی جہاں کوئی فصل نہ ہوتی تھی۔آپؒ نے وہاں مکان بنایا تو پینے کے پانی کے لئے کم از کم دو میل پیدل جانا پڑتا تھا۔ایک دن آپؒ نے ایک جگہ کنواں کھودنا شروع کر دیا۔قرب وجوار والے ہنستے تھے کہ یہاں پر پانی کہاں سے آئے گا۔آپؒ نے اپنے ایک مزارع ملنگ کو کنواں کھودنے کے لئے اپنے ساتھ لگا لیا۔کنواں جیسے جیسے گہرا ہوتا جا رہا تھا زمین ویسے ویسے سخت اور پتھریلی ہوتی جا رہی تھی۔ چھ ماہ کا عرصہ گزر جانے کے بعد آپ کو خواب میں پہلے بشارت ہوئی اور پھر تھوڑی گہرائی کے بعد صاف وشفاف اور میٹھا پانی نکل آیا۔دور دور سے آ کر لوگ آپؒ کی اس کرامت کو دیکھتے تھے۔وہ کنواں آج بھی موجود ہے اور مخلوقِ خدا اس سے سیراب ہو رہی ہے۔

حضرت مولانا پیر محمد صاحب کے ہم زلف کا بیٹا پیدائشی طور پر چلنے پھرنے سے معذور تھا۔انہوں نے حضرت صاحبؒ سے عرض کی کہ آپ اس کے لئے دوا اور دعا دونوں کریں۔اس وقت آپؒ کے ہاتھ میں ماچس تھی۔آپؒ نے ماچس دور پھینک

Marfat.com

دی اور بچے سے کہا کہ اٹھا کر لاؤ۔ آپؒ نے بچہ پر توجہ دی جس سے بچہ نے جر جری سی لی اور ماچس کی طرف چل پڑا۔ اس نے ماچس لا کر حضرت صاحبؒ کو دی۔ آپؒ نے بچے کے والدین سے فرمایا یہ دوا اسے کھلائے۔ اس کا ھدیہ چھ روپے ہے یہ مولانا کو دے دینا۔ انشاء اللہ بچہ ٹھیک ہو جائے گا۔ بچے کے والدین بچے کو گھر لے گئے اور مولانا کو چھ روپے نہ دیئے۔ خدا کی قدرت کہ وہ بچہ کچھ عرصہ کے بعد پاگل ہو گیا۔

پھگوڑہ کے منصور صاحب کی اولاد نہ تھی۔ انہوں نے آپؒ سے عرض کی کہ اگر میری نرینہ اولاد ہوئی تو میں اپنی جوڑی کا بیل آپ کو ھدیۃً دوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے اسی سال انہیں بیٹا عطا فرمایا۔ منصور صاحب اپنا وعدہ بھول گئے۔ آپؒ نے یاد دہانی کے طور پر ان کی طرف آدمی بھیجا مگر ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ چند دن بعد وہ بچہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے فوت ہو گیا۔

مولانا پیر محمد صاحب نے بڑی چاہت سے آپؒ کے لئے ایک لحاف بنوایا۔ آپؒ نے اپنے بڑے صاحبزادے احمد شاہ مرحوم کو مولانا کے گھر بھیجا اور لحاف کا مطالبہ کیا۔ مولانا نے احمد شاہؒ کو کہا کہ وہ لحاف میں نے اس نیت سے بنایا ہے کہ جب حضرت میرے گھر تشریف لائیں تو اوڑھا کریں۔ یہ لحاف حضرت صاحبؒ کا ہی ہے مگر رہے گا میرے گھر۔ احمد شاہ صاحب نے واپس آ کر حضرت صاحب کو سارا ماجرا سنایا۔ حضرت خاموش ہو گئے۔ مولانا کی جس الماری میں مذکورہ لحاف موجود تھا صبح اس الماری سے دھواں نکل رہا تھا۔ جب الماری کو کھولا گیا تو تمام کپڑے اور رضائیاں جل چکی تھیں۔

پروفیسر نور حسین کالج آف ویٹرنری سائنسز میں انگریزی پڑھاتے ہیں۔ ہر وقت مطالعہ میں مصروف رہنا اور پھر مختلف مسائل پر فلسفیانہ انداز میں گفتگو کرنا ان کا مشغلہ ہے۔ ایک روز پروفیسر صاحب حضرت صاحبؒ سے ملاقات کرنے کے بعد

Marfat.com

واپس جانے لگے تو سائیکل ہاتھ میں تھامے ہوئے حضرت سے الوداعی باتیں کرتے ہوئے کہنے لگے حضرت صاحب شب و روز انسان مرتے ہیں تو اِن کے مرنے سے اللہ کی صفت میں فرق آتا ہے یا نہیں؟ حضرت صاحبؒ نے برجستہ جواب دیا پروفیسر صاحب آپ سائیکل لے کر برکت ٹاؤن سے لاہور جائیں گے۔ سائیکل چلنے سے زمین پر لکیریں اور نشان بنتے اور مٹتے چلے جائیں گے۔ لکیروں اور نشانوں کے مٹنے سے سائیکل کی ذات میں کوئی فرق آئے گا یا نہیں؟ پروفیسر صاحب کی زبان سے بے ساختہ سبحان اللہ اور مرحبا کے الفاظ نکلے۔ حضرت صاحبؒ نے مزید فرمایا اپ بتائیے انسان کیا ہے اور آپ انسان کے اندر ہیں یا انسان آپ کے اندر ہے؟ پروفیسر صاحب آپ کے سوال کا جواب نہ دے سکے۔

محمد سلیم بھٹی کا شمار حضرت صاحب کے محبوب اور ممتاز مریدوں میں ہوتا ہے۔ آپ کی بیٹی کی عمر چار سے چھ سال کے درمیان تھی۔ وہ بچی چلنے پھرنے سے معذور تھی۔ سہارا دے کر بچی کو کھڑا کرتے اور سہارے کے ذریعے بچی کو بٹھاتے تھے۔ انہوں نے حضرت صاحبؒ سے عرض کی تو آپؒ نے فرمایا کہ بچی کو کھڑا کرو۔ حضرت صاحب نے بچی کو دونوں ٹانگوں پر ہاتھ پھیرا اور کچھ پڑھ کر دم کیا۔ بچی کو گھر لے جا کر سہارا دے کر کھڑا کیا تو بچی نے اپنے والد کے ہاتھوں سے اپنے آپ کو چھڑا کر بھاگ کر اپنی والدہ صاحبہ کے پاس چلی گئی۔ حضرت صاحبؒ کی یہ جیتی جاگتی کرامت آج بھی محمد سلیم بھٹی کے گھر میں موجود ہے۔

ایک روز حضرت صاحبؒ کو سینے میں درد اٹھا اور ساتھ ہی قے اور اسہال شروع ہو گئے۔ ڈاکٹروں نے بہت کوشش کی مگر افاقہ نہ ہوا۔ ڈاکٹروں نے ہسپتال لے جا کر جگر سے پانی نکالنا چاہا تو حضرت صاحبؒ نے ہسپتال جانے سے انکار کر دیا۔ اسی اثناء میں ایک دیہاتی بابا آیا اور اس نے حضرت صاحبؒ سے ملاقات کرنا

Marfat.com

چاہی تو صاحبزادہ ابوذر غفاری مدظلہ نے حضرت کی خرابی طبیعت کا تمام ماجرا سنا دیا۔اس پر بابا نے اپنی جیب سے ایک روپیہ نکال کر صاحبزادہ کو دیا کہ جا کر سنڈھ لے آؤ۔بابا نے صاحبزادہ صاحب سے سنڈھ پسوا کر شہد میں ملا دی اور کہا کہ حضرت صاحبؒ کو آدھا چمچہ کھلا دیں۔حضرت صاحبؒ کو فوراً آرام آ گیا۔وہ بابا حضرت صاحبؒ کے کمرے میں آیا اور مصافحہ کر کے چلا گیا۔صاحبزادہ صاحب فوراً اس کے پیچھے گئے تا کہ اس کی تواضع کریں اور شکریہ ادا کریں مگر بابا گھر کا دروازہ نکلتے ہی غائب ہو چکا تھا۔صاحبزادہ صاحب آج تک حیران ہیں کہ وہ بابا کون تھا؟

مدینہ منورہ میں قیام کے دوران اشرف صاحب اور ان کی اہلیہ صاحبہ نے مکہ مکرمہ جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔حضرت صاحبؒ نے بھی ساتھ جانے کا پروگرام بنالیا لیکن سفر کا آغاز کرنے سے چند گھنٹے پہلے حضرت صاحبؒ نے مکہ مکرمہ جانے سے سختی سے انکار کر دیا۔اشرف صاحب اس پر کچھ ناراض بھی ہوئے۔واپسی پر پاکستان آ کر لاہور میں حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ مدینہ منورہ میں اشرف صاحب اور ان کی اہلیہ صاحبہ نے جب مکہ مکرمہ جانے کا ارادہ کیا تو حضرت فاطمۃ الزہراءؓ نے میرا دامن پکڑ لیا چنانچہ میں نے مدینہ منورہ چھوڑنے سے انکار کر دیا۔جب تک انہوں نے اجازت نہیں دی میں وہیں ٹھہرا رہا۔میں اشرف صاحب کو یہ بات کیسے سمجھاتا۔حضرت صاحبؒ گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے گاؤں سے صاحبزادہ ابوذر غفاری مدظلہ العالی کے ساتھ باہر نکلے تو تھوڑی دیر بعد ایک دیہاتی بابا نے دوڑ کر آپؒ کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور آپؒ کو دعائیں دینے لگا کہ آپ کے بتائے ہوئے وظیفہ سے میں بالکل ٹھیک ہو گیا ہوں۔صاحبزادہ صاحب نے پوچھا کہ تمہیں کیا بیماری تھی۔اس نے بتایا کہ میں بواسیر کے مرض میں مبتلا تھا۔میں نے حضرت صاحبؒ سے عرض کی کہ میرے پاس پیسے نہیں ہیں اور نہ ہی میں پڑھا لکھا ہوں کہ لمبے وظیفے پڑھوں۔یہ سن کو حضرت

Marfat.com

صاحب نے فرمایا تم صرف ایک لفظ یٰس پڑھا کرو۔ تم انشاء اللہ بالکل تندرست ہو جاؤ گے۔ میں نے یہ پڑھنا شروع کر دیا اب میں بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں۔

گوجرانوالہ کا ایک شخص بیرون ملک گیا ہوا تھا وہاں تلاشی کے دوران اس کے قبضہ سے انڈین پاسپورٹ برآمد ہوا چنانچہ انہوں نے اسے واپس ہندوستان بھیج دیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب تحریک آزادی کشمیر کے باعث عام مسلمانوں کو بھی پاکستانی جاسوس سمجھ کر جیل میں ڈال دیا جاتا تھا۔ اس شخص کا اپنے والدین سے کوئی رابطہ نہ تھا۔ اس شخص کا والد قاری صاحب سے پتا پوچھ کر راولپنڈی حضرت صاحبؒ کے گھر جا پہنچا تو آگے دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اندر کمرے میں حضرت صاحب تشریف فرما تھے۔ آپؒ نے اس شخص کو اندر بلایا۔ اس نے اپنا تعارف اور اپنے آنے کی وجہ بتانا چاہی تو آپؒ نے فرمایا چھوڑو دعا کا وقت ہے دعا کرو اور اس کے ساتھ آپؒ نے دعا شروع کر دی۔ دعا کے فوراً بعد اس شخص کو جانے کی اجازت دے دی۔ جب وہ شخص گھر واپس پہنچا تو اس کی بیٹی نے بتایا کہ بھائی کا فون آیا تھا وہ فلاں باڈر پر پہنچ چکا ہے آپ جا کر اسے لے آئیں۔ وقت کا حساب لگایا تو معلوم ہوا کہ حضرت صاحبؒ کی دعا کے فوراً بعد اس کے بیٹے کا فون آیا تھا۔ قبولیت دعا اتنی جلدی یہ خاصہ قدرت کا صرف حضرت صاحب کے ساتھ مخصوص تھا۔

حافظ اسحاق فرماتے ہیں کہ حضرت صاحب کی مجلس میں ایک دفعہ روح کا تذکرہ چھڑا۔ کافی علماء بھی موجود تھے۔ آپ نے ایک عالم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ مولانا روح کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قل الروح من امر ربی۔ اس سے زیادہ ہمیں کوئی پتا نہیں کہ روح کیا ہے۔ اس بارے میں تمام مفسرین اور علماء خاموش ہیں۔ حضرت مسکرائے اور فرمایا کہ مولانا اگر آپ کو معلوم نہیں تو مجھ سے پوچھ لو۔ ''روح اللہ تعالیٰ کی صفت حیّ کا مظہر ہے اور چونکہ

Marfat.com

صفت حیّ اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت ہے اور اس کو فنا نہیں اس وجہ سے اس کو امر ربی کہا جاتا ہے کہ نہ اس صفت کو فنا ہے اور نہ ہی اس کے مظہر کو۔ اس لئے روح فنا نہیں ہوتی''۔ سب اہلِ مجلس یہ دقیق نکتہ اتنی آسانی سے سمجھانے پر حیرت زدہ ہوگئے۔

راقم الحروف کے بڑے بھائی ضیاء الدین خان صاحب جی۔ٹی۔ایس پنجاب میں کام کرتے تھے۔اس محکمہ سے نالاں ہو کر انہوں نے پنجاب سیڈ کارپوریشن میں درخواست دی وہاں ان کی تقرری ہوگئی تو یونین والوں نے احتجاج کر دیا کہ اگر خان صاحب دفتر آئے تو خون خرابہ ہو جائے گا۔ چنانچہ ہم حضرت غلام ربانیؒ صاحب کے پاس پہنچے اور سارا ماجرا سنایا۔ حضرت صاحبؒ نے فوراً دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور قصیدہ بردہ شریف کا یہ شعر پڑھا

وَبَاتَ اِیْوَانُ کِسْرٰی وَهُوَ مُنْصَدِعٌ

کَشَمْلِ اَصْحَابِ کِسْرٰی غَیْرَ مُلْتَئِمٖ

دعا کے بعد حضرت صاحبؒ نے فرمایا ''جاؤ وہ آپس میں لڑیں گے اور تنکا تنکا ہو جائیں گے''۔ خان صاحب جب دفتر پہنچے تو یونین والے دو گروہوں میں بٹ کر آپس میں لڑ رہے تھے۔ خان صاحب سیدھے اپنے کمرہ میں گئے اور چارج لے لیا کوئی بھی خان صاحب کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔

حضرت صاحبؒ ککڑ شنگ ضلع مانسہرہ (ہزارہ) میں رہائش پذیر تھے۔ حضرت سید شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ سے فیض یاب ہوئے اور انہی کے ماذون ومجاز تھے۔ آپ اپنے پیرومرشد کی خدمت میں ککڑ شنگ سے سید پور تک تین دن کی مسافت کا دشوار گزار راستہ پیدل طے کر کے حاضر ہوتے تھے۔ آپ جامع شریعت وطریقت تھے۔ آپؒ کے مرید ہزارہ، اگرور، گجرات، گوجرانوالہ، راولپنڈی، لاہور، فیصل آباد اور کراچی میں ہیں۔ آپؒ والٹن کے قریب ایک نئی آبادی ربانی منزل، اکرم آباد مدینہ

Marfat.com

کالونی چھاؤنی میں رہائش پذیر رہے۔ آپؒ کی تصانیف میں اسم ذات، اسم ذات اقدس، صبغۃ اللہ، تمناءِ حج، شرح قصیدہ امالی، انفاسِ معرفت، حقائق الحسنیٰ شرح اسماء الحسنیٰ، رموزِ تصوف، انوارِ توحید، نماز مترجم افغانی، گوہرِ حج، عروس امالی نظم قصیدہ امالی پشتو، سوز وساز، پرواز خیال، کلیات ربانی پشتو، مکتوبات غلام، عرفان ربانی، مجرباتِ ربانی (طب)، گنج توحید، افکارِ بلاغت، فراقِ سید پوری اور مشعلِ نوری ہدایت سید پوری ہیں۔ آپ شریعت وطریقت کے دقیق مسائل کو نہایت مختصر، مدلل اور سہل انداز سے بیان فرما دیتے تھے۔ آپؒ صاحبِ کرامت بزرگ تھے۔ آپؒ سے آئے دن کرامات سرزد ہونے کے باعث آپ کے مریدوں کی کرامت پر حیران ہونے کی عادت جاتی رہی تھی۔ آپؒ کے حلقہ میں جو شخص آجاتا اُس کا قلب ایک باریک نوری تار سے حضرت صاحب کے قلب سے بندھ جاتا تھا۔ جب تک حضرت صاحب نہ چاہتے اُس وقت تک کوئی شخص جانے کی اجازت طلب نہ کرسکتا تھا۔ آپؒ کا اخلاص اور اخلاق اس قدر بلند تھا کہ ہر مرید یہ سمجھتا تھا کہ حضرت صاحبؒ کو جتنی مجھ سے محبت ہے کسی دوسرے مرید سے نہیں ہے۔

حضرت صاحبؒ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں اپنے فرزند ارجمند حضرت ابوذر غفاری مدظلہ العالی کو اپنا جانشین خلیفہ مجاز و ماذون مقرر فرمایا۔ آپؒ کی رحلت بروز اتوار ۴ مئی ۱۹۹۷ء، ۲۶ ذوالحجہ ۱۴۱۷ھ ایک بج کر سینتالیس (۴۷) منٹ پر بوقت ظہر پولی کلینک ہسپتال بیڈ نمبر ۸ پر ہوئی۔ کانبفہ میں نماز جنازہ حضرت مولانا مظفر الدین ابن حضرت خواجہ شمس الدینؒ نے پڑھائی۔ ۵ بج کر ۱۰ منٹ پر آپؒ کے جسدِ مبارک کو قبر مبارک میں اتارا گیا اور آسمان ولایت کا یہ سورج جو کہ گڑنگ سے طلوع ہوا تھا، اپنی ضیاء پاشیوں سے دنیا کو منور کرتے ہوئے کانبفہ میں غروب ہوا۔

انا للہ و انا الیہ راجعون.

Marfat.com

پیر علاؤالدین خان نقشبندی مجددی

سات اپریل انیس صد سینتالیس (۷ اپریل ۱۹۴۷ء) بمقام اچھرہ، لاہور پیدا ہوا۔ سلسلہ نسب ضلع قصور کے افغان دولت زئی خاندان سے ہے۔ کارپوریشن پرائمری سکول نمبر ۱۱ اچھرہ لاہور سے پرائمری اور این۔ ڈی اسلامیہ ہائی سکول اچھرہ لاہور سے ۱۹۶۵ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ دیال سنگھ کالج لاہور سے ۱۹۶۷ء میں انٹرمیڈیٹ اور ۱۹۶۹ء میں بی۔اے کا امتحان پاس کیا۔ کالج میں تاریخ سوسائٹی اور مجلس ادب اردو کا صدر نیز کالج کے مجلّہ ''افشاں'' کا ایڈیٹر رہا۔ کالج کے دورانیہ میں کالج لائبریری میں موجود اردو ادب، تاریخ اسلام اور تصوف کے موضوع پر موجود تمام کتابوں کا مطالعہ کر لیا۔ کالج کے پرنسپل صاحب نے بہترین مضمون نویس، بہترین شاعر اور بہترین مقرر کی سندِ امتیاز عطا فرمائی۔ سنٹر ٹریننگ کالج لاہور سے بی۔ ایڈ کا امتحان ۱۹۷۰ء میں اور اس کے بعد پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔اے اردو کا امتحان پاس کیا۔ آباؤ اجداد سے خاندان کا ماحول مذہبی تھا۔ حاجی حافظ محمد دولت خان قصوری میرے پردادا تھے۔ اُن کا علم و فضل اور زہد و تقویٰ کے باعث ضلع قصور کے عالی مقام صاحب کرامت بزرگوں میں شمار تھا۔ ماہرینِ کشفِ قبور آپؒ کو قطبِ قصور کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ آپؒ حضرت خواجہ محی الدین قصوری دائم الحضوری رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں خلیفہ مجاز تھے۔ والدم محترم و مکرم حاجی محمد خان قصوریؒ انکساری، پارسائی اور کشفِ کونی میں یدطولیٰ رکھنے کے باعث مرجع خلائق تھے۔ آپؒ اپنے دادا حاجی حافظ محمد دولت خانؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔ ان دونوں ہستیوں کے مزارات کوٹ حلیم خان قصور کے قریب حضرت وتو بتکؒ کے قبرستان میں ہیں۔

جن محبانِ مصطفیٰ، پاکبازانِ اسلام، عندلیبانِ ریاض خیر الوریٰ، عاشقانِ خدا، ساجدانِ الٰہ، کشتگانِ خنجر تسلیم، جادہ پیمانِ رضا، ربودۂ راہِ وفا اور مشفقانِ

Marfat.com

ذی شان کی شفقت اور تبلیغ سے راقم الحروف نے میدانِ تصوف میں قدم رکھا۔ اُن میں سے ایک نام میرے بڑے بھائی جان ضیاء الدین خان مدظلہ العالی کا ہے جنہوں نے مجھے رموزِ تصوف سے روشناس فرماتے ہوئے والد ماجد حاجی محمد خان صاحب کی اجازت سے چکوال ضلع جہلم کے حضرت مولانا محمد سلیمانؒ کے سامنے لے جا کر بٹھا دیا۔ حضرت مولاناؒ نے آنکھ اٹھا کر دیکھا اور ایک ہی نگاہ سے اپنا گرویدہ کرلیا۔ آپ کی نگاہِ حقیقت شناس نے تمام جسم میں کپکپاہٹ، اعصاب میں نرماہٹ، رونگٹوں میں سرسراہٹ، آنکھوں میں جھلملاہٹ، دماغ میں جھنجھناہٹ، کانوں میں طنطناہٹ، سانس میں خرخراہٹ، خون میں گرماہٹ، زبان میں تھرتھراہٹ، نطق میں ہچکچاہٹ، لطائف میں جگمگاہٹ اور قلب میں ایک گونا نور کی ٹمٹماہٹ، لطف، کیف، وجد، حضور، سرور، مستی، تشنگی اور وابستگی عطا فرمادی۔ حضرت مولانا محمد سلیمانؒ نے لطائفِ عالم امر طے کروانے کے بعد مجھے ککڑشنگ ضلع ہزارہ کے رہائشی اپنے پیرومرشد جامع شریعت وطریقت حضرت مولانا غلام ربانی نقشبندی، مجددی، سید پوری حال مقیم مدینہ کالونی والٹن لاہور کی خدمت میں برائے مزید تربیت پیش کردیا۔ بڑے حضرت مولانا غلام ربانیؒ کے سرخ وسفید چہرے اور موٹی سبز آنکھوں سے جلالتِ الٰہی کے انوار منعکس ہوتے محسوس ہورہے تھے۔ بڑے حضرت صاحبؒ، مولانا محمد سلیمانؒ، میرے بھائی جان ضیاء الدین خان مدظلہ العالی اور راقم الحروف کے علاوہ کمرہ میں اور کوئی شخص موجود نہ تھا۔ بڑے حضرت سر جھکائے توجہ فرمارہے تھے اور ہم فیض حاصل کر رہے تھے۔ یوں محسوس ہورہا تھا کہ انوارِ بحرِ وحدت از بالائے عرش برس رہے ہیں اور اعیانِ ثابتہ سے تجلیات وشیونات ِ اسماء وصفاتِ ذاتِ اقدس کا رخ ہماری طرف ہونے کے باعث کمرہ بقعۂ نور ہوگیا ہے۔ جلالی، جمالی، کمالی اور نوالی انوار کی کثرت سے ہم پر حیرت طاری ہوگئی۔ عقل سمجھنے سے قاصر تھی کہ ہم زمین پر ہیں یا کہاں ہیں۔

Marfat.com

کچھ دیر بعد بڑے حضرت صاحبؒ نے میرے لئے خصوصی دعا فرمائی۔ حضرت مولانا سلیمانؒ کا اسکے چند ماہ بعد انتقال ہو گیا۔ حضرت مولانا غلام ربانیؒ نے منازل سلوک طے کروانے کے بعد خلافت سے نوازتے ہوئے فرمایا کہ ''حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے خواب میں اپنی زبان میرے منہ میں دی اور مجھے توحید کا سبق دیا۔ آج سے تمہاری کہی ہوئی بات ہماری ہوگی''۔ نیز فرمایا کہ آپ اپنے گھر میں حلقۂ ذکر قائم کریں۔'' چنانچہ اپنے گھر کے اس کمرہ کو جس کا ایک دروازہ باہر گلی میں کھلتا ہے برائے محافل ذکر وفکر مختص کر دیا اور اس کمرہ کے دروازہ پر آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ ربانیہ کا بورڈ آویزاں کر دیا۔ لوگ جوق در جوق حلقۂ ارادت میں داخل ہونے لگے۔ جمعرات کو بعد از نماز مغرب تا نماز عشاء برائے شمولیت حلقۂ ذکر لوگوں کی تعداد اتنی زیادہ ہوتی کہ انتظام میں دشواری پیش آتی۔ چند ساتھیوں کو بہت شوق تھا کہ حضرت علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخشؒ کے مزار پر انوار میں خلقۂ ذکر قائم ہو۔ حضرت مرشدمؒ سے اجازت لے کر وہاں حلقۂ ذکر کروانے کی کوشش کی مگر وہاں پر موجود پرانے بیٹھنے والے پیروں نے ہمیں مناسب جگہ بیٹھنے نہ دیا۔ راقم الحروف حضرت صاحبؒ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی کہ ''داتا دربار میں کوئی ہمیں آپؒ کے چہرۂ انور کے سامنے بیٹھنے نہیں دیتا۔'' حضرت صاحبؒ نے فرمایا ''داتا صاحب'' پر ہمارا زیادہ حق ہے۔ آپ جاؤ اور دربار شریف کی جالی کے بالکل سامنے بیٹھ کر ذکر جہر کرو۔ آپ کو دو کنے والے آپ کی مجلس میں خود بیٹھیں گے۔'' اگلی جمعرات کو مزار شریف کی جالی مبارک کے سامنے بیٹھ کر حلقۂ ذکر کروایا اور ایک ایسا وقت بھی آیا کہ ہمارے حلقہ ذکر میں دیگر پیروں کی نسبت بہت زیادہ مجمع ہوا کرتا تھا۔ ہم پر تنقید کرنے کی بجائے لوگوں کی کوشش ہوتی کہ ہمارے حلقہ ذکر میں بیٹھا جائے۔ یہ حلقۂ ذکر تقریباً پندرہ سال متواتر جاری رہا۔ عشاء کی نماز کے بعد دربار شریف پر ہونے والی

Marfat.com

محفل نعت مبارک کی دعا کے بعد یہ حلقۂ ذکر شروع ہوتا اور رات ایک بجے راقم الحروف کے بیان اور دعا سے اختتام پذیر ہوتا۔ حضرت صاحبؒ کی دعا کے باعث اللہ تعالیٰ کی مشیت ہمارے شاملِ حال رہی۔ ہم کھلے آسمان کے نیچے حلقۂ ذکر کرواتے لیکن قدت الٰہی سے پندرہ سال کے طویل عرصہ میں ایک موقع بھی ایسا نہیں آیا کہ ہم حلقۂ ذکر کے لیے اکٹھے ہوئے ہوں اور آندھی یا بارش ہمیں بکھیر دے۔

مرشدمؒ کی کاملیت پر اس قدر یقین تھا کہ کبھی کسی دوسری شیخ کی طرف نظر التفات سے دیکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔ بڑے حضرت صاحبؒ سے آئے دن کرامات سرزد ہونے کے باعث کرامت پر حیران ہونے کی عادت جاتی رہی تھی۔ راقم الحروف جب بھی اپنی کسی دنیاوی یا روحانی پریشانی کا حضرت صاحبؒ سے ذکر کرتا تو آپ فوراً دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے اور نہایت توجہ اور انہماک سے دعا فرماتے۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے وہ مسئلہ متوقع وقت سے پہلے حل ہو جا تا تھا۔

مرشدم حضرت مولانا غلام ربانیؒ کے وصال کے بعد آپؒ کے جگر گوشہ و جانشین عزت مآب حضرت ابوذر غفاری مدظلہ العالی جو کہ الولد سرّ لابیہ یعنی بیٹا باپ کا راز ہوتا ہے کا مصداق ہیں۔ راقم الحروف صاحبزادہ صاحب کا تابع فرمان اور آپ کی نظرِ شفقت کا ہمہ وقت طالب ہے۔

Marfat.com

اوراد و وظائف سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ

1- برائے حفظ دارین۔ روزانہ ایک مرتبہ

۱- اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّی مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ ۱۰۰مرتبہ

۲- اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ بَارِکْ وَسَلِّمْ ۱۰۰مرتبہ

۳- سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ ۱۰۰مرتبہ

۴- لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ ۱۰۰مرتبہ

۵- یَا حَیُّ یَا قَیُّوْم لَااِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْث ۱۰۰مرتبہ

۶- لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ ۱۰۰مرتبہ

۷- لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ الْمَلِکُ الْحَقُّ الْمُبِیْن مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَادِقُ الْوَعْدِ الْاَمِیْنَ ۱۰۰مرتبہ

۸- وَ اُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَاد ۱۰۰مرتبہ

۹- حَسْبِیَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَ ھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْم ۱۰۰مرتبہ

۱۰- فَسَیَکْفِیْکَھُمُ اللّٰہُ وَ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۱۰۰مرتبہ

۱۱- لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّی کُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ ۱۰۰مرتبہ

۱۲- حَسْبِیَ اللّٰہُ الْحَسِیْبُ ۱۰۰مرتبہ

۱۳- حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْل ۱۰۰مرتبہ

۱۴- اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ ۱۰۰مرتبہ

۱۵- رَبِّ زِدْنِیْ عِلْماً ۱۰۰مرتبہ

Marfat.com

۱۶- یَا اَللّٰہُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا ذُوالْجَلَالِ
وَالْاِکْرَامِ یَا بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ ۱مرتبہ
بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ اِنْ لَا تَکِلْنِی اِلٰی نَفْسِی طُرْفَۃَ عَیْنٍ
بِحُرْمَۃِ عِزَّتِکَ

۱۷- یَا مُعِزُّ ۳۰۰مرتبہ

۱۸- یَا غَنِیُّ یَا مُغْنِیُّ یَا مُعْطِیُ ۱۰۰مرتبہ

Marfat.com

معرفت عملیات

ہر حاجت کے لیے ایک رات کا عمل:

دن کو روزہ رکھیں اور رات کو بعد از نماز عشاء تازہ وضو کر کے قبلہ رخ بیٹھ جائیں۔ عمل شروع کرنے سے پہلے گیارہ بار درود شریف پڑھیں پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو بارہ ہزار مرتبہ اس طرح پڑھیں کہ ہر ہزار مرتبہ پڑھنے کے بعد دو رکعت نماز نفل ادا کریں۔ اس طرح گویا چوبیس رکعت نماز نفل اور بارہ ہزار بار بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھا جائے گا۔ پھر گیارہ بار درود شریف پڑھ کر اللہ تعالی کی بارگاہ میں سر سجدہ میں رکھ دیں اور دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں اوپر کی طرف کر کے نہایت خشوع و خضوع اور حضوریٔ قلب سے گڑگڑا کر دعا کریں۔ اپنی ایک حاجت اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر کے اس سے مدد مانگیں انشاء اللہ اگلے روز مراد پوری ہوگی۔ اللہ اکبر کبیرا

برائے تسخیر خلق:

یَا رَحْمٰنُ کُلَّ شَیْءٍ وَّ رَاحِمَهٗ ۔ جو شخص ایک ہزار مرتبہ روزانہ مع اول و آخر درود شریف دس دس بار پڑھے گا انشاء اللہ چند روز کے بعد اس کے گرد خلقت کا ہجوم ہوگا۔

برائے شفاء الامراض:

اگر کوئی شخص ہر نماز کے بعد اکتالیس بار سورۃ فاتحہ مع اول و آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف چالیس روز تک متواتر پڑھے تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جس مریض کو دم کرے گا مریض شفا پائے گا۔ چالیس روز متواتر کر لے تو پھر ہر نماز کے بعد پڑھنے کی بجائے روزانہ ایک بار اس عمل کو پڑھ لیا کرے۔ ڈاکٹر حضرات اس عمل کو کر لیں تو اپنے مریض کو تین بار سورۃ فاتحہ مع اول و آخر درود شریف تین تین بار پڑھ کر دم

Marfat.com

کریں اور دوا دیں تو مریض انشاء اللہ جلد شفا پائے گا۔ بے شک ھوالشافی۔

سانپ کے کاٹنے کا دم:

جس شخص کو سانپ نے کاٹا ہو پہلے اکتالیس بار سورۃ فاتحہ مع اول و آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف پڑھ کر پانی پر پھونک کر وہ پانی اسے پلائیں پھر سات سلام یعنی سلام" قولاً من رب رحیم۔سلام" علیٰ نوح فی العٰلمین۔سلام" علیٰ ابراھیم۔سلام" علی موسیٰ وَ ھٰرُوْنَ۔سَلَامٌ عَلٰی اِلْ یَاسِیْنَ سلام" علیٰ المرسلین۔سلام" ھی حتی مطلع الفجر پڑھتا رہے اور چاقو یا چھری سے زہر اوپر سے نیچے اتارتا رہے۔اس عمل کے تین بار کرنے سے انشاء اللہ مریض صحت یاب ہو جائے گا لیکن عامل کو چاہئے کہ اوپر بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق پہلے خود سورۃ فاتحہ کا عمل کرے۔

دشمنوں کی تباہی کے لیے:

وَبَاتَ اَیْوَانُ کِسْرٰی وَ ھُوَ مُنْصَدِعٌ

کَشَمْلِ اَصْحَابِ کِسْرٰی غَیْرَ مُلْتَئِم

دشمنوں کا تصور کر کے چند بار پڑھنے سے دشمن تنکا تنکا ہو کر بکھر جائیں گے۔ یہ عمل معمولی بات سے ناراض ہو کر ہرگز نہیں کرنا چاہیے۔اس کی شدت کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ جن کے متعلق پڑھنا ہے وہ مقہور ہوں گے۔دشمن چاہے کتنے ہی زیادہ ہوں اور جتنے بھی مضبوط ہوں اس عمل کے ایک بار پڑھنے سے دشمنوں سے میدان صاف ہو جاتا ہے۔نیز اگر کچھ حضرات مل کر اس عمل کو ایک نشست میں پانچ ہزار بار پڑھ کر دعا کریں تو انشاء اللہ دشمن آپس میں ٹکرا ٹکرا کر تباہ و برباد ہو جائیں گے۔

دشمن کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے:

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ شَرَّھُمْ بِمَا شِئْتَ۔ دشمن کے متعلق دل میں شدید غصہ

Marfat.com

رکھ کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں اور چند بار پڑھ کر اگر دشمن سامنے ہو تو اس کے چہرے پر پھونکیں انشاء اللہ دشمن اپنے معاملات میں الجھ جائے گا اور آپ کی راہ چھوڑ دے گا۔

دشمن کو مغلوب کرنے کے لیے:

اَللّٰھُمَ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نَحُوْرِھِمْ وَ نَعُوْذُ بِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ ۔

دشمن کا تصور کر کے چند روز پڑھیں انشاء اللہ دشمن مغلوب ہو جائے گا اور آپ کو اس پر واضح کامیابی نصیب ہوگی۔

مطلوب کو طالب بنانے کے لیے:

مطلوب کے داہنے پاؤں کے نیچے کی مٹی لے کر اس پر سات بار یہ دعا پڑھ کر بروز اتوار مٹی پر پھونکیں۔ اَللّٰھُم یا رب جبرائیل و اسرافیل و میکائیل و عزرائیل و حَمَلَةِ العرشِ والکرسی ومن الناس من یتخذُ من دون اللہ ولو یَرَی الذین ظلموا اذیَرَون العذابَ اَنَ القوۃ لِلّٰہِ جمیعا وان اللہ شدید العذاب الحب (طالب کا نام بن فلاں) علیٰ قلب (مطلوب کا نام بن فلاں) پھر اس مٹی کو آگ میں ڈال دے تو انشاء اللہ مطلوب طالب بن جائے گا لیکن مقصد جائز ہونا ضروری ہے۔ مثلاً میاں اگر بیوی کی طرف توجہ نہ کرتا ہو بلکہ کسی غیر محرم کی طرف متوجہ رہتا ہو یا بیوی اپنے میاں کی طرف متوجہ نہ ہو بلکہ کسی غیر محرم کی طرف متوجہ رہتی ہو تو یہ عمل تیر بہدف ہے۔

دشمن کے گھر یا قبیلہ کو تباہ کرنے کے لیے:

سورۃ فیل سو بار پڑھ کر مسجد کے چالیس تنکوں پر پھونک کر انہیں جلا دیں اور راکھ دشمن کے گھر پھینک دیں یا اس قبیلہ کی طرف نہایت غصہ سے ہوا میں پھینک دیں۔ انشاء اللہ دشمن تباہ ہو جائے گا۔ ایسے عمل معمولی جھگڑوں کے باعث نہیں کرنے چاہئیں۔

Marfat.com

تیزیٔ ذہن کے لیے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم. اللھم نور قلبی بعلمک واشرح صدری بنور معرفتک واستعمل بدنی بطاعتک و بارک وسلم.

سبق شروع کرنے سے پہلے سات بار پڑھ کر سینہ پر پھونکیں۔

برائے ملاقات وحب:

سقانی الحب کاسات الوصالِ فقلت لخمرتی نحوی تعالیٰ

جس شخص کا تصور کر کے خیال کی یکسوئی سے پڑھیں گے وہ برائے ملاقات آ جائے گا۔ اگر اس کے دل میں اپنی محبت ڈالنا مقصود ہو تو تصور سے اس کے چہرے پر پھونکیں انشاءاللہ وہ آپ کا محبّ بن جائے گا نیز آپکی جدائی اسے گوارا نہ ہوگی۔

جمیع مقاصد کے حصول کے لیے:

سورۃ مزمل ایک سو ایک بار مع اول و آخر درود شریف گیارہ گیارہ بار روزانہ پڑھنے والے شخص کی تمام حاجتیں پوری ہو جاتی ہیں۔ اس کی تمام مشکلات خود بخود آسان ہو جاتی ہیں۔ اس عمل کے کرنے والے شخص کو کسی دوسرے عمل کی ضرورت نہیں رہتی۔ جنات کا مریض اس کے سامنے آتے ہی یا دم کرتے ہی ٹھیک ہو جاتا ہے۔ مخلوقِ خدا کا اس کے گرد ہجوم ہو جاتا ہے۔ ایسا شخص جس مزار پر دعوتِ ارواح پڑھے اسی اہلِ مزار سے ملاقات ہو جاتی ہے پس وہ ارواحِ طیبہ سے فیضیاب ہوتا ہے۔ اس عمل کے پڑھنے سے اللہ کی رحمتیں خوب برستی ہیں اور حضور ﷺ کا قرب اور زیارت نصیب ہوتی ہے۔ اس عمل کو ٹھہر ٹھہر کر نہایت خشوع و خضوع اور حضوریٔ قلب کے ساتھ پڑھنا ضروری ہے۔ اس عمل کے فوائد کما حقہٗ نہیں لکھے جا سکتے۔

ہر قسم کا درد ختم کرنے کے لیے:

(۱) تعوذ و تسمیہ پڑھ کر شہادت انگلی سے درد کی جگہ پر لَا حَیَّ یُوحَیَّ لَیُھْیَ تین بار لکھ

Marfat.com

کر مریض سے پوچھیں کہ کیا درد باقی ہے تو ان شاء اللہ وہ فوراً کہے گا کہ درد ختم ہو گیا ہے۔

(۲) جہاں درد ہو رہا ہو وہاں ہاتھ رکھ کر وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ تین بار پڑھ کر ہاتھ اٹھائیں اور درد کی جگہ پھونکیں۔ انشاء اللہ درد فوراً ختم ہو جائے گا۔

(۳) وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ۔ ایک ہی سانس میں سات بار پڑھ کر اپنی شہادت انگلی سے دائرہ لگا کر پھونک دیں انشاء اللہ درد ختم ہو جائے گا۔

(۴) لَا تُبْقِي وَ لَا تَذَرُ ۔ درد کی جگہ ہاتھ پھیرتے جائیں اور سات مرتبہ پڑھ کر جھاڑ دیں ان شاء اللہ درد فورا ختم ہو جائے گا۔

دانتوں کے درد کے لیے:

فرعون غرق شد۔ اوپر سے نیچے کی طرف جبڑے پر شہادت انگلی سے تین بار لکھ دیں یا پڑھ کر پانی پر پھونک دیں۔ مریض اس پانی سے تین بار کلی کرے تو انشاء اللہ تمام دانتوں کا درد ختم ہو جائے گا۔ لیکن اگر صرف ایک دانت خراب ہو اور اس میں شدید درد ہو تو کالی مرچ تین عدد لیں اور اکتالیس بار لَا تَعْلَمُوْنَ پڑھ کر ان مرچوں پر پھونکیں پھر ایک مرچ درد والے دانت پر رکھ کر دبا کر منہ بند کر لیں۔ لعابِ دہن تھوکتے جائیں جب ایک مرچ ختم ہو جائے تو اسی طرح دوسری اور پھر تیسری مرچ کے استعمال کے بعد انشاء اللہ دانت کا درد ختم ہو جائے گا۔

خاص عمل برائے دانت درد:

اگر کوئی مسلمان سورۃ والناس تین ہزار ایک سو پچیس بار روزانہ مع اول و آخر درود شریف گیارہ گیارہ بار چالیس روز متواتر پڑھے۔ اس کے بعد سورۃ والناس گیارہ بار مع درود شریف اول و آخر تین تین بار روزانہ ہمیشہ پڑھے۔ اگر اس کے پاس دانت درد کا مریض آئے تو وہ کاغذ پر ''شمعونی'' لکھے اور ''نی'' کے نقطہ کے درمیان چاقو یا

Marfat.com

چھری کی نوک رکھے اور سورۃ والناس پڑھنی شروع کر دے۔ جتنی بار لفظ ناس آئے تو رک کر مریض کو اشارہ کرے۔ اشارہ ملتے ہیں مریض لعاب دہن باہر تھوک دے۔ چونکہ اس سورۃ میں چھ بار ناس کا لفظ آئے گا اس لئے پڑھنے والا چھ بار رک کر مریض کو اشارہ کرے گا اور مریض چھ بار لعابِ دہن تھوکے گا۔ پھر وہ کاغذ مریض کو دے دے اور اسے کہے کہ کسی لکڑی یا درخت میں ''ن'' کے نقطہ پر کیل ٹھونک دے۔ انشاء اللہ دانت کا ہر قسم کا درد جتنے سال کا ارادہ کر کے یہ عمل کیا جائے گا اتنے عرصہ کے لئے ختم ہو جائے گا۔

دردِ ناف کے لیے:

اگر کسی شخص کی ناف ٹل جائے تو اسے اپنے سامنے تن کر کھڑا ہونے کو کہیں۔ اسے ہاتھ نہ لگائیں بلکہ تصور سے اسم ذات ''اللہ'' خوب زور سے اسکے معدہ کی جگہ پر ماریں اور پھر منہ میں وَبِالْحَقِ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِ نَزَلَ ایک بار پڑھ کر معدہ سے نیچے ناف تک کی طرف اپنی شہادت انگلی سے ہوا میں جھٹکا دے کر ناف کو اصل جگہ پہنچنے کا اشارہ کریں۔ ان شاء اللہ مریض آنِ واحد میں ٹھیک ہو جائے گا۔

ہر دلعزیز ہونے کے لیے:

اگر کوئی شخص طلوع آفتاب کے فوراً بعد سورج کی طرف منہ کر کے سورج کو دیکھتا رہے اور سورۃ والشّمس گیارہ بار مع اول و آخر درود شریف تین تین بار پڑھے تو اس کی آنکھوں میں رعب و جلال پیدا ہو جاتا ہے۔ عوام الناس اس کے سامنے اس سے مغلوب ہو جاتے ہیں نیز وہ شخص ہر دلعزیز ہو جاتا ہے۔

افسر یا منصف کے غصہ سے بچنے کے لیے:

کٓھٰیٰعٓصٓ کَفِیتُ پڑھے اور ہر حرف پر دائیں ہاتھ کی انگلیاں بند کرے۔ چھوٹی انگلی سے شروع کرے اور حٰمٓعٓسٓقٓ حَمِیتُ پڑھے اور ہر حرف پر بائیں ہاتھ

Marfat.com

کی انگلیاں بند کرے۔ چھوٹی انگلی سے بند کرنا شروع کرے۔ افسر یا منصف کے سامنے دونوں ہاتھ کھول دے تو انشاء اللہ افسر مہربانی ہو جائے گا۔

جنات کو جلانے کے لیے اور ڈر و خوف کے لیے:

آیۃ الکرسی ایک سو بار مع اول آخر درود شریف گیارہ گیارہ بار روزانہ پڑھنے والے شخص کے سامنے جنات کا مریض آئے تو اسے تین بار آیۃ الکرسی مع اول و آخر درود شریف تین تین بار پڑھ کر پھونکے تو جنات فوراً بھاگ جاتے ہیں لیکن اگر مقابلہ کرنے کی کوشش کریں تو جل جاتے ہیں۔ اگر بہت زیادہ جنت نے کسی شخص کو آن گھیرا ہو تو اس عمل کو تین بار پڑھنے سے سب جنات جل جاتے ہیں۔ لیکن اگر کسی کو ڈر وخوف آتا ہو تو اس عمل کے ایک بار پڑھنے سے ڈر و خوف ختم ہو جاتا ہے۔

عمارت سے جادو و جنات کا اثر ختم کرنے کے لیے:

اگر کسی عمارت میں جنات کا بسیرا ہو یا جادو کا اثر ہو تو اس عمارت میں آیۃ الکرسی اور سورۃ مزمل کا عمل کرنے والا شخص جائے اور آیۃ الکرسی اور سورۃ مزمل تین تین بار مع اول و آخر درود شریف تین تین بار پڑھ کر چاروں طرف پھونکے پھر ہر کمرے میں داخل ہو کر بلند آواز سے تین بار اللہ کہے اور پھر چاروں طرف پھونک کر اس عمارت سے باہر آ جائے۔ اس عمل کے صرف ایک بار کرنے سے اس عمارت سے جنات و جادو کا اثر مکمل طور پر ختم ہو جائے گا۔ یہی عمل اگر کسی جنات کے مریض کو ایک بار پڑھ کر پھونک دیا جائے اور پانی پر پھونک کر پلایا جائے تو انشاء اللہ وہ آنِ واحد میں ہمیشہ کے لیے ٹھیک ہو جائے گا۔

برائے فراخی رزق:

سورۃ واقعہ ایک بار بعد از نماز فجر اور ایک بار بعد از نماز مغرب یا عشاء پڑھے نیز فجر کی نماز کے بعد یا غنی یا مغنی یا معطی گیارہ سو گیارہ بار مع درود شریف اور و

Marfat.com

آخر گیارہ گیارہ بار متواتر پڑھنے والے شخص کو اللہ کریم وافر رزق عطا فرما دیتے ہیں۔

قید یا مشکل سے رہائی:

لَا اِلٰہ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّی کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ

تین سو تیرہ بار مع اول و آخر درود شریف گیارہ گیارہ بار پڑھیں۔

طبیعت مائل کرنے کے لیے:

جو شخص اس بات سے پریشان ہو کہ اس کی طبیعت نیک اعمال کی طرف مائل نہیں ہوتی تو اسے چاہئے کہ سونے سے پہلے ایک ہزار بار ''اللہ'' کہا کرے۔ اس عمل کے لیے وضو کی بھی پابندی نہیں ہے البتہ وہ شخص چند روز میں انشاء اللہ راہ راست پر آ جائے گا اور شریعتِ محمدی ﷺ کا پابند ہو جائے گا۔

بے اولاد کے لئے:

رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ ۔ تین ہزار ایک سو پچیس بار مع اول و آخر درود شریف گیارہ گیارہ بار گیارہ روز متواتر پڑھے۔ دوسرے ماہ پھر اسی عمل کو گیارہ روز متواتر پڑھے اور پھر تیسرے ماہ اسی عمل کو گیارہ روز متواتر پڑھنے والی عورت انشاء اللہ صاحبِ اولاد ہو جائے گی۔

لڑکا ہونے کے لیے:

سورۃ مریم ایک بار اور رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً ۚ اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَآءِ ۔ سو بار مع اول و آخر درود شریف گیارہ گیارہ بار پڑھ کر روزانہ پانی پر پھونک کر پی لیں اگر عورت خود نہ پڑھ سکتی ہو تو کوئی دوسرا بھی پڑھ کر پانی پر پھونک کر دے سکتا ہے۔ حمل ہونے سے چار ماہ بعد تک متواتر پلائیں انشاء اللہ لڑکا پیدا ہو گا۔

Marfat.com

خوبصورت اولاد کے لیے:

سورۃ یوسف ایک بار اور یَـا مُـصَـوِّرُ سو بار مع اول و آخر درود شریف گیارہ گیارہ بار روزانہ بعد نماز فجر خاتون خود پڑھے اور پانی پر پھونک کر پی لے یا کوئی دوسرا بھی پڑھ کر پانی پر پھونک دے حمل ہونے سے چار ماہ بعد تک متواتر پینے سے انشاء اللہ بچہ ویسا ہی خوبصورت ہوگا جیسے خوبصورت بچے کا عورت تصور کرے گی۔

عورت کی سُو کی تبدیلی کے لیے:

عورت کے حمل ہونے سے اڑھائی ماہ کے اندر اندر اس کا شوہر اس کے پیٹ پر "یـا مَتِیْنُ" لکھے۔ لکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ بیوی کے پیٹ پر بائیں طرف شہادت انگلی سے "یا" لکھے اور پھر متین لکھتے وقت بائیں نیچے والی پسلی سے شروع کرے لیکن جب متین کی "ن" لکھنے لگے تو ساتھ ساتھ اکہتر بار یا متین پڑھے اور "ن" کا دائرہ ناف کے نیچے سے لے جا کر دائیں سب سے نیچے والی پسلی تک لے جائے۔ جب باقی نقطے مکمل کر لے تو "ن" کا درمیانی نقطہ ناف پر لگائے۔ یہ عمل صرف ایک مرتبہ کرنا کافی ہے انشاء اللہ عورت کی سو تبدیل ہو جائے گی۔

بچہ کے ضائع ہونے سے بچاؤ کا طریقہ:

(۱) سفید زیرہ کچا بھونا کر لیں اور پھر قرآن مجید کے آخری چار قل تین بار مع اول و آخر درود شریف تین تین بار پڑھ کر اس پر پھونک کر حاملہ کو دے دیں۔ حاملہ تقریباً ایک چھوٹا چمچہ کے برابر ہر ماہ میں تین روز منہ نہار پانی سے بچہ کی پیدائش تک کھائے تو انشاء اللہ نہ خون کا داغ لگے گا اور نہ ہی بچہ ضائع ہوگا۔

(۲) ہلدی رنگ کا سوتی دھاگہ عورت کی چوٹی سے پاؤں کے انگوٹھے تک پیمائش کر کے اس لمبائی کے سات دھاگے لیں۔ ان دھاگوں کو ملا کر دونوں سروں پر گانٹھیں لگا دیں۔ پھر ان دونوں گانٹھوں کے درمیان نو گانٹھیں

Marfat.com

لگائیں اور ہر گانٹھ لگاتے وقت سورۃ کوثر تین بار مع اول آخر درود شریف ایک ایک بار پڑھ کر گانٹھ میں پھونکیں۔ جب نو گانٹھیں مکمل ہو جائیں تو دھاگے کو لپیٹ کر اپنے ہاتھ میں پکڑ لیں اور آیۃ الکرسی ایک بار مع اول و آخر درود شریف ایک ایک بار پڑھ کر اس دھاگے پر پھونک کر حاملہ کو دے دیں۔ حاملہ اس دھاگہ کو کمر سے بچہ کی پیدائش سے تھوڑے دن پہلے تک باندھے حاملہ کو نہانا بھی ہو تو تب بھی دھاگہ ہرگز کھول کر جسم سے علیحدہ نہ کرے۔ انشاءاللہ بچہ مکمل نو ماہ کے بعد پیدا ہوگا۔

کسی زہریلا جانور کے کاٹے کا دم:

(۱) اَمْ اَبْرَمُوْا اَمْراً فَاِنْ مُبْرِمُوْنْ ۔شہادت کی انگلی کو لعاب دہن لگا کر ڈنگ کی جگہ کے اردگرد پھیرتے جائیں اور سات بار پڑھ کر لعاب دہن ڈنک کی جگہ پر لگائیں پھر درمیان والی انگلی سے اور پھر تیسری انگلی سے اسی طرح کریں اور لعاب دہن لگا دیں۔ انشاءاللہ زہر کا اثر ختم ہو جائے گا۔

(۲) اگر بھڑ کاٹے تو اپنی شہادت انگلی سے لعاب دہن لگا کر ڈنگ کی جگہ کے گرد دائرہ لگاتے جائیں اور سات مرتبہ ایک ہی سانس میں ''**بستم بستم زھرِ زمبور حکمِ خداوند قولِ رسول**'' پڑھیں اور ڈنگ کی جگہ پر لعابِ دہن لگا دیں۔ پھر یہی عمل دوسری انگلی سے اور پھر تیسری انگلی سے کریں انشاءاللہ زہر کا اثر ختم ہو جائے گا۔

مال چوری نہ ہوگا:

جس شخص کو چوری کا خطرہ ہو وہ آیۃ الکرسی تین بار مع اول و آخر درود شریف تین تین بار پڑھ کر اپنے مال کے گرد یا اپنے گھر کے گرد تصور سے پھونک دے انشاء اللہ مال چوری نہ ہوگا۔

Marfat.com

برائے شادی:

رَبِ اِنِّی لِمَا اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْر

تین ہزار ایک سو پچیس بار مع اول و آخر درود شریف گیارہ گیارہ بار روزانہ پڑھ کر دعا کریں۔ انشاء اللہ پڑھنے والا جہاں چاہے گا وہیں اس کی شادی ہوگی۔

مطلوبہ شخص آجائے گا:

جس شخص کی بیوی ناراض ہو کر چلی گئی ہو وہ شخص سورۃ والضحیٰ اکتالیس بار مع اول و آخر درود شریف تین تین بار پڑھ کر اپنی بیوی کا تصور کرے اور سات بار اپنی بیوی کا نام مع والدہ کا نام لے کر درمیانی بلند آواز سے اسے آواز دے کر کہے کہ اپنے گھر واپس آجاؤ۔ یہ عمل گیارہ روز متواتر کرے۔ انشاء اللہ اس کی بیوی رات کو سکون سے سو نہ سکے گی اور خود بخود اس کے گھر آجائے گی۔ اگر میاں ناراض ہو کر گھر سے چلا گیا ہو تو بیوی یہی عمل کرے اس کا میاں واپس گھر آجائے گا۔ اور اگر بچہ ناراض ہو کر یا ڈر خوف سے بھاگ جائے تو یہی عمل کرنے سے انشاء اللہ بچہ گھر واپس آجائے گا۔

گمشدہ کی تلاش کے لیے:

اگر کوئی بچہ گم ہو گیا ہو یا کوئی چیز گم ہوگئی ہو تو اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ پانچ سو اکاون بار مع اول و آخر درود شریف گیارہ گیارہ بار چودہ روز متواتر پڑھیں اور روزانہ دعا کریں انشاء اللہ گمشدہ بچہ یا چیز مل جائے گی۔ نیز گمشدہ چیز کو ڈھونڈتے رہیں اور زبان پر یہ ورد رہے وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ۔

علم میں اضافہ کے لیے:

رَبِ زِدْنِی عِلْماً گیارہ بار مع اول آخر درود شریف تین تین بار پڑھ کر پانی پر پھونک کر پی لیں۔ اگر بچہ چھوٹا ہو اور نہ پڑھ سکتا ہو تو کوئی دوسرا شخص پڑھ کر پانی پر پھونک کر اسے پلا دیا کرے۔ انشاء اللہ حافظہ درست ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کے علم میں اضافہ فرما دے گا۔

Marfat.com

برائے دفع مرگی:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ الٓمٓصٓ ۔ طٰسٓمٓ ۔ کٓھٰیٰعٓصٓ ۔ یٰسٓ ۔ وَالقُرآنِ الحَکِیْم ۔ حٰمٓ عٓسٓقٓ ۔ نٓ ۔ وَالقَلَمِ وَ مَا یَسطُرُوْن ۔ تین بار مع اول و آخر درود شریف تین تین بار پڑھ کر مریض کے دائیں کان میں پھونکیں۔ اس عمل کے تین بار کرنے سے انشاء اللہ مرگی کا دورہ آئندہ کبھی نہ پڑے گا۔

قمیص سے جنابت، جادو یا مرض معلوم کرنے کا طریقہ:

مریض کی قمیص لے کر اسے لمبائی کی طرف اپنی بالشت سے پیمائش کر لیں۔ قمیص جتنی بالشت لمبی ہو یاد رکھیں پھر مندرجہ ذیل آیات سات بار پڑھ کر قمیص پر پھونکیں وَاصبِرْ وَ مَا صَبرُکَ اِلا بِاللّٰہ وَلا تَحزَنْ عَلَیہِمْ وَلا تَکُ فِی ضَیقٍ مِّمَّا یَمکُرُوْنَ ۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقُوا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحسِنُوْنَ ۔ جب مذکورہ بالا ایات پڑھ لیں تو قمیص پر پھونک کر دوبارہ قمیص کی اسی طرح اپنی بالشت سے پیمائش کریں اور ہر بار اپنی بالشت کی جگہ پر وَامتَازُوا الیَوْمَ اَیُّہَا المُجرِمُوْنَ۔ پڑھ کر پھونکتے جائیں۔ اگر قمیص بڑھ جائے تو سمجھیں کہ جس شخص کی قمیص ہے اس پر جنات کا اثر ہے اگر قمیص کم ہو جائے تو سمجھیں کہ اس پر جادو کا اثر ہے اور اگر قمیص کی پیمائش اتنی ہی رہے جتنی شروع میں تھی تو سمجھیں کہ وہ شخص کسی مرض میں مبتلا ہے۔

استخارہ سجادیہ:

تعوذ اور تسمیہ پڑھ کر اَستَخِیرُ اللّٰہَ بِرَحمَتِہٖ خَیرَۃً فِی عَافِیَۃٍ یا عَلِیمُ عَلِّمْنِی یا خَبِیرُ اَخبِرْنِی سُبحَانَکَ لا عِلمَ لَنا اِلَّا مَا عَلَّمتَنَا اِنَّکَ اَنتَ العَلِیمُ الحَکِیم۔ تین بار پڑھ کر مع اول و آخر درود شریف ایک ایک بار پڑھ کر تسبیح پر پھونکیں اور تسبیح سائل کے سامنے ڈال دیں۔ سائل ایک دانہ پکڑے۔ آپ اس دانہ

Marfat.com

کو دائیں طرف کھینچیں اور شمار نہ کریں۔ پھر اس سے آگے بائیں جانب سے دائیں جانب دو دو دانے کھینچتے جائیں اور ساتھ مذکورہ بالا دعا پڑھتے جائیں اگر آخر پر ایک دانہ بچ جائے تو جواب ہاں ہوگا اور اگر آخر پر دو دانے بچ جائیں تو جواب نہیں ہوگا۔ یعنی اگر ایک دانہ بچ جائے تو مریض کو جن یا جادو ہوگا اور اگر دو دانے بچ جائیں تو مریض بیماری میں مبتلا ہوگا نیز اگر ایک دانہ بچ جائے تو مطلوبہ کام کر لیا جائے اور اگر دو دانے بچ جائیں تو مطلوبہ کام نہ کیا جائے یہی استخارہ کا مطلب سمجھا جائے گا۔

برائے کشف:

جس شخص کو کشف نہ ہوتا ہو وہ یا علیم یا خبیر **عَلِّمْنِیْ مِنْ لَّدُنْکَ علماً**۔ گیارہ سو گیارہ بار مع اول و آخر درود شریف گیارہ گیارہ بار روزانہ کسی وقت پڑھے نیز اسم ذات ''اللہ'' کا تصور اپنے دل پر کرے یعنی تصور کرے کہ دل پر اللہ لکھا ہوا ہے۔ اپنا منہ بند کر کے زبان تالو سے لگا کر سر دل کی طرف جھکا لے اور ہر سانس کے ساتھ دل پر اسم ذات ''اللہ'' کی تصور سے ضرب لگائے۔ اس عمل کو ایک گھنٹہ صبح اور ایک گھنٹہ شام کرے۔ انشاء اللہ قلب منور ہو جائے گا اور کشف ہونے لگے گا۔ اس کے بعد مراقبہ کریں اور اپنے اندر اس طرح گم ہو جائیں کہ آپ کو اپنے ہونے کا احساس تک نہ رہے۔ انشاء اللہ اس مراقبہ سے باطنی اسرار بہت زیادہ عیاں ہونے شروع ہو جائیں گے۔ خلوصِ نیت اور محنت شرط اول ہے۔

عمل دعوت القبور:

سورۃ مزمل کا ایک نادر عمل ہے جسے دعوتِ اعظم کہتے ہیں۔ ''سورۃ مزمل کی سب سے آسان زکوٰۃ یہ ہے کہ عروجِ ماہ میں خمیس کی رات یا دن کو مکمل خلوت کے اندر جمالی اور جلالی پرہیز کے ساتھ دو سو دفعہ روزانہ مع اول و آخر درود شریف گیارہ گیارہ بار پڑھنا شروع کرے اور ہر روز پڑھنے سے پہلے غسل کرے، پاک لباس پہنے

Marfat.com

اور خوشبو لگائے اور پانچ روز خلوت کے اندر ایک ہزار کی تعداد پوری کرے اور ہر بار سورۂ مزمل شروع کرتے وقت اس سے پہلے اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوْ پڑھے تاکہ رجعت سے محفوظ رہے۔ اس زکوٰۃ کے بعد کم از کم گیارہ دفعہ یا اکیس دفعہ یا اکتالیس دفعہ یا ایک سو دفعہ روزانہ ورد رکھے۔ اگر تہجد کے وقت پڑھے تو سونا ہے، طلوعِ آفتاب سے پہلے چاندی ہے اور بعد طلوعِ آفتاب تانبے کی قیمت رکھتا ہے'' (از عرفان جلد دوم) فقیر محمد ارشد پناہوی رحمۃ اللہ علیہ نے اور چند روز بعد فقیر عبدالحمید مدظلہٗ العالی قادری سروری کلاچوی نے راقم الحروف کو اس عمل کی اجازت مرحمت فرمائی۔ ہر سال رمضان المبارک میں اس کی زکوٰۃ ادا کرتا ہوں اور عرصہ تیس (۳۰) سال سے ایک سو ایک بار روزانہ پڑھ رہا ہوں۔ اس کی باطنی کلید حاصل ہونے سے لذت در لذت، سرور در سرور اور تازگی در تازگی پاتا ہوں۔ بیشک یہ عمل جنابت پر فتح حاصل کرنے، ارواحِ طیبہ سے حصولِ فیضان، نزولِ تجلیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں داخل ہونے کے لیے بہترین وسیلہ ہے۔

طریقہ دعوت القبور:

''اس کا طریقہ یہ ہے کہ رات کو کسی بزرگ، ولی کامل یا شہید یا غوث و قطب کی قبر پر جاوے اور روحانی اہلِ قبر پر مسنون طریقے سے سلام کہے۔ اس کے بعد اہلِ قبر کے حق میں فاتحہ درود پڑھے۔ اس کی ترتیب یہ ہے کہ اول درود شریف پھر فاتحہ یعنی الحمد شریف اور پھر درود شریف ایک ایک بار پڑھے۔ اس کے بعد سورۂ اخلاص یعنی قل شریف تین بار پڑھ کر اس کا ثواب روحانی کو بخشے۔ اس کے بعد قبر کے ارد گرد اذان یعنی بانگ پڑھے قبر کے سرہانے سے قبلہ کی طرف پھرتا ہوا بانگ پڑھے اور پھر سرہانے آ کر بانگ ختم کرے۔ بعدہٗ روحانی کو مخاطب کر کے کہے: یَا عَبْدَ اللّٰہِ قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ اُمْدُدْنِیْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ۔ روحانی فوراً حاضر ہو جائے گا۔ اس کے حاضر ہونے کی

Marfat.com

علامت یہ ہے کہ قبر میں جنبش پیدا ہوگی اور وہ ہلتی ہوئی معلوم ہوگی اور اس سے رعب و جلال ٹپکے گا اور اس کے دیکھنے سے دہشت آنے لگے گی۔ بعدہٗ اہل دعوت کو چاہئے کہ قبر کے پاس بیٹھ کر سورۂ مزمل شریف گیارہ دفعہ پڑھے اور جس وقت روحانی کے متوجہ اور حاضر ہونے کی علامات اور آثار ظاہر ہوں تو اہل دعوت کو چاہیے کہ مراقبہ کر کے روحانی کی طرف متوجہ ہو یا وہاں قریب ہی لیٹ جائے۔ روحانی فوراً حاضر ہو کر اسے مشکل کام کے حل ہونے کی بشارت اور اشارف فرمائے گا۔ روحانی کے حاضر ہونیکی علامات اور آثار یہ ہیں کہ یا تو پڑھنے والے کے دل میں رقت پیدا ہو جائے گی اور بے اختیار گریہ جاری ہو جائے گا۔ یا دائیں اور بائیں کان سے تن تن کی آواز آئے گی۔ یا آنکھوں میں اہل دعوت کو نور کی چمک دے گا۔ یا روحانی اپنی خوشبو بخشے گا۔ یا الہام اور آواز دے گا۔ یا دلیل، خیال اور وہم صریح سے دل کو آگاہی دے گا۔ یا اہلِ دعوت کو اپنا وجود بڑا بھاری، وسیع اور وزنی معلوم ہوگا۔ ان علاماتِ مذکورہ میں سے جو بھی علامت ظاہر ہو تو جانے کہ روحانی حاضر ہو گیا ہے۔ اس وقت روحانی سے ملنے اور ملاقی ہونے کے لئے مراقبہ کرے یا وہاں قبر کے پاس لیٹ جائے۔ اگر ایک طرف دعوتِ مزمل پڑھنے سے روحانی حاضر نہ ہو تو دوسری طرف قبر کے پاس بیٹھ کر سورۂ مزمل گیارہ بار پڑھے۔ اگر پھر بھی حاضر نہ ہو تو قبر کی تیسری طرف سورۂ مزمل گیارہ بار پڑھے۔ اور آخر بار قبر کے پاؤں کی طرف گیارہ دفعہ سورۂ مزمل پڑھے۔ پاؤں کی طرف دعوت پڑھنے سے روحانی تنگ ہوتا ہے۔ اگر اہلِ دعوت عامل کامل ہے اور اسے کوئی اپنی یا اپنے خویش واقارت کی بڑی سخت مشکل آن پڑی تو ایسے وقت اہلِ دعوت قبر پر چڑھ کر دعوت پڑھے۔ اس وقت روحانی اسے برق براق سے تیز تر بزم نبویؐ میں حاضر کر دے گا اور وہاں سے اس کی مشکل مہم اللہ تعالیٰ کے امر سے حل کرا دے گا لیکن قبر پر چڑھ کر دعوت پڑھنا سخت خطرناک اور جان جوکھوں کا کام ہے۔ اگر ایک طرف آگ کی بھڑکتی

Marfat.com

ہوئی بھٹی ہے اور دوسری طرف قبر ہے۔ تو بہتر ہے کہ آگ میں کود پڑے لیکن قبر پر قدم نہ رکھے کیونکہ آگ کا جلا ہوا ممکن ہے اچھا ہو جائے لیکن قبر کا جلا ہوا کبھی اچھا نہیں ہوتا۔ اس کا آزار لازوال ہوتا ہے۔ اگر کسی کو دنیا میں مرشد کامل نہ ملے تو کسی عارفِ کامل کی قبر اور روحانیت سے تعلق پیدا کرے۔'' (عرفان حصہ دوم)

بقول حضرت سلطان باہو

ہر کہ مرشد را نیابد در جہاں
از قبر عارف شود صاحب عیاں

Marfat.com

شجرہ شریف سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ

(زبان اردو)

بخشدے یا رب تجھے اپنی رضا کا واسطہ
رحم کر مجھ پر محمد مصطفیٰ ﷺ کا واسطہ

عشق دے یا رب مجھے صدیق اکبرؓ کے لیے
فقر دے سلمانؓ محبوب پیغمبر کے لیے

حضرت قاسمؒ کے صدقے سب کی بگڑی کو بنا
حضرت جعفرؒ کے صدقے کر منور دل مرا

قرب اپنا کر عطا بہر جنابِ با یزیدؒ
بو الحسنؒ کے واسطے لطف و کرم ہم پر مزید

کر دے مری مشکل کو حل بہر جنا ب بو علیؒ
اور منور چشم کر روئے محمد ﷺ سے مری

اے خدا دکھلا جمالِ یوسفیؒ کی اک جھلک
خواجۂ یوسفؒ ولیٔ حق نما کی اک جھلک

دل مرا نور ولایت سے سدا پر نور کر
بہرِ حضرت عبد خالقؒ خاتمہ بالخیر کر

بہرِ حضرت عارفؒ عرفان کر مجھ کو عطا
حضرت محمودؒ کی یارب محبت کر عطا

از پئے خواجہ علیؒ مجھ کو دل دیوانہ دے
از پئے بابا سماسیؒ فقرِ درویشانہ دے

Marfat.com

واسطہ میر کلالؒ زاہدِ عالی وقار

حرصِ دنیا کو مرے بت خانۂ دل سے نکال

بہرِ بہاؤالدینؒ کر روشن قلوب سالکین

صدقہ علاؤالدین کا مجھ کو نہ رکھ اندوہگیں

ہو سکونِ قلب عطا یعقوبؒ شرخی کے طفیل

حضرتِ احرارؒ کے صدقے میں دھو دے دل کا میل

حضرتِ زاہدؒ کے صدقے کر عطا اپنی دلا

حضرت درویشؒ کے صدقے میں رہے حالِ گدا

حضرت امکنگیؒ کے صدقے دور کر دے ماسوا

حضرت باقیؒ کے صدقے دے بقاء بعد الفناء

بہرِ انوارِ جمال شیخ احمدؒ شرفِ دین

بعد رحلت مرحمت فرما ہمیں خلد بریں

آدم بنورؒ کا صدقہ دکھا کوئے رسولؐ

بس رہی ہے جس میں اب تک بوئے گیسوئے رسولؐ

بخشدے شیخ سعدیؒ کے لئے میری خطا

واسطہ خواجۂ یحییٰؒ اپنی الفت کر عطا

بہرِ حضرت عبدالشکورؒ شکر کی توفیق دے

واسطہ عبدالرزاقؒ رزق وافر کر عطا

کھول دے دل کی کلی شیخ محمدؒ کے لئے

سرخرو رکھ دو جہاں میں مجھ کو اے میرے خدا

Marfat.com

اے خدا بہرِ جناب فقیر محمدؒ پارسا
کر مجھے ایمان اور توحید کی دولت عطا
اے خدا بہرِ جناب شمس الدینؒ نائب شمس الضحیٰ
حشر میں ہم عاصیوں کو ظلِ رحمت میں چھپا
اے خدا کیا نام پیارا ہے تیرے مجنوں کا
یعنی ربانی غلامؒ ہے صاحبِ سکر و فنا
اے خدا بہرِ محمد سلیمانؒ بے ریا
پیر علاؤالدین کو تو قرب اپنا کر عطا
اے خدا بہرِ جناب جملہ پیرانِ عظام
وقتِ آخر نزع کی تکلیف سے مجھ کو بچا
اے خدا صدقے میں ان ناموں کے ہم کو شاد کر
کفر کو برباد کر اسلام کو آباد کر

Marfat.com

Marfat.com

نحن اقرب الیہ من حبل الورید

الله

جل جلالہ

معرفت ذات بلا واسطہ
معرفت ذات بالواسطہ
حقیقت معرفت صفات
حقیقت احمدی
حقیقت محمدی
حقیقت حیرت
حقیقت شہود
حقیقت دعوت
حقیقت صلوٰۃ
حقیقت قرآن
حقیقت کعبہ
سیر نفس
قلب بقاء
قلب فناء
سلطان الاذکار
لطیفہ اخفیٰ
لطیفہ خفی
لطیفہ سری
لطیفہ روحی
لطیفہ قلب

دریائے وحدت
دریائے توحید ذات
یاھوت
ھاھوت
لاھوت
جبروت
ملکوت
ناسوت

صفات الاسماء
افعال
آثار دنیا اجساد

معرفتِ ذاتِ اقدس

تصنیف پیر علاؤالدین خان نقشبندی مجددی

آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ ربانیہ

سلیم سٹریٹ نمبر ۱ بس سٹاپ فوجی گاڑیاں نزد فردوس فلور ملز بند روڈ، لاہور، پاکستان

Marfat.com